سات سو سے زائد سبق آموز واقعات وحکایات

امثالِ عبرت

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
کے خطبات، ملفوظات سے منتخب سینکڑوں دلچسپ
اور نصیحت اموز واقعات ومزاحیہ حکایات کا مجموعہ،
فقہ وتصوف کے اہم مسائل کو عام فہم انداز میں
سمجھانے کیلئے عجیب وغریب مثالوں کا ذخیرہ



اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

امثالِ عبرت

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات، ملفوظات سے منتخب سینکڑوں دلچسپ اور نصیحت آموز واقعات ومزاحیہ حکایات کا مجموعہ، فقہ وتصوف کے اہم مسائل کو عام فہم انداز میں سمجھانے کیلئے عجیب وغریب مثالوں کا ذخیرہ

مرتبین

حضرت مولانا حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری رحمہ اللہ

(خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ

(خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240

اَمثالِ عبرتؒ

تاریخ اشاعت.............. ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
ناشر..........ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..........سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان
ادارہ اسلامیات..........انارکلی..........لاہور
مکتبہ سید احمد شہید..........اردو بازار......لاہور
مکتبہ رحمانیہ......... اردو بازار .... لاہور
مکتبہ رشیدیہ..........راجہ بازار..........راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی.....خیبر بازار.........پشاور
ادارۃ الانور..........نیو ٹاؤن..........کراچی نمبر 5
مکتبہ المنظور الاسلامیہ.....جامعہ حسینیہ.....علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ..........بلاک زیڈ..........مدینہ ٹاؤن..........بنک موڑ..........فیصل آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

عرض ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کا ملکہ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار حضرات انبیاء علیہم السلام کے واقعات کومختلف پیرائے میں ذکر فرما کر انسانی عقل کوعبرت ونصیحت کی دعوت دی ہے۔ مولانا روم رحمہ اللہ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''مثنوی شریف'' میں واقعات کو بنیاد بنا کر اس سے سبق آموز نکات بیان فرمائے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسے واقعات دلچسپی سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں اوران سے حاصل شدہ سبق بآسانی ذہن نشین ہوجاتے ہیں۔

موجودہ دور کے مجدد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے تجدید دین کا جوعظیم الشان کام لیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ آپ نے بھی اپنے خطبات ومواعظ میں جگہ جگہ نصیحت آموز حکایات ذکر کی ہیں اور جگہ جگہ ایسی عام فہم امثال بیان فرمائی ہیں جن کے ذریعے فقہ اور تصوف کے اہم مسائل وضاحت کیساتھ سمجھے جاسکتے ہیں۔ ان حکایات وامثال کا ذخیرہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات وملفوظات میں منتشر انداز میں محفوظ تھا۔ حضرت کے خلیفہ حضرت مولانا محمد مصطفیٰ بجنوری رحمہ اللہ نے ان قیمتی حکایات وامثال کو یکجا کردیا جو کہ عرصہ تک ''امثال عبرت'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوتی رہی۔

امثال عبرت کا یہ جدید ایڈیشن آپ کے سامنے ہے۔ اس میں اولاً ''حکایات'' ثانیاً ''مزاحیہ حکایات'' ثالثاً ''امثال عبرت'' اور رابعاً ''اشرف الامثال'' دی گئیں ہیں۔ مؤخر الذکر امثال جناب حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ (ہارون آباد) کی جمع فرمودہ ہیں جو ان کی اجازت سے جزو کتاب بنائی گئی ہیں۔ سابقہ ایڈیشنوں میں حکایات پر صرف نمبر درج تھے ہمارے مہربان دوست جناب محمد راشد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) نے تمام حکایات پر عنوانات لگا دیئے ہیں تا کہ ذوق حاضر کیلئے مطالعہ سہل ہوجائے۔

اللہ پاک ہمیں ان حکایات سے عبرت ونصیحت حاصل کر کے دنیا وآخرت سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین

والسلام..... محمد اسحٰق غفرلہٗ..... ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

فہرست عنوانات

کتاب العلم

قبر میں عقل کا بقا

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمرؓ! اُس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی کہ جب تم قبر میں تن تنہا رکھے جاؤ گے اور دو نہایت عجیب الخلقت فرشتے تم سے آ کر توحید و نبوت کے بارے میں سوال کریں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا! (اور کس قدر پیارا جواب عرض کیا اور اگر وہ بھی یہ جواب نہ دیتے تو کون دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایئے کہ اس وقت ہماری عقل رہے گی یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! عقل باقی رہے گی بلکہ عقل میں اور ترقی ہوجائے گی (کیونکہ ہیولانی حجاب اس وقت باقی نہ رہیں گے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر عقل باقی رہی تو کوئی خوف کی بات نہیں۔ انشاء اللہ سب معاملہ درست ہوگا۔

(وعظ اکمال الصوم والعید دعوات عبدیت جلد دوم وعظ ہفتم ص ۸۔ س ۱۸)

قبر میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا

حضرت رابعہؒ کو جس وقت دفن کیا تو حسب قاعدہ فرشتوں نے آ کر سوال کیا تو حضرت رابعہؒ نہایت اطمینان سے جواب دیتی ہیں کہ کیا اس خدا کو جس کو عمر بھر یاد رکھا گز بھر زمین کے نیچے آ کر بھول جاؤں گی۔ تم اپنی خبر لو کہ بڑی مسافت طے کر کے آئے ہو تم کو بھی یاد ہے کہ نہیں؟ سبحان اللہ! ان حضرات کا بھی کیا اطمینان ہے اس کو ایک بزرگ نے کہا ہے:

گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست ۔۔۔ گویم آنکس کہ ربود ایں دل دیوانہ ما

(اگر منکر نکیر قبر میں سوال کریں گے کہ تمہارے رب کون ہیں تو میں کہوں گا کہ وہی جس نے ہمارے دل دیوانہ کو اُڑا لیا)

جنت میں محبوب کا قرب ملنا

حدیث میں ایک صحابی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ آیا ہے کہ وہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! اگر ہم جنت میں گئے بھی تو ہم کو وہ درجہ تو نصیب نہیں ہوسکتا جو درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا اور جب ہم اس درجہ میں نہ پہنچ سکیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے محروم رہیں گے اور جب آپ کا دیدار نصیب نہ ہوگا تو ہم جنت کو لے کر کیا کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرمایا: آخر وحی نازل ہوئی کہ

من یطع اللّٰہ والرسول فاولئک مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم (الآیہ)

ترجمہ: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یہی لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔'' (انبیاء وصدیقین وشہداء) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی فرمائی۔ (ایضاً ص ۱۳ اس ۱۱)

علمی مسائل سمجھنے کیلئے علم دین کی ضرورت

ایک مرتبہ ایک انجینئر ملے اور مجھ سے سوال کیا میں نے کہا کہ یہ بلاغت کے متعلق ہے آپ اس کو نہ سمجھ سکیں گے۔ کہنے لگے کہ واہ صاحب! عالم وہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے فہم کے مطابق سمجھا دے' میں نے کہا کہ بہتر' مجھے آپ اقلیدس کے مقالہ اول کی پانچویں شکل سمجھا دیجئے لیکن اس طرح کہ نہ تو اصول موضوعہ کا حوالہ ہو نہ علوم متعارفہ کا واسطہ ہو۔ اگر اس طرح سمجھنا ممکن ہے تو میں اس تقریر کے سننے کا بہت زیادہ مشتاق ہوں اور اگر کہئے کہ اس طرح سمجھانا ممکن نہیں تو میں کہوں گا کہ عالم اقلیدس وہی ہے جو ہر شخص کو اس کے فہم کے موافق سمجھا دے۔ کہنے لگے تو اچھا ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ میں نے کہا کہ اگر شوق ہے تو انجینئری کو طاق پر رکھئے اور ہمارے پاس آ کر میزان سے کتابیں شروع کیجئے۔ جب اس مقام تک تعلیم پہنچے گی تو ہم بتائیں گے۔ کہنے لگے کہ کیا ہم اب بڈھے ہو کر پڑھنے بیٹھیں گے؟ میں نے کہا کہ اگر تحقیق کا شوق ہے تو اس کی تو یہی صورت ہے اور اگر یہ صورت منظور نہیں تو ہماری تقلید کیجئے اور جو کچھ ہم کہیں اس کو مان لیجئے اور یہ بات ایسی بدیہی ہے کہ ہر

شخص اس کو جانتا ہے اور رات دن اسی کے موافق کارروائی ہوتی ہے۔

مثلاً اگر ایک شخص بوڑھا آپ کے پاس بیس روپیہ ماہوار کی تنخواہ چھوڑ کر آیا اور سولہ دن کی تنخواہ کی مقدار آپ سے پوچھی اور آپ نے حساب کر کے بتادی تو اگر وہ یہ کہے کہ سولہ دن کی تنخواہ کی مقدار یہ کیونکر ہوگئی؟ تو آپ اس کو کیا جواب دیں گے؟ ظاہر ہے کہ یہی کہا جائے گا کہ تو فن حساب سے ناواقف ہے' تیری سمجھ میں یہ نہ آئے گا اور اگر تو سمجھنا چاہتا ہے تو ابتداء سے جمع' تفریق' ضرب' تقسیم وغیرہ سیکھ' اس کے بعد اس کی وجہ دریافت کرنا۔ اس پر اگر وہ کہے کہ کیا میں بڑھاپے میں حساب سیکھوں گا تو آپ یہی جواب دیں گے کہ وہ سمجھنے کے لیے تو اسی کی ضرورت ہے اگر اس کی ہمت نہیں تو جو کچھ ہم کہتے ہیں اس کو سچ سمجھو۔ (ایضاً ص ٦ س ٧)

قرآن پاک کا موضوع

ہمارے وطن میں ایک شاعر تھے۔ ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ انہوں نے اپنا ایک دیوان مرتب کیا تھا' نہایت ہی بیہودہ۔ اس میں ردیف ضاد نہ تھی۔ لوگوں نے کہا کہ جناب اس میں ردیف ضاد نہیں ہے' کہنے لگے کہ کسی دوسری ردیف میں سے ایک غزل لے کر ہر شعر کے آخر میں لفظ مقراض بڑھادو اور ردیف ضاد میں لکھ دو۔ اب غور کیجئے کہ ان کی اس حرکت کو کس نظر سے دیکھا جارہا ہے؟ کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ قرآن بھی ایسا ہی دیوان ہو کہ اس میں تمام ردیفیں ہوں؟ گو بے ربط ہوں' قرآن نے صرف دو چیزوں کا اہتمام کیا ہے ایک امن عام کہ اس دنیا میں رہ کر یہ حالت ہو کہ

کسے را با کسے کارے نہ باشد

(کسی کو کسی سے کچھ کام نہ ہو)

دوسرے خدا تعالیٰ کی رضا جوئی ان دو امر کے سوا کوئی تیسرا مسئلہ آ گیا ہے وہ اس کے تابع ہو کر آیا ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن میں اس کے سوا اور کوئی مسئلہ نہ ڈھونڈنا چاہیے۔ علیٰ ہذا اگر حکایتیں قرآن میں ہیں تو وہ بھی انہیں کی خادم ہو کر ذکر کی گئی ہیں۔ (ایضاً ص ۱۱ س ۵)

مولوی کا دین میں اختیار

مجھے ایک بڑھیا کا واقعہ یاد آتا ہے کہ جب وہ حج کو گئی اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے لگی تو دو تین پھیرے کر کے مطوف سے کہنے لگی کہ اب تو مجھ سے نہیں ہو سکتے خدا کے لیے اب تو مجھے معاف کر دو تو جیسے وہ بڑھیا یہ سمجھتی تھی کہ مطوف کے معاف کر دینے سے معاف ہو جائیں گے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی سمجھے ہیں کہ مولوی اپنی رائے سے مسائل بدل کر ہماری اغراض کو پورا کر سکتے ہیں۔ (ایضاً ص ۱۷/س ۳)

یہ علماء کے اختیار میں نہیں

ایک رئیس والی ملک کسی بڑے حاکم (انگریز) سے ملنے گئے یہ رئیس بہت دبلے ہو رہے تھے۔ اس حاکم نے پوچھا کہ آپ اس قدر دبلے کیوں ہو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آج کل رمضان کا مہینہ ہے روزہ رکھنے کی وجہ سے دبلا ہو رہا ہوں۔ کہنے لگا کہ آپ اپنے پادریوں سے کمیٹی کرا کر ان کو فروری کے مہینے میں کیوں نہیں کرا لیتے؟ انہوں نے کہا کہ جناب! اس قسم کے اختیارات آپ ہی کی کمیٹی کو ہیں ہمارے علماء کی کمیٹی کو ایسے اختیارات نہیں ہیں۔

غرض پہلے تو غیر قومیں اس قسم کی درخواستیں پیش کرتی تھیں مگر افسوس! اب مسلمان ہی اس قسم کی درخواستیں پیش کرنے لگے ہیں بلکہ یہاں تک ستم ہونے لگا ہے کہ لوگ درخواست سے گزر کر رائے دینے لگے ہیں کہ ضرور ایسا کرنا چاہیے۔ (ایضاً ص ۱۷/س ۷)

مسلمہ مسائل میں تبدیلی ممکن نہیں

میں ایک مرتبہ لاہور گیا تو بہت سے خیر خواہان قوم نے یہ طے کیا کہ اس وقت سود کے مسئلہ پر گفتگو ہو جانی چاہیے۔ چنانچہ ان کی خواہش پر گفتگو کی گئی لیکن جلسہ گفتگو کا خاص تھا۔ یعنی صرف علماء تھے سب لوگ نہایت مشتاق تھے کہ دیکھئے کیا تجویز ہوتا ہے حالانکہ وہاں اس کے سوا کیا تجویز ہو سکتا تھا کہ جو کہ تیرہ سو برس سے چلا آ رہا ہے اس واسطے کہ اہل علم میں سے کس کی وہ ہمت ہو سکتی ہے جو آج کل کے نوجوان ہمت کرتے ہیں۔ (ایضاً ص ۱۷/س ۱۵)

جہلا کا دین میں بے جا عمل دخل

ایک صاحب نے ایک رسالہ میں (آیت قرآنی کا حصہ ہے یعنی اللہ نے سود کو حرام کیا ہے) حرم الربوا میں یہ تحریف کی کہ ''ربوا'' کو بضم راء کہا اور اس کے معنی ''اچکنے'' کے لیے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے سیدھی بات تو یہ تھی کہ ''زنا'' ہی کہہ دیتے کیونکہ زنا عربی کا لفظ تو ہے۔ ربا تو عربی کا لغت بھی نہیں بلکہ ''ربودن'' سے فارسی کا لغت ہے۔ رہا رسم خط کا اشکال' سو ربا بضم الراء بھی واؤ سے نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مشہور ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کو کچھ نہ دیتا تھا اس نے جا کر ایک عالم سے شکایت کی۔ انہوں نے لڑکے کو بلا کر اس کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ اگر قرآن شریف میں کہیں ماں کا حق نکل آئے تو میں ضرور دوں گا کیونکہ یہ بالکل جاہل تھا' اس لیے ان کو فکر ہوئی کہ کوئی ایسی سبیل ہو کہ اس کی سمجھ میں آ جائے۔ آخر کہنے لگے کہ تو نے کچھ قرآن بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا کہ دو چار سورتیں پڑھی ہیں' کہنے لگے! تبت یدآ ابی لھب پڑھی ہے اس نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ سناؤ جب اس نے تبت پڑھی اور اس میں ماکسب پڑھا تو کہنے لگے کہ دیکھ! اس میں تو لکھا ہے کہ ''ماں کا سب'' یعنی سب ماں ہی کا ہے تیرا کچھ بھی نہیں۔ لڑکے نے کہا کہ مولوی صاحب اب دیا کروں گا تو انہوں نے ایک ثابت شدہ مسئلہ کو اس جاہل کے ذہن نشین کرنے کے لیے محض ظرافت کے طور پر ایک اردو کے جملہ کو قرآن کا جزو کہا تھا لیکن اس ظالم نے قرآن میں صریح تحریف کی کہ ربوا کو حلال کرنے کے لیے اس کی حرمت کو قرآن سے اڑانا چاہا۔ غرض ہر شخص قرآن اور احکام شریعت کے متعلق ایک نئی رائے اور تجویز رکھتا ہے۔ (ایضاً ص ۷۱ س ۲۰)

متعلقہ علوم میں ماہرین کی ضرورت

میرے بھائی ریل میں سوار تھے اور ایک تفسیر ان کے ہاتھ میں تھی جو کہ ٹائپ کے چھاپے کی چھپی ہوئی تھی۔ ایک صاحب بہادر بھی اسی درجہ میں سوار تھے۔ بھائی سے کہنے لگے کہ میں اس کتاب کو دیکھ سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ دیکھئے' آپ نے تفسیر اٹھا کر دیکھی اول ہی ''الر'' نکلا صاحب بہادر نے بہت دیر تک اس کو سوچا جب سمجھ میں نہ آیا تو بھائی سے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ آلو؟ بھائی نے تفسیر ہاتھ سے لے لی اور کہا کہ یہ آپ کے دیکھنے کی نہیں ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ اپنی اس تجویز پر اس روز بد کو سوچ کر دیکھئے کہ جب کہ آپ بھی اس انگریزی داں کی طرح ''الر'' کو آلو پڑھنے لگیں گے۔ واللہ! جب تک کسی پڑھے ہوئے سے نہ پڑھا جائے ممکن ہی نہیں کہ الر یا اس کے مثل دوسرے الفاظ کو صحیح پڑھ دیا جائے۔ آخر یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ تلفظ میں الف لام را علیحدہ علیحدہ پڑھے جائیں گے اور اگر کوئی کہے کہ اس کے صحیح پڑھنے کی ضرورت ہی کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے جو اس حد تک پہنچ چکے ہیں اس وقت ہماری گفتگو نہیں۔ (ایضاً ص ۲۲ س ۲)

حفظ قرآن اُمت کا اعزاز ہے

میرے ایک دوست بردوان کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے تین ماہ سے بھی کم میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ ایک اور میرے دوست نے اپنے پیر یعنی میرے استاد کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور ان کے سینہ میں ایک نور داخل ہوا۔ انہوں نے ایک معبر سے بیان کیا۔ انہوں نے تعبیر دی کہ تم کو قرآن حفظ ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے یاد کرنا شروع کیا' سو چھ ماہ میں اچھا خاصا یاد ہو گیا۔

ایک اور قصہ یاد آیا۔ ایک واعظ مظفر نگر میں وعظ کر رہے تھے۔ ایک آیت میں قصداً رُکے اور حاضرین سے خطاب کیا کہ اس مجلس میں جتنے حافظ ہوں کھڑے ہو جائیں تاکہ میں ان سے یہ آیت پوچھ سکوں۔ اس کو سن کر ایک جماعت کثیر کھڑی ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ صاحبو! مجھ کو آیت یاد ہے میں نے صرف یہ دکھانا چاہا کہ مسلمانوں کے اس اتفاقی اور مختصر مجمع میں جہاں خاص حفاظ ہی کو جمع نہیں کیا گیا ایسی تعداد کے مذہبی کتاب کے بر زبان یاد رکھنے والے موجود ہیں۔ کیا دوسری کوئی قوم قصداً جمع کر کے بھی اس قدر تعداد اپنی مذہبی کتاب کے حافظوں کی دکھلا سکتی ہے؟ غرض قرآن مجید بہت سہولت سے یاد ہوتا ہے۔ (ایضاً ص ۲۳۔ س ۱۳)

آج بھی رازی وغزالی پیدا ہو سکتے ہیں

مولوی منفعت علی صاحب سلمہ (اس وقت مولوی صاحب مرحوم حیات تھے ۱۲ منہ) سے ایک شخص نے کہا کہ کیا وجہ علماء میں اب رازیؒ وغزالیؒ پیدا نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت انتخاب کا قاعدہ یہ تھا کہ قوم میں جب سب سے ذہین اور ذکی ہو وہ علوم دین

کے لیے منتخب ہوتا تھا اور اب انتخاب کا قاعدہ یہ ہے کہ جو سب سے زیادہ احمق اور غبی ہو وہ اس کے لیے تجویز ہوتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اب بھی جو ذہین وذکی پڑھتے ہیں وہ غزالیؒ اور رازیؒ سے کم نہیں ہوتے۔ میرے ساتھ چلو اور علماء کی حالت دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ اس وقت بھی غزالیؒ اور رازیؒ جیسے موجود ہیں اور ہر زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں لیکن عدد میں کم ضرور ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو لوگ قابل ہیں وہ ادھر متوجہ نہیں ہوتے۔ ورنہ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر بیس آدمی ایسے پڑھیں تو ان میں پندرہ ضرور غزالیؒ اور رازیؒ نکلیں گے۔

اب بے چارے غرباء جولاہے، دُھنے پڑھتے ہیں ان کی جیسی سمجھ ہوتی ہے ویسے ہی نکلتے ہیں اور یہ ہو نہیں سکتا کہ غریب غرباء کے بچوں کو نہ پڑھایا جائے کیونکہ امراء نے خود چھوڑا اور ان سے ہم چھڑا دیں تو پھر علم دین کس کو پڑھائیں؟ نیز غریب غرباء کیا کریں؟ انگریزی پڑھ نہیں سکتے کیونکہ اس کی تعلیم نہایت گراں ہے اور عربی ہم نہ پڑھائیں تو یہ بے چارے تو بالکل ہی کورے رہے اور واقعی علم دین ایسی عجیب چیز ہے کہ اس میں محنت بھی کم اور خرچ بھی کم۔ بخلاف انگریزی کے۔ (ایضاً ص ۳۴)

کمال ذہانت

میرے سب سے چھوٹے بھائی ٹریننگ پاس کرنے مرادآباد میں گئے وہاں ان کی ذہانت کی یہ حالت تھی کہ تمام لوگ متحیر تھے۔ حتیٰ کہ ان کے ماسٹر بھی ان کی ذہانت سے عاجز تھے۔ ایک دفعہ یہ واقعہ ہوا کہ رمضان المبارک کا زمانہ قریب آ گیا اور ٹریننگ کے لڑکوں نے چاہا کہ کسی حافظ کو بلا کر ایک قرآن سنیں۔ پرنسپل سے پوچھا تو جواب ملا کہ یہ امر جدید ہے اجازت نہیں ہو سکتی۔ بھائی نے کہا کہ اگر قدیم ہوتا تو اجازت مل جاتی؟ کہا گیا کہ ہاں! بھائی نے کہا کہ آپ کے قاعدے سے تو لازم آتا ہے کہ کبھی کوئی امر قدیم پایا ہی نہ جائے کیونکہ ہر قدیم کسی وقت جدید تھا اور جدید ہونا مانع اجازت ہے جب اس کی اجازت نہ ہوگی تو وہ قدیم کیسے بن سکے گا۔ پرنسپل حیران رہ گیا آخر انہوں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارومدار اجازت کا قدیم ہونے پر نہیں ہے بلکہ اس پر ہے کہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو تو

اس میں کیا مفسدہ ہے؟ پرنسپل نے اجازت دے دی یہ محض عربی کی استعداد کی بدولت تھا کیونکہ اس میں احتمال آفرینی کی استعداد ہو جاتی ہے۔ (ایضاً ص ۳۶)

انگریزی علوم کیساتھ دین کی ضرورت

میں جس زمانہ میں کانپور میں پڑھاتا تھا ایک روز حسب معمول بیٹھا پڑھا رہا تھا کہ ایک نائب تحصیلدار آئے اور اپنے لڑکے کی تعلیم کے لیے ایک استاد کی ضرورت ظاہر کی۔ اس وقت جو طالب علم مجھ سے پڑھ رہے تھے میں نے ان سے عربی زبان میں ان سے دریافت کیا تا کہ یہ نہ سمجھیں۔ میری گفتگو شروع کرتے ہی وہ کہنے لگے کہ جناب کے عربی میں گفتگو کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اس وقت کی گفتگو کو مجھ سے پوشیدہ کرنا منظور ہے لیکن میں عربی سے واقف ہوں اس لیے بہتر یہ ہے کہ میں یہاں سے اُٹھ جاؤں۔ ان کے اس کہنے سے مجھے بے حد شرمندگی ہوئی اور خیال ہوا کہ اللہ اکبر! میں نے تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور انہوں نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ آخر میں ان سے کہا کہ جناب یہ میری غلطی تھی واقع میں کوئی پوشیدہ بات نہ تھی اب میں اردو میں گفتگو کرتا ہوں۔ اب میں دو باتیں اس کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ اول تو یہ کہ کیا بدوں علم دین کے اثر پیدا ہوسکتا ہے؟ سو ظاہر ہے کہ ہر گز نہیں ہوسکتا۔ دوسری بات یہ پوچھتا ہوں کہ آیا یہ اثر نہایت ضروری ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ نہایت ضروری ہے کیونکہ ہم کو با ہم جائز نہیں کہ ہم کسی کے اسرار پر مطلع ہوں۔ غرض تہذیب (مطلب یہ ہے کہ بدوں علم دین تہذیب اخلاق نہیں ہوسکتی اور ایسے ہی تعلیم انگریزی بھی بدوں علم دین مفید نہیں ۱۲ منہ) اخلاق تعلیم نگریزی ہر ایک کے لیے علم دین کی ضرورت ہے۔ (ایضاً ص ۳۷)

قرب کا سب سے بڑا ذریعہ

امام احمد بن حنبلؒ کی حکایت ہے کہ انہوں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے قرب کا سب سے بڑا ذریعہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ قرأۃ القرآن یعنی قرآن پڑھنا امام صاحب نے عرض کیا ''بفهم او بلافهم'' یعنی سمجھ کر یا بلا سمجھے ارشاد ہوا کہ ''بفهم او بلافهم'' یعنی کسی طرح ہو۔ (ایضاً ص ۱۴ اس ۱۶)

بے انصافی کا شہر

مشہور ہے کہ چیلہ گرو سفر کرتے ہوئے ایک شہر میں پہنچے نام پوچھا تو انیاؤنگر معلوم ہوا جس کے معنی ہیں بے انصافی کا شہر۔ اشیاء کا نرخ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اناج سے لے کر گھی دودھ تک ہر ہر چیز سولہ سیر کی ملتی ہے۔ یہ سن کر چیلہ تو بہت خوش ہوا کہ خوب گھی دودھ کھا کر فربہ ہوں گے مگر گرو نے کہا کہ بھائی اس جگہ قیام مناسب نہیں یہ شہر تو بہت ہی بے تکا معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے بڑے میں کچھ امتیاز ہی نہیں مگر چیلہ نے اصرار کیا آخر رہ پڑے۔ چند روز میں سیر کرتے کرتے عدالت کی طرف پہنچے دیکھا کہ ایک مقدمہ راجہ صاحب کے اجلاس میں درپیش ہے اور لوگوں کا ہجوم ہے۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ کوئی چور مدعی ہے مہاجن مدعا علیہ ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ ہم دونوں چوری کرنے اس کے گھر گئے نقب لگائی میرا رفیق اندر جانے لگا تو وہ دیوار اوپر سے آ پڑی' مر گیا' قصاص چاہتا ہوں' مدعا علیہ سے باز پرس ہوئی کہ وہ دیوار ایسی کیوں بنائی تھی اس نے کہا کہ معمار سے پوچھئے بنانے والا وہ ہے وہ بلایا گیا اس نے کہا کہ گارہ دینے والے سے پوچھا جائے اس کو بلایا اس نے کہا گارہ بنانے والے والے سے پوچھئے' اس کو بلایا اس نے کہا کہ سقوں نے پانی ڈال دیا جس سے گارا پتلا ہو گیا' اس کو بلایا اس نے کہا سرکاری ہاتھی جھپٹا ہوا آتا تھا' خوف سے پانی زیادہ نکل پڑا۔ فیلبان کو بلایا اس نے کہا ایک عورت پازیب پہنے آتی تھی اس کی جھنکار سے ہاتھی دوڑ پڑا۔ عورت کو بلایا اس نے کہا سنار نے ایسا ہی باجا ڈال دیا اس کو بلایا وہ کچھ جواب نہ دے سکا حکم ہوا کہ سنار کو پھانسی دے دی جائے' پھانسی کے لیے چلے۔ جب اس کو پھانسی پر چڑھایا گیا تو پھانسی کا حلقہ اس کے گلے سے بڑا نکلا۔ لوگوں نے آ کر راجہ صاحب سے عرض کیا کہ حلقہ اس کے گلے سے بڑا ہے' راجہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تو کسی موٹے آدمی کو پھانسی دو۔

غرض موٹے آدمی کی تلاش شروع ہوئی اتفاق سے مجمع بھر میں اس چیلہ سے زیادہ موٹا کوئی نہ نکلا۔ آخر اس کو تجویز کیا۔ اب تو چیلہ صاحب بہت گھبرائے اور گرو سے کہا کہ خدا کے لیے بچاؤ اس نے جواب دیا میں نہ کہتا تھا کہ یہاں رہنا اچھا نہیں۔ آخر نتیجہ دیکھا' آخر گرو نے یہ تدبیر نکالی کہ پھانسی کے وقت خود بڑھ کر کہا کہ صاحبو! اس کو پھانسی نہ دو مجھ کو دیدو'

لوگوں نے وجہ پوچھی اس نے کہا اس وقت میں نے جوتش میں جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس وقت جو شخص پھانسی دیا جائے گا وہ سیدھا بیکنٹھ میں جائے گا۔ راجہ صاحب نے جو یہ سنا تو بڑھ کر فرمایا کہ اچھا جب ایسی بات ہے تو ہم کو پھانسی دے دو تاکہ جنت ہم ہی حاصل کر لیں۔ چنانچہ راجہ صاحب کو پھانسی دے دی گئی خس کم جہان پاک۔ (وعظ ص ۴۵ س ۱۲)

لفظ کے ساتھ معنی کی ضرورت

کسی نے ایک طوطا کو الم تر کیف تک یاد کرا دیا تھا کہ وہ بے تکلف اس کو پڑھتا چلا جاتا تھا لیکن اگر اس پر بلی گرتی تو کیا اس وقت بھی اس کو کوئی سورت یاد رہ سکتی تھی، کبھی نہیں اس لیے کہ اس کے دل میں کچھ بھی نہ تھا کسی ظریف نے ایک طوطے کے مرنے کی تاریخ لکھی ہے اگرچہ اس نے محض تمسخر کی بناء پر لکھی ہے لیکن بات نہایت گہری اور کام کی ہے۔

۱۳۲۰ھ میں کسی طوطے کا حادثہ ہوا تھا اس وقت یہ تاریخ لکھی گئی ہے۔ لکھا ہے:

میاں مٹھو جو ذاکر حق تھے ۔۔۔ رات دن ذکر حق رٹا کرتے
گربہ موت نے جو آ دابا ۔۔۔ مضطرب ہو کے اور گھبرا کے
چونچ میں لے کے پانی کی کُلھیا ۔۔۔ کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے ٹے

(۱۳۲۰ھ)

ٹ کے عدد ت کے برابر ہیں تو تین کے عدد بارہ سو ہوئے اور تین ی کے تیس۔ کل بارہ سو تیس عدد ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ طوطے کی محض زبان پر ذکر حق تھا اور دل میں اس کا کچھ اثر نہ تھا اس لیے اس مصیبت کے وقت کچھ بھی یاد نہ آیا اور ٹاں ٹاں کر کے خاتمہ ہو گیا۔ (نسیان النفس دعوات جلد ۵ ص ۱۱ س ۱۷)

باطنی صفات کی ضرورت

مشہور ہے کہ ایک میراثی کسی کے پاس لفافہ لے کر آیا دیکھا کہ اوپر سے بالکل سادہ ہے سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ حضور نہایت جلدی میں خط دیا ہے لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ مکتوب الیہ کو خیال ہوا کہ اندر مضمون ہوگا کھول کر دیکھا تو خط بھی بالکل سادہ۔ پوچھا کہ بھائی اس کا کیا سبب! کہنے لگا کہ حضور! میں عرض کر چکا ہوں کہ بہت ہی جلدی میں خط دیا ہے، لکھنے کی مہلت ہی نہیں

ملی۔ ہم لوگوں میں اکثر کی تو بعینہ یہ حالت ہے کہ اندر باہر دونوں جانب سے محض کورے اور جو لوگ کچھ ہیں بھی تو محض ظاہری مکلف ہیں اندر خاک بھی نہیں حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ چاہے لفافہ باہر سے زیادہ مکلّف نہ ہو لیکن اندر مضمون سے پر ہو۔ (ایضاً ص۱۲س۸)

بڑھاپے کے اثرات

ایک شخص کا قصہ ہے کہ اس نے ایک طبیب سے شکایت کی کہ مجھے نیند نہیں آتی۔ اس نے کہا بڑھاپے کے سبب۔ پھر اس نے کہا کہ میرے سر میں درد بھی رہتا ہے۔ طبیب بولا یہ بھی بڑھاپے کے سبب۔ اسی طرح اس نے بہت سی شکایتیں بتائیں اور طبیب نے سب کا یہی جواب دیا کہ یہ سب بڑھاپے کی بدولت ہے تو اصل سبب اس مرض میں بڑھاپا تھا اور باقی سب اس کے عوارض تھے۔ (وعظ ایضاً ص۲۴س۱۸)

مقتداؤں کا حال

ایک بزرگوار کا قصہ ہے اور میں نے ان کو دیکھا بھی ہے کہ ان سے ایک عورت نے جس کا دوسرے شخص سے تعلق تھا کہا کہ میں اپنے شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی اور وہ مجھے طلاق نہیں دیتا۔ انہوں نے کہا تو کافر ہو جا (نعوذ باللہ) اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا۔ فرمایئے جب ایسے لوگ مقتداء ہوں گے تو قوم کی کیا حالت ہوگی۔ (وعظ ایضاً ص۲۷س۱۷)

جاہل واعظ

میں نے دیوبند میں ایک واعظ صاحب کو وعظ کہتے ہوئے سنا۔ اول اس نے یہ آیت پڑھی "ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون" اس کے بعد ترجمہ اس آیت کا کیا کہ تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ تم تالا لگا کر نماز جمعہ کو جایا کرو۔ یہ خرابی کی تعلمون کی۔ یعنی تالا موند۔ اس زمانہ میں مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی، مہتمم مدرسہ زندہ تھے۔ اس واعظ کو بہت ڈانٹا۔ (وعظ ایضاً ص۳۲س۴)

حکایت

ایک واعظ کانپور میں آئے تھے۔ جامع العلوم میں انہوں نے وعظ کہا۔ یہ آیت پڑھی "لمن خاف مقام ربہٖ جنتن" اور ترجمہ کیا کہ جنت میں تخت ہوگا جس کا ایک ایک پایہ ایک ایک ہزار کوس کا ہوگا اور طرہ یہ کیا کہ کوس کی تفسیر بھی کہ بڑے کوس کو کہتے ہیں۔ (وعظ ایضاً ص۳۲س۸)

اہل کو امانت سپرد کرنا

مشہور ہے کہ اکبر نے کسی بھانڈ کو خوش ہو کر ایک ہاتھی دے دیا تھا۔ بھانڈ نے ہاتھی تو لے لیا لیکن اس کو خیال ہوا کہ میں غریب آدمی اس ہاتھی کو کھلاؤں گا کہاں سے اس کی تو چار خوراکوں میں میرا سارا گھر ختم ہو جائے گا۔ آخر اس کو معلوم ہوا کہ آج اکبر کی سواری فلاں طرف سے فلاں وقت گزرے گی جب وہ وقت آیا تو اپنے ہاتھی کے گلے میں ایک ڈھول ڈال کر اسی طرف اس کو چھوڑ دیا۔ اکبر کی سواری جب گزری تو اس نے دیکھا کہ سامنے سے ایک ہاتھی چلا آ رہا ہے اور گلے میں ڈھول پڑا ہوا ہے۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ خاصہ کا ہاتھی ہے لوگوں نے پوچھا کہ یہ ہاتھی اس حالت میں کیوں پھرتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضور نے اپنے بھانڈ کو یہ ہاتھی دے دیا تھا۔ اکبر نے بھانڈ کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے ہاتھی کو اس حالت میں کیوں چھوڑا ہے' کہنے لگا حضور نے مجھے ہاتھی تو عنایت فرمایا مگر میرے پاس کھلانے پلانے کو کیا دھرا تھا۔ آخر یہ سمجھ میں آیا کہ جو میرا پیشہ ہے وہ ہی اس کو بھی سکھلا دوں اس لیے میں نے گلے میں ڈھول ڈال کر چھوڑ دیا کہ مانگو اور کھاؤ' اکبر کو یہ لطیفہ پسند آیا اور اس نے ایک گاؤں بھی انعام میں دیا۔ (وعظ ایضاً ص ۳۳ س ۳)

ملازمت کی شرائط

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے پاس ایک عالم کی طلب میں ایک خط آیا تھا جس میں ان کے لیے بہت سی شرطیں لکھی تھیں کہ وہ ایسے ہوں اور ایسے ہوں اور کل دس روپیہ تنخواہ لکھی تھی۔ مولانا فرمانے لگے بھلے مانسو! فی وصف ایک روپیہ تو رکھا ہوتا۔ (وعظ ایضاً ص ۳۵ س ۱)

دینی اُمور میں احتیاط

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ میرٹھ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے عشاء کے وقت ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ مستفتی کے چلے جانے کے بعد ایک شاگرد نے عرض کیا کہ مجھے یہ مسئلہ یوں یاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو اور مستفتی کو تلاش کرنا شروع کیا' لوگوں نے عرض کیا کہ رات زیادہ ہوگئی ہے آپ آرام

فرمایئے، ہم صبح ہونے پر اس کو بتلا دیں گے لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا اور اس کے مکان پر تشریف لے گئے، گھر میں سے اس کو بلایا اور فرمایا کہ ہم نے اس وقت مسئلہ بتلا دیا تھا، تمہارے آنے کے بعد ایک شخص نے صحیح مسئلہ ہم کو بتلایا اور وہ اس طرح ہے جب یہ فرما چکے تب چین آیا اور واپس آ کر آرام فرمایا۔ (وعظ ایضاً ص ۳۶ س ۳)

دین سے دوری کے نتائج

ایک نوجوان کی نسبت میں نے سنا ہے کہ وہ بیرسٹری پاس کر کے آ رہے تھے۔ ان کے باپ نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ میرا لڑکا لندن سے آ رہا ہے تمہارے شہر سے اس کا گزر ہوگا۔ اگر تم اسٹیشن پر اس سے مل لو تو بہتر ہوتا کہ اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کے لکھنے کے موافق یہ مکتوب الیہ اسٹیشن پر گئے اور جا کر ان بیرسٹر صاحب سے ملے۔ اس وقت بیرسٹر کھانا کھا رہے تھے چونکہ رمضان شریف تھا اس لیے ان کو تعجب ہوا اور انہوں نے دریافت کیا کہ رمضان شریف ہے آپ نے روزہ نہیں رکھا۔ صاحبزادہ پوچھتے ہیں کہ رمضان کیا چیز ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ رمضان ایک مہینہ کا نام ہے، کہنے لگا جنوری، فروری الخ ان میں تو رمضان کہیں نہیں آیا۔ آخر اس کی یہ حالت دیکھ کر ان کو سخت صدمہ ہوا اور سمجھے کہ منبع الکفر کا مسخ شدہ ہے اس کی حالت میں تغیر آنا اور انا اللہ پڑھ کر چلے آئے۔ (وعظ ایضاً ۳۸ س ۹)

گفتگو میں احتیاط

پیلی بھیت میں ایک بزرگ کے پاس ایک بڑھیا آئی اور کچھ عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ اس نے سنا نہیں ایک شخص اور بیٹھے تھے انہوں نے حکایت کے طور پر اس سے کہا کہ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا وہ بزرگ سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ مجھ کو کیا خبر کہ فضل کرے گا یا نہ کرے گا تم نے اپنی طرف سے گا کیسے بڑھایا۔ (وعظ ایضاً ص ۴۱ س ۱۶)

تعویذات پر انحصار

ممبئی سے ایک پہلوان کا خط آیا کہ میری کشتی ہونے والی ہے مجھے ایک تعویذ لکھ دو کہ میں جیت جاؤں۔ میں نے کہا کہ اگر تمہارا مقابل بھی کسی سے تعویذ لکھا لے تو کیا ہوگا؟ پھر تعویذ تعویذ میں کشتی ہوگی۔ (وعظ ایضاً ص ۴۲ س ۵)

بے جا تعریف سے دھوکہ کھانا

کسی بیوقوف کے پاس ایک شریر گھوڑا تھا۔ ہر چند اس کو دباتا تھا اور قابو میں لاتا تھا لیکن وہ رسید ہی نہ دیتا تھا کسی نے کہا کہ اس کو بیچ دو۔ مالک صاحب نے کہا کہ آپ ہی اس کو بکوادیں۔ اس شخص نے چوک میں کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا کہ یہ گھوڑا بکتا ہے اور ایسا قدم باز ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا اور طرح طرح کے اوصاف بیان کیے۔ مالک صاحب یہ سن کر یہ کہنے لگے کہ میاں اگر ایسا ہے تو لاؤ میں ہی نہ رکھوں کیوں بیچوں۔ اس نے کہا کہ کیا تمہارا عمر بھر کا تجربہ میرے چند الفاظ سے جاتا رہا۔ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے کہ صریحاً دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اندر ریا، فریب، حسد، شہوت، غضب کا اتباع موجود ہے اور تمام عمر گزر گئی کہ نفس سے سابقہ پڑ رہا ہے۔ سرکشی اس کی مشاہدہ ہے کہ چاہتے ہیں کہ فلاں کام کرے اور نہیں کرتا۔ ان سب امور پر تو خاک ڈال دی اور یقین کس چیز پر آیا کہ ساری بستی کے لوگ مجھ کو بزرگ سمجھتے ہیں اس لیے میں بزرگ ہوں۔ (تعظیم الشعائر دعوات جلد ۶ ص ۷ س ۱۷)

اپنا قصوروار ہونا سمجھ نہیں آتا

مشہور ہے کہ ایک حبشی چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک آئینہ پڑا ملا، کبھی آئینہ دیکھنے کا اتفاق ہوا نہیں تھا اس کو اٹھا کر دیکھا تو اپنی کالی بھجنگ صورت پر نظر پڑی، کہنے لگا کہ ایسا بدصورت تھا جب تو کسی نے نہ رکھا یہاں پھینک دیا۔ یہی بعینہ حالت ہم لوگوں کی ہے کہ اپنے عیوب کو شریعت میں ثابت کرتے ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۶ س ۱۸)

احکام شرع سے اپنا مطلب نکالنا

ایک رئیس کو لغو بولنے کی عادت بہت تھی اور اکثر بے تکی باتیں ہانکتے تھے لوگ ان پر ہنسا کرتے۔ آخر انہوں نے ایک شخص کو اس لیے نوکر رکھا کہ ہم جو کچھ کہا کریں اس کی کوئی معقول توجیہ کیا کرو۔

چنانچہ ایک مرتبہ یہ کسی مجلس میں تھا کہنے لگا کہ ہم شکار میں گئے ہرن کو جو گولی ماری تو وہ سم توڑ کر ماتھا پھوڑ کر نکل گئی۔ یہ سن کر تمام لوگ ہنسنے لگے کہ سم اور ماتھے کو کیا تعلق، فوراً اس

نوکر نے کہا کہ حضور بجا ارشاد ہے وہ اس وقت گھر سے ماتھے کو کھجلا رہا تھا تو ہمارے ہوا پرست اور دنیا پرست بھائی چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے منہ سے نکل جائے اس نوکر کی طرح شریعت اس کو جائز ہی کر دے تو گویا شریعت آپ کی لونڈی ہوئی۔ (وعظ ایضاً ص ۷، س ۷)

دنیا میں کوئی آرام سے نہیں

میرے استاد علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے یہ دعا کی کہ مجھے خواجہ خضر مل جائیں۔ چنانچہ خواجہ خضر اس کو ملے گئے اس نے کہا حضرت یہ دعا کر دیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اس قدر دنیا دے دیں کہ میں بالکل بے فکر ہو جاؤں۔ خواجہ خضر نے کہا کہ بے فکری اور راحت دنیا داری میں ہو نہیں سکتی۔ اس نے پھر اصرار کیا انہوں نے فرمایا کہ اچھا تو کسی ایسے شخص کو انتخاب کر لے جو تیرے نزدیک بالکل بے فکر اور نہایت آرام میں ہو میں یہ دعا کروں گا کہ تو بھی اسی جیسا ہو جائے اور تین دن کی مہلت اس کو دی۔ آخر اس نے لوگوں کی حالت کو دیکھنا شروع کیا جس کو دیکھا کسی نہ کسی تکلیف یا شکایت و پریشانی میں مبتلا پایا۔ بہت سی تلاش کے بعد اس کو ایک جوہری نظر پڑا جس کے پاس حشم و خدم بھی بہت کچھ تھے صاحب اولاد بھی تھا اور اس کو بظاہر کوئی فکر نہ معلوم ہوتی تھی اس کو خیال ہوا کہ اس جیسا ہونے کی دعا کراؤں گا لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ بھی کسی بلا میں مبتلا ہو اور میں بھی دعا کی وجہ سے اسی بلا میں مبتلا ہو جاؤں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اول اس سے اس کی اندرونی حالت دریافت کروں۔ چنانچہ اس جوہری کے پاس گیا اور اپنا پورا ماجرا اس کو کہہ سنایا جوہری نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کہ خدا کے لیے مجھ جیسا ہونے کی دعا ہرگز نہ کرانا میں تو ایک مصیبت میں گرفتار ہوں کہ خدا نہ کرے کوئی اس میں گرفتار ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میری بیوی بیمار ہوئی اور بالکل مرنے کے قریب ہوگئی' میں اس کو مرتے دیکھ کر رونے لگا' اس نے کہا کہ تم کیوں روتے ہو میں مر جاؤں گی تم دوسری کر لو گے' میں نے کہا کہ نہیں میں اب ہرگز نکاح نہ کروں گا' کہنے لگی کہ سب کہا ہی کرتے ہیں ایفاء کوئی بھی نہیں کرتا۔ میں چونکہ اس کی محبت میں مغلوب تھا اور اس وقت اس کے مرنے کا نہایت سخت رنج دل پر تھا۔ میں نے اس کے کہنے پر استرا لے کر اپنا اندام نہانی فوراً کاٹ

ڈالا اور اس سے کہا کہ اب تو تجھ کو بالکل اطمینان ہوگیا۔ اتفاق سے وہ اپنے مرض سے جانبر ہوگئی۔ اب چونکہ میں بالکل بیکار ہو چکا تھا اس لیے اس نے میرے نوکروں سے ساز باز کرلیا یہ جس قدر اولاد تم دیکھتے ہو سب میرے نوکروں کی عنایت ہے میں اپنی آنکھوں سے اس حرکت کو دیکھتا ہوں لیکن اپنی بدنامی کے خیال سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس واسطے تم مجھ جیسے ہونے کی دعا ہرگز نہ کرانا۔ آخر اس شخص کو یقین ہوگیا کہ دنیا میں کوئی آرام سے نہیں جب تیسرے دن حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کیا رائے ہے اس نے کہا کہ حضرت یہ دعا کردیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اپنی محبت کاملہ اور دین کامل عطا فرمائے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمادی اور وہ نہایت کامل دیندار ہوگیا تو حقیقت میں دنیاداروں میں کوئی بھی آرام سے نہیں ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۵ س ۱۷)

نقلِ حدیث میں احتیاط

حضرت امام ترمذیؒ جب نابینا ہوگئے تو ایک مرتبہ آپ کو سفر کا اتفاق ہوا۔ راستہ میں ایک مقام پر پہنچ کر آپ نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے سر جھکا لیا۔ حمال نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہاں ایک درخت ہے اس میں ٹکر لگتی ہے۔ حمال نے کہا کہ یہاں تو کوئی درخت نہیں ہے آپ نے اونٹ کو وہیں رکوادیا اور فرمایا کہ اگر میرا حافظہ اس قدر کمزور ہوگیا ہے تو میں آج سے حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں گا اور قریب کے گاؤں میں آدمی بھیج کر دریافت کیا۔ اکثر لوگوں نے وہاں درخت ہونے سے انکار کیا لیکن گاؤں کے بعض بوڑھوں نے کہا کہ مدت گزری جب یہاں ایک درخت تھا اور تقریباً بارہ برس ہوئے کہ اس کو کاٹ دیا گیا ہے جب اس کی تصدیق ہوگئی تو آپ آگے بڑھے۔ (وعظ تعلیم البیان دعوات جلد ۵ ص ۱۲ س ۴)

کمالِ حافظہ

ابوداؤد میں قصہ ہے ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک راوی سے ایک حدیث سنی تھی۔ مدت کے بعد مجھے خیال ہوا کہ اس کے حافظہ کا امتحان کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ اس نے غلط حدیث مجھ سے بیان کردی ہو۔ چنانچہ یہ راوی اس کے پاس گئے اور جاکر وہ حدیث پوچھی اس نے حدیث بتائی اور کہا کہ تم میرا امتحان کرتے ہو۔ میرا حافظہ اس قدر قوی

ہے کہ میں نے ستر حج کیے ہیں اور ہر سال نئے اونٹ پر حج کیا اور مجھ کو یاد ہے کہ فلاں سال فلاں اونٹ پر حج کیا تھا۔ (وعظ الیضا ص ۱۲اس ۱۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

امام بخاریؒ کسی مقام پر تشریف لے گئے وہاں کے عالموں نے آپ کا امتحان کرنا چاہا اور سو حدیثیں اُلٹ پلٹ کر آپ کے سامنے پڑھیں۔ آپ ہر حدیث پر لا اعرف فرماتے رہے جب وہ لوگ ختم کر چکے تو آپ نے ان سب احادیث کو جو انہوں نے سنائیں تھیں اسی طرح نقل فرمایا اور ساتھ ساتھ تصحیح کرتے گئے کہ **"اما الحدیث الاول فھو کذا واما الثانی فھو کذا"** مگر جب حدیثیں مدون ہوگئیں اور ضرورت اس قدر حافظہ کی نہ رہی تو قوت حافظہ کم ہونا شروع ہوگئی۔

غرض انقطاع اجتہاد بعد ظہور اکمال دین کے ہوا ہے اور اجتہاد سے اکمال کے ظہور کا یہی حاصل ہے کہ ان کا قیاس بھی مثل حدیث مبین قرآن و نیز مبین حدیث ہے۔
(وعظ الیضا ص ۱۲اس ۱۸)

طالب علموں کی استعداد کا امتحان

مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم گنگوہی کہتے تھے کہ میں دہلی میں جب مدرس ہو کر گیا تو ولایتی طالب علم میرے سپرد ہوئے اور سُلّم شروع ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ تحقیق سے پڑھو گے یا سیدھا سادہ! کہنے لگے کہ ہم تو تحقیق سے پڑھیں گے میں نے رات کو بہت سے حواشی اور شروح دیکھ کر صبح کو نہایت تحقیق سے پڑھایا۔ جب دوسرا دن ہوا اور پھر میں نے یہی سوال کیا طلباء نے پھر یہی کہا کہ ہم تو تحقیق سے پڑھیں گے۔ میں نے کہا کہ اگر تحقیق سے پڑھو گے تو کل جو کچھ میں نے تم کو بتایا تھا اس کا اعادہ کرو تا کہ مجھے یہ اندازہ ہو کہ تم میں قابلیت تحقیق سے پڑھنے کی ہے یا نہیں؟ یہ سن کر سب کے سب میرا منہ تکنے لگے اور ایک سے بھی اعادہ نہ ہو سکا۔ اس وقت میں نے کہا کہ سنو تم نے باوجود یکہ مجھ سے یہ تقریریں سنیں اور بیان نہ ہو سکا اور میں نے باوجود اس کے کہ استاد نے اس مقام پر مجھ کو درس کے وقت یہ تقریریں نہیں بتائیں اور میں نے بیان کر دیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟

معلوم ہوا کہ استعداد کی ضرورت ہے جو کتاب سے پیدا ہوتی ہے۔ ان تقریروں سے کچھ نہیں ہوتا۔ سو کتاب پڑھو تب وہ سمجھے اور حل کتاب پر کفایت کی۔ (وعظ ایضاً ص ۱۵ س ۱۱)

انداز تدریس

میں نے ایک طالب علم کو دیکھا کہ وہ ایک مبتدی کو میزان پڑھا رہے تھے اور اس کے خطبہ میں ''الف لام تعریف'' کی قسمیں بیان کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب اس غریب کی راہ کیوں مار رہے ہو۔ یہ ان سب مضامین کو جز و میزان سمجھے گا اور مشکل سمجھ کر میزان ہی کو چھوڑ دے گا۔ میں نے اپنے پڑھانے کا طرز ہمیشہ یہی رکھا ہے کہ نفس کتاب کو حل کر دیا اور زوائد کبھی بیان نہیں کیے اور حل بھی اس طرز سے کہ بڑے بڑے مشکل مقامات بھی کبھی طالب علموں کو مشکل نہیں معلوم ہوئے۔

صدرا میں مثناۃ بالتکریر کی بحث ایک مشہور بحث ہے۔ کان پور میں ایک مولوی فضل حق طالب علم مجھ سے صدرا پڑھتے تھے، جس دن یہ مقام آیا ہے تو میں نے بلا اہتمام معمولی طور سے اس کی تقریر کر دی۔ جب انہوں نے اس کو اچھی طرح سمجھ لیا تو میں نے کہا یہی مقام ہے جو مثناۃ بالتکریر کے لقب سے مشہور ہے ان کو بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگے یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ آخر سالانہ امتحان میں ممتحن نے یہی مقام سوال میں دیا۔ مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے جو تقریر اس مقام کی لکھی تھی (وہ اب تک مدرسہ جامع العلوم میں محفوظ ہے) ممتحنین بھی اس پر عش عش کرتے تھے بعض نے کہا کہ ہم نے اس مقام کی تقریر ایسی کہیں نہیں دیکھی۔ تو بڑی کوشش اس کی ہونی چاہیے کہ کتاب کو پانی کر دے نہ یہ کہ اپنی فضیلت کا اظہار کرے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۶ س ۲)

الفاظ کی تاثیر

دوسری حکایت یاد آئی ایک میاں جی تھے وہ لڑکوں کو بہت دق کرتے تھے۔ لڑکوں نے آپس میں صلاح کی کہ جیسے یہ دق کرتے ہیں ان کو بھی دق کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک لڑکا مکتب میں آیا اور السلام علیکم کہہ کر میاں جی سے کہا میاں جی! کیا بات ہے آج کچھ چہرہ اداس سا ہے۔ دوسرا آیا حافظ جی کیا کیفیت ہے طبیعت تو اچھی ہے۔ تیسرا آیا خیر تو ہے کچھ بخار کا سا اثر چہرہ سے نمایاں ہے۔ غرض حافظ جی کو اس کہنے سننے سے یقین ہو گیا کہ میں یقیناً

بیمار ہوں، گھر آ کر لیٹ گئے بیوی سے لڑائی شروع کی کہ تمام لڑکوں نے عیادت کی مگر تو نے نہیں کی، غرض خوب لڑائی ہوئی، یہ حکایت مولانا لکھ کر فرماتے ہیں کہ ارے احمق! تو لوگوں کی تعظیم وتکریم سے اوہام میں مبتلا ہوگیا ہے۔ (وعظ تعظیم الشعائر دعوات جلد نمبر ۶ ص ۷، س ۲۰)

لاعلمی کا اظہار کمالِ علم کے منافی نہیں

امام مالکؒ کی حکایت ہے کہ ایک مجلس میں ان سے چالیس مسائل کسی نے پوچھے (اچھی طرح یاد نہیں رہا) چھتیس کا جواب دے دیا اور چار میں لا ادری کہا یا چار کا جواب دیا اور چھتیس میں عدم واقفیت ظاہر کی۔ آج کل ادنیٰ طالب علم سے پوچھ کر دیکھئے جو ہرگز بھی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا مجھ کو باوجود اس کے کہ اتنے دن کام کرتے ہوگئے مگر اب تک ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ لکھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مجھ کو شرح صدر نہیں ہوا اور قواعد سے اگر جواب لکھتا ہوں تو اس میں یہ احتیاط کرتا ہوں اور یہ لکھ دیتا ہوں کہ قواعد سے یہ جواب لکھا ہے۔ جزئیہ نہیں ملا اور کبھی جواب لکھ دیتا ہوں اور بعد میں لغزش ثابت ہوتی ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ جو لوگ لکھے پڑھے ہیں جب ان کو لغزشیں ہوتی ہیں تو جو ان پڑھ ہیں وہ تو بطریق اولیٰ غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہوں گے اور وہ شخص بھی ان پڑھ ہی ہے جو آمد نامہ دستور الصبیاں بلکہ گلستان سکندر نامہ پڑھا رہا ہو یا انٹرنس پاس اور ایف اے پاس ہو بلکہ عربی پڑھنے والے بھی سب عالم نہیں ہیں کیونکہ زبان اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے۔ (وعظ النجاء المجازفة دعوات ۶ ص ۱۴۴ س ۵)

حصولِ علم میں تقویٰ کا عمل دخل

ایک عالم نے وکیعؒ محدث سے اپنے سوء حافظہ کی شکایت کی تھی کہ جو پڑھتا ہوں یاد نہیں رہتا، انہوں نے ان کو تقویٰ کی تعلیم فرمائی۔ چنانچہ اس مضمون کو ان عالم نے نظم فرمادیا۔ طلبہ کو چاہیے کہ اس کو یاد کرلیں:

شکوت الی وکیع سوء حفظی ۔۔۔ فاوصنی الی ترک المعاصی
فان العلم فضل من الله ۔۔۔ وفضل الله لایُعطی لعاصی

اور اگر تقویٰ ہوگا تو علوم حقہ قلب پر وارد ہوں گے۔ مولانا فرماتے ہیں:

بینی اندر خود علوم انبیاء ۔۔۔ بے کتاب و بے معید و اوستا

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے معاصرین سے کچھ زیادہ نہیں پڑھا تھا بلکہ عجیب نہیں کہ کم پڑھا ہو اس لیے کہ مولانا کی طبیعت میں ہمیشہ سے ایک آزادی تھی مگر دیکھئے علوم کے ایسے دریا تھے کہ جس کے پانی نے تمام ہندوستان کو سیراب کر دیا۔ اب بھی جس طالب علم کا جی چاہے تجربہ کر لے اور تقویٰ اختیار کر کے دیکھ لے کہ کیسے کیسے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اگر خلوص سے تقویٰ کو اختیار کیا جائے تو اس کی برکت کی تو حد نہیں اگر خلوص نہ ہو تو امتحان ہی کے لیے کر کے دیکھ لو اس کی برکت بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لو گے۔ بقول مولانا:

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　آزموں را یک زمانے خاک باش
در بہاراں کے شود سرسبز سنگ　　خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

اہل بیت کا فکر آخرت

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچپن میں یہ آیت سنی ''وقودھا الناس والحجارۃ'' تو بے انتہا روتے تھے ایک شخص نے کہا کہ آپ تو اہل بیت میں سے ہیں آپ اس قدر کیوں روتے ہیں: فرمایا کہ کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا اس کے لیے ارشاد ہے: ''انہٗ لیس من اھلک'' اس شخص نے کہا کہ آپ تو بچے ہیں فرمایا میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے کہ جب چولہے میں آگ سلگاتی ہیں تو اول چھوٹی لکڑیوں میں آگ لگاتی ہیں پھر ان سے بڑی لکڑیوں میں۔ اسی طرح مجھ کو ڈر ہے کہ وہاں بھی ویسی ترتیب نہ ہو۔ اب اس وقت کے بچے جو ہیں کیا ان پر وحی نازل ہوئی ہے کہ ان کے ذمہ بجز لہو ولعب کے کوئی کام نہیں اور یاد رکھو جو طلبہ بالغ ہیں وہ تو بچے نہیں ہیں ان کو تو بے فکر نہ ہونا چاہیے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۲۸ س ۳)

غلط حکایت

کسی پیر کی فاتحہ گرم کھیر پر دی تھی تو پیر نے کہا کہ میری زبان میں چھالا پڑ گیا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ (وعظ تعظیم الشعائر دعوات ص ۱۸ س ۸)

اہل معانی کا مقام

مجھ سے ایک شخص نے دیوبند میں پوچھا تھا کہ میاں حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کیا ہے جو تم لوگ باوجود علماء فضلاء ہونے کے ان کے پاس جاتے ہو میں نے کہا کہ ہمارے پاس تو

الفاظ ہی الفاظ ہیں اوران کے پاس معانی ہیں وہ ہمارے محتاج نہیں اس لیے کہ ان کو مغز اور حقیقت حاصل ہے اور ہم ان کے محتاج ہیں۔(وعظ التصدی للغیر دعوات جلد نمبر ۶ ص ۱۴۱ س ۶)

اصلاح خلق میں تصحیح نیت

میں جودھ پور گیا تھا وہاں وعظ ہوا' وعظ سے پہلے ایک صاحب نے میرے کان میں کہا کہ یہاں بہت سے مفتری لوگ ہیں تم لوگوں پر دو تہمتیں لگاتے ہیں ایک تو یہ کہ تم لوگ وہابی ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نعوذ باللہ) فضائل کے منکر ہو اور دوسرے یہ کہ تم غیر مقلد ہو اس لیے مناسب یہ ہے کہ وعظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور امام صاحب کے فضائل بیان کیے جائیں تاکہ شبہات جاتے رہیں لیکن الحمدللہ! میری سمجھ میں آ گیا کہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہم کو اچھا سمجھنے لگیں' اس سے ان غریبوں کا کیا فائدہ ہوا۔ میں نے کہا کہ وعظ طب ہے طبیب دوا وہ بتلا دے گا جو مرض کے مناسب ہو کہ اس میں مریض کی مصلحت ہے۔ اگر کوئی طبیب اس بات میں بدنام ہو جائے کہ یہ کڑوی دوا لکھتے ہیں تو اگر وہ اس عار کے دھونے کے واسطے حلوا لکھ دے جس کی مریض کو ضرورت نہ ہو وہ طبیب نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنی مصلحت کو مریض کی مصلحت پر ترجیح دی اس لیے میں اس وقت فضائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فضائل امام کو بیان کرنے میں ان مخاطبین کی تو کوئی مصلحت نہیں دیکھتا اس لیے اس کا بیان نہ کروں گا کہ اس میں صرف میری مصلحت ہے کہ میری بدنامی جاتی رہے بلکہ میں وہ امراض بیان کروں گا جو ان لوگوں کے اندر ہیں کہ اس میں ان لوگوں کی مصلحت تو ہے۔ صاحبو! غیر ضروری موقع پر مذمت تو درکنار مدح بھی زیبا نہیں۔(التصدی للغیر دعوات جلد ۶ ص ۱۴۲ س ۱۳)

بے موقع ذکر اللہ

ضلع اعظم گڑھ میں ایک شخص نے جماعت کے وقت بسم اللہ پڑھ کر نماز کی اقامت کہی۔ میں نے پوچھا کہ تم نے بسم اللہ کیوں پڑھی کہنے لگا کہ بسم اللہ پڑھنا تو اچھا ہی ہے میں نے کہا کہ بے شک بسم اللہ پڑھنا اچھا ہے لیکن یہ اس کا موقع نہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کی حکایت ہے کہ ان کی مجلس میں کسی شخص کو چھینک آئی اس نے کہا

السلام علیکم۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: **علیک وعلیٰ امک السلام**. اس کو ماں کا ذکر کرنا ناگوار ہوا اور برا مانا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میاں سلام کرنا بہت اچھی شے ہے لیکن ہم کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ تعلیم فرمایا ہے کہ ہم الحمدللہ کہا کریں۔ (وعظ ایضاً ۴۳ ص ۱۰)

ذکر اللہ ہر حال میں نافع ہے

حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں، حضرت نے فرمایا کہ یہ تھوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو یہ تمہارا نام لینا بھی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست　　　　ویں نیاز وسوز دردت پیک ماست

(پس دنیا میں تو یہ رحمت کہ نام لینے کی اجازت دی اور آخرت میں اس پر قبول رضا مرحمت فرمائیں گے۔)

کلام الٰہی کی جلالت وعظمت

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا تھا اونٹ کھڑا نہ ہوسکتا تھا اور آیا ہے کہ نزول وحی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور مبارک پسینہ پسینہ ہوجاتا تھا اور سانس بڑھ جاتا تھا اور ہوش اس طرف کا نہ رہتا تھا اور فرماتے ہیں کہ کبھی مجھ پر وحی مثل **صلصلة الجرس** یعنی مثل جھنجھناہٹ جرس کے اور وہ مجھ پر سخت تر ہے اور یہی داخل ہے اس بارے میں کہ جس کے بارے میں فرمایا ہے: "**الم نشرح لک صدرک الخ**" یعنی کیا ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے آپ کے سینہ کو نہیں کھول دیا اور جس بوجھ نے آپ کی کمر توڑ دی تھی ہم نے اس کو ہٹا دیا۔

جب سید الاولین والآخرین کی بار کلام سے یہ حالت تھی حالانکہ یہ بواسطہ ہمکلامی تھی تو کیا ہر بازاری کا منہ ہے جو اس کا حوصلہ کرے۔ (وعظ عمل العلماء دعوات ص ۱۲)

عالمگیر کی حکمت وبصیرت

عالمگیر کی ایک حکایت یاد آتی ہے (یہ حکایت زبانی ہے کتابی نہیں) ایک روز جامع مسجد میں انہوں نے طالب علموں کو دیکھا کہ سخت پریشان پھرتے ہیں اور خورد ونوش کی

کوئی سبیل نہیں سمجھے کہ سبب اس کا بے رغبتی امراء کی ہے چاہا کہ اس کی اصلاح ہو۔ پس وضو کرتے ہوئے وزیر اعظم سے ایک مسئلہ پوچھا کہ نماز میں فلاں شبہ ہو جائے تو کیا کرے؟ وزیر صاحب اس کا جواب نہ دے سکے۔ عالمگیر نے ذرا غضبناک نظر سے وزیر کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ فقہ کے ضروری مسائل یاد کرو۔ وزراء وغیرہ سب تھرا گئے اور فوراً ہی طلباء کی تلاش شروع ہوگئی اور روزانہ ان سے سیکھتے اور اس طرح سے وہ سب اطمینان کی حالت میں ہوگئے۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ طالب علم ڈھونڈے نہ ملتے تھے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۶ اس ۱۵)

حدیث کا ادب

ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے درخواست کی کہ شہزادوں کو حدیث پڑھایا کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ہی کے خاندان سے علم دین کی عزت ہوئی اور آپ ہی بے عزتی کرتے ہیں۔ ہارون نے کہا کہ اچھا شہزادے وہاں حاضر ہوں گے مگر اس وقت عام رعایا سے الگ کر دیئے جایا کریں۔ (وعظ ایضاً ص ۷ اس ۸)

اعتراض کے جواب میں اظہار تحمل

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برسر منبر فرمایا کہ **اسمعوا واطیعوا** (تم سنو (حکم خلیفہ) اور اطاعت کرو) سامعین میں سے ایک شخص نے کہا کہ **لانسمع ولا نطیع** (ہم نہیں سنتے اور نہ اطاعت کریں۔۱۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وجہ پوچھی تو اس شخص نے کہا کہ غنیمت کے چادرے جو آج تقسیم ہوئے ہیں سب کو تو ایک ایک ملا ہے اور آپ کے بدن پر دو ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عدل نہیں کیا، فرمایا بھائی تو نے اعتراض میں بہت جلدی کی۔ بات یہ ہے کہ میرے پاس کرتہ نہیں تھا تو میں نے اپنے چادرہ کو تو ازار کی جگہ باندھا اور ابن عمرؓ سے ان کا چادرہ مستعار لے کر اس کو کرتے کی جگہ اوڑھا ہے اس واقعہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ ان حضرات میں بڑے چھوٹے سب برابر کے مستحق سمجھے جاتے تھے آج بڑوں کا دُہرا حصہ ہونا تو گویا لازمی امر ہے البتہ اگر مالک ہی دُہرا حصہ دے تو مضائقہ نہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۷ اس ۱۷)

ارتکاب گناہ میں تاویل

ایک مولوی صاحب مجھ کو ملے کہ وہ گناہ میں مبتلا تھے خیر گناہ تو انسان ہی سے ہوتا ہے لیکن زیادہ افسوسناک یہ امر تھا کہ انہوں نے مجھ سے بھی پوچھا کہ اگر نیت بخیر سے گناہ کرلیں تو کیا حرج ہے؟ میں نے کہا توبہ کرو! توبہ کرو! اور میں نے ان کو سمجھایا کہ اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے گناہ کیا جاتا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر حرام چیز پر بسم اللہ کہے تو کافر ہوجاتا ہے اس لیے کہ اس نے شریعت کا مقابلہ کیا۔ مسئلہ مجوثہ میں میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ کفر ہے لیکن ہاں اشد درجہ کا گناہ قریب بہ کفر اور بڑی شدید غلطی ہے جب ان کی سمجھ میں آ گیا اور توبہ کی۔ اس روز سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اور کاوش کی جائے گی تو ممکن ہے کہ اس غلطی میں ابتلاء اکثر لوگوں کو ہو۔

عقل کے موافق معاملہ ہونا

امام غزالیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک عابد ایک جنگل میں رہتا تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا۔ بارش کی کمی سے گھاس جل گئی' دفعتہً بارش ہوئی اور بارش سے تمام جنگل ہرا ہوگیا تھا وہ گدھا گھاس چرتا پھرتا تھا۔ عابد کی نظر اس پر پڑی تو محبت کے جوش میں آ کر حماقت سے کہنے لگا کہ (توبہ توبہ) اے اللہ تعالیٰ اگر آپ کے پاس کوئی گدھا ہوتا اور وہ اس جنگل میں چرنے آتا تو میں اس کو کبھی نہ روکتا۔ یہ خبر اس زمانہ کے نبی کو ہوئی ان کو بہت برا معلوم ہوا اور اس عابد پر دعا کرنے کا ارادہ کیا' ارشاد ہوا کہ ہم ہر شخص سے اس کی عقل کے موافق معاملہ کرتے ہیں اس کی اتنی ہی عقل ہے تم بددعا مت کرنا۔

مکمل کلمہ طیبہ کی ضرورت

مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ ریاست رام پور سے ایک طالب علم نے میرے پاس خط بھیجا کہ مجھ کو فلاں تردد ہے اس کے لیے کوئی دعاء بتلا دیجئے۔ میں نے لکھا کہ لاحول پڑھا کرو چند روز کے بعد وہ مجھ سے ملے اور پھر شکایت کی۔ میں نے پوچھا اس سے قبل میں نے کیا بتلایا تھا کہنے لگے کہ لاحول پڑھنے کو بتایا تھا۔ سو میں پڑھتا ہوں اتفاقاً میں نے سوال کیا کہ

کس طرح پڑھا کرتے ہو کہنے لگا کہ یہ یوں پڑھا کرتا ہوں لاحول. لاحول. لاحول. وھلّم جرّا۔ تو جیسے یہ بزرگ لاحول پڑھنے کے یہ معنی سمجھے کہ صرف لفظ لاحول کو پڑھ لیا جائے حالانکہ لاحول اس پورے کلمہ کا لقب ہے اسی طرح ان لوگوں نے بھی لا الہ الا اللہ سے صرف یہی جملہ سمجھا حالانکہ لا الہ الا اللہ سے وہی مراد ہے کہ جس کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو۔ (وعظ ضرورت الاعتناء بالدین دعوات جلد ۳ ص ۸ س ۹)

اکابر جامع الاضداد ہوتے ہیں

ہمارے حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مضمون بیان فرمارہے تھے کہ جس طرح راحت و آرام نعمت ہے اسی طرح بلا بھی نعمت ہے کہ اسی وقت ایک شخص آیا اور اس کا ہاتھ زخم کی وجہ سے خراب ہورہا تھا اور سخت تکلیف میں مبتلا تھا اور کہا کہ میرے لیے دعا فرمائیے۔ اس وقت میرے قلب میں یہ خطرہ گزرا کہ حضرت اس کے لیے کیا دعا کریں گے۔ اگر صحت کی دعا کریں تب تو اپنی تحقیق سے رجوع لازم آتا ہے اور اگر دعا نہ کریں تو اس شخص کے مذاق کی رعایت نہیں ہوتی اور یہ شیخ کامل کے لیے ضروری ہے آپ نے فرمایا کہ سب لوگ دعا کریں کہ اے اللہ! اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ تکلیف بھی نعمت ہے لیکن ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے اس نعمت کے متحمل نہیں ہوسکتے اس نعمت کو مبدل بہ نعمت صحت فرمادیجئے۔ (وعظ ایضاً ۲۲ س ۱۴)

جواب دینے کیلئے مسائل کی فہم کا لحاظ رکھنا

ایک محقق کی حکایت یاد آئی کہ ان سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ فیض لینے والا کون ہے اس شخص نے کہا کہ مثلاً میں ہوں، فرمایا کہ نہیں ہوتا۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا مسئلہ اور کس طرح دو جملوں میں حل کردیا۔ یہ بات اہل علم کے یاد رکھنے کی ہے کہ ان کو جواب میں سائل کے تابع ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ وہ جس طرز سے جواب چاہیں اس کو ضروری سمجھا جائے بلکہ ان کی مصلحت پر نظر کرنا چاہیے۔ (وعظ ضرورت العمل بالدین دعوات جلد نمبر ۳ ص ۳ س ۱۳)

طبیب کی رائے مقدم ہے

مجیبوں نے جب دیکھا کہ ان کی یہ حالت ہے تو جس چال انہوں نے چلایا اسی چال انہوں نے چلنا اختیار کیا۔ اس میں بڑی خرابی یہ ہوئی کہ سائلین کے امراض میں ترقی ہو گئی اور شبہات ترقی پذیر ہوتے گئے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے طبیب کے پاس کوئی مریض جائے کہ جس کو مرض دق بھی ہو اور زکام بھی اور جا کر حکیم سے فرمائش کرے کہ اول زکام کا علاج کر دیجئے تو اگر طبیب زکام کے علاج میں ایک مزید مدت صرف کر دے تو وہ خائن ہے اس کو چاہیے کہ مریض کو رائے دے کہ ہرگز ایسا نہ کرو اول دق کی خبر لو۔ اگر مریض اس تجویز پر یہ کہے کہ حکیم صاحب کچھ نہیں جانتے تو طبیب اس وقت کیا کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کے جہل پر رحم کرے گا اور پھر بھی اپنی ہی تجویز اور اس کی مصلحت پر عمل کرے گا اور اگر اس نے مریض کا اتباع کیا تو وہ خود غرض ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۴۴ س ۳)

قلیل محنت پر کمال دعویٰ

مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ ایک مدنی لکھنؤ میں آئے اور انہوں نے قرآن سنایا، ہندوستانی ذہین تو ہوتے ہیں ایک لڑکے نے ان کی قرأت کی نقل اتاری، لوگوں نے اس کو خوب مشق کرائی اور جب اپنے نزدیک وہ قاری صاحب سے افضل ہو گئے تو اپنا کمال ظاہر کرنے کے لیے قاری صاحب کے پاس اس لڑکے کو لے گئے اور کہا کہ اس نے کچھ تبرکاً آپ کا اتباع کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں سنائیے چنانچہ لڑکے نے سنایا جب سنا چکا تو یہ لوگ داد کے منتظر رہے۔ قاری صاحب نے کچھ نہ کہا تو انہوں نے خود ہی پوچھا کہ اس نے کیسا پڑھا۔ قاری صاحب نے کہا کہ ایسا پڑھا جیسے ہم نے ایک لغات اردو بنایا ہے۔ الخیار (ککری) الحطب (لکری) العنکبوت (مکری) اس وقت حقیقت معلوم ہوئی کہ کیسا قرآن صاحب زادے نے پڑھا ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۸ س ۴)

اہل زبان کے لہجہ کی نقل

مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی مہاجر مکیؒ سے ایک عربی نے کہا کہ آپ لوگ اتنے دنوں سے عرب میں رہتے ہیں لیکن اب تک عرب جیسا قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ انہوں نے

کہا کہ غیر زبان کی سی مہارت نہیں ہو سکتی' کہنے لگے کہ کیوں نہیں ہو سکتی۔ آخر ہم اردو بولتے ہیں انہوں نے کہا کہ آپ ہرگز اہل زبان کے برابر نہیں بول سکتے اور اگر بول سکتے ہیں تو کہیے ٹٹو' ٹھٹھا ان بے چارے نے کہا تو تتو' تتا ہی نکل سکا۔ مگر یہ دفع الوقتی تھی وہ لوگ تو اس کے مکلف نہیں کہ اردو صحیح بولیں اور ہم تو مکلف ہیں قرآن صحیح پڑھنے کے۔ (ص ۸ س ۱۳)

ماہر فن کی ضرورت

ایک صاحب نے سورۃ الناس میں "من الجنات والنس" پڑھا ایک صاحب نے سورۃ ابی لھب میں تبت یدآ ابی لحب پڑھا۔ ایک صاحب نے کہا کہ حضور! اتنے بڑے عالم ہو کر غلط پڑھتے ہیں' کہنے لگے کس طرح پڑھوں ان صاحب نے آہستہ سے بتایا کہ ابی لھب۔ آہستہ اس لیے بتایا کہ کوئی سنے نہیں ناحق کی رسوائی ہے۔ تو وہ بزرگ اس آہستگی ہی کو مقصود سمجھ کر فرماتے ہیں ہاں زور سے نہ پڑھا کروں ہلکے سے پڑھا کروں۔ (ان للہ وانا الیہ راجعون) سمجھانے پر بھی نہ سمجھے بات یہ ہے کہ بلا حاصل کیے ہوئے کچھ نہیں آتا۔ (وعظ ایضاً ص ۹ س ۱۲)

اہل کمال حقیقت بیں ہوتے ہیں

ایک منطقی صاحب کو شبہ ہو گیا کہ قرآن سے مسئلہ غلامی کا ابطال ثابت ہوتا ہے کیونکہ قرآن میں ہے: "اما منا بعد و اما فدآء" اور یہ صیغہ حصر کا ہے پس غیر من وفدا منفی ہوگا۔ ایک عالم مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے ان سے کہا کہ یہ قضیہ کون سا ہے کہنے لگے کہ منفصلہ۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ حقیقیہ یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو۔ اس کو سن کر ان منطقی مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں اور شبہ زائل ہوا اور بے انتہا خوش ہوئے وہ سمجھے ہوئے تھے کہ یہ حقیقیہ ہے۔ انہوں نے متنبہ کر دیا کہ ممکن ہے کہ مانعۃ الجمع ہو تو وہ تو چونکہ ذی علم تھے اس لیے ایک اشارہ کر دینے سے ان کو حل ہو گیا لیکن جس شخص کو معلوم ہی نہ ہو کہ حقیقیہ اور مانعۃ الخلو یا مانعۃ الجمع کس کو کہتے ہیں وہ تو اس کو گھیر گھار کر جواب ہی سمجھے گا۔ اگر ایک شخص سے کہا جائے کہ مثلث کے تین زاویے مل کر دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں اور وہ فن اقلیدس سے واقف نہ ہو تو کسی طرح بھی آپ اس کو نہ سمجھا سکیں گے۔ اگرچہ ہزار دفعہ ناپ کر دکھلا دیجئے۔

جیسے ہمارے یہاں ایک شاعر تھے کہ وہ اپنے اشعار کے مصرعے دھاگے سے ناپ کر برابر کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ آپ کا ایک مصرعہ چھوٹا اور ایک بڑا ہے۔ کہنے لگے کہ یہ تو اوپر ہی سے ہوتی آئی ہے۔ ''الٰہی غنچہ امید بکشا'' اس کو تو کھینچ کھینچ کر پڑھا ''گلِ از روضۂ امید بنما'' اس کو جلدی سے پڑھ دیا کہ دیکھو اس میں بھی مصرعہ ثانی چھوٹا ہے۔ اب جو لوگ فن شعر سے واقف ہیں وہ اس کو سن کر داد دیں گے اور سمجھیں گے کہ اس شخص کو کسی طرح بھی نہیں سمجھایا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں مصرعے برابر ہیں۔

واللہ! اے صاحبو! علماء کے نزدیک آج کل کی دلیلیں اس سے بھی بدتر ہیں جیسے یہ شاعر سمجھا تھا کہ میں نے بہت بڑی دلیل قائم کردی ہے۔ ایسے ہی آج کل کے عقلاء اپنے دلائل کو نہایت مدلل سمجھتے ہیں حالانکہ وہ علماء کے نزدیک ''اوھن من بیت العنکبوت'' ہوتے ہیں۔ علماء فضلاء ان پر ہنستے ہیں اور ان بے چاروں کو قابل رحم سمجھتے ہیں اور جس طرح وزن اور تقطیع نہ جاننے کی وجہ سے اس شاعر کو نہیں سمجھا سکتے تھے اسی طرح مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو نہ جاننے کی وجہ سے ان لوگوں کو بھی نہیں سمجھا سکتے مگر جاننے والوں سے پوچھئے کہ یہ ایک چھوٹا سا لفظ سن کر ان کی کیا حالت ہوئی کہ وجد آنے لگا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۵اس ۱)

ایک اشکال کی وضاحت

ایک واقعہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ کا یاد آیا۔ ایک مرتبہ وہ ریل میں انٹر میں سفر کر رہے تھے اور برابر کے درجے میں چند نوجوان آ کر بیٹھے جو وضع سے انگریزی طالب علم معلوم ہوتے تھے ان کے قبل سے ایک معمر شخص سوار تھے جو صورت سے مولوی معلوم ہوتے تھے اور کسی ضرورت سے اس وقت اتر گئے تھے۔ ان نوجوانوں نے ان بیچارے کا اسباب منتشر کر کے اپنا سامان رکھ دیا۔ وہ مولوی صاحب جو آئے اور معلوم ہوا تو ان کو بہت ملامت کی کہ آپ لوگوں کو اس تحکم کا کیا حق تھا۔ غرض یہ سب شرمندہ ہوئے اور براہ شرارت یہ چاہا کہ ان مولوی صاحب کو بھی کسی بات میں شرمندہ کریں اتنے میں مولوی صاحب نماز پڑھنے لگے تو ان کو ایک بات ہاتھ آئی۔ بعد فراغ ان میں سے بعض نے ان مولوی صاحب سے کہا کہ کیا ہم آپ سے کچھ دریافت کر سکتے ہیں۔ آج کل کی تہذیب

میں یہ بھی لازم ہے کہ اگر کچھ پوچھے تو اول اجازت لے لے۔ چنانچہ ان مولوی صاحب نے اجازت دی اس پر ان لڑکوں نے یہ سوال کیا کہ مولوی صاحب نماز فرض ہے مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں کہنے لگے کتنے وقت کی فرض ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ پانچ وقت کی کہنے لگے کہ سب پر پانچ وقت کی فرض ہے۔ مولوی صاحب نے کہا ہاں ہر مکلف پر پانچ وقت کی فرض ہے کہنے لگے کہ سب جگہ فرض ہے مولوی صاحب نے کہا ہاں اس پر کہنے لگے کہ کیوں جس مقام میں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے وہاں بھی نماز پانچ ہی وقت فرض ہے اگر یہ ہے تو سال بھر میں پانچ ہی نماز فرض ہوئیں۔ مولوی صاحب نے ایک نہایت دانائی کا جواب دیا کہ تم لوگ وہاں سے آ رہے ہو یا وہاں جانے کا قصد ہے کہنے لگے کہ صاحب! نہ آ رہے ہیں اور نہ جانے کا قصد ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب دونوں باتیں نہیں تو یہ سوال قبل از وقت ہے جب اس کی ضرورت پڑے گی اس وقت پوچھنا لیکن ان شریروں نے اس جواب کی قدر نہ کی بلکہ ہنس پڑے اور ان مولوی صاحب کو شرمندہ کرنا چاہا۔ اتفاق سے ان میں ایک شخص پختہ عمر کے بھی بیٹھے تھے جو وضع سے کوئی معزز اہلکار معلوم ہوتے تھے وہ بھی ہنسنے میں شریک تھے۔ مولانا احمد حسن کو ان صاحب پر نہایت غصہ آیا کہ یہ تو لڑکا بھی نہیں ان کو کیا شامت سوار ہوئی۔ غرض کوئی اسٹیشن آیا' مولوی صاحب اپنے درجہ سے ان کے درجہ میں پہنچے مگر وہ لڑکے تو اُتر گئے اور وہ صاحب موجود رہے۔ انہوں نے نماز کے لیے وضو کیا تب تو مولوی صاحب کو زیادہ غصہ آیا کہ ماشاءاللہ تعالیٰ نمازی ہو کر ان کی یہ حالت ہے۔ مولوی صاحب نے ان سے عہدہ اور فرائض عہدہ دریافت کر کے پوچھا کہ آپ کے ذمہ دن رات میں کتنے گھنٹے کام کرنا ہے۔ انہوں نے مثلاً چھے گھنٹے بتایا' مولانا نے فرمایا کہ اگر ایسے مقام پر جہاں چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات ہوتی ہے گورنمنٹ کی حکومت ہو جائے اور آپ کی وہاں بدلی ہو جائے تو کیا وہاں بھی چھے گھنٹے کام کرنا ہوگا تو سال بھر میں چھے گھنٹے کام کرنا پڑا اس کا حساب کس طرح ہوگا کہنے لگے کہ اندازہ کر لیں گے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ افسوس دنیوی حکومت کے قانون پر جو یہ اشکال وارد ہوا اس کی توجیہ تو اس طرح آسانی سے ہو سکتی ہے اور یہی توجیہ اس اشکال میں نہ ہو سکی بلکہ اس پر تمسخر کرتے ہو' شرم نہیں آتی' بہت شرمندہ ہوئے اور توبہ کی۔ (وعظ ایضاً ص ۲۰ س ۲)

حکیمانہ جواب

ایک صاحب کہنے لگے کہ اگر سود کو حلال نہ سمجھیں تو قوم ترقی نہیں کر سکتی کیونکہ حرام سمجھنے کی صورت میں کم لوگ سود لیں گے۔ میں نے کہا کہ اول تو آپ کو دوسروں کی کیا فکر دوسرے حلال کہہ کر بھی تمام قوم ترقی نہیں کر سکتی کیونکہ جو مسلمان قوت ایمان سے سود کو چھوڑ بیٹھے ہیں وہ تمہارے یا مولویوں کے کہہ دینے سے بھی کبھی نہیں لیں گے بلکہ یوں کہیں گے کہ علماء بگڑ گئے تو حلال کہہ کر بھی سود خوروں کی تعداد دس پانچ سے زیادہ نہ ہوگی۔ (وعظ ایضاً ص ۲۴ س ۱۴)

حکم کی تعمیل اصل ہے

ایک صاحب نے قربانی پر اعتراض کیا کہ اس سے کیا فائدہ کہ ذبح کر کے کھیتوں میں دبا دیا اور وجہ اس فساد کی یہ ہے کہ اپنے خیال میں احکام کا ایک مبنی تراش لیا ہے۔ مثلاً قربانی کا مبنی یہ تراش لیا ہے کہ مساکین کو نفع ہو اور چونکہ ذبح کر کے کھیتوں میں دبانے سے یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا اس لیے اعتراض کیا جاتا ہے اس اعتراض کا جواب صرف اس قدر کافی ہے:
''سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست'' (وعظ ایضاً ص ۲۴ س ۱۶)

غلط استدلال

میں نے ایک استفتاء دیکھا کہ اس میں ایک مولوی صاحب نے ساس کو حلال کر دیا تھا اور کیونکہ چالاکی سے یعنی یہ لکھا کہ اس شخص کی بیوی بوجہ جہالت۔ کلمات کفر و شرک میں ہمیشہ سے مبتلا ہے اس لیے اس کا نکاح اس مسلمان سے صحیح نہیں ہوا اور جب نکاح نہیں ہوا تو ساس ساس نہ ہوئی اور حرمت مصاہرت حنفیہ کا مذہب ہے ہم پر حجت نہیں۔ پس بیوی کو چھوڑ کر ساس سے نکاح درست ہے خوب کہا ہے:

بدگہر را علم و فن آموختن   دادن تیغ ست دست راہزن

(تو اگر اس مذاق کے لوگ مقتداء بنیں گے تو کیا کچھ خرابیاں ہوں گی) (وعظ ایضاً ص ۲۸ س ۷)

اہل دنیا کے ساز و سامان کی حقیقت

ایک سرحدی وحشی ہندوستان میں آیا تھا کسی حلوائی کی دکان پر حلوا رکھا دیکھا' قیمت پاس تھی نہیں آپ اس میں سے بہت سا اٹھا کر کھا گئے' حلوائی نے حاکم شہر کو اطلاع دی' حاکم نے یہ

سزا مقرر کی کہ ان کا منہ کالا کر کے جوتیوں کا ہار گلے میں ڈالا جائے اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کیا جائے اور بہت سے لڑکے ساتھ کر دیئے جائیں کہ وہ ڈھول بجاتے پیچھے پیچھے چلیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا جب یہ حلوا خور صاحب اپنے گھر واپس گئے تو وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ ''آغا ہندوستان چگونہ ملک است'' کہنے لگے کہ ''ہندوستان خوب ملک است' حلوا خوردن مفت ست فوج طفلاں مفت است' سواری خر مفت ست' ڈم ڈم مفت ست'' پس دنیا داروں کا خوب ملک ست کہنا ایسا ہے جیسے اس آغا نے ہندوستان کو خوب ملک ست کہا اور دنیا کے حشم وخدم پر ناز کرنا ایسا ہی ہے جیسے اس نے سواری خر اور فوج طفلاں پر ناز کیا تھا۔

اثبات قیامت کی عقلی دلیل

دیو بند میں ایک مسلمان جن پر اس نئی تہذیب کا اثر پڑا تھا کہنے لگا کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے ایک ناصح نے ان سے کہا کہ میاں قیامت کے قائل ہونے میں کیا حرج ہے۔ اگر بالفرض تمہارے خیال کے مطابق قیامت نہ ہوئی اور تم اس کے وجود کے معتقد رہے تو تمہارے اس غلط عقیدہ کا تم پر کوئی ضرر نہ ہوگا کیونکہ کوئی باز پرس ہی کرنے والا نہیں اور اگر ہمارے خیال کے مطابق قیامت ہوئی اور تم اس کے منکر ہوئے تو یاد رکھنا بہت جوتیاں لگیں گی۔ یہ جواب اصل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جو انہوں نے کسی دھریے کو دیا تھا۔ اس کو کسی نے نظم بھی کیا ہے:

قال المنجم والطبیب کلاھما — لا تحشر الاجساد قلت الیکما
ان صح قولکما فلست بخاسر — اوصح قولی فالخسار علیکما

(وعظ ایضاً ص ۳۲۔۲۰)

مسائل دینیہ پر قناعت

ایک شخص مدت سے مجھ سے خط وکتابت رکھتے تھے لیکن جب ان کا خط آتا تھا کسی نہ کسی دنیاوی غرض کے لیے آتا تھا میں نے ان کو لکھا کہ تم جب لکھتے ہو تو دنیا ہی کی باتیں لکھتے ہو کیا تم کو دین کی باتوں میں کبھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ جواب میں لکھتے ہیں کہ میرے پاس بہشتی زیور موجود ہے مجھ کو جو دین کی ضرورت پیش آتی ہے اس میں دیکھ لیتا ہوں۔ گویا ان کے

نزدیک سارا دین بہشتی زیور ہی کے اندر آ گیا ہے یا ان کو بجز ان مسائل کے جو اس میں ہیں اور کسی مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اس میں شک نہیں کہ بہشتی زیور میں ایک کافی تعداد مسائل کی موجود ہے لیکن اول تو اس میں زیادہ تر وہ مسائل ہیں جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں یا مشترک ہیں عورتوں اور مردوں میں اور قطع نظر اس سے اس میں مسائل اس قدر نہیں کہ ان کے بعد ضرورت دریافت ہی کی نہ ہو۔ نیز یہ بھی ممکن نہیں کہ اس کے سارے مسائل مطالعہ سے حل ہی ہو جائیں اور کسی مسئلہ میں شبہ ہی پیدا نہ ہو۔ (تفصیل دعوات جلد ۳ ص ۱۳ س ۷)

اتباعِ دین میں نفسانی اغراض

ایک مرتبہ انجمن نعمانیہ لاہور کے وعظ میں کہا کہ اگر تم کو سود کھانا ہی ہے تو کھاؤ لیکن حرام تو سمجھو گناہ کو حلال سمجھنے سے تو یہ پھر بہتر ہے اور جو تم فقہی روایت کے اتباع کا اس باب میں دعویٰ کرتے ہو تو یہ اتباع شریعت کا اتباع نہیں ہوا بلکہ نفسانی ہے۔ ہم تو متبع جب سمجھتے کہ تمام امور میں فقہ کا اتباع کامل ہوتا۔ کیا تمام فقہ میں سے آپ کو یہی مسئلہ عمل کرنے کے لیے ملا تھا یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی نے کسی آزاد سے پوچھا تھا کہ میاں روزہ رکھو گے؟ کہا بھائی! ہمت نہیں ہے جب دن ختم ہوا پوچھا کہ افطاری کھاؤ گے؟ کہنے لگے کہ بھائی افطاری بھی نہ کھائیں تو کیا بالکل کافر ہو جائیں اور جیسے کسی طفیلی سے پوچھا تھا کہ قرآن مجید میں تم کو کون سی آیت پسند آئی کہا کلوا واشربوا پھر کہا کہ دعاؤں میں سے کون سی دعا تم کو اچھی معلوم ہوتی ہے کہا: ’’ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء‘‘ صاحبو! یہ فقہ پر عمل نہیں ہے یہ ہوائے نفسانی پر عمل ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۲۲۱ س ۹)

مسائل دینیہ میں جسارت

ایک لڑکے نے یہ کہا تھا کہ کیا اس گرانی میں بھی ڈیڑھ سیر ہی گیہوں واجب ہیں پہلے تو اناج ارزاں تھا اس وقت کم قیمت میں آتا تھا۔ اب اس قدر واجب ہونا چاہیے جتنا اس قیمت میں آ جائے۔ غضب ہے احکام سلطنت میں کوئی شخص معارضہ نہیں کرتا اور احکام شرعیہ میں ہر شخص جسارت کرتا ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۲۲۲ س ۱۵)

احکام شریعت میں رائے زنی

ایک مسئلہ فرائض کا میرے پاس آیا اس میں ایک بیوی ایک بیٹی ایک عصبہ تھا مسئلہ کا جواب سن کر بیوی اور بیٹی کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (توبہ' توبہ) یہ عصبہ کی کہاں شاخ لگادی۔ ان کی رائے یہ تھی کہ عصبہ نہ ہونا چاہیے' میں نے ان سے پوچھا کہ اگر تم خود عصبہ ہوتو اس وقت کیا رائے دو' اس وقت تو یہ کہنے لگیں کہ سبحان اللہ شریعت میں کیا عدل اور حق رسانی ہے کہ دور دور کے رشتہ کی بھی رعایت رکھی ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۲۲۲س ۱۹)

اتباع مسائل میں خودغرضی

ایک اور قصبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کی ہمشیرہ کا نکاح کسی شیعہ سے ہوا وہ ہمشیرہ مرگئی اور اس نے خاوند اور دو بھائی وارث چھوڑے' بھائی نے چاہا کہ خاوند کو حصہ نہ دوں۔ چنانچہ ایک استفتاء تیار کیا کہ شیعہ مرد کا نکاح سنیہ عورت سے ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ مکر اس لیے کیا کہ نکاح جائز نہ ہوگا تو وہ شوہر شوہر نہ ہوگا تو تمام جائیداد میرے ہی پاس رہے گی اور اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوئی اور نہ غیرت آئی کہ اتنے دنوں تک بہن بلا نکاح ایک غیر مرد کے پاس رہی۔

شریعت کو لوگوں نے موم کی ناک سمجھ رکھا ہے جس طرح چاہا موڑ لیا۔ غرض اخیر فیصلہ ہوائے نفسانی پر کرتے ہیں۔ اگر شریعت سے ملے تو شریعت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر شریعت سے حصہ نہ ملے تو عدالت میں جاتے ہیں کہ بھائی ہم تو گنہگار ہیں' بال بچے والے ہیں ہم سے شریعت پر کیسے عمل ہوسکتا ہے۔ شریعت پر تو وہ عمل کرے جس کے نہ جورو نہ اولاد' دام نقد ہو' جس طرح چاہے کرے اور دنیادار کو تو ہر قسم کی ضرورتیں پیچھے لگی ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۲۲۳س ۳)

گستاخی و بے ادبی کا اثر

ابھی میرے پاس ایک کتاب آئی ہے اس میں ایک میرے دوست نے شعب ایمانیہ کی تفصیل لکھی ہے کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں یہ مضمون حدیث کا ہے ان شعب کی انہوں نے تفصیل لکھ دی ہے اور میرے پاس لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب اپنے ایک عزیز یا دوست کے پاس جو وکیل ہیں بھیجی تھی۔ انہوں نے اس کے جواب میں لکھا ہے

کہ تم نے ایمان کو بہت طویل کر دیا۔ ایمان کیا ہے؟ شیطان کی آنت ہے زمانہ کا اقتضاء تو یہ ہے کہ ایمان کو مختصر کرو۔ (توبہ توبہ) استغفر اللہ! بتلایئے ایسے شخص کو کیونکر مومن کہا جائے۔

دیکھئے! یہ تحریر اس شخص کی بتلا رہی ہے کہ یہ شخص یا تو دین سے بالکل بے خبر ہے اور یا اعلیٰ درجہ کا بے ادب ہے۔ (شروط الایمان ص۱۹۲س۱۶)

اسلام میں اختصار کا نتیجہ

اختصار کی ایسی مثال ہوگی جیسے شاہی باز اُڑ کر ایک بڑھیا کے گھر چلا گیا' بڑھیا نے اس کو پکڑ لیا' اس کی چونچ دیکھی تو بہت بڑی ہے بہت افسوس کیا کہ ہائے یہ کیسے کھاتا ہوگا' قینچی لیکر اس کی چونچ کتر دی' پنجے دیکھے تو وہ بھی لمبے لمبے تھے' کہنے لگی کہ ہائے یہ چلتا کیسے ہوگا پنجے بھی کتر دیئے۔

غرض جو چیزیں اس میں کمال کی تھیں وہ سب اُڑا دیں۔ اسلام میں اگر اختصار کیا جائے گا تو اس باز ہی کی سی حالت ہوگی وہ اسلام ہی کیا رہے گا۔ (وعظ ایضاً ص۱۹۳س۷)

مجذوب بزرگوں سے تعلق

بابری میں ایک بزرگ مجذوب ہیں۔ سٹے والوں نے ان کو تنگ کر دیا ہے' وہ بے چارے پریشان ہیں وہ کچھ بڑھا نک دیتے ہیں یہ لوگ اس میں سے کچھ الفاظ نکال کر ان سے کچھ استنباط کر لیتے ہیں۔

یاد رکھو! مجاذیب سے تعلق اس شخص کو ہوگا جو دنیا دار ہو اس لیے کہ مجذوب سے دین کا تو کچھ فائدہ کسی کو ہوتا نہیں اور دنیا کا فائدہ بھی صرف لوگوں کے زعم میں ہے واقعی وہ بھی نہیں۔ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ان کے کہنے سے یوں ہو گیا حالانکہ ان کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ ان کے منہ سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو ہونے والی ہیں اگر وہ نہ بھی کہتے جب بھی وہ باتیں ہوتیں۔ (وعظ ایضاً ص۱۹۶س۳)

گناہوں پر نکیر نہ کرنے کا وبال

ایک گاؤں کی نسبت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس کو اُلٹ دو۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس گاؤں میں ایک شخص ہے کہ اس نے کبھی نافرمانی نہیں کی' فرمایا کہ مع اس

کے اُلٹ دو اس لیے کہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اس کو تغیر تک نہیں ہوا۔
(وعظ اختیار خلیل دعوات نمبر ۶ ص ۱۹۷ س ۶)

اولاد کی تعلیم وتربیت

ایک لڑکے سے میں نے کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ کہنے لگا کہ نماز کس کی پڑھوں' مجھے تو خدا کے وجود ہی میں شک ہے (نعوذ باللہ) مجھے سخت صدمہ ہوا اس کے بعد وہ لڑکا بھی چشم نم ہوا اور اس نے کہا کہ اس کا وبال میرے ماں باپ کی گردن پر ہے کہ انہوں نے مجھے ایسی جگہ تعلیم کے لیے بھیجا اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کو بگاڑتے ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۱۹۹ س ۱۱)

اوقات کو ضائع کرنا

چوپایوں اور بیٹھکوں کی صحبت بہت زیادہ قابل انسداد ہے اور وہ شے جو انجن ہے ان سب کے کھینچنے کا جو گھروں سے ان کو نکال نکال کر یہاں بٹھلاتا ہے وہ حقہ ہے وہ تو قابل جلا ہی دینے کے ہے میری سمجھ میں اس اختلاط کا زیادہ سبب یہی آیا۔ اسی واسطے میں نے اس کی تخصیص کی۔ (وعظ ایضاً ص ۲۰۱ س ۱۱)

ذکر میں مزہ مقصود نہیں

ایک لطیفہ یاد آیا حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت ذکر میں پہلا سا مزا نہیں آتا۔ فرمایا کہ میاں پرانی جورو اماں ہو جاتی ہے یعنی مزہ تو نئی شے میں ہوتا ہے اور پرانی شے میں مزہ اور حال وشوق نہیں ہوتا۔ البتہ اس سے انس بڑھ جاتا ہے۔ (وعظ اطاعت الاحکام دعوات ص ۵۲ س ۱)

فرائض کی ادائیگی ہر حال میں ضروری ہے

ایک ڈوم نے سنا تھا کہ چاند دیکھ کر روزہ فرض ہو جاتا ہے اس نے کہا کہ ہم چاند ہی نہ دیکھیں گے جو روزہ فرض ہو۔ جس روز چاند رات ہوئی گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا' کھانا پینا بول و براز سب گھر میں ہی کرتا۔ کئی روز بعد بیوی نے ملامت کی کہ کم بخت کیا آفت ونحوست ہے کہ گھر میں موتنے ہگنے بھی لگا ہے جا باہر نکل۔ ڈرتے ڈرتے آنکھیں بند کر کے منہ کو ہاتھ

اور کپڑے سے ڈھانک کر باہر نکلا کہ کبھی چاند کہیں نظر نہ پڑ جائے اور جنگل میں جا کر رفع حاجت کی اور طہارت کے لیے ایک تالاب پر آیا اور ڈرتے ڈرتے اپنی نگاہ نیچے کر کے آنکھیں کھولیں تو پانی میں چاند کا عکس نظر آیا تو آپ فرماتے ہیں کہ ''بڑ جا آنکھوں ماں۔ کردے روجہ پھرج'' (یعنی آنکھوں میں گھس جا اور روزہ فرض کردے)

تو صاحبو! جیسے یہ ڈوم حماقت میں مبتلا تھا کہ روزہ کی فرضیت سے ڈرتا تھا حالانکہ روزہ اس پر فرض ہو چکا تھا ایسے ہی بعض حضرات جو اصلاح کے نام سے ڈرتے ہیں اور اس لیے موت کو یاد نہیں کرتے حالانکہ اصلاح بھی فرض ہو چکی اور اس کے لیے موت کی یاد بھی فرض ہو چکی ہے کہ یہ اس کا اچھا علاج ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۵۷ س ۱۶)

قرآن سے غلط استدلال

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمام علوم حتیٰ کہ طبعیات سائنس وغیرہ سب قرآن شریف میں ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ڈاکٹروں نے تحقیق کر لیا ہے کہ مادہ منویہ میں کیڑے ہوتے ہیں۔ سو قرآن شریف میں یہ مسئلہ مذکور ہے اس لیے کہ فرمایا ہے: ''خلق الانسان من علق'' اور علق کے معنی جونک کے ہیں حالانکہ یہاں علق کے یہ معنی نہیں بلکہ خون بستہ کے ہیں۔ وہ زبردستی اس تحقیق کو قرآن شریف کا مدلول بناتے ہیں۔ ایک سائنس دان کہتے تھے کہ جیسے حیوانات میں نر مادہ ہیں اسی طرح نباتات میں بھی ہیں اور قرآن شریف میں اس کا بھی ذکر ہے ''خلق الازواج کلھا'' اس عقلمند نے ازواج کا ترجمہ یہاں بیوی سے کیا حالانکہ زوج کے یہاں یہ معنی نہیں ہیں بلکہ بمعنی اصناف ہیں۔

صاحبو! یہ طریقہ جو اختیار کیا گیا ہے سخت مضر ہے۔

دوستی بے خرد چوں دشمنی است

اس میں بڑی دشمنی ہے اسلام کے ساتھ اس لیے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سائنس کے مسائل منقح نہیں ہوئے اور اس کو اہل سائنس بھی مانتے ہیں کہ ہم کو اب تک اس دریا کا ایک قطرہ بھی حاصل نہیں ہوا جب کہ مسائل منقح نہیں ہوئے تو اگر آج آپ نے کسی جدید تحقیق کو قرآن شریف کا مدلول بنایا مثلاً یہی کہ تخم درخت میں نر مادہ ہوتے ہیں اور سو برس بعد یہ تحقیق

غلط ثابت ہوگئی اور دوسری تحقیق نئی ہوئی تو اس میں تکذیب کلام الٰہی کی بھی لازم آئے گی۔ پس یہ لوگ یصدون عن سبیل اللّٰہ کے مصداق بن رہے ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۱۶ س ۲۰)

انبیاء علیہم السلام کے علوم

اسی قرب کے حافظ عن التشویش ہونے پر ایک حکایت یاد آئی۔ افلاطون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ جب آسمان کمان ہو اور حوادث تیر اور خدا کمان انداز ہو تو آدمی کہاں جا کر بچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیر انداز کے پاس جا کر کھڑا ہو۔ کہنے لگا بے شک آپ نبی ہیں یہ علوم انبیاء کا حصہ ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۲۰ س ۹)

قیاس مع الفارق کا نتیجہ

ایک طبیب تھے وہ کسی مریض کو دیکھنے گئے۔ پہلے روز کی حالت سے اس روز کچھ تغیر پایا تو کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نارنگی کھائی ہے اس سے تم کو یہ تکلیف بڑھ گئی۔ اس نے کہا حضور بے شک نارنگی کھائی ہے جب وہاں سے فارغ ہو کر آئے تو راستہ میں شاگرد صاحب نے پوچھا کہ حضرت آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ اس نے نارنگی کھائی۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ بھائی بات یہ ہے کہ اس کا مزاج اور حالت دیکھ کر مجھ کو معلوم ہو گیا کہ کوئی بارد شے اس نے کھائی ہے اور نارنگی کی تعیین اس سے معلوم ہوئی کہ اس کی چارپائی کے نیچے میں نے نارنگی کے چھلکے دیکھے۔ شاگرد صاحب احمق تو تھے ہی' جب طب پڑھ کر فارغ ہوئے تو کسی رئیس کو دیکھنے کے لیے بلائے گئے ان کی چارپائی کے نیچے نمدہ پڑا تھا' فرماتے ہیں کہ بس معلوم ہو گیا آپ کو جو یہ مرض ہوا ہے آپ نے نمدہ کھایا ہے' حاضرین سب ہنس پڑے اور طبیب کا حمق سب پر واضح ہو گیا۔

ازالۂ مرض میں وقت درکار ہوتا ہے

مجھ کو شاہ محمد غزنوی کی حکایت یاد آ گئی۔ محمود نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو ایک ہمراہی سپاہی نے ایک مندر میں جا کر دیکھا کہ ایک بوڑھا برہمن پوجا پاٹ کر رہا ہے' سپاہی نے تلوار دکھائی کہ کلمہ پڑھ اور مسلمان ہو ورنہ اس تلوار سے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ برہمن نے

کہا کہ حضور ذرا ٹھہریئے سپاہی نے پھر تقاضا کیا۔ برہمن نے کہا کہ حضور! نوے برس کا رام تو دل میں سے نکلتے ہی نکلتے نکلے گا۔ ذرا سی دیر میں کیسے نکل جائے۔ خوب کہا ہے:

صوفی نہ شود صافی تا درنہ کشد جامے　　　بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ہمت مت ہارو۔ مجاہدہ کرتے رہو۔ رفتہ رفتہ یہ تقاضا ضعیف ہو جائے گا اور قابو میں آ جائے گا کہ اپنے محل پر صرف ہوگا اور غیر محل کے لیے متحرک نہ ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔
(وعظ غض البصر دعوات نمبر۶ ص۶۴ س۲۱)

فہم کی بجائے قانون معتبر ہوتا ہے

ایک غیر ملک کے دیہاتی نے ریل کا سفر کیا اور قریب ایک من کا بورہ اپنے ساتھ لیا۔ جب اسٹیشن پر پہنچا تو ملازمین ریلوے نے ٹکٹ کے ساتھ اسباب کی بلٹی بھی طلب کی۔ اس نے بجائے بلٹی کے اپنے ٹکٹ ہی کی طرف اشارہ کیا' ملازمین ریلوے نے اس کو سمجھانے کے طور پر کہا کہ تمہارا اسباب چونکہ پندرہ سیر سے زیادہ ہے اور پندرہ سیر سے زیادہ اسباب محصول ادا کیے بغیر لے جانے کی اجازت قانون ریلوے میں نہیں ہے اس لیے ایک بلٹی اس اسباب کی بھی ہونی چاہیے۔ یہ سن کر وہ دیہاتی کہتا ہے کہ پندرہ سیر سے یہ خاص وزن مراد نہیں بلکہ وہ مقدار جس کو ایک آدمی اٹھا سکے اور چونکہ ہندوستانی لوگ پندرہ سیر ہی اٹھا سکتے ہیں اس لیے یہ خاص وزن لکھ دیا گیا ہے اور ہم ایک من اٹھا سکتے ہیں اس لیے ہمارے ایک من کے لیے وہی قانون ہوگا جو تمہارے پندرہ سیر کے لیے ہے۔

خیر یہ حکایت تو ایک لطیفہ ہے لیکن ہم کو اس سے سبق لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیا وہ ٹکٹ کلکٹر اس دیہاتی کے جواب کو سن کر اس کو معذور سمجھے گا یا اس کے لیے ضروری ہوگا کہ کتاب قانون لا کر اس دیہاتی کے سامنے رکھ دے اور اس کو قانون سمجھانے کی اور اس کے اشتباہ رفع کرنے کی کوشش کرے اور اگر وہ ہر شخص کے ساتھ ایسا کیا کرے تو کیا اپنے منصبی کام کو پورے طور سے انجام دے سکے گا کبھی نہیں بلکہ یہ مشغلہ اس کو معطل کر دے گا۔ پس ان ساری دقتوں کو پیش نظر رکھ کر آپ بتلایئے کہ ٹکٹ کلکٹر کیا کرے گا صرف یہی کہ ہاتھ پکڑ کر اس کو پولیس کے حوالے کر دے گا تو جیسا اس دیہاتی نے قانون کی غلط تفسیر کی تھی اسی

طرح آج کل قرآن شریف کی غلط تفسیر کی جاتی ہے اور زور دے کر کہا جاتا ہے کہ اس قانون قرآنی کا یہی مطلب ہے حالانکہ نہ وہ مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا نہ صحابہ کرامؓ نے سمجھا نہ خدا تعالیٰ نے بتلایا۔

صاحبو! قرآن فہم لوگوں کی نظروں میں اس قسم کی تفاسیر کی وقعت اس سے زیادہ نہیں ہے جتنی وقعت اس کی تفسیر قانون کی تھی۔ (وعظ تقویم الزیغ دعوات نمبر۲ ص ۶ س ۹)

آیاتِ قرآنی سے غلط استدلال

ایک صاحب نے تعداد رکعات کو قرآن کی اس آیت سے ثابت کیا ہے:

الحمدللّٰہ فاطر السمٰوٰتِ والارض جاعل الملآئکة رسلاً اولی اجنحة مثنی وثلث وربع (اور کہا ہے کہ اس آیت سے نماز کا دو رکعت اور تین رکعت اور چار رکعت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

صاحبو! کہاں فرشتوں کا ذکر کہاں رکعات کی تعداد۔ یہ سب نفس کا زیغ اور کید ہے۔
(وعظ ایضاً ص ۱۱ س ۶)

اہل علم کو جواب صحیح دلیل سے دینا چاہیے

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ داڑھی رکھانے کا وجوب قرآن سے ثابت نہیں تو دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں دیکھئے! قرآن شریف میں ہے: "**قال ابن ام لاتأخذ بلحیتی ولا برأسی**" تو اگر ہارون علیہ السلام کے داڑھی نہ تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کیسے پکڑ لیا اور ان کو لاتاخذ کہنے کی کیوں ضرورت پڑی۔ اس جواب کو سن کر معترض صاحب بھی خوش ہوگئے حالانکہ اس جواب سے صرف داڑھی کا وجود معلوم ہوتا ہے وجوب سے اس میں تعرض نہیں اور جب دوسرے وقت ان مستدل صاحب سے ان کے جواب کی حقیقت ظاہر کی گئی تو فرماتے ہیں کہ خیر اس وقت تو معترض کو خاموش کر دیا۔

صاحبو! اہل علم کو تو اس قسم کے جوابوں سے عار آنی چاہیے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۸ س ۶)

حکایت:

ایسی مثال ہے کہ حکیم علوی خان کے مطب کو لے کر ایک شخص نے جمع کیا اور ہر نسخہ کے متعلق ضروری ہدایات لکھ دیں کہ فلاں نسخہ صفرا کے لیے ہے اور فلاں نسخہ غلبہ بلغم کے لیے اور دوسرے شخص نے ان سب نسخوں کی تبویب کردی کہ امراض رأس کے نسخے الگ کر لیے اور امراض چشم کے الگ تو اس مفسر اور مبوب کو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ حکیم علوی خان کا مطب نہیں ہے بلکہ یہی کہیں گے کہ: "عبار اتنا شتی و حسنک واحد" اور یہ کہا جائے گا:

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — من اندازِ قدت رامی شناسم

(وعظ ایضاً ص ۲۰ س ۱)

جہلا کا وعظ کہنا

سہارن پور میں ایک واعظ آیا جمعہ کی نماز کے بعد پوچھا کہ ساہبو (صاحبو) یہاں آواج (وعظ) ہوا کرے ہے معلوم ہوا کہ نہیں ہوتا آپ نے پکار دیا کہ بھائیو آواج (وعظ) ہوگی لوگ ٹھہر گئے۔ منبر پر پہنچا یٰس شریف غلط سلط آیتیں پڑھیں اور غلط سلط ترجمہ کر کے دعا مانگ کر کھڑا ہو گیا کوئی عالم نابینا موجود تھے انہوں نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری تحصیل کہاں تک ہے تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ ہماری تسیل (تحصیل) ہاپوڑ۔ پھر انہوں نے صاف کر کے پوچھا کہ تم نے پڑھا کیا کیا ہے تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ ہم نے سب کچھ پڑھا ہے نور نامہ، ساہن نامہ، دائی حلیمہ کا قصہ، معجزہ آل نبی اور تو کیا جانے اندھے، یہ نمونہ ہے واعظ صاحب کی لیاقت کا۔

ترجمہ قرآن کیلئے علم کی ضرورت

ایک صاحب نے سورہ کوثر کا وعظ کہا اور ترجمہ پہلی آیت کا یہ کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھ کو کوثر کے مثل دیا۔ اس احمق سے کوئی یہ پوچھے کہ کاف تو اعطینا کا مفعول ہے پھر مثل کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

ہر چیز پر اللہ کا قبضہ ہے

ایک حکایت ایک کتاب میں دیکھی ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ ایک سال بارش نہ ہوئی، قحط ہو گیا، لوگوں نے آکر شکایت کی کہ ہم لوگ قحط میں ہلاک ہو رہے ہیں تم

کیسے خدا ہو بارش کیوں نہیں برساتے' فرعون نے شیطان سے کہ کسی وقت اس کی دوستی ہوگئی تھی' یہ سب قصہ کہا شیطان نے وعدہ کیا کہ کل بارش ہوگی۔ چنانچہ اس نے سب شیطانوں کو جمع کر کے کہا کہ سب اوپر جا کر موتو۔ چنانچہ بارش تو ہوئی لیکن بدبو کے مارے دماغ پھٹے پڑتے تھے۔ فرعون نے پوچھا کہ یہ کیسی بارش! شیطان نے کہا کہ احمق ہوا ہے جیسا تو خدائے باطل ہے ویسی ہی تیری بارش ہے اور جیسے وہ خدائے حقیقی ہیں اسی طرح کی ان کی بارش ہے اور یہ حدیثوں میں آیا ہے کہ دجال جہاں جائے گا بارش ہو جائے گی تو یاد رکھو کہ اس سے بارش کا اس کے قبضہ میں ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ استدراج ہے اس کے چاہنے پر ابتداء بارش اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگی اس کے معتقد سمجھیں گے کہ اس نے بارش کی ہے لیکن یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس میں تو تلبیس ہو جائے گی۔

جواب یہ ہے کہ یہ دھوکہ کی بات نہیں ہے اس لیے کہ اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوگا جس کو سب پڑھ لیں گے اور دوسرے یہ کہ وہ کانا ہوگا اور حق تعالیٰ سب عیبوں سے پاک ہے۔

عاجزی پر رحمتِ خداوندی کا ظہور

سندیلہ ایک مقام ہے وہاں ایک مرتبہ امساک باراں ہوا' قحط ہو گیا' مخلوق بہت پریشان ہوئی' استسقاء کی نماز کئی روز پڑھی گئی' بارش نہ ہوئی وہاں کے رؤسا کے پاس بازاری عورتیں آئیں اور انہوں نے عرض کیا کہ صاحبو! یہ سب ہمارے اعمالوں کے نتیجے ہیں ہم تباہ کار سیاہ رو ہیں' ہماری نحوست سے تم کو بھی یہ پریشانی ہوئی ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی میدان میں جمع ہو کر توبہ کریں لیکن جب ہم جمع ہوں تو ایسا انتظام کر دیجئے کہ وہاں جنگل میں کوئی شخص ہمارے پاس نہ آئے ایسا نہ ہو کہ بجائے رحمت کے اور زیادہ غضب نازل ہو۔ چنانچہ انتظام کر دیا گیا اور وہ سب وہاں گئیں اور سجدہ میں پڑ کر رونا چلانا شروع کیا اور کہا اے اللہ! یہ ہماری نحوست ہے ہم بہت گنہگار ہیں ہم بہت سیاہ رُو ہیں' ہماری وجہ سے مخلوق کو پریشان نہ کیجئے اور جو جو کچھ بن سکا حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا حق تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے ناقل اس حکایت کے یوں کہتے تھے کہ انہوں نے سر نہیں اٹھایا تھا کہ بارش شروع ہوئی اور خوب ہوئی۔ مولانا فرماتے ہیں:

ما بروں را ننگریم وقال را ـــ ما دروں را بنگریم وحال را

یعنی ہم ظاہر کو اور الفاظ کو نہیں دیکھتے اگر الفاظ لمبے چوڑے باضابطہ ہوں لیکن خشک ہوں دل میں کچھ نہ ہو تو حق تعالیٰ کے نزدیک ان کا کچھ مرتبہ نہیں ہم تو دل کو اور حال کو دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ تقویٰ طہارت پر کسی کو ناز نہ ہو۔ ہمارے دربار میں تقویٰ طہارت جب ہی مقبول ہے جب کہ اس میں عبدیت اور خشوع وخضوع ہو اور خشک تقویٰ ہمارے دربار میں قابل قدر نہیں۔

کوتاہی کے باوجود رحمت الٰہی

موضع لوہاری میں ایک مرتبہ اسی طرح امساک باراں کی وجہ سے مسلمانوں نے استسقاء کی نماز کی تیاری کی۔ بنیے دیکھ کر کہتے تھے کہ اب کے تو بارش ہے ہی نہیں یہ فضول کوشش کر رہے ہیں' مسلمانوں نے دعاء کی کہ اے اللہ! ہم کو ان کے سامنے ذلیل نہ کر ابھی دعا ہی میں مشغول تھے کہ بارش شروع ہوئی وہ ہی بنیے کہنے لگے کہ یہ مسلے (مسلمان) رام جی کو بہت جلد ہی راجی (راضی) کر لیتے ہیں۔ پس جب کہ باوجود ہماری اتنی کوتاہیوں کے تھوڑی سی توجہ میں بھی رحمت ہو جاتی ہے تو اگر ہم اپنی پوری اصلاح کر لیں اور دل سے توبہ اور رجوع الی الحق کریں تو کیسے رحمت نہ ہوگی۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد   اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

گھر میں کتا رکھنے کی ممانعت

میں شاہ جہان پور سے سفر کر رہا تھا۔ ایک جنٹلمین گاڑی میں بیٹھے تھے ایک اسٹیشن پر ان کے خادم نے آ کر اطلاع دی کہ حضور! وہ تو سنبھلتا نہیں' کہنے لگے کہ یہاں پہنچا دو۔ یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ وہ کون سی چیز ان کے ساتھ ہوگی جو خادم سے نہیں سنبھلتی اور اب یہ گاڑی میں منگا کر اس کو سنبھالیں گے۔ آخر چند منٹ کے بعد دیکھا کہ خادم صاحب ایک بڑے اونچے کتے کو زنجیر میں باندھے ہوئے لا رہے ہیں اور وہ کتا زور کر رہا ہے۔ آخر وہ ان کے سپرد کیا گیا انہوں نے ریل کی آہنی سلاخوں سے اس زنجیر کو باندھ دیا اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ جناب! کتے کو پالنا کیوں حرام ہوا؟ باوجودیکہ اس میں

فلاں وصف ہے فلاں وصف ہے۔ کتے میں انہوں نے اتنے وصف بیان کیے کہ شاید ان میں بھی نہ ہوں، میں سب سنتا رہا۔ جب وہ کہہ چکے تو میں نے کہا کہ جناب میں نے سن لیا اس کے دو جواب ہیں۔ ایک عام کہ وہ اس کے علاوہ اور بہت سے شبہات کا جواب ہے اور ایک خاص کہ وہ اس کے متعلق ہے کون سا عرض کروں۔ فرمانے لگے دونوں کہہ دیجئے۔ میں نے کہا کہ جواب عام تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پالنے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہ جواب عام اس لیے ہے کہ قیامت تک کے شبہات کا جواب ہے۔ البتہ اس میں دو مقدمہ ہیں: ایک یہ کہ آپ رسول تھے دوسرے یہ کہ یہ رسول کا حکم ہے اگر ان میں کلام ہو تو ثابت کروں، کہنے لگے کہ یہ تو ایمان ہے یہ تو عام جواب تھا اور یہ علمی اور حقیقی جواب تھا لیکن ان کو اس کی قدر نہ ہوئی اور کچھ حظ نہ آیا کہنے لگے کہ اور جناب! جواب خاص کیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ کتے میں جس قدر اوصاف آپ نے بیان کیے ہیں واقعی وہ سب ہیں لیکن باوجود ان اوصاف کے اس میں ایک عیب اتنا بڑا ہے کہ اس نے تمام اوصاف کو خاک میں ملا دیا۔ وہ یہ کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہوتی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک کتا دوسرے کو دیکھ کر کس قدر از خود رفتہ ہو جاتا ہے۔ اس جواب کو سن کر وہ بہت ہی محظوظ ہوئے اور اسکو جواب سمجھے حالانکہ یہ محض ایک نکتہ ہے۔ مجھے تو خبر نہ تھی کہ یہ کون ہیں اتفاق سے جب میں اٹاوہ سے بریلی آیا تو مولوی ظہور الاسلام صاحب تحصیلدار کہنے لگے کہ آپ کی کسی سے اس قسم کی گفتگو ہوئی تھی میں نے کہا کہ ہوئی تھی، فرمانے لگے علی گڑھ کالج کے طالب علم اس جواب کا تذکرہ کر رہے تھے اور اس جواب سے بہت خوش تھے مجھ کو اس سے گمان ہوا کہ شاید وہاں کے تعلیم یافتہ ہوں۔ میں نے اسکو اس لیے ذکر کیا ہے کہ میں یہ بتلا دوں کہ جس جواب پر وہ اس قدر خوش تھے علاوہ فضول ہونے کے میری نظر میں اس کی کچھ بھی وقعت نہیں تھی اور میں اسکو جواب ہی نہیں سمجھتا تھا۔

نفس کی چالیں ٹھٹھرے ہوئے سانپ کی مثل ہیں

مولانا نے حکایت لکھی ہے کہ ایک اژدھا سردی میں ٹھٹھرا پڑا تھا۔ اس کو ایک ماہی گیر نے مردہ سمجھ کر رسوں میں جکڑ لیا اور گھسیٹ کر شہر میں لایا، لوگ جمع ہو گئے وہ شیخی بگھار رہا تھا، لوگ

بھی تعجب کر رہے تھے اتنے میں دھوپ جو نکلی وہ اس کی حرارت سے جنبش کرنے لگا۔ معلوم ہوا کہ زندہ ہے مخلوق بھاگی اور ساری شیخی اس کی کرکری ہوگئی۔ اس کو ذکر کر کے مولانا فرماتے ہیں:

نفس اژدھاست او کے مردہ است   از غم بے آلتی افسردہ است

یعنی نفس تو ایک اژدھا ہے وہ مرا نہیں ہاں غم بے آلتی سے افسردہ ہے تو افسردگی کے اسباب کو نہ چھوڑنا چاہیے اور وہ مجاہدات اشغال اور تدابیر خاصہ ہیں۔ اس لیے تعلیم اصلاح کے ساتھ ان تدابیر کی تعلیم بھی ضروری کرنا چاہیے۔ اکثر ہمارے مصلحین اور امر و نواہی اور وعدہ اور وعید کو ہمیشہ ذکر کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ تدبیر نہیں بتلاتے حالانکہ اس کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اس میں سخت دشواری پیش آتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جھوٹ نہ بولیں مگر نفس کہتا ہے کہ اب تو فلاں مصلحت ہے بول ہی لینا چاہیے اور ہم نفس سے مجبور ہو جاتے ہیں۔

دیکھو! اگر بدن میں بہت صفرا بڑھ جائے تو نرے مسکنات سے تسکین نہیں ہوتی بلکہ مزیل کی ضرورت ہوگی تو محض نصیحت بمنزلہ مسکن ہے اور تدبیر بہ منزل مزیل۔ غرض ان کے لیے تربیت کی حاجت ہوئی۔

دین کی مشقت باعث پریشانی نہیں

میں یہ نہیں کہتا کہ عمل کرنے سے ہر تعب سے نجات ہوتی ہے مگر پریشانی سے ضرور نجات ہوتی ہے اور اصل کلفت یہی ہے اور اگر پریشانی نہیں تو خود تعب و مشقت میں بالذات کوئی کلفت نہیں۔ اسی پر حکایت یاد آئی کہ مولوی غلام محمد صاحب جو میرے دوست ہیں وہ ایک رئیس کے لڑکوں کو پڑھایا کرتے تھے اور نماز بھی پانچوں وقت پڑھواتے تو ان لڑکوں کی ماں کوستی تھی کہ اس مولوی نے میرے بچوں کو زکام میں مبتلا کر دیا صبح کو وضو کراتا ہے صاحب ایسی مشقت تو دین میں ہوتی ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ سے ایک شخص نے آ کر پوچھا کہ ایک عورت کا شوہر گم ہوگیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مرد کی نوے برس کی عمر تک انتظار کرو۔ کہنے لگا کہ جناب! اس میں تو بڑا حرج ہے اور دین میں حرج ہے نہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ بھائی اگر یہ حرج ہے تو جہاد بھی حرج ہے۔ سو حرج کے یہ معنی نہیں۔ حرج کہتے ہیں پریشانی اور الجھن کو۔ سو اسلام میں یہ معنی نہیں ہاں تعب و مشقت ہے تو کیا دنیا کے کاموں میں تعب و مشقت نہیں ہے۔

کیا مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟

ایک کمیٹی لکھنؤ میں ہوئی تھی ترقی کے ذرائع اور موانع سوچنے کے متعلق وہاں کے ایک صاحب نے یہ رائے ظاہر کی کہ مذہب ہی مانع ترقی ہے۔ ایک صاحب نے وہیں خوب ہی جواب دیا اور کہا کہ واقعی یہی بات ہے لیکن مذہب کی طرح قانون بھی مانع ترقی ہے جب مذہب سے دست بردار ہو تو قانون کو بھی چھوڑ دو۔ چوری، ڈکیتی کی جائے تو بہت سا مال جمع ہو سکتا ہے اگر موقع ہو اور کسی کے قتل سے مال ہاتھ آتا ہو تو اس سے دریغ کرنے کی کیا وجہ۔ غصب کو بھی جی چاہتا ہوگا پھر کون مانع ہے یہی نا کہ قانوناً ان امور کے مرتکب ہونے والے کو سزا ملتی ہے۔ ذرا خلاف قانون کریں تو خبر لی جائے انصاف تو یہ تھا کہ اگر مذہب سے دستبردار ہوتے تھے تو قانون کو بھی چھوڑ دیتے اس کی بھی پروا نہ کرتے۔

غضب ہے کہ حکام ظاہری کے قانون کا تو اتنا خوف اور حاکم حقیقی اور تمام جہاں کے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون میں یہ دلیری اور گستاخی عجب اندھیر ہو رہا ہے دنیا میں انہماک ہے ایسی حالت میں عبادت کی بھلا کہاں نوبت آ سکتی ہے۔

پریشان احوال اسمائے جلالیہ کا مظہر ہیں

حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کو چونکہ محبت حق اور توحید میں کمال تھا اور توجہ بحق غالب تھی۔ آپ ہر بات کو توحید کی طرف منعطف فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بعض حکام مکہ کے تشددات کا تذکرہ شروع کیا کہ یوں ظلم کرتے ہیں، یوں پریشان کر رہا ہے مگر وہاں تو دل میں ایک ہی بسا ہوا تھا اور یہ حالت تھی کہ

خلیل آسا درِ ملکِ یقین زن　　　نوائے لا احب الافلین زن

اور یہ حالت تھی کہ

ہمہ شہر پرز خوباں منم و خیال ماہے　　　چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بہ کس نگاہے

پس معاً ہی فرماتے ہیں کہ آج کل اسمائے جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے۔

(وعظ النور ایضاً ص ۹۷ س ۳)

بے فکری کا موٹاپا

مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ میں اپنے لڑکپن میں شہر میرٹھ میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا اور میرے قریب ہی ایک اور مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھے وہ ذرا موٹے تھے وہاں ایک شخص رجب علی تھے وہ ان مولوی صاحب سے اکثر مزاح کیا کرتے تھے اس وقت بھی وہ آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم اس قدر دبلے کیوں ہو رہے ہو۔ میں نے ظریفانہ کہا کہ بھائی حدیث میں آیا ہے: ان اللّٰہ یبغض الحبر السمین. اس واسطے میں دبلا ہوں اور مجھ کو خیال نہ رہا کہ یہاں مولوی صاحب موٹے بیٹھے ہوئے تھے۔ رجب علی ان مولوی صاحب کی طرف منہ کر کے کہتے ہیں کہ مولوی صاحب آپ سنتے ہیں اس وقت مجھے تنبہ ہوا ہے کہ یہ بھی بیٹھے ہیں تو میں بہت شرمندہ ہوا اور میں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جو کھا کھا کر بے فکری میں موٹا ہو کہنے لگے کہ جناب آپ جو مطلب چاہیں بیان کریں باقی حدیث مولوی صاحب پر صادق آ ہی گئی۔ (وعظ ایضاً ص ۹۳ س ۲)

صحابہ کرامؓ کی قرآن فہمی

جب صحابہ کرامؓ نے روم پر حملہ کیا ہے تو وہاں کے عیسائیوں نے کہا کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور ہم بھی اہل کتاب ہیں تو ہم میں تم میں ایسا زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اول تم مجوس فارس سے لڑو کہ وہ مشرک ہیں، واقعی ہم تو شاید اس سوال کا جواب نہ دے سکتے لیکن صحابہ کرامؓ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ ہم کو حکم ہے: قاتلوا الذین یلونکم من الکفار اور تم ان کی نسبت نزدیک ہو۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے قلب میں قرآن بسا ہوا تھا تو انہوں نے فرمایا ہامان ارمنی سے کہ تیرے فرش سے خدا کا فرش افضل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے سے ہے اور آج تک چلا آتا ہے نہ دھونا پڑتا ہے نہ کچھ بلکہ اور ناپاکی کو بھی پاک کر دیتا ہے۔

یہ وہ فرش ہے کہ حضرت بشر حافیؒ نے جب سنا کہ "والارض فرشنھا" تو جوتا نکال کر پھینک دیا کہ خدا کے فرش پر جوتا لے کر نہ چلنا چاہیے۔ آخر تمام چرند پرند کو حکم ہو گیا کہ جہاں جہاں بشر حافیؒ جائیں وہاں بیٹ نہ گرنے پائے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۰۱ س ۱)

اشکال عمل کے بعد ہونا چاہیے

حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کی حکایت یاد آئی۔ حدیث پڑھی گئی تھی کہ جو شخص تازہ وضو سے دو رکعت نماز پڑھے اور ان رکعتوں میں حدیث النفس نہ کرے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک طالب علم نے کہا کہ حضرت ایسا ہو سکتا ہے کہ نماز میں خیال نہ آئے۔ مولانا نے فرمایا کہ کبھی کر کے بھی دیکھا تھا یا ویسے ہی شبہ کرتے ہو۔ (ایضاً وعظ تذکیر الآخرۃ ص ۱۱۴ س ۵)

سوال عقل کے مطابق ہو

ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراج میں کیا کیا باتیں ہوئیں تھیں بزرگ نے کیا خوب جواب دیا ہے:

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں — بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

کسی اور نے کہا ہے:

تو نہ دیدی گہے سلیماں را — چہ شناسی زبان مرغاں را
عنقا شکار کس نشود دام باز چیں — کیں جا ہمیشہ دام بدست است دام را

وجہ یہ ہے کہ تمہاری عقلوں کا جس قدر احاطہ ہے اللہ تعالیٰ کا احاطہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ ان اللہ علی کل شیئی محیط۔ محاط محیط کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ (ایضاً ص ۱۱۴ س ۱۰)

دین کے رنگ میں دنیا کی طلب

ایک حکایت کسی پیر مرید کی مشہور ہے کہ مرید نے پیر سے خواب بیان کیا۔ دیکھتا ہوں کہ میری انگلیاں پاخانہ میں بھری ہوئی ہیں اور آپ کی انگلیاں شہد میں۔ پیر جی نے کہا ہاں ٹھیک تو ہے اس میں شک ہی کیا ہے ہم ایسے ہی ہیں اور تو ایسا ہی ہے۔ مرید نے کہا کہ ابھی خواب پورا نہیں ہوا یہ بھی دیکھا کہ میں تمہاری انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور تم میری انگلیاں چاٹ رہے ہو۔ پیر بہت خفا ہوئے اس حکایت کا وہی حاصل ہے کہ مرید تو پیر سے دین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مشابہ شہد کے ہے اور پیر مرید سے دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مشابہ پاخانہ کے ہے۔ (ایضاً ص ۱۲۱ س ۸)

رفع شبہات کا طریقہ

کیرانہ (ضلع مظفر نگر) میں ایک شخص کو ایک تحصیلدار صاحب نے میرے سامنے پیش کیا اور کہا کہ ان کو بڑے شبہ ہیں اگر آپ کچھ فرمائیں تو ان کی تسکین ہو جائے' میں نے کہا کہ میرے ساتھ چلیں اور چند روز وہاں رہیں شبہات خود بخود دور ہو جائیں گے۔ عارف شیرازی اس چالیس دن کے لیے فرماتے ہیں:

شنیدم رہر وے در سرز مینے　　　ہمیں گفت ایں معما باقرینے
کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف　　　کہ درشیشہ بماندار بعینے

پس چالیس دن تو شیشہ قلب میں محبت الٰہی کی شراب کو بساؤ تمہارے قلب کو اطمینان ہو جائے گا۔ اگر بڑوں کے پاس رہنے کی ہمت نہ ہو تو خدا کے لیے چالیس روز میرے ہی پاس رہ کر اس سستے نسخہ سے فائدہ اٹھا کر دیکھ لو۔ (ایضاً ص ۱۷۱س ۱۲)

قرآن پاک میں اصلاح کی جسارت

ایک حکایت ہے کہ ایک جلد ساز تھے جو شخص کتاب یا قرآن جلد بندھوانے لاتا تھا وہ اس میں کچھ اصلاح ضرور کر دیا کرتے تھے۔ ایک شخص قرآن شریف جلد بندھوانے کے لیے ان کے پاس لائے اور کہا کہ اس کی جلد باندھ دو۔ مگر شرط یہ ہے کہ کچھ اصلاح نہ دیجیو! کہنے لگا کہ اب تو میں نے توبہ کر لی ہے جب جلد تیار ہو گئی اس شخص نے پوچھا کہ اس میں کچھ اصلاح تو نہیں دی۔ کہنے لگے کہ توبہ توبہ! میں کیا اصلاح دیتا مگر دو تین جگہ تو صریح غلطی تھی اس کو صحیح کر دیا۔ ایک جگہ تو یہ تھا عصیٰ آدم تو یہ صریح غلطی ہے۔ عصا تو موسیٰ کا تھا میں نے اس جگہ بجائے آدم کے موسیٰ بنا دیا ہے اور ایک مقام پر خر موسیٰ تو خر عیسیٰ کا تھا وہاں عیسیٰ بنا دیا ہے اور ایک جگہ "ولقد نادانا نوح" تھا تو نوح تو دانا تھے میں نے وہاں نا کاٹ کر اس طرح لکھ دیا ہے "ولقد دانا نوح" اور ایک مشترکہ اور عام غلطی تھی وہ یہ کہ جگہ جگہ فرعون' قارون' ہامان' ابلیس کا نام تھا تو ایسے کفار ملعونوں کا قرآن میں کیا کام تھا وہاں میں نے اپنا اور تمہارا نام لکھ دیا ہے۔ کہا خدا تیرا ناس کرے تو نے میرا قرآن شریف ہی کھو دیا۔

(اشرف المواعظ وعظ حصہ الاتفاق ص ۱۳۲س ۱۲)

جہلا کا اہل کمال کا روپ دھارنا

میرے ایک دوست رئیس پیران کلیر گئے تھے ایک طرف سے آواز آئی ابے اومرغے انہوں نے کچھ التفات نہ کیا پھر آواز آئی انہوں نے اس طرف دیکھا تو کہا ابے تجھ کو ہی بلاتے ہیں۔ یہاں آ' یہ گئے کہ دیکھئے کیا کہتے ہیں' کہنے لگا کہ دیکھ! اللہ تعالیٰ نے جب روحوں کو پیدا کیا تو سب کو جمع کر کے حکم دیا کہ بنگ بوزہ مت چھوڑنا تو ہم تو قریب تھے صحیح سنا اور مولوی لوگ دور تھے انہوں نے بجاء ''بنگ بوزہ'' کے نماز روزہ سن لیا جاؤ یہ نکتہ مرشدوں کا یادرکھیو! توان تفسیروں کی بدولت یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے ایسے صوفیوں نے ناس کیا ہے دین کا خود بھی تباہ ہوئے اوروں کو بھی تباہ کیا۔ (ایضاً ص ۱۳۳س ۳)

منافع دنیوی کیلئے دین اختیار کرنا

ایک جرمنی ڈاکٹر نے نماز کے منافع لکھے ہیں کہ نماز ایسی اچھی ورزش ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی ورزش کی ضرورت نہیں اور صحت خوب قائم رہتی ہے۔ اس بھلے مانس نے نماز کو اتنا ہی سمجھا ہے۔ آگے ذہن ہی نہیں گیا۔ جیسے کسی مولوی صاحب نے ایک گنوار کو نصیحت کی کہ نماز پڑھا کر کہا بہت اچھا۔ چند روز کے بعد مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی جی! نواج (نماز) بہت پھائدے (فائدے) کی چج (چیز) ہے مجھے بائی (ریاح) کی بیماری تھی جب موندھا (اوندھا) پڑوں جب ہی بادی لکرے (نکلتی) ہے۔ جیسے اس گدھے نے نماز کا فائدہ اتنا ہی سمجھا تھا مگر ہمارے ترقی یافتہ بھائی ایسی باتوں سے خوش ہوتے ہیں اور ریجھے جاتے ہیں اور اگر کوئی ہم سے پوچھے تو ہم تو یہ کہیں گے کہ اس جرمنی کی اس تحقیق کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے پاس پانچ سو روپے کا دوشالہ ہو اور وہ اس کے منافع یہ بیان کرے کہ یہ دوشالہ بہت اچھی شے ہے' سفر میں اگر کہیں سوختہ نہ ملے تو اس کو جلا کر چائے پکا سکتے ہیں تو فی نفسہٖ یہ صحیح ہے کہ چائے اس سے پک سکتی ہے لیکن کیا اس شخص کو یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے اس دوشالہ کی قدر نہیں جانی۔ نماز کے فائدے ہم سے پوچھو اور ہم سے کیا ہم کیا چیز ہیں۔ حق تعالیٰ سے پوچھو اور ہم سے پوچھو۔ میں نے اس لیے کہہ دیا کہ ہم جو

کچھ کہہ رہے ہیں یہ درحقیقت حق تعالیٰ کا کہا ہوا ہے' ہماری تو وہ مثال ہے:

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　　　آنچہ استاذ ازل گفت بگو میگویم

سو نماز کا فائدہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: **واسجد واقترب** یعنی سجدہ کرو اور اللہ کے قریب ہو جاؤ۔ پس نماز کا اصلی مقصود قرب ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

قرب نے پستی نے بالا رفتن است　　　　بلکہ قرب از قید ہستی رستن است

یعنی قرب اس کا نام نہیں ہے کہ نیچے سے اوپر کو چلے جاؤ بلکہ قرب یہ ہے کہ قید ہستی سے چھوٹ جاؤ اس لیے کہ اوپر جانا قرب جب ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا مکان اوپر ہوتا۔ خدا تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ پس اس کا قرب یہی ہے کہ اپنی ہستی کو خاک میں ملا دو اسی کو وصل کہتے ہیں بعض لوگ وصل کے خدا جانے کیا معنی سمجھتے ہیں وصل کے معنی اہل حق سے پوچھئے۔ شیخ شیرازی فرماتے ہیں:

تعلق حجاب است و بے حاصلی　　　　چو پیوندہا بگسلی واصلی

(ایضاً ص ۱۳۵ س ۲۳)

وعظ فرمائش کی بجائے ضرورت کی بنا پر ہو

بعض ایسے بھولے بھالے ہوتے ہیں کہ منبر پر چڑھ کر وہ ہی سبق گاتے ہیں جوان کو پڑھایا جاتا ہے۔ لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہلایا ہوا کہہ رہے ہیں۔ اس سے اثر ضعیف ہو جاتا ہے اور لوگوں کو ناگوار بھی ہوتا ہے۔ میں ایسی فرمائش پر ہرگز عمل نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ نواب صاحب ڈھاکہ نے مجھ کو بلایا تھا' میں نے پہلے یہ شرط کر لی تھی کہ آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ مجھ سے کسی خاص بات کی وعظ میں بیان کرنے کی فرمائش کریں۔ چنانچہ انہوں نے موافق شرط کے کسی بات کی فرمائش نہیں کی۔ میں نے وعظ میں جو چاہا بیان کیا' کسی نے بھی برا نہیں مانا۔ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے کہ فرمائشی وعظ کا اور رنگ ہوتا ہے اور خود کہنے میں اور بات ہوتی ہے۔ پس شریعت کا قانون ہے کہ نصیحت وتذکیر میں آداب واحتساب کی رعایت کرو اور اگر کوئی باوجود آداب کی رعایت کرنے کے برا مانے (اس پر شبہ واقع نہیں ہو سکتا اس لیے کہ صفرائی کو مٹھائی کڑوی معلوم ہوگی۔ اس لیے کہ اس کا مزاج ہی خراب ہے)

امر بالمعروف کی خاصیت میں کچھ خرابی نہیں۔ اس کا خاصہ تو یہ ہے کہ ممنون ہونا چاہیے کہ ہمارے امراض اس شخص نے معلوم کرائے۔ (ایضاً ص ۵۳ اس ۲۰)

دنیا کی لذت کا انجام

ایک شخص کی عادت تھی کہ سوتے میں ہمیشہ پیشاب نکل جاتا تھا اس کی بیوی نے کہا یہ کیا حماقت ہے اس نے کہا کہ خواب میں شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ چلو سیر کو چلیں لیکن پیشاب کرلو۔ میں سمجھتا ہوں پاخانہ ہے پیشاب کو بیٹھ جاتا ہوں اور پیشاب نکل جاتا ہے۔ اس کی بیوی نے کہا کہ آج شیطان سے کچھ روپیوں کی فرمائش کرنا اس نے کہا اچھا اگلے روز جب خواب میں پھر شیطان سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یار تم روز بستر پر پیشاب تو کرادیتے ہو لیکن ہماری مدد کچھ نہیں کرتے۔ شیطان نے کہا کسی چیز کی ضرورت ہے اس نے غریبی کی شکایت کی اس نے کہا آپ اگر پہلے سے ذکر کرتے تو اس کا ضرور خیال کیا جاتا۔ شیطان نے اس کو ساتھ لے کر ایک بادشاہ کے یہاں جاکر نقب لگایا اور بہت توڑے روپیوں کے اس کی کمر پر لاد دیئے یہاں تک کہ پاخانہ خطا ہوگیا۔ صبح کو جب آنکھ کھلی تو روپیہ ایک بھی ہاتھ نہ آیا لیکن بستر آلودہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا یہ کیا ہوا سب قصہ بیان کیا' بی بی نے کہا ایسے روپیوں سے باز آئی آئندہ معاف رکھو پیشاب ہی کرلیا کرو۔ یہی حال دنیا کی لذتوں اور مزوں کا ہے:

حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانہ — گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانہ
باز گفتم حال آنکس گوکہ دل دروے بہ بس — گفت یا غولی ست یا دیوی ست یا دیوانہ

امیر ترجمہ اور غریب ترجمہ

مجھے ایک بچہ کا لطیفہ یاد آیا کہ وہ کہتا تھا کہ ہم اردو کھانے کھائیں گے' انگریزی کھانے ہم نہیں کھاتے۔ اسی طرح ترجمہ کی دو قسمیں ہیں امیر ترجمہ اور غریب ترجمہ۔ امیر ترجمہ جو امیروں کا کیا ہوا ہو بلکہ ڈپٹیوں کا اور غریب وہ ہے جو غریب مولویوں کا ترجمہ ہو۔ آج کل لوگ ایسے ترجمہ پر فریفتہ ہیں۔ کہتے ہیں اس ترجمہ کی زبان اچھی ہے۔

یادرکھو! زبان دانی سے علم نہیں آتا اگر زبان دانی ہی کا نام علم ہوتا تو ابوجہل اور ابولہب بڑے عالم تھے۔ علم اور شے ہے اور زبان شے دیگر ہے۔ ہر شے کو اس کے محل سے حاصل

کرنا چاہیے غیر محل سے کوئی شے حاصل نہیں ہوا کرتی۔

دیکھو حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "لیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البرمن اتقی' واتوا البیوت من ابوابھا." ہر گھر کا دروازہ ہے اسی طرف سے اس میں داخل ہونا چاہیے۔ علم کا دروازہ علماء محققین ہیں ان سے علم سیکھو یا ان کی صحبت میں رہو۔ غرض یہ سخت غلطی ہے کہ خود بھی عمل نہ کریں اور دوسروں کو بھی نہ بتادیں۔ (وعظ ایضاً ص۲۲س۸)

گناہ وجرم میں تاویل کرنا

میں اپنا قصہ بیان کرتا ہوں کہ لڑکپن میں والد صاحب کے پاس میرٹھ میں رہتا تھا وہاں نوچندی ہوئی میں وہاں گیا جس رئیس کے یہاں والد صاحب رہتے تھے ان کے صاحب زادے ہنسنے لگے اور مجھ سے پوچھا کہ کیوں صاحب نوچندی میں جانا کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ میں تماشا دیکھنے کے لیے نہیں گیا تھا بلکہ اس لیے گیا تھا کہ دیکھوں کہ وہاں کیا کیا منکرات ہیں تاکہ وہاں جانے سے اوروں کو دلائل کے ساتھ منع کرسکوں۔ غرض تاویل کرلی پس جب ہمارے اندر یہ آفت ہے تو جو ہمارے فیض یافتہ ہیں ان میں کیوں نہ ہوگی' کبھی اپنے جرم کا اقرار نہیں کرتے اور عورتیں زیادہ اس بلا میں مبتلا ہیں کہ نام الف بے بھی نہیں جانتیں لیکن اگر کوئی خطا ہوجائے گی تو ہرگز اپنی خطا کا اقرار نہیں کریں گی۔ (وعظ ایضاً ص۸س۵)

انسان کی بے بسی

میرے ایک دوست ہیں بڑے عالم فاضل ان کو فالج ہوا' دماغ پر بھی اس کا اثر ہوا' سب پڑھا لکھا بھول گئے۔ حتیٰ کہ ان کو الحمد شریف بھی یاد نہ رہی۔ علاج ہوا تو بہ مشکل انہوں نے تھوڑی تھوڑی الحمد شریف یاد کی۔ جب پوری یاد ہوگئی اور سنادی تو بہت سے روپیوں کی مٹھائی تقسیم کی۔ خزانہ دماغ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جب اس میں خلل آجاتا ہے سارا علم بلکہ عقل تک رخصت ہوجاتی ہے۔ (وعظ ایضاً ص۳۴س۴)

بادشاہی کی حقیقت

چوں ترا نانے وخرقا نے بود ہر بن موئے سلطان بود

یعنی اگر تیرے پاس ایک روٹی کھانے اور ایک کپڑا پہننے کو ہو تو تیرا بال بال بادشاہ ہے

اگر اللہ والا ہوتو بادشاہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

ایک قانونی لطیفہ اس کے بادشاہ سے بڑھ کر ہونے کے متعلق یاد آیا وہ یہ کہ اگر کسی امیر کو بادشاہ کہوتو قانوناً جائز ہے اور فقیر کو شاہ صاحب کہوتو جائز ہے۔ گویا گورنمنٹ بھی اس کے بادشاہ ہونے کو تسلیم کرتی ہے۔ حقیقت میں بادشاہ وہی ہے جس کے پاس سوائے خدا کے کچھ نہ ہو اور جو ایسا ہوگا سب کچھ اسی کا ہے۔ (سلسلۃ التذکیر حصہ دوم وعظ الظلم ص ۱۴ س ۶)

خدا کا قائل ہونا امر فطری ہے

ایک ملحد کہتا ہے کہ میں خدا کا منکر تھا اور اس انکار پر میں نے بڑے بڑے لیکچر دیئے لیکن میرے دل نے زبان کی کبھی موافقت نہیں کی اس لیے میں نے اس عقیدہ سے توبہ کر لی اور خدا کا قائل ہو گیا۔ پس جب قابض سے مانگنا فطری تدبیر ہے گو کہ وہ مالک بھی نہ ہوتو اگر وہ مالک بھی ہوتو اس سے مانگنا تدبیر کیوں نہ ہوگا۔ (وعظ ایضاً ص ۳۶ س ۱۳)

جنگی انتظام شجاعت کے خلاف نہیں

ننگے گھس جانا اتنی بہادری کی بات نہیں جس قدر کہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کر کے واقعہ میں جانا ہے اس قسم کا سوال شمس تبریزؒ نے مولانا رومیؒ سے کیا تھا اور مولانا رومیؒ نے اسی قسم کا جواب دیا تھا۔ قصہ اس کا یوں ہوا تھا کہ شمس تبریزؒ مولانا عراقیؒ کے ہمعصر ہیں اور دونوں ایک بزرگ کے مرید ہیں۔ دونوں شیخ کی خدمت میں اپنے حالات بیان کیا کرتے تھے۔ مولانا عراقیؒ بڑے شاعر تھے اپنے واردات نظم میں بیان کرتے تھے اور شمس تبریزؒ شاعر نہ تھے۔

ایک روز شیخ نے کہا کہ شمس تبریز تم ایسی نظم بیان نہیں کرتے۔ شمس تبریزؒ نے مغموم ہو کر فرمایا کہ حضرت مجھ کو ایسی نظم نہیں آتی' فرمایا کہ مغموم مت ہو تمہارے اتباع میں ایک ایسا شخص ہوگا کہ تمام علوم اولین و آخرین کے کھول دے گا۔ چنانچہ جب اس بشارت کا وقت آیا اور حضرت شمس تبریزؒ کو الہام ہوا کہ جلال الدین کی یہ نام مولانا رومیؒ کا جن کی مثنوی شریف ہے کی جا کر تربیت کرو۔ مولانا رومی بڑے عالم تھے علوم اور کتب کی خدمت میں رات دن مشغول رہتے تھے۔ بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے کہ شمس تبریزؒ آئے اور بیٹھ گئے اور مولانا سے پوچھا کہ یہ تمہارے سامنے کیا ہے مولانا نے فرمایا کتابیں ہیں۔ حضرت شمس تبریزؒ نے فرمایا

کہ یہ تو علم قال ہی ہے کچھ علم حال بھی حاصل کرو اور یہ کہہ کر تمام کتابیں سامنے حوض تھا اس میں پھینک دیں۔ یہ شور مچانے لگے انہوں نے سوکھی کتابیں حوض میں سے نکال کر دے دیں' آگ تو اسی وقت لگ گئی پھر شمس تبریزؒ غائب ہو گئے اور ان پر علوم کا دریا کھل گیا۔

پھر ایک روز مولانا گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ شمس تبریزؒ نے آکر باگ پکڑ لی اور پوچھا کہ مولانا ایک شخص تو یہ کہتا ہے: "**سبحانی ما اعظم شانی** اور ایک کہتا ہے **ماعرفناک حق معرفتک**" ان میں کون بڑھا ہوا ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ دوسرے کی معرفت بڑھی ہوئی ہے اس لیے کہ اول کی معرفت تو ختم ہو کر رُک گئی اور دوسرے کی معرفت ترقی پذیر ہے۔ پس مولانا رومیؒ کا یہ جواب بھی ایسا ہے پس زرہ پہننا اور تدبیر کر کے معرکہ میں جانا زیادہ شجاعت کی دلیل ہے۔ (التذکیر وعظ الصبر ص ۳۷ س ۱)

مقدر کا رزق مل کر رہتا ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ اگر کسی کو ایسی کوٹھڑی میں بند کر دیں کہ وہ چاروں طرف سے بند ہو تو رزق کہاں سے آئے گا؟ فرمایا کہ جہاں سے موت آئے گی یعنی اللہ تعالیٰ موت کی طرح رزق کو بھی اندر پیدا کر دیتا ہے۔

سبحان اللہ! کیا جواب دیا ہے اور اس رزق کے آنے کو ایسی حالت میں کوئی بعید نہ سمجھے ایسا واقع بھی ہوا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام جب حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں تو جب زکریا علیہ السلام تشریف لائے تو تازہ تازہ پھل مریم علیہا السلام کے پاس دیکھتے' پوچھتے **یامریم انی لک ھذا**؟ اے مریم! یہ کہاں سے آئے؟ **قالت ھو من عنداللّٰہ ان اللّٰہ یرزق من یشآء بغیر حساب**. یعنی مریم علیہا السلام فرماتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب رزق دیتے ہیں۔

اس آیت کی اس وقت ایک عجیب تفسیر سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ مشہور تفسیر تو یہ ہے: "**ان اللّٰہ یرزق من یشآء بغیر حساب**" حق تعالیٰ کا مقولہ ہے لیکن اس کو "قالت" کے تحت میں داخل کر کے مریم علیہا السلام کا مقولہ بنایا جاوے تو حضرت مریم علیہا السلام کے کمال فہم کی دلیل ہو گی کہ جزئیہ کے بعد کلیہ بیان کر دیا۔ (وعظ ایضاً ص ۴۵ س ۱)

غیر مقلدوں کا عامل بالحدیث ہونا

قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ غالی غیر مقلدوں کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں اس میں شک نہیں کہ عامل بالحدیث ہیں لیکن کلام اس میں ہے کہ کس کی حدیث مراد ہے۔ حدیث الرسول پر عامل نہیں۔ حدیث النفس پر عامل ہیں ایک شعر بھی مجھے اس مضمون کا یاد آیا:

واعظ شہر کہ مردم ملکش میخوانند تو ما نیز ہمیں است کہ آدم نیست

پس ایسا ہی یہ ترجمہ ہے کہ محاورہ تو ہے لیکن گنوار محاورہ ہے شاہی محاورہ نہیں ہے۔

(ایضاً وعظ الخلط ص۵۹ س۶)

حکم سن کر اعراض کرنا

چنانچہ ایک غیر مہذب کی حکایت بیان کرتا ہوں کہ گنگوہ میں میں نے عید کے دن معانقہ کرنے کو منع کیا۔ ایک شخص کہنے لگے کہ بس جی! اب تو مردوں پر کفن پڑنا موقوف ہوجاوے گا۔ میں نے کہا کہ ہاں بے شک خبر بھی ہے کفن کس پر نہیں پڑتا شہید پر کفن نہیں پڑتا وہ سن کر جھلاتے ہوئے چلے گئے۔ (وعظ السباح ص۱۰۸ س۲۳)

بوقت موت اقوال اور احوال کی حیثیت

ابن قیم نے حکایت لکھی ہے کہ ایک تاجر کو مرنے کے وقت کلمہ تلقین کیا گیا تو وہ جواب میں کہتا تھا دس کو خریدا گیارہ کو دوں گا۔ شاید اس حکایت کو سن کر آپ یہ سمجھے ہوں گے کہ اس وقت جو منہ سے نکلے خواہ وہ کلمات کفر ہی ہوں کچھ مواخذہ نہیں۔ یہاں سے جملہ معترضہ کے طور پر یہ بھی بیان کرتا ہوں کہ کسی مرتے ہوئے کی حالت دیکھ کر جو فتویٰ لگا دیا جاتا ہے کہ بری حالت میں مرا یہ سخت بات ہے اس لیے کہ مرنے کا وقت بڑی مصیبت کا وقت ہے اس وقت آدمی کے حواس صحیح نہیں رہتے تو اس وقت جو کچھ اس کے منہ سے نکلے وہ قابل اعتبار نہیں بلکہ ان کلمات کے صدور کا ذکر بھی نہ کرنا چاہیے ہاں اگر کوئی شخص فاسد الاعتقاد ہو اور لوگوں کو فساد عقیدہ سکھلاتا ہو اس کی بدحالی کو البتہ شائع کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور

صحت عقائد کو ضروری جان کر عمل کریں اور جو شخص صحیح العقیدہ ہو اس کو بدنام نہ کرو بلکہ اس کی حالت اور قول کی تاویل کرلو۔ اس کی بری بات اور بری حالت کو اچھی حالت میں داخل کرو جس شخص کو تاویل کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ اولیاء اللہ پر اعتراض نہیں کرتا اور اسی واسطے کہتے ہیں کہ موت کے وقت سمجھ دار دینداروں کا پاس ہونا ضروری ہے۔

ایک بزرگ کا انتقال ہوا انہوں نے بجائے کلمہ کے یہ پڑھا **لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ** لوگوں نے کہا کہ یہودی ہو کر مرے ہیں ایک محقق نے سن کر کہا ارے ظالمو! یہ تو بڑے پایہ کی بات ہے یہ بزرگ قدم موسیٰ پر تھے یہ اس کا ظہور ہوا۔ (وعظ ایضاً ص۹۳س۸)

شیخ کامل پر انحصار کرنا

ایک اور بزرگ تھے انبیٹہ میں ان کی حکایت مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم گنگوہی بیان کرتے تھے کہ دو دیہاتی تھے ایک بھائی تو نقشبندیہ سلسلہ میں کسی سے بیعت تھے اور دوسرے جن کی یہ حکایت ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت تھے بھائی ان کو ہمیشہ ترغیب دیا کرتے تھے کہ تم مجھ سے بھی فیض حاصل کرلو ورنہ محروم رہو گے پچھتاؤ گے یہ ٹال دیتے تھے۔ اتفاق سے ان کا انتقال ہونے لگا مگر اس وقت وہ چپ تھے کلمہ وغیرہ نہ پڑھتے تھے۔ جب بھائی نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ دیکھ میں کہا کرتا تھا کہ محروم رہو گے۔ اب کہاں گئی وہ نسبت حاجی صاحبؒ کی کہاں گیا وہ فیض۔ یا تو وہ بیہوش تھے یا بے ساختہ ہوش میں ان کی زبان پر جاری ہوگیا: "**یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین**" حالانکہ وہ عربی بھی نہ جانتے تھے اور اس کے بعد ذکر جاری ہوگیا اور اسی میں انتقال ہوگیا۔ مولوی محمد صدیق صاحبؒ کہتے تھے کہ میں اس وقت موجود تھا جب یہ ہوا تو میں نے ان کو خوب آڑے ہاتھوں لیا کہ دیکھو یہ ہے نسبت حاجی صاحب کی اور افسوس ہے تمہارے حال پر شیخ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور ان کی حالت کو نہ سمجھ سکے۔ غرض انتقال کے وقت اس قسم کی حالتیں پیش آتی ہیں کہ ہر شخص ان کو نہیں سمجھ سکتا۔ کسی کی حالت کو دیکھ کر کوئی حکم اس پر نہیں لگا سکتے۔ (وعظ ایضاً ص۷۹س۱)

مباحات میں انہماک کا نقصان

کسی طالب علم سے پوچھا تھا کہ دو اور دو کتنے تو اس نے کہا چار روٹیاں' غرض! آدمی کے دل میں بری شے یا اچھی جو بھی سما جائے اس کی یہی حالت ہوتی ہے اس لیے مباحات میں بھی اتنا انہماک نہ کرے کہ ہر وقت وہ ہی دل میں سما جائے اور گو اس کو فتویٰ میں گناہ نہ کہا جائے لیکن مضر ضرور ہے۔ (ایضاً ص ۹۸ س ۴)

ذاتی اغراض کیلئے اللہ کی طرف انتساب

مولانا رومیؒ نے ایک ایسے جاہل کی حکایت لکھی ہے کہ وہ باغ میں گیا اور وہاں جا کر بے تکلف میوے توڑ توڑ کر کھانے لگا۔ باغ والا آیا اور اس نے مواخذہ کیا کہنے لگا میں بھی خدا کا' پھل بھی خدا کا' درخت بھی خدا کا' باغ بھی خدا کا' "لافاعل الا اللّٰہ اور موجود الا اللّٰہ" پھر تو کون ہوتا ہے روکنے والا۔ اس نے کہا کہ اچھا اور نوکر سے پکار کر کہا لاؤ میرا سوٹا اور رسا اور رسے سے باندھ کر اس کو خوب ٹھوکا وہ فریاد کرنے لگا' کہا چلاتے کیوں ہو' ڈنڈا بھی خدا کا' رسا بھی خدا کا' مارنے والا خدا کا اور تو بھی خدا کا پھر شکایت کے کیا معنی۔ اس وقت تو مدعی صاحب کو ہوش آیا اور توبہ کی۔

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار اختیار ست اختیار ست اختیار

(وعظ ایضاً ص ۱۲۶ س ۷)

حدیث سے ایک اہم اُصول کا استنباط

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو قرآن و حدیث سے تمدن اور اخلاقی تعلیم کے استنباط کا بڑا ملکہ تھا ایک روز فرمایا کہ دیکھو حدیث سے ایک قاعدہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے شر سے بھاگے اور یہ چاہے کہ میں ہاتھ نہ آؤں تو بہت دور نہ جائے نزدیک ہی کہیں جا کر چھپ جائے اس لیے کہ ڈھونڈ جب پڑتی ہے تو دور دور تو دیکھنے جاتے ہیں اور پاس کوئی نہیں دیکھتا اور اس قاعدہ کو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے سمجھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو مکہ معظّمہ سے تشریف لے گئے ہیں تو تین میل پر جا کر غار ثور میں چھپے ہیں حالانکہ تمام عالم دشمن اور اونٹنیاں ایسی تیز موجود کہ اگر دھاوا فرماتے تو کم از کم مدینہ

طیبہ آدھی منزل پر تو قیام فرماتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون دانشمند ہوگا۔ آپ تین میل پر جا کر چھپ گئے لوگوں نے دور دور ڈھونڈا اور قریب کسی نے نہ ڈھونڈا جب لاچار ہو گئے تو ایک قائف کو لائے اس زمانہ میں قیافہ شناس غضب کے تھے۔

اس قائف نے غارِ ثور پر لا کر کھڑا کر دیا کہ اس سے آگے نہیں گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جن سے حضرات شیعہ بہت خفا ہیں بلکہ ان میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے کہ جن حضرت کی خاطر سے یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خفا ہیں اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ یہ لوگ ان سے بھی ناراض ہیں حضرت ابوبکرؓ سے اس واسطے کہ انہوں نے ان کا حق کیوں نہیں دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس واسطے کہ انہوں نے اپنا حق کیوں نہ وصول کیا۔

ایک جاہل متعصب شیعہ کی حکایت ظرافت آمیز یاد آ گئی کہ نماز کے واسطے سنیوں کی مسجد میں گیا وہاں لکھا دیا:

چراغ و مسجد و محراب و منبر   ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

دیکھ کر بہت خفا ہوا کہ ہم تو تمہارے واسطے جان کھپاتے پھرتے ہیں اور تم کو جب دیکھتے ہیں ان ہی کے ساتھ بیٹھا دیکھتے ہیں اور غصہ میں چھری لے کر چڑھ گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم مبارک چھری سے چھیل دیا۔ گویا اپنے نزدیک ان کو وہاں سے علیحدہ کر دیا۔

خدا بچاوے جہل سے' ایسی محبت سے بھی خدا محفوظ رکھے اور ایسی عداوت سے بھی مامون رکھے۔ غرض ایسے وقت بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھ نہیں چھوڑا تھا کوئی ان سے پوچھے کہ اگر ابوبکرؓ دشمن تھے تو کیا ایسے وقت میں دشمن کو ساتھ رکھا کرتے ہیں۔

القصہ! جب وہ لوگ غار پر آئے اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دیکھا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر یہ لوگ آپ کے قدموں کو دیکھیں تو ہم کو پالیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**لاتحزن ان اللّٰہ معنا**" حضرات شیعہ میں ایک شخص اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ "شوروغل مت کرو" اول تو حزن کے معنی شوروغل کے نہیں دوسرے آگے ان اللہ معنا کے کیا معنی ہوں گے۔ یہ توجیہ تو جب صحیح ہو کہ

جب اللہ تعالیٰ کو بھی (نعوذ باللہ) دشمن قرار دیں اور معنی یہ کہے جائیں کہ شور وغل مت کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں وہ سن لیں گے سبحان اللہ کیا اچھا حق ادا کیا ہے رسول کا کہ اللہ تعالیٰ کو رسول کا بھی دشمن گردانا۔

الحاصل! ان لوگوں نے اِدھر اُدھر تلاش کیا۔ اُدھر حق تعالیٰ کی یہ قدرت ظاہر ہوئی کہ اسی وقت غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا اور کبوتر نے انڈے دے دیئے۔ انہوں نے قائف سے کہا کہ تو احمق ہوا ہے اس غار میں تو کسی طرح جا نہیں سکتے اس لیے کہ اس کے منہ پر مکڑی کا جالا ہے اور کبوتر نے انڈے دے رکھے ہیں کبوتر وحشی جانور ہے یہ انڈے بچے ویرانہ میں دیتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو مجنون ہے قائف نے کہا کہ کچھ کہو واللہ آگے نہیں بڑھے۔ حق تعالیٰ نے ان کی عقلوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ قائف کے اتنا سننے کے بعد بھی اتنا نہ ہوا کہ علیٰ سبیل الاحتمال ہی غار کے اندر دیکھ لیتے۔ اگرچہ احتمال بعید تھا لیکن جو شخص کسی شے کو تلاش کیا کرتا ہے تو ایسی ایسی جگہ بھی دیکھتا ہے جس میں بالکل احتمال نہ ہو۔

جیسے کسی بنیے کی تھال کھوگئی تو اس نے سب جگہ دیکھا۔ حتیٰ کہ گھڑے کے اندر بھی کہ شاید اس میں نہ ہو حالانکہ اس میں کسی درجہ میں بھی احتمال نہ تھا تو احتیاطاً غار میں دیکھ لیتے لیکن عقل اور وہم اور خیال سب قوتیں حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جس طرف چاہیں ان کو پھیر دیں۔ دیکھ بھال کر چلے گئے۔ غرض اس قصہ سے یہ نکلا کہ اگر چھپنا ہو تو قریب جگہ چھپنا چاہیے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بھولے بھالے نہیں ہوتے عقل کامل ان کو عطا ہوتی ہے۔ (وعظ التوکل ص ۱۳۶ اس ۲۱)

خلق خدا کی تربیت کیلئے کامل العقل ہونا

ہمارے دوستوں میں ایک شخص تھے۔ بہت بھولے تھے اور فطرۃً ایسے ہی تھے ان سے کسی نے کہہ دیا کہ جب کنکوا اُڑاؤ گے جب نجات ہوگی ورنہ نجات نہ ہوگی۔ بے چارے کنوا اڑانے کے لیے تیار ہو گئے ایک اور بزرگ تھے ان کو کسی نے کہہ دیا کہ ڈھول گلے میں ڈال کر بجاتے پھرو تو نجات ہوگی چنانچہ مستعد ہو گئے۔

اوران کنکوے والے کی ایک اور حکایت ہے کہ ایک عورت جارہی تھی کسی ظریف نے کہا کہ میاں صاحب دیکھتے ہواس کے سینہ پر دوا بھری ہوئی کیا چیزیں ہیں اس کے پھوڑے ہورہے ہیں۔ جب تک تم ہاتھ نہ پھیرو گے اچھے نہ ہوں گے اور اگر تم نے ہاتھ نہ پھیرا تو اچھے نہ ہوں گے۔ بہتر ہے کہ تم ہاتھ پھیرو کسی کو تم سے نفع ہو تو کیا حرج ہے ورنہ قیامت میں پکڑ ہوگی کہ ایک شخص تمہارے سبب تندرست ہو جاتا مگر تم نے کچھ نہ کیا' بے چارے ہاتھ پھیرنے کو مستعد ہو گئے۔

دوسرے شخص نے اسی مشورہ دینے والے کو دھمکایا کہ میاں کیوں ان کو پٹواتے ہواور ایک اور حکایت ان کی یاد آئی ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی میں نے پوچھا کہ تمہاری بیوی عورت ہے یا مرد؟ کہنے لگے کہ پہن رہی ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے عورت ہے' آج کل کے لوگ ایسے لوگوں کو بزرگ جانتے ہیں اور جو عاقل ہیں ان کو یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے ہی ہیں جیسے ہم ہیں۔

غرض! بھولے بھالے کی بزرگی کا انکار نہیں لیکن یہ حکایتیں ان بزرگوں کی ہیں جن کے متعلق خلق اللہ کی ہدایت نہیں ہے اور جو ورثۃ الانبیاء ہیں اور کامل العقل اور تام الفہم ہوتے ہیں کسی کو مجال نہیں کہ ان کو دھوکہ دے سکے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیصر روم کے پاس قاصد بھیجا تھا۔ قیصر نے پوچھا کہ تمہارا خلیفہ کیا ہے؟ اس قاصد نے کیا مختصر اور جامع جواب دیا یہ کہا کہ ہمارے خلیفہ کی شان یہ ہے: "لایخدع وَلَایخدع" یعنی نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے اور نہ کسی کے دھوکے میں آتا ہے۔ "ہرقل" سن کر متحیر ہو گیا اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اگر یہ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی تائید اس کے ساتھ ہے اس لیے کہ دھوکہ نہ دینے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین اس کا کامل ہے اور دھوکہ نہ کھانا یہ علامت ہے عقل کے کامل ہونے کی۔ پس جس شخص کے اندر یہ دونوں صفتیں ہوں اس پر ہم غالب نہیں آسکتے اس کا ارادہ ایمان لانے کا تھا لیکن قوم نے مخالفت کی اس لیے رہ گیا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۳۹ س ۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کمال فراست

ایک قصہ حضرت عمرؓ کا ہے کہ ایک مرتبہ اونٹ تقسیم فرما رہے تھے اور دو دو آدمیوں کو ایک ایک اونٹ دے رہے تھے۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا یا امیرالمومنین

"احملنی وسحیما علی بعیر واحد" یعنی مجھ کو اور سحیم کو ایک اونٹ دے دیجئے۔ سحیم آدمی کا نام زیادہ ہوتا تھا اور مشک کو بھی کہتے ہیں مگر اس معنی میں مشہور نہیں تو بظاہر وہ دھوکہ سے چاہتا تھا کہ مجھ کو ایک اونٹ سالم مل جاوے اور یہ شخص تھا غریب! لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً سمجھ گئے اور فرمایا کہ میں تجھ کو دیتا ہوں سچ بتلاؤ سحیم سے مراد مشک ہے۔ اس نے عرض کیا کہ یا امیرالمؤمنین! مشک ہی مراد ہے فرمایا ہم کو دھوکہ دینا چاہتے ہو، غرض! حضرت عمرؓ بھی کسی کے دھوکہ میں نہیں آئے۔ (ایضاً ص ۱۴۰ س ۳)

دنیاداروں کے کفریہ کلمات

ایک صاحب تھے جو بڑے معزز مشہور ہیں اور اعلیٰ طبقہ میں ان کا شمار ہوتا ہے ان کی نسبت سنا ہے کہ ایک شخص نے ان کے سامنے کسی امر کے بارے میں یہ کہا کہ خدا چاہے گا تو اس معاملہ میں کامیابی ہوگی کہنے لگے اس میں خدا کے چاہنے کی کیا بات ہے، ہم تدبیر کرتے ہیں تدبیر سے یہ کام ہو جائے گا۔ عقل تو مسخ ہو ہی گئی تھی مگر بات بھی برٹ گئی باوجود صاحب زبان ہونے کے بات بھی کرتے ہیں تو غلط بولنے والے انگریزوں کی طرح سے اور خیر بات کا تو کچھ نہیں مگر عقائد کفریہ سے تو بچنا چاہیے لیکن ان کا اسلام کچھ ایسا مضبوط ہے کہ کفرو شرک کرلو جب بھی نہیں جاتا۔ صاحبو! اسلام تو ایسے ناز اور دماغ کا ہے کہ اس سے ذرا اعراض کروتو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۴۱ س ۱۰)

جاہل واعظ کی علمی لیاقت

ایک شخص کی حکایت ہے کہ اس نے "والضحی واللیل اذا سجی" کے معنی بیان کیے تھے کہ اے نفس تیری یہی سجا (سزا) ہے۔ (وعظ الظہور ص ۱۳ س ۲)

جوہر شناس کی قدر جانتا ہے

جب مجنوں کے عشق کی بہت شہرت ہوئی تو خلیفہ وقت کو خیال ہوا کہ لیلیٰ کو بلا کر دیکھنا چاہیے کہ کیسی ہے۔ جس کی وجہ سے مجنوں مجنوں ہوگیا ہے بلا کر دیکھا تو ایک سانولی سی عورت ہے خلیفہ تعجب سے کہتا ہے اس شعر میں مذکور ہے:

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی | کز تو مجنوں شد پریشاں دعوے
از دگر خوباں تو افزوں نیستی | گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی
دیدہ مجنوں اگر بودے ترا | ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

یعنی تو دوسرے خوبصورتوں سے کچھ زیادہ نہیں لیلیٰ نے کہا کہ تو چونکہ مجنوں نہیں ہے اس لیے تو خاموش رہ۔ اگر مجنوں کی آنکھ تجھ کو ہوتی تو دو جہاں تیرے نزدیک بے قدر ہو جاتے۔ (وعظ الظہور ص ۱۷اس ۱۸)

علماء باطن کو وہبی علوم کا عطا ہونا

امام ابوحنیفہؒ نے معقول کہیں نہیں پڑھی مگر حق تعالیٰ نے طبیعت ہی سلیم پیدا کی تھی ان حضرات کے طبائع ایسے سلیم تھے کہ عقلیات ان کے سامنے دست بستہ کھڑی رہتی تھیں۔

جیسے کسی صرفی نحوی کا قول مشہور ہے کہ کہا کرتا تھا کہ ہمارے حجرہ کا چوہا چوہا صرفی نحوی ہے۔ حضرت شاہ سید احمد صاحب بریلویؒ جن کے ہمراہ مولانا اسماعیل شہیدؒ بھی تھے جب پشاور پہنچے ہیں تو وہاں کے علماء مولانا شہیدؒ کی شہرت سن کر امتحان کی غرض سے آئے' مولانا اس وقت ایک خستہ سا تہبند باندھے ہوئے گھوڑے کو کھترا کر رہے تھے ان سے پوچھا کہ مولانا کہاں ہیں؟ مولانا نے فرمایا کیا کام ہے انہوں نے کہا کہ تجھ کو اس سے کیا مطلب ہے' مولانا کا پتہ بتلاؤ۔ مولانا نے فرمایا کہ تم بتلاؤ تو سہی کیا غرض ہے' کہنے لگے کہ ہم کو کچھ پوچھنا ہے' مولانا نے فرمایا کہ مجھ سے ہی پوچھ لو۔ ان کو معلوم ہو گیا کہ یہی ہیں پھر جو کچھ جس فن میں پوچھا گھوڑے کو کھرا کرتے ہوئے حل کر دیا۔ سب متعجب ہوئے کہ ہم باوجود اس کے کہ ہم کم علم ہیں ایسے قباء وعبا و عمامے باندھے ہوئے ہیں اور مولانا اتنے بڑے عالم اور اس حالت میں رہتے ہیں (مولانا نے فرمایا تعجب نہ کرو تم مجھ کو اپنے سب کے برابر سمجھتے ہو اگر میں تم کو سب کے برابر کپڑے پہنوں تو اتنے بار کا کیسے متحمل ہوں۔ جامع)

یہاں سے تو وہ عالم چلے گئے اور سمجھے کہ مولانا تو چونکہ عالم ہیں ان سے تو ہم جیت نہ سکے چلو سید صاحبؒ کو دق کریں گے وہ پڑھے لکھے نہیں ہیں کیونکہ سید صاحب کافیہ تک پڑھے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے یہاں پڑھنے کے لیے آئے تھے ایک روز

مطالعہ دیکھ رہے تھے کتاب کے حروف نظر نہ آئے اور سب چیزیں تو نظر آویں لیکن کتاب کے حروف نظر نہ آویں۔ شاہ صاحب نے اس پر مطلع ہوکر پڑھنا چھڑا دیا کہ تم پڑھنا چھوڑ دو تم اور کام کے لیے پیدا ہوئے ہو۔ چنانچہ پڑھنا لکھنا چھڑا کر ان کو ذکر و شغل کی تعلیم کی۔

الحاصل: یہ علماء سید صاحب کی خدمت میں آئے۔ ادھر کے علماء اکثر ایک فنی ہوتے ہیں کوئی معقول میں یکتا ہے کوئی صرف صرف جانتا ہے کوئی نحوی ہے غرض جمع ہوکر آئے اور مختلف سوالات شروع کیے۔ اگر دینیات کے متعلق کوئی سوال کرتے تو سید صاحب داہنی طرف رُخ کر کے جواب دیتے تھے اور جو غیر دینیات کا ہوتا تھا معقول وغیرہ کا تو بائیں طرف رخ کر کے جواب دیتے تھے اور جواب بھی کیسا اہل علم کے طرز پر مریدین کو سخت حیرت ہوئی کہ سید صاحب کی زبان سے وہ الفاظ نکل رہے ہیں کہ کبھی عمر بھر بھی نہ سنے تھے۔ جب وہ مجلس ختم ہوئی تو بعض لوگوں نے پوچھا' فرمایا کہ جب یہ لوگ آئے تو میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ مجھ کو رسوا نہ کیجئے۔ حق تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ اور شیخ بوعلیؒ کی روح کو حکم دیا کہ جواب میں اعانت کرو۔ چنانچہ امام صاحب کی روح میرے داہنی طرف تھی اور شیخ کی بائیں طرف جو وہ کہتے تھے میں کہہ دیتا تھا۔ (وعظ الظہور ص ۲۳ س ۷)

غیر منقول اعمال میں حظ نفس

ایک قوال یہ شعر گا رہا تھا:

بگزید مار عشقت جگر کباب کرد مارا

ایک گنوار کو وجد آ گیا اس سے پوچھا کہ تو نے کیا سمجھا جو تجھ کو وجد آ گیا۔ اس نے کہا کہ یوں کہتا ہے ڈگرے کا باپ مارا' ڈگرے کہتے ہیں ہندی میں نفس کو۔ ہم نے یہاں تک دیکھا کہ ہندوؤں کے یہاں اور رنڈیوں کے یہاں مروج مولد شریف ہوتا ہے کہ اس میں حظ نفس ہے ورنہ ہندوؤں کو اس سے کیا تعلق۔ (وعظ السرور ص ۱۸ س ۱۳)

نبی کا بشر کی جنس میں ہونے میں حکمت

ایک شخص کا میرے پاس خط آیا تھا اس میں پوچھا تھا کہ کیا حضور بھی اپنی والدہ شریفہ کے بطن سے اسی طرح پیدا ہوئے تھے جیسے اور آدمی ہوتے ہیں کسی کا قول نقل کیا تھا کہ ران سے پیدا

ہوئے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے ارفع ہے کہ محل غیر طاہر سے پیدا ہوں اور پوچھا تھا کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ طریق معہود سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان سائلوں کو ایسے امور کے پوچھنے میں شرم نہیں آتی۔ بہت بے حیائی اور بے ادبی اور گستاخی کی بات ہے۔ میرا جی تو نہ چاہتا تھا کہ اس خط کا جواب لکھوں لیکن طوعاً و کرہاً لکھا تا کہ ان مخالفین کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ اہل حق کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ میں نے جواب لکھا کہ روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے بارے میں یہ الفاظ آئے ہیں: "ولد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم" اور یہ مقدمہ مسلمہ ہے کہ جب تک مجاز کے قرائن نہ ہوں تو الفاظ اپنے حقائق پر محمول ہوتے ہیں یعنی جب تک معنیٰ حقیقی بن سکیں مجاز کی طرف رجوع نہ کیا جائے گا اور یہ بھی مسلم ہے کہ علامت حقیقت کی "تبادر الی الفھم عند الخلو عن القرائن" ہے پس ان سب مقدمات سے ولد میں ولادت سے طریق معہود ہی سے پیدا ہونا مراد لیا جاوے گا۔

یہ دلیل ہے اس کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طریق سے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ اب لوگ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کو عجیب طریقہ سے ثابت کریں اور عادت معروفہ کے موافق پیدا ہونے کو قدح جانتے ہیں حالانکہ "اقوب الی الحکمت" آپ کی شان کے اعتبار سے یہی ہے کہ جس طرح عادت اللہ جاری ہے آپ اسی طرح پیدا ہوں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ آدمی کو زیادہ انس اس شے سے ہوتا ہے جس سے کچھ مناسبت ہو اور جس قدر مناسبت زیادہ ہوگی انس زیادہ ہوگا اور جس قدر مناسبت کم ہوگی اسی قدر اس سے توحش بڑھے گی۔

اسی واسطے آدمی کو اپنے ہم جنس کی طرف زیادہ میلان ہوتا ہے اور جانوروں کی طرف کم ہے اور جنوں سے اور بھی کم بلکہ توحش ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۹اس ۹)

گناہ کے اثرات

ایک بزرگ گھوڑے پر سوار تھے وہ شوخی کرنے لگا۔ فرمانے لگے ہم سے آج کوئی گناہ ہوگیا ہے اس کی وجہ سے ہماری نافرمانی کرتا ہے:

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

ہر کہ ترسید از حق تقوے گزید — ترسد از وے جن وانس و ہر کہ دید

(وعظ ایضاً ص ۲۷ س ۱۷)

بے دینی پر جوش آنا حمیّت دینی کی علامت ہے

میں نے ایک روشن دماغ سے کہا کہ اگر کوئی کسی سے آ کر کہے کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کی اماں جان بازار میں بیٹھا کرتی تھیں تو وہ سن کر بگڑے گا یا نہیں اور اس شخص کے بے اختیار دھول رسید کرے گا یا نہیں کہ نالائق ہماری اہانت کرتا ہے۔ مجھ کو تو یہ امید نہیں کہ وہ نہایت نرمی سے دلائل سے اس کا جواب دیں تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ اس کو کیا کہیں گے آیا یہ غیرت وحمیت کہلائے گی یا تعصب اس کو جس طرح ماں کے لیے جوش آیا اسی طرح جو دین کے شیدائی ہیں اور دین کی حرمت پر اپنی عزت وحرمت کو نثار کر چکے ہیں ان کو دین کے لیے جوش ہوتا ہے ان کے سامنے جب کوئی بد دین ایسا کلمہ کہتا ہے جس سے دین پر دھبہ آئے خصوصاً جب کہ بدتہذیبی و تمسخر وطعن سے کہے تو ان کو غیظ وغضب آ جاتا ہے اور اگر نہ آئے تو وہ دیندار نہیں ہے بے غیرت ہے۔ سو یہ تو اور بات ہوئی اس میں رحمت وشفقت کے خلاف کیا بات ہوئی یہ حضرات تو اس درجہ رحیم وکریم ہوتے ہیں کہ جس کا کوئی حد وحساب نہیں۔ (ایضاً ص ۱۰۱ س ۵)

احکام میں ذاتی رائے چلانا

ایک نوجوان نے تو یہاں تک نوبت پہنچائی کہ نماز کے متعلق یہ رائے ظاہر کی کہ اسلام میں اگر نماز نہ ہوتی تو اسلام کو خوب ترقی ہوتی کیونکہ نماز سے اکثر لوگ گھبراتے ہیں (نعوذ باللہ) معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو رائے دیتے ہیں۔ (قطع التمنی ص ۸ س ۱۵)

شرعی احکام میں رائے زنی اور بے باکی

قربانی کے متعلق یہ رائے دی جاتی ہے کہ اس زمانے میں چونکہ روپیہ پیسہ نہیں تھا اور مواشی ان لوگوں کے پاس بکثرت ہوتے تھے اس لیے صدقہ کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا تھا کہ ذبح کرو اور تقسیم کرو اور اب چونکہ روپیہ بکثرت موجود ہے اور نقد سے صدقہ کر سکتے ہیں اس لیے اب وحشی طاعت کو چھوڑنا چاہیے۔ (نعوذ باللہ منہ)

ایک صاحب لندن سے بیٹھے ہوئے اپنے دست مبارک سے یہ رائے خط میں لکھ رہے ہیں ان حضرات سے کوئی پوچھے کہ آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل بھی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو یاد رکھیں کہ ''ان الظن لایغنی من الحق شیئاً'' آگے ترقی کر کے کہتا ہوں کہ اس رائے کے خلاف پر خود دلیل قائم ہے۔ یہ دیکھئے کہ قربانی میں طاعت مقصود اراقۃ دم ہے یا مساکین کو کھلانا۔ سو یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح کر کے سارا گوشت خود کھا جائے اور ایک بوٹی بھی کسی کو نہ دے تب بھی اس کو پورا ثواب قربانی کا ملے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اراقۃ دم ہے نہ کہ کھلانا جیسا کہ اس ذی رائے نے دعویٰ کیا۔ رہی یہ بات کہ اراقۃ دم کیوں مقصود ہوا؟ سو اس کی لم کی اطلاع ہم کو ہونا ضروری نہیں نہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم جانتے ہیں پھر یہ ہے کہ اگر نفع ہی پہنچانا ہوتا تو زندہ بھی دیا جا سکتا تھا تو جس زمانہ میں یہ حکم ہوا تھا اس وقت مسلم دینے کی کیوں اجازت نہ ہوئی بلکہ مسلم کی قیمت تو زیادہ اٹھتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ محض اراقۃ دم ہی مقصود ہے۔

غرض اسی طرح ہر چیز کے درمیان میں کم وبیشی تمنا کا استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سود میں بھی اول تو یہی تمنا ہوئی کہ کاش سود حلال ہوتا مگر اب اس پر تو قدرت رہی نہیں اس لیے دوسری تمنا یہ ہوئی کہ کاش علماء اس میں کچھ تاویل وغیرہ کر دیں۔ چنانچہ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو خود ہی اس میں اصلاح شروع کر دی۔

میں نے ایک مطبوعہ رسالہ میں خود دیکھا ہے کہ ایک صاحب نے فرمایا ہے کہ سود حلال ہے اور یہ جو قرآن شریف میں ربوا کا حرام ہونا آیا ہے یہ لفظ ربا بضم الراء ہے جو ''ربودن'' سے مشتق ہے یعنی غصب اور لوٹ یہ حرام ہے نہ کہ سود اور مولویوں نے اپنی رائے سے اعراب لگا دیئے۔

خدا تعالیٰ جزائے خیر دے صحابہ کرام اور علماء سلف کو کہ انہوں نے رسم خط کو محفوظ و باقی رکھنے کو واجب فرمایا۔ پس یہ لفظ ربودن سے ہوتا ہے تو رسم خط میں کیوں ہوتا یہ تو فارسی لفظ ہے اور فارسی میں ربا اس معنی مصدری میں آتا ہی نہیں تو دیکھئے کہاں تک ان لوگوں کی نوبت پہنچ گئی اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ احکام فرعیہ بلکہ اصلیہ میں اول تغیر و تبدل کی

تجویزیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں رُڑکی میں تھا۔ میں نے سنا کہ آج یہاں چند عقلاء میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ نکاح کی رسم کو اٹھا دینا چاہیے مثل دیگر متاع بازی کے یا مثل جانوروں کے جس سے جس کی موافقت ہو جائے اس میں اجتماع رہے پھر رضا مندی نہ رہے جدا ہو کر دوسرے سے رضا مند ہو جائے بلکہ ایک صاحب کا تو یہاں تک مضمون اخبار میں لکھا دیکھا ہے کہ خود اسلام کی بھی ضرورت نہیں اس اسلام و غیر اسلام کے اختلاف سے باہم جنگ و جدل ہوتا ہے اور یہ تجویز کیا کہ ساری دنیا مل کر ایک نئے مذہب کو اختیار کر لے جس کا نام مذہب توحید ہو باقی رسالت وغیرہ سو جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے نہ مانے اور ماننے والے اور نہ ماننے والے متحد المذہب سمجھے جائیں۔

اللہ اکبر! کہاں تک یہ لوگ پہنچے ہیں اور اس قسم کی رائیں بوجہ خبث کے اس قدر بھی نہیں ہیں کہ ان کو نقل کیا جائے ان میں ایک قسم کی ظلمت .... اسی واسطے میں اس میں طویل کلام کرنا نہیں چاہتا مگر یہ بتلاتا ہوں کہ احکام شرعیہ میں یہ گڑبڑ لوگوں نے مچا رکھی ہے گویا در پردہ شریعت کی بیخ کنی کے درپے ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۱۲ اس ۱۶)

آسان تدابیر کی ناقدری

ہمارے استاد مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ انبیٹھہ میں ایک دولت مند شخص کو بہت سخت مرض تھا اور خلط سودا کا بہت زور ہو گیا تھا۔ مولانا کو بلایا گیا مولانا نے اس کے لیے افتیمون تجویز فرمایا۔ ان لوگوں نے ارزاں دوا سمجھ کر ٹال دیا وہاں ایک نابینا حافظ جی رہتے تھے ان سے علاج پوچھا گیا انہوں نے خواب دیکھا کہ افتیمون ہی بتلاتے ہیں انہوں نے لوگوں سے ذکر کیا لوگوں نے حضرت مولاناؒ سے ذکر کیا' مولاناؒ خوش مزاج بہت تھے۔ حافظ جی سے پوچھا کہ خواب میں میں تو نہ تھا تو حافظ جی کہتے ہیں کہ جی ہاں! آواز تو ایسی ہی تھی اور پھر اس کا استعمال کیا۔ یہ مثال اس پر یاد آ گئی کہ یہ نسخہ چونکہ نہایت سہل تھا اس لیے اس کی قدر نہیں کی گئی۔ اسی طرح ہمارے مولاناؒ نے ایک شخص کو جامن کی کونپل بتلائی تھی وہ بھی بڑے آدمی تھے کچھ التفات نہ کیا' اکثر سہل الحصول چیز کی وقعت کم ہوتی ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۸ س ۲)

ضرورت کی چیزوں کا بسہولت ملنا

میں نے عمر بھر میں کل ایک مرتبہ لکھنؤ میں ایک سوداگر سے درخواست کر کے یہ جواہرات دیکھے ہیں۔ غرض جواہرات جوسب سے نکمے ہیں وہ سب سے گراں ہیں اگرچہ چاہیے تو یوں تھا کہ جتنی زیادہ ضرورت کی کوئی چیز ہوتی اتنی ہی گراں ہوتی لیکن چونکہ اس میں سخت دشواری ہوتی اس لیے رحمت خداوندی نے اس کے برعکس معاملہ کیا کہ ضرورت کی چیزوں کو تو ارزاں بنایا اور بے کار چیزوں کو گراں کر دیا بلکہ جوسب سے زیادہ ضرورت کی چیز ہے اس میں طلب کی بھی ضرورت نہیں۔

دیکھو! اگر سانس کو بھی کہ ایک ہوا ہے اور ہر وقت ضرورت پانی کی طرح بقصد لینا پڑتا تو ہر وقت کی مصیبت تھی بالخصوص سونے کے وقت تو مرہی جایا کرتے کیونکہ اس وقت قصد ممکن نہیں تو خدا تعالیٰ کی رحمت دیکھئے کہ اس کو کیسا یسیر الحصول کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی ارزانی اس کی بے وقعتی کی دلیل نہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۹ س ۳)

اخیر زمانہ میں بیوی کی حیثیت

ایک بھولے سیدھے نواب صاحب کی حکایت سنی ہے کہ ان کی بیوی مرگئی تھی۔ کلکٹر تعزیت کے لیے آئے اور کہنے لگے کہ ہم کو افسوس ہوا کہ آپ کی بیوی مرگئی اس پر نواب صاحب فرماتے ہیں کہ جناب وہ بیوی نہ تھی وہ ہمارا اماں تھا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۶ س ۱۳)

تقدیر تبدیل ہونے کا انداز

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک مرید تھا اس کو یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز جو سویا تو اس کو احتلام ہو گیا فوراً اٹھ کر غسل کیا اور سویا تو پھر احتلام ہوا۔ غرض! ایک شب میں ستر بار احتلام ہوا اور ہر بار میں ایک نئی اجنبیہ عورت کو دیکھتا تھا اس کو خیال ہوا کہ شیطان کے اس قدر تسلط سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید میں مردود ہو گیا۔ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں نہایت مغموم حاضر ہوا۔ آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ خدا کا شکر کرو۔ مجھ کو یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ تمہاری قسمت میں ستر اجنبیہ عورتوں سے زنا کرنا لکھا ہے۔ میں نے

خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اس کو اس سے بچائے خدا تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمایا اور اس کو بیداری سے خواب میں منتقل فرمایا کہ تقدیر بھی پوری ہوگئی اور تم گناہ سے بھی محفوظ رہے اور یہاں تقدیر کے اس طرح بدلنے کے متعلق ایک مسئلہ بھی ہے مگر مجلس عام میں اس کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں کہ شاید سمجھ (مختصراً حاصل اس کا یہ ہے کہ بعض اوقات قیود دو لوح محفوظ میں نہیں ہوتیں علم الٰہی میں ہوتی ہیں۔۱۲) میں نہ آئے کہ دیکھئے یہ حالت رحمت تھی جو حضرت پر منکشف ہوگئی اور اس کے نزدیک عذاب تھا۔ (وعظ ایضاً ص۲۲س۹)

معلومات کی حدود

برزجمہر سے کسی بڑھیا نے کچھ پوچھا، اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں بڑھیا نے کہا کہ ہائیں تم بادشاہ کی اتنی تنخواہ کھاتے ہو اور یہ بات تم کو معلوم نہیں۔ برزجمہر نے جواب دیا تنخواہ تو مجھے معلومات کی ملتی ہے اگر مجہولات کی ملنے لگے تو بادشاہ کا سارا خزانہ بھی کافی نہ ہو۔ (وعظ آداب المساجد حصہ اول ص ۱۱س اخیر)

عملیات میں پڑنے کا نتیجہ

مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ کا لوگ ذکر کرتے ہیں کہ فرماتے تھے کہ اگر صاحب نسبت عمل کرے تو نسبت سلب ہوجاتی ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ عامل کو خدا پر توکل نہیں رہتا اور عجب پیدا ہوجاتا ہے یہ منافی ہے نسبت مع اللہ کے۔ (وعظ ایضاً ص۲۳س۲۰)

جاہل فقیر کی بزرگی

ہمارے تھانہ بھون کا واقعہ ہے کہ یہاں ایک فقیر رہتا تھا بالکل جاہل اور محلّہ کے اکثر لوگ اس کے معتقد تھے حتیٰ کہ ہمارے نانا صاحب بھی چونکہ صلحاء، فقراء سے ان کو خاص تعلق تھا وہ بھی معتقد تھے محلّہ بھر میں صرف ایک شخص ایسا تھا کہ وہ اس فقیر کا معتقد نہ تھا اور یہی کہتا تھا کہ جاہل آدمی کی کیا فقیری۔ اس حرکت پر تمام اہل محلّہ ان کو ملامت کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اس شخص کو یہ شرارت سوجھی کہ اخیر شب میں تہجد کے وقت کسی ذریعہ سے اس فقیر کے مکان کی چھت پر جا بیٹھا اور جب وہ تہجد کی نماز پڑھنے کے لیے گیا تو نہایت

دھیمی اور سریلی آواز میں اس کا نام لے کر پکارا اس نے اپنا نام سن کر پوچھا کہ کون پکارتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ہوں اخی جبرئیل' جبرئیل کا نام سن کر وہ نہایت غور سے متوجہ ہوا۔

(الحائک (اشارة الی انهٔ کان حائکا ۱۲) اذا صلی یومین انتظر الوحی) اور کہا کہ کیا ارشاد ہے اس نے جواب دیا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے تجھے سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ اب تو بوڑھا ہو گیا ہم کو تیری کبڑی کمر دیکھ کر شرم آتی ہے اب ہم نے تیرے لیے نماز کو معاف کر دیا۔

یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلے آئے۔ اس فقیر نے جو اخی جبرئیل کی زبان سے پروانہ معافی سنا پھر کیا تھا وضو کا لوٹا رکھا اور سو گئے اب تہجد بھی غائب' صبح بھی ظہر بھی۔ معتقدین نے جو دیکھا کہ بڑے میاں کئی وقت سے مسجد میں نہیں آئے تو بعضوں کو فکر ہوئی۔ اِدھر اُدھر تذکرہ شروع ہوا' آخر پہنچے تو دیکھا کہ اندر سے بہتیری آوازیں دیں تو جواب ندارد۔ آخر بڑی مشکل سے دروازہ کھولا بڑے میاں سے نماز میں نہ آنے کا سبب پوچھا تو اول تو مارے نخوت کے آپ نے کچھ جواب ہی نہیں دیا۔ لیکن جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے کہا کہ میرے پاس اخی جبرئیل آئے تھے وہ فرما گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تجھے نماز معاف کر دی' یہ سن کر وہ شخص جو غیر معتقد تھا اور جس نے یہ حرکت کی تھی بہت ہنسا' لوگوں کو اس کے ہنسنے سے شبہ ہوا کہ اسی نے یہ حرکت کی ہے' پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ دیکھ لیجئے آپ ان کو فقیر اور بزرگ بتلاتے ہیں۔ حقیقت میں جاہل کی فقیری کیا اور جب وہ فقیر نہیں ہو سکتا تو پیر اور مقتداء تو بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتا۔ (وعظ احسان التدبیر دعوات جلد۵ ص۱۴۱ اخیر)

ترقی کی حقیقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیبت کی وجہ سے بہت سی باتیں نہیں پوچھ سکتے تھے تو خدا تعالیٰ نے ایک بار جبرئیل علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہ شکل انسان بھیجا وہ ایک مجلس عام کے وقت تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسروں کے سنانے کو چند سوال کیے چنانچہ ان سوالوں میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ ما الاسلام یعنی اسلام کیا چیز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ان تشهدان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وان تحج البیت الحدیث

شہادتوں کا اقرار کرو دل سے بھی اور زبان سے بھی ظاہر ہو اور نماز و زکوٰۃ و صوم و حج کا ادا کرنا پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اسلام کی ترقی تو یہ ہوگی کہ ان احکام کے امتثال میں ترقی ہو نماز میں ترقی ہو روزہ میں ہو نہ یہ کہ ٹم ٹم ہو عالی شان محل ہو یعنی اس کو اسلام کی ترقی دیکھا جائے گا۔ غرض! جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی تفسیر فرما چکے ہیں تو آج کون ہے کہ وہ بڑے بڑے عہدوں کو اور مال و جاہ کی ترقی کو اسلام کی ترقی بتلائے۔ مسلمان اگر اپنی حالت دینیہ پر بھی پورے قائم رہتے تب بھی ان چیزوں کو اسلام کی ترقی نہ کہتے البتہ ترقی لاہل الاسلام کہتے مگر جب وہ دین پر بھی باقی نہیں ہیں تو اس حالت میں یہ ترقی مال لاہل الاسلام نہ ہوئی بلکہ ترقی مال لاہل الکفر ہوئی۔

(وعظ فضل العلم والعمل دعوات جلد ششم ص ۸ س ۱۹)

خواہشات نفسانی کا اتباع

کچھ دن ہوئے کہ ایک شخص آئے اور کہا کہ رضاعی بھائی بہن کا آپس میں نکاح ہو گیا ہے اور نکاح کے وقت علم نہ تھا بعد نکاح کے معلوم ہوا اب کیا کیا جائے؟ میں نے کہا تفریق کرادو یہ حکم سن کر وہ سہم گیا اور کہنے لگا کہ صاحب اس میں تو بڑی بدنامی ہوگی۔

افسوس صد افسوس! کہ اللہ و رسول کے حکم کے ساتھ مسلمان کی یہ حالت ہو اور فرمائش کی جاوے کہ ہمارے موافق مسئلہ مل جاوے میں نے ان سے کہا کہ بھائی! اس میں تو نیک نامی ہوگی کہ بڑے اچھے آدمی ہیں کہ ایک غلطی ہوگئی تھی جب حقیقت پر اطلاع ہوئی حق کو اختیار کر لیا اور بدنامی تو اب ہو رہی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی بہن دونوں جمع ہو رہے ہیں اور یہ جواب تو علی سبیل التبرع تھا ورنہ جواب حقیقی تو یہ ہے کہ بلا سے بدنامی ہو ہونے دو۔ اگر ایسا ہی بدنامی کا خوف ہمارے بزرگوں کو ہوتا تو آج ہم مسلمان نہ ہوتے مگر ہمارے بزرگوں نے اسلام لانے میں کیسی کیسی مصیبت اور بدنامیاں اٹھائی ہیں۔ چنانچہ ان سائل صاحب نے فرمایا کہ کوئی ایسا مسئلہ نکال دو کہ جس میں یہ عورت حلال ہو جائے۔ میں نے کہا

کہ دیوانہ ہوئے ہو، میں کون حلال کہنے والا ہوں اور اگر کہہ بھی دیا تو اس سے حلال تو نہیں ہو جائے گی جب تک شرعی دلیل سے حلال نہ ہو جب ان سائل صاحب نے مجھ سے صاف جواب سنا تو اب تاویل کی فکر ہوئی کہ کوئی تاویل کرنی چاہیے تو فرمانے لگے لڑکے نے دودھ پیا تو تھا مگر تھوڑا سا پیا تھا۔ وہ عقلمند یہ سمجھے کہ بہت سا پینے سے حرمت ہوتی ہو گی تھوڑا پینے میں کیا حرج ہے میں نے کہا کہ جناب ایک قطرہ پینے میں بھی حرمت ہو جائے گی۔ اس پر فرمانے لگے کہ جی کچھ پینا تھا وہ بھی قے ہو گیا تھا اندر نہیں رہا وہ یہ سمجھا کہ بس دودھ کے ساتھ حرمت بھی نکل پڑی، میں نے کہا کہ بھائی حلق کے نیچے اترتے ہی حرمت ثابت ہو گئی اور ثبوت کے بعد اس کا سقوط نہیں ہوتا اس پر وہ ناامید ہو کر چلے گئے اور دہلی پہنچے۔ اہل حدیث سے جا کر رجوع کیا تو اہلحدیث اور نیز شافعی کا مذہب ہے کہ پانچ گھونٹ سے کم میں حرمت نہیں ہوتی یہ مسئلہ سن کر اس سائل نے ایک سوال اسی قید کے ساتھ تیار کیا کہ ایک لڑکے نے پانچ گھونٹ سے کم دودھ پیا ہے آیا حرمت رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں ان میں سے کسی نے جواب لکھ دیا کہ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہ ہو گی۔ بس آپ راضی ہو گئے اور بہن بھائی کو اسی حالت پر ہنسی خوشی جمع رکھا۔

دیکھئے! اس مسئلہ میں ان سائل صاحب نے کس قدر اپنے نفس کی پیروی کی ہے۔ جیسا کہ اس کے مکالمہ مفصلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بچے کے دودھ پینے کے وقت جب ان امور کی اطلاع بھی نہ تھی تو کس نے گنا تھا کہ اس نے پانچ گھونٹ پئے ہیں یا کم، دوسرے یہ کہ یہ شخص حنفی تھا اور پہلے سے اس کا یہ عقیدہ نہ تھا جس پر عمل کیا اگر پہلے سے شافعی ہوتے تو اس فتویٰ پر عمل کرنا مضائقہ نہ تھا یا اس ابتلاع یا رضا سے پہلے اپنی تحقیق یا کسی کی تقلید سے اس مسلک کی ترجیح ثابت ہو جاتی تب بھی مضائقہ نہ تھا۔ اب تو کھلا ہوا اتباع ہویٰ ہوا۔ (وعظ ایضاً ص ۵۲ اس ۱۸)

کفر پر اصرار

میں ایک مرتبہ موضع سونت گیا وہاں ایک بوڑھے چمار کو دیکھا کہ بہت صاف ستھرا رہتا ہے اور رات کو اٹھ کر رام رام بھی کرتا ہے اور معلوم ہوا کہ اس کے اولاد وغیرہ بھی کچھ نہیں ہے میں نے اس سے کہلایا کہ مسلمان ہو جا اس نے کہا کہ میں اپنے لوگوں سے صلاح

کر کے جواب دوں گا' صلاح کر کے اس نے جواب دیا کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بڑھاپے میں کیوں ایمان کھوتا ہے سچ ہے۔

گراز بسیط زمین عقل منعدم گردد　　　بخود گمان نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

(وعظ ایضاً ص ۴۴ اس ۱۱)

ذاتی اغراض کیلئے حقیقت چھپانا

میرے پاس ایک شخص فرائض لائے اور پوچھا کہ میرا کتنا حصہ ہے؟ بتلا دیا کہ اس قدر ہے ان کو بہت کم معلوم ہوا کہنے لگے کہ میرا حصہ کیوں گھٹ گیا' میں نے کہا کہ فلاں وارث کی وجہ سے کم ہو گیا' اگر وہ نہ ہوتا تو تم کو زیادہ ملتا' کہنے لگے کہ جناب پھر اس کو نہ لکھئے اور اکثر فرائض وہی پوچھتا ہے جس کے قبضہ میں کچھ نہ ہو اور قبضہ چاہتا ہو اور جو قابض ہوتا ہے وہ کبھی فرائض نہیں نکلواتا کیونکہ جانتا ہے کہ تقسیم کرنا پڑے گی اور قبضہ سے شے نکل جائے گی۔

غرض! لینے کے لیے فرائض نکلواتے ہیں دینے کے لیے کوئی نہیں نکلواتے۔ الا ماشاء اللہ تمام عمر میں ایک شخص ایسے آئے کہ بڑے رئیس تھے اور تمام ریاست پر قابض تھے۔ انہوں نے فرائض لکھوائے تھے تاکہ جائیداد موافق شرع شریف تقسیم کر دیں۔ گڑ گاواں کے رہنے والے تھے' کئی بار آئے اور گئے جو ضروری بات اس میں کوئی رہ جاتی تھی اس کے دریافت کرنے کے لیے مکرر سہ کرر آتے اور جاتے اور ان کے سوا جو آتا ہے ایسا ہی آتا ہے جو لینا چاہتا ہے اور دینا نہیں چاہتا۔

ایک بار ایک ایسے ہی شخص آئے اور انہوں نے مسئلہ پوچھا کہ ہماری بہن بے اولاد مر گئی اور خاوند اس کا شیعہ ہے' آیا اس کے خاوند کو بھی عورت کے ترکہ میں سے کچھ ملے گا۔ میں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ملے گا' نصف ترکہ اس کا ہے تو وہ بھی یہ چاہتے تھے کہ خاوند کو نہ ملے' مال بہت تھا اور انہوں نے کہیں سنا تھا کہ شیعہ پر کفر کا فتویٰ ہے تو اس لیے چاہتے تھے کہ اس تاویل سے اس کے خاوند کو کچھ نہ ملے سب مال ہمارے قبضہ میں آئے' کہنے لگے کہ سنیہ کا تو شیعہ سے بوجہ کفر شیعہ کے نکاح نہیں ہوتا تو بھی وہ شوہر ہے میں نے کہا کہ تم کو کچھ خدا کا خوف ہے کہ دوسرے کا حق رکھنا چاہتے ہو اور اگر خوف نہیں تو اچھا حمیت اور

غیرت کہاں اُڑ گئی کہ تھوڑی سی دنیا کے لیے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تمہاری بہن تمام عمر حرام کاری میں مبتلا رہی اور دوسرے یہ تو بتائیے کہ آپ نے نکاح کے وقت کیوں نہ پوچھا کہ خاوند شیعہ ہے اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور تیسرے یہ سچ سچ کہنا کہ اگر یہ مال خاوند کے قبضہ میں ہوتا اور وہ مرتا اور تمہاری بہن کو ملنے کے بعد پھر تمہاری طرف سے منتقل ہونے کا احتمال ہوتا تو کیا اس وقت بھی تم اس نکاح کے صحیح نہ ہونے کی کوشش کرتے۔ میرے پاس بکثرت ایسے سوالات آتے ہیں کہ کوئی بات نکال دو۔ چنانچہ ابھی ایک مسئلہ آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اس کی درخواست تھی کہ کوئی ایسی صورت نکال دو کہ حلالہ نہ کرنا پڑے۔ (ذم ہویٰ ص ۱۵۸ س ۱۱)

مدارس میں باصلاحیت طلباء کا وجود

بغداد میں ایک مدرسہ نظامیہ تھا کہ جس سے بڑے علماء جیسے امام غزالیؒ اور شیخ سعدیؒ پڑھ کر نکلے اور وجہ اس مدرسہ کی بناء کی یہ ہوئی تھی کہ اس زمانہ میں قضاء اور افتاء اور دیگر بڑے بڑے عہدے علماء ہی کو دیئے جاتے تھے تو جس کا باپ مثلاً قاضی ہوتا تھا وہ کوشش کرتا تھا اور دعویٰ استحقاق قضاء کا کرتا تھا خواہ وہ اہل ہو یا نہ ہو تو سلطان وقت نے بمشورہ وزراء و ارکان دولت اس لیے یہ مدرسہ بناء کیا کہ جو اس مدرسہ میں پاس حاصل کرے اس کو یہ عہدے دیئے جائیں گے تا کہ نا اہلوں کو اور جہلاء کو حوصلہ ایسے عہدوں کی درخواست کا نہ ہو تو جس روز اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی ہے اس روز علماء بخارا میں ماتم ہوا تھا کہ آج کی تاریخ سے علم دین دنیا کے لیے پڑھا جائے گا لیکن تاہم ایسے ایسے بڑے بڑے علماء اس میں سے پڑھ کر نکلے کہ فخر علماء ہوئے اور جن کا نظیر اس وقت روئے زمین پر نہیں۔

ایک روز بادشاہ اس مدرسہ کے دیکھنے کے لیے تشریف لائے اور مخفی طور پے طلباء کے خیالات کی آزمائش کی کہ دیکھیں کہ علم پڑھنے سے ان کی کیا غرض ہے چنانچہ ایک طالب علم سے پوچھا کہ آپ کس لیے پڑھتے ہیں اس نے کہا کہ میں اس لیے پڑھتا ہوں کہ میرا باپ قاضی ہے۔ میں اگر عالم بن جاؤں گا تو میں بھی قاضی ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد دوسرے سے پوچھا اس نے کہا کہ میرا باپ مفتی ہے میں مفتی بننے کے لیے پڑھتا ہوں۔ غرض جس سے پوچھا اس نے

کوئی غرض دنیا ہی کی بتلائی۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ افسوس ہے کہ علم دین دنیا کے لیے پڑھا جارہا ہے اور ہزاروں روپیہ مفت میں برباد ہو رہا ہے۔ ایک گوشہ میں امام غزالیؒ بھی خستگی کی حالت میں بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے اس وقت تک یہ طالب علم تھے نہ کوئی جانتا تھا نہ شہرت تھی۔ ان سے دریافت کیا کہ تم کیوں پڑھتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک مالک حقیقی ہے جو سماوات وارض کا مالک ہے اور مالک کی اطاعت ضروری ہوتی ہے کہ اس کی مرضیات پر عمل کرے اور نامرضیات سے بچے۔

سو میں اس لیے پڑھتا ہوں کہ اس کی مرضیات و نامرضیات کی اطلاع حاصل ہو۔ بادشاہ سن کر خوش ہوئے اور ظاہر کر دیا کہ میں بادشاہ ہوں اور کہا کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس مدرسہ کو توڑ دوں مگر تمہاری وجہ سے یہ مدرسہ رہ گیا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۶۰ س ۴)

نفس کی عجیب چالیں

ایک بزرگ ایک حجرہ میں عزلت نشین تھے اور اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً کفار و مسلمین میں مقابلہ پیش ہوا۔ ان بزرگ کے نفس میں خیال آیا کہ چلو جہاد کریں اور شہید ہوں گے پھر سوچا کہ یہ کیا بات ہے نفس نے یہ کیوں تجویز کیا ضرور اس میں کوئی کید خفی ہے۔ بہت سوچنے سے معلوم ہوا کہ نفس نے اس میں اپنے لیے نجات سمجھ کر یہ بات تجویز کی تھی اور سوچا تھا کہ یہ شخص رات دن مجھ کو ستاتا ہے اور میرے سر پر ناگوار امور کے ہر وقت آرے چلاتا رہتا ہے اور طاعت میں ہر وقت مجھ کو گھونٹتا ہے اور کسی وقت چین لینے نہیں دیتا۔ شہید ہونے میں ایک دفعہ پاپ کٹ جائے گا اور مصیبت سے نجات ہو جائے گی۔ جب یہ مکر معلوم ہوا تو انہوں نے نفس کو جواب دیا کہ میں تجھ کو اس مصیبت سے کبھی نجات نہ دوں گا میں تجھ کو یہاں حجرہ میں ہی شہید کروں گا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۶۷ س ۷)

غیر دین کو دین سمجھنا

امام غزالیؒ جب مدرسہ نظامیہ سے فارغ ہو کر نکلے ہیں تو بہت بڑے عالم ہوئے تین سو علماء ان کے ساتھ چلتے تھے ایک مدت تک اسی حالت میں رہے اس کے بعد خدا طلبی کا جوش ہوا اور دل میں آیا کہ سب چھوڑ کر خلوت اختیار کریں ایک مدت امروز فردا میں رہے

آخر ایک بار ترک کر کے صحرا قدس میں جا کر معتکف ہو گئے اور مدت تک سخت مجاہدہ و ریاضت کی اور دس برس تک ان پر قبض واقع رہا اور بجز پوست اور استخواں کے باقی نہ رہا قریب المرگ ہو گئے۔ بعض آس پاس کے رہنے والے ان کی یہ حالت دیکھ کر کسی نصرانی ڈاکٹر کو لائے اور ان کی نبض دکھائی اس نے نبض دیکھ کر کہا کہ ان کو محبت کا مرض ہے اور محبت بھی مخلوق کی نہیں بلکہ خالق کی ہے جب تک ان کو وصل میسر نہ ہو گا شفا نہ ہو گی۔

لقد لسعت حية الهوىٰ كبدى　　فلا طبيب لها ولا راتى

الا الحبيب الذى شغفت به　　فعنده رقيتى و ترياقى

امام غزالیؒ چیخ مار کر بیہوش ہو گئے۔ غرض مدتوں کے مجاہدہ و ریاضت کے بعد کامل ہوئے اور پھر بغداد میں آئے تو اور ہی شان سے آئے کہ علماء وطلباء سب کے امراض روحانی بیان فرماتے تھے اس پر بعض علماء دشمن ہو گئے اور کفر کا فتویٰ ان پر لگایا گیا احیاء العلوم جلائی گئی۔

الحمدللہ! یہ سنت امام غزالیؒ کی ہم کو بھی نصیب ہوئی کہ مجھ پر کفر کا فتویٰ بھی دیا گیا اور میری کتاب ''بہشتی زیور'' جلائی گئی۔ حاصل یہ ہے کہ کسی کے لیے ذوق شوق مصلحت ہے کسی کے لیے گھلنا اور پگھلنا ہی حکمت ہے اس لیے ان خیالات کو چھوڑ کر کام میں لگنا چاہیے۔ غرض کہ مختلف طبقوں میں مختلف اقسام کی ہوا (خواہش نفسانی) پائی جاتی ہے اور کلیات ان سب طبقوں کے تین ہیں ایک ہوا متعلق علوم کے دوسرے متعلق اعمال کے تیسرے متعلق امور تکوینیہ کے علوم کے متعلق جو ہوا ہے اس کا نام بدعت ہے جس کی حقیقت غیر دین کو دین سمجھنا ہے۔

(وعظ ایضاً ص ۷۰ اس ۱۲)

محبت الٰہی پیدا کرنے کا طریقہ

پیلی بھیت میں ایک بزرگ تھے میں نے ان سے ایک دفعہ عرض کیا کہ کوئی بات بتلائیے جس سے خدا تعالیٰ کی محبت ہو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑو؛ میں نے ان کے ارشاد کے موافق اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑا۔ فرمایا کیوں کچھ گرمی پیدا ہوئی' میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمانے لگے بس اسی طرح رگڑتے رگڑتے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ (مقالات حکمت ۱۹۷ اس ۱۴)

حسن تدبیر سے حُسن ظن

ایک شخص کا انتقال ہوا۔لوگ جنازہ کو لیے جا رہے تھے کہ ہوا زور سے چلنے لگی اور مٹی اڑنے لگی۔ایک شاعر صاحب ظریف بھی ساتھ تھے ان کو اس موقع پر مادہ تاریخ انتقال پر یہ سوجھا کہ مٹی خراب ایک صاحب دل بھی اس مجمع میں تھے فرمانے لگے کہ میاں مسلمان کے لیے ایسی بات کیوں کہتے ہو یوں کہو کہ مات بخیر عجب کمال کیا کہ اس میں تمام وہی حروف ہیں جو پہلے مادہ میں تھے صرف ترتیب بدلنے سے کیا سے کیا ہو گیا۔(ایضاً ص ۱۹۸اس ا)

کشف حقائق مقصود نہیں

ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ ایک شخص میرے پاس آئے' فرمانے لگے کہ مجھے اپنا قلب نظر آنے لگا' مدت کی ریاضت سے یہ حاصل ہوا ہے' میں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہوا اس کی تو ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کی نظر دیوار تک پہنچتی ہے دوسرے شخص کو دیوار کی پشت پر جو الماری ہے وہ نظر آنے لگی۔ مثلاً ڈاکٹر آلات کے ذریعے سے جگر وغیرہ دیکھ لیتا ہے یہ تو صاحب آلات بھی کر لیتا ہے پھر کیا کمال ہوا وہ صاحب اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے پھر میں نے سمجھا دیا کہ دیکھئے چار مرتبہ ہیں۔ مرتبہ لاہوت' مرتبہ جبروت' مرتبہ ملکوت' مرتبہ ناسوت۔ مرتبہ لاہوت و مرتبہ جبروت بھی خیر مخلوق ہے۔ غیر مرتبہ صفات اجمالیہ تفصیلیہ اس کا جس قدر انکشاف ہے وہ بے شک مقصود ہے باقی دو مرتبہ جو مخلوق ہیں وہ حجاب ہیں۔ مرتبہ ملکوتی حجاب نورانی ہے اور مرتبہ ناسوتی حجاب ظلمانی۔ حجاب ظلمانی تو حجاب ظلمانی سے حجاب نورانی تک پہنچ گئے۔ یہ کیا کمال ہوا ایک مخلوق سے گزر کر دوسری مخلوق تک پہنچے میں اس سے بھی ترقی کر کے کہتا ہوں کہ مرتبہ ناسوتی چونکہ متبذل و حقیر ہے اس وجہ سے چنداں حاجت نہیں برخلاف مرتبہ ملکوتی کے وہ زیادہ حاجب ہے۔(مقالات حکمت وعظ ذم ہویٰ ص ۲۰۵)

ہر فن کیلئے اُستاد کی ضرورت

حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں:

گر روی صد سال در راہ طلب　　　راہ بر نبود چہ حاصل زاں تعب

ایسی مثال ہے جیسے فنون حیہ میں سے بھی چاہے جس فن کو لے لے تو یوں چاہے کام چلا لے لیکن فن کی مناسبت خواہ کیسا ہی آسان فن ہو بلا استاد کے نہیں حاصل ہو سکتی، گاڑی ہانکنا ہی لیجئے بہت خسیس بات ہے لیکن مشہور بات ہے کسی علم دریاؤ واقعی باریکیاں بلا کسی سے سیکھے نہیں معلوم ہو سکتیں۔ (حسن العزیز ص ۲۸۴ س ۸)

مریض کی ہاں میں ہاں ملانا

میں ہاں میں ہاں ملا دیتا تو اچھا سمجھا جاتا تو ایسی مثال ہوئی کہ کسی نے طبیب سے پوچھا کہ بینگن کھالیا کروں۔ طبیب نے اس کو منع کر دیا کہ مضر ہے مریض نے کہا کہ اجی میرا تو بہت ہی جی چاہتا ہے اس کی تو اجازت ہی دے دو طبیب کا کیا بگڑتا ہے اس نے کہہ دیا کہ کھایا کر اور مر۔ یوں چاہتے ہیں لوگ کہ میں بھی ایسا ہی کیا کروں۔ (ایضاً ص ۳۱۴ س ۵)

کتاب العلم ختم ہوئی۔

(فالحمدللّٰہ رب العٰلمین)

کتاب الصلوٰۃ

بغیر استعداد مسائل دریافت کرنا

میرے پاس ایک مرتبہ ایک مؤذن آیا' کہنے لگا کہ قرآن شریف سے مسح رجل بھی ثابت ہے اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ لا کر دکھایا وہ ترجمہ اگرچہ صحیح اور بامحاورہ ہے لیکن اس کو بھی خود دیکھ کر سمجھنا مشکل ہے اس میں لکھا تھا کہ دھوا پنے منہ اور ہاتھوں کو اور ملوا پنے سروں کو۔ اس کے بعد ہے وارجلکم اس کا عطف ہے ایدیکم پر اور وہ محمول ہے اغسلوا کا ترجمہ یہ لکھا تھا ''اور پیروں کو'' آپ کو بوجہ صرف ونحو نہ جاننے کے یہ تو معلوم نہیں ہوا کہ یہ کس کے ساتھ متصل ہے آپ نے اس کو قریب کے ساتھ متصل کیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص صرف ونحو سے واقف نہ ہوگا وہ قریب ہی کے ساتھ متصل کرے گا اور جاننے والا یہ دیکھ لے گا کہ ارجلکم ہے منصوب لہٰذا مجرور کے ساتھ نہیں ہو سکے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ قرأت بھی دوسری لی جائے اس وقت دوسرے قواعد سے اس عطف کا پتہ چلے گا۔ مجھ کو سخت پریشانی ہوئی کہ اس کو کیونکر سمجھاؤں اور کیونکر کہوں کہ اس کا عطف ایدیکم ہے کیونکہ یہ عطف ہی کو نہیں جانتا اس کے ساتھ دماغ تھکانا فضول ہے کیونکہ یہ اس کی استعداد سے بالکل باہر ہے یہ بھی آج کل مرض ہو گیا ہے کہ لوگ اپنی استعداد سے زیادہ سوال کرتے ہیں۔

استنجا کیلئے ڈھیلے کے استعمال میں حکمت

ایک ڈاکٹر نے مٹی کے ڈھیلے سے استنجا پاک کرنے کے متعلق کہا ہے کہ مٹی بہت سے قروح کا علاج ہے تو پیشاب میں جو مادہ تیزاب کا ہے اس کی مضرت روکنے کے لیے مٹی کا استعمال مصلحت ہے۔

احکام شرعیہ میں سہولت

ایک اور ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دیکھا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کتا برتن کو چاٹ لے تو اس کو سات مرتبہ دھو ڈالو۔ ان سات دفعہ میں ایک

دفعہ مٹی سے بھی دھوڈالو۔اس ارشاد میں مجھے یہ خیال ہوا کہ مٹی سے دھونے کو کیوں فرمایا کہ وہ سات مرتبہ پانی سے دھونا کافی نہیں۔آخر بہت دنوں تک چھان بین اور تلاش کے بعد یہ معلوم ہوا کہ مٹی میں ایک جزونوشادر کا بھی ہے اور نوشادر لعاب کلب کی سمیت کا واقع ہے مگر ہر جگہ وہ میسر نہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز ارشاد فرمائی کہ جو کہ ہر جگہ میسر ہو اور بآسانی میسر ہو یعنی مٹی۔

خشوع کیلئے غیر ضروری حرکات سے بچنا

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے قلب میں خشوع ہوتا تو یہ ایسا ہرگز نہ کرتا۔

نااہل کا امامت کرانا

میرے سامنے کا ایک واقعہ ہے ایک رئیس صاحب کو عید کی امامت کا شوق پیدا ہوا اور وہ امامت کو چلے اسکے قبل کبھی کیوں امامت کی تھی بلکہ شاید نماز کا بھی کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہوا اور وہ بھی کسی مجبوری کی وجہ سے نتیجہ یہ ہوا کہ تکبیرات بھول گئے۔اب کھڑے سوچ رہے ہیں کہ کیا کروں۔ آخر میں نے تکبیرات بتلائیں تو انہوں نے پوری کیں۔ جب یہ حالت ہے تو اب بتلائیے اگر سقے امامت نہ کریں تو کون کریں اور وہ بے چارے بھی آگے نہ بڑھیں تو کون بڑھے؟

نماز پڑھنے سے توبہ

ایک شخص مولوی شیخ محمد صاحبؒ کے پاس چاند کی گواہی دینے آیا۔مولوی صاحب نے ان سے پوچھا کہ نماز بھی پڑھتے ہو کہنے لگا کہ مولوی جی ایک دفعہ سن کر بے نمازی کی جنازہ کی نماز نہیں ہوئی پڑھ لی تھی پھر تو ہماری توبہ ہے۔(التذکیر حصہ دوم وعظ الخلط ص ۶۹ س ۱)

نماز کیلئے زبردستی

ایک مرتبہ ایک مولوی دہلوی سادھورہ گئے ایک شخص کو نماز کی تاکید کی اس نے نیت نماز کی اس طرح باندھی' نیت کرتا ہوں نماز کی واسطے اللہ تعالیٰ کے' ظلم اس مولوی کا اللہ اکبر'

سوایک قسم کے تو ایسے لوگ ہو گئے۔ (اشرف المواعظ حصہ دوم التذکیر وعظ الخلط ص ۶۹ س ۴)

نماز میں بھولی ہوئی چیزیں یاد آنا

شیطان کے ناگوار ہونے پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آیا کہ میں نے اپنے گھر میں کچھ مال دفن کیا تھا اور وہ اب یاد نہیں کہ کہاں دفن کیا تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ نماز پڑھنا شروع کر دو اور جب تک یاد نہ آئے پڑھتے رہو چنانچہ اس نے نماز شروع کی۔ پس فوراً ہی یاد آ گیا اگر کوئی کہے کہ یہ تو خوب نسخہ ہاتھ آ گیا بہت سی چیزیں ہم کو یاد نہیں رہتیں۔ اب اس تدبیر سے یاد ہو جایا کریں گی۔

لیکن خوب یاد رکھو! کہ بھولنے کی دو علتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ شے متخیلہ کے اندر ہے لیکن شیطان نے محزوں کرنے کے لیے دماغ میں تصرف کر کے اس کو بھلا دیا۔

کقوله تعالیٰ وما انسانیه الا الشیطٰن ان اذکره.

سوایسی بھولی ہوئی شے بعلت مذکور نماز سے یاد آ سکتی ہے۔ دوسری علت یہ ہے کہ متخیلہ ہی میں کچھ فتور ہے سو اس کے لیے یہ تدبیر مؤثر نہ ہوگی۔ اس کو پہچاننا صاحب بصیرت امام ابوحنیفہؒ جیسے بزرگ کا کام ہے اس لیے نماز کو نسیان عام علاج سمجھنے کا شبہ جاتا رہا۔ (ایضاً ص ۵۷ س ۲۲)

کتاب الصلوٰۃ ختم ہوئی۔

کتاب الحج

عیب دار جانور کی قربانی

کانپور میں ایک مستری تھے انہوں نے ایک بھیڑ خریدی کوئی عیب ایسا نہ تھا جو اس میں نہ ہو لیکن ہر عیب تہائی سے کم تھا' ضابطہ اور قانون کی رو سے اس بھیڑ کی قربانی جائز تھی ایک شخص نے کہا کہ میاں ایسی بھیڑ کیوں کرتے ہو کیا اچھا جانور میسر نہیں آتا' کہنے لگے کہ واہ ہماری بیوی کہتی ہے کہ جائز ہے اور گھر پہنچے بیوی سے تذکرہ کیا کہ ایک شخص نے تمہارے مسئلہ پر اعتراض کیا' بیوی نے فوراً اردو کا شرح وقایہ نکالا اور قربانی کا بیان نکال کر نشانی رکھ کر باہر بھیج دیا کہ دکھلادو ان کو۔

نیت کے ساتھ کوشش بھی کرنا

حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ سے ایک تاجر نے ممبئی میں کہا کہ حضرت دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھے حج نصیب کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شرط سے دعا کروں گا کہ جس روز جہاز چلے اس روز کامل اختیار تم مجھے اپنے اوپر دے دینا' کہنے لگے کہ حضرت اس میں کیا مصلحت ہے آپ نے فرمایا کہ مصلحت یہ ہے کہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں بٹھلا دوں گا اور پھر خدا تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تمہیں صحیح و سالم پہنچا کر حج کرا دے ورنہ میری خالی دعا کرنے سے کیا ہوگا جب کہ تم ممبئی سے باہر نکلنے ہی کا قصد نہ کرو۔

غرض محض دعا کرانے سے کام نہیں چلتا۔ ضرورت اس کی ہے کہ اول کوشش کی جائے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا کی جائے البتہ جو کام ایسے ہیں کہ ان میں تدبیر کو بالکل دخل نہیں وہاں نری دعا ہی کافی ہے۔ مثلاً بارش کا ہونا کہ وہ محض خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور بعض چیزیں بین بین ہیں۔ جیسے خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرنا ان میں نہ تو نری تدبیر پر اکتفا کیا جائے کہ وہ بسا اوقات ناز اور عجب کا باعث ہو جاتی ہے اور نہ نری دعا پر بس کیا جائے کہ وہ کچھ مفید نہیں۔

بیت اللہ پر نظر پڑتے ہی جاں بحق

ایک وکیل صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ ایک بزرگ صاحب حال جن کو لوگ مسخرا سمجھا کرتے تھے حج کرنے کے لیے جب خانہ کعبہ کے سامنے پہنچے تو مطوف کی زبان سے یہ نکلا کہ یہ ہے کعبہ۔ اس وقت ان پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوئی اور یہ شعر ان کی زبان سے نکلا:

چو رسی بہ کوئے دلبر بہ سپار جان مضطر　　　کہ مباد بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

یہ کہتے ہی ایک چیخ ماری اور جاں بحق ہو گئے اور سینکڑوں اولیاء اللہ کی حکایتیں ہیں کہ ایسے اوقات میں ان کی جان نکل گئی۔

عمدہ جانور ذبح کرنا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ناقہ ذبح کی تھی جس کی قیمت تین سو اشرفیاں تھیں۔

تمام انبیاء علیہم السلام کامل الایمان ہوتے ہیں

قالوا ماھذہ الا ضاحی یا رسول اللّٰہ قال سنۃ ابیکم ابراھیم۔ صحابہ نے استفسار کیا کہ یارسول اللہ! قربانی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اب اس کی تحقیق سمجھو کہ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ کیا تھا انہوں نے کون سا فعل کیا تھا سو گو انہوں نے ایک دنبہ ذبح کیا تھا مگر یہ دیکھو کہ وہ کس کا قائم مقام تھا سو وہ بیٹے کا قائم مقام تھا اس کا قصہ اول یہ ہوا تھا کہ خواب میں دیکھا تھا:

انّی ارٰی فی المنام انّی اذبحک فانظر ماذا ترٰی

کہ ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ بیٹے کو ذبح کرو جس کو انہوں نے اپنے بیٹے اسمٰعیل سے ذکر کیا اس کی نسبت بعض لوگ یہ سمجھے کہ رائے دریافت کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا "**یا ابت افعل ما تؤمر**" اے باپ! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم ہوا اور یہ سمجھ کر ان کو شبہ ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) تردد تھا:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو تردد نہ تھا کہ انبیاء میں اس کا احتمال ہی نہیں بعض اہل ظاہر اس کے قائل ہوئے ہیں کہ گو تردد نہ تھا مگر اس وقت بیٹے میں باپ سے زیادہ استقلال تھا جیسا کہ ان کے سوال ''ماذا تریٰ'' میں ان کے جواب ''افعل ما تؤمر'' میں موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے پھر اس تفاوت کا ایک نکتہ بیان کیا جو عوام کو پسند بھی آئے گا مگر ابراہیم علیہ السلام کی اس میں صریح تنقیص ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ابراہیم علیہ السلام کے بدن میں تھا اس کی وہ برکت تھی کہ ابراہیم علیہ السلام میں کسی قدر استقلال تھا کہ آگ میں ڈالے گئے اور مضطرب نہ ہوئے جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ نور ان میں منتقل ہو گیا اس واسطے وہ اسی درجہ میں مستقل المزاج ہو گئے تھے مگر اس توجیہ سے میرا تو رونگٹا کھڑا ہوتا ہے کیا توجیہ کی ہے کہ اتنے بڑے پیغمبر کی جناب میں گستاخی کی بھی پروا نہ کی۔ پس ایسی توجیہ رہنے دیجئے۔

زعشق ناتمام ماجمال یار مستغنی ست بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

کتاب الحج ختم ہوئی۔

کتاب المعاملات

ناحق قبضہ کا انجام

کانپور میں ایک شخص تھے اس نے مسجد کا ایک کونہ دبالیا۔ ایک درویش آئے ان سے ہم نے شکایت کی۔ انہوں نے کہا کہ خوش رہو وہ کونہ اب سارے مکان کو مسجد میں لائے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ان کو حاجت شدید پیش آئی اور وہ گھر ان کو بیچنا پڑا اور مسجد میں خرید کر شامل کر دیا۔ (وعظ انعاء الجازفتہ دعوات جلد ۶ ص ۱۳۹ س ۱۴)

ہمدردانِ قوم کا ظلم

میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ریل میں سوار ہوئے۔ ایک قلی کے سر پر ان کا اسباب تھا' اسباب کو رکھوا کر انہوں نے قلی کو ایک گھسی ہوئی دوانی دی اس نے کہا کہ حضور یہ تو خراب ہے کہنے لگے کہ ہم کیا کریں اس نے کہا بدل دیجئے' کہنے لگا کہ ہم نہیں بدلتے اس نے کہا کہ صاحب میں کیا کروں گا' کہنے لگا چلا دینا' اس نے کہا کہ میں کیسے چلا دوں گا' تو کہتے ہیں کہ جیسے ہم نے چلا دی۔ بھائی تم نے تو اس لیے چلا دی کہ تم بڑے شخص ہو اگر اس قلی کو بھی کوئی ایسا ذلیل مل جائے جس کی ذلت کی نسبت اس کی ذلت کے ساتھ ایسی ہو جیسی اس کی ذلت کی نسبت تمہاری عزت کے ساتھ تو وہ بھی چلا دے گا مگر اس کو ایسا شخص کہاں ملے گا۔ آخر وہ روتا ہوا واپس چلا گیا اور گاڑی چھوٹ گئی۔

ایسا افسوس ہوا کہ جب یہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر ہمدردی کے لیکچر دیتے ہیں اس وقت ان کی زبان کیسی چلتی ہے اور کس قدر زور ہوتا ہے جس سے معلوم ہو۔ ان کے برابر دنیا میں بھی کوئی ہمدرد نہیں اور اعمال کی یہ حالت ہے۔

صاحبو! میں بقسم کہتا ہوں کہ مذہب کا پابند ہو کر تو ہمدردی کرنا ممکن ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ نرے تمدن سے کوئی بھی ہمدرد نہیں ہو سکتا۔ (وعظ تفصیل التوبہ)

کتاب العادات

ہرنا گوارامر پر مومن کیلئے اجر

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ شب کے وقت گھر میں چراغ گل ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اناللہ والیہ راجعون)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں کہ حضور! یہ بھی کوئی مصیبت ہے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ معلوم تو تھا کہ اناللہ مصیبت کے وقت پڑھا جاتا ہے لیکن ان کو اس واقعہ کی مصیبت ہونے میں تامل تھا کیونکہ ظاہراً واقعہ معمولی بات تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بات مؤمن کو ناگوار ہو وہ مصیبت ہے اور چراغ کے گل ہونے سے جب کہ قصد نہ ہو ناگواری ہوتی ہے لہٰذا یہ بھی مصیبت ہے۔ (نسیان النفس وعظ سوم)

محبوب کی طرف سے ہر تصرف گوارا ہونا

مشہور ہے کہ ایک شخص بیوی پر توجہ نہ کرتا تھا اور بازاری عورت سے تعلق پیدا کرلیا تھا' بیوی کو یہ خیال ہوا کہ شاید وہ بازاری مجھ سے زیادہ حسین ہو لیکن تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل کالی بھجنگ ہے سخت تعجب ہوا اور اب وہ اس فکر میں لگی کہ آخر اس میلان کا سبب کیا ہے' چھان بین سے معلوم ہوا کہ جب وہ شخص اس کے پاس جاتا ہے تو وہ دور ہی سے دیکھ کر اس کو برا بھلا کہنا شروع کرتی ہے اور خوب جوتیوں سے خبر لیتی ہے کہنے لگی کہ کیا مشکل ہے آج سے میں بھی یہی وطیرہ اختیار کروں گی۔ چنانچہ جب شوہر آیا تو اس نے دروازہ ہی سے اس کی خبر لینا شروع کی اور خوب جوتیوں سے پیٹا' کہنے لگا کہ بس اب میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ آج تک تجھ میں یہی کسر تھی سو وہ اب پوری ہوگئی۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ محبت میں اگر محبوب کی طرف سے کوئی مصیبت آوے تو وہ موجب فرح ہوا کرتی ہے حالانکہ یہ محبت مجازی چیز ہی کیا ہوتی ہے اس محبت کی حقیقت یہ ہے:

عشقہائے گز پئے رنگے بود　　عشق نبود عاقبت ننگے نبود

البتہ خدا تعالیٰ سے جو محبت ہو وہ قابل اعتبار ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

عشق بامردہ نباشد پائیدار　　عشق را باحی باقیوم دار

(وعظ ایضاً ۱۸)

لایعنی کلام کی مذمت

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ کسی شخص کے مکان پر گئے اور دروازہ پر جا کر آواز دی' گھر میں سے جواب آیا کہ وہ نہیں ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں گئے' جواب آیا کہ معلوم نہیں لکھا ہے کہ اپنے اس سوال پر کہ کہاں گئے ہیں تیس برس روتے رہے کہ میں نے ایک لایعنی سوال کیوں کیا۔ (وعظ ایضاً)

کم گوئی اور شیطان سے حفاظت کا طریقہ

مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند کے والد مولانا فرید الدین صاحبؒ کی نسبت سنا ہے کہ وہ بہت ہی کم بولتے تھے اور بلا کسی شدید ضرورت کے نگاہ کبھی اوپر نہیں اٹھاتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ان سے کوئی بات پوچھتا تو زبان سے جواب دیتے لیکن منہ نہ اٹھاتے تھے صرف اس لیے کہ بلا ضرورت کیوں نگاہ کو صرف کیا جائے۔ نیز قرآن شریف میں حکم بھی ہے:

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم

دوسری جگہ ارشاد ہے:

الذی یمشون علی الارض ھونا یعنی **غاضین ابصارھم** اہل لطائف نے لکھا ہے کہ شیطان نے بنی آدم کو بہکانے کی چار سمتیں بیان کی ہیں۔

ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم

اور دو سمتوں کو بیان نہیں کیا یعنی فوق اور تحت اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سمتیں محفوظ ہیں لیکن اوپر سے مراد دہلی کے چاندنی چوک کا کوٹھا نہیں ہے بلکہ آسمان مراد ہے لیکن ہر وقت اوپر دیکھنا بہت دشوار تھا اس لیے سب سے اسلم سمت تحت ہے باقی چار سمتیں قدام۔

خلف یمین شمال ان کی حالت ہے کہ ان کی طرف دیکھنے میں اکثر انسان فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی سبب سے بعض اکابر نے یہاں تک کیا ہے کہ شہر کو چھوڑ کر جنگل میں بود و باش اختیار کر لی۔ شیخ سعدیؒ نے ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے:

بزرگے دیدم اندر کوہسارے　　نشستہ از جہاں در کنج غارے
گفتم چرا بشہر اندر نیائی　　کہ بارے بندے از دل برکشائی
بگفت آنجا پری دیاں تغزند　　چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

اسی حالت کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

زاہدانہ داشت تاب جمال پری خاں　　کنجے گرفت وترس خدارا بہانہ ساخت

بہر حال ایسا ہوتا ہے اور اس کا علاج یہی ہے کہ ان چاروں سمتوں کی جانب دیکھنا بہت کم کر دیا جائے اور اوپر دیکھنے میں گرنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ پس تجربہ عقل و نقل سب سے معلوم ہو گیا کہ حفاظت اور امن کی سمت سمتِ تحت ہے۔ (وعظ ایضاً)

عوام الناس کا غیر متعلقہ سوالات کرنا

مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے پاس ایک رنگریز آیا۔ کہنے لگا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ میاں تم جا کر کپڑے رنگو جب تمہارے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدمہ آئے گا تو لینے سے انکار کر دینا اور کہہ دینا کہ میں نے اس کی تحقیق کی تھی مگر مجھے کسی نے بتلائی نہیں۔

ایک اور صاحب ایک مولوی صاحب کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی بابت دریافت کرتے ہوئے آئے کہ وہ ایماندار تھے یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ تم کو نماز کے فرائض معلوم ہیں یا نہیں، کہنے لگا کہ نہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ غضب کی بات ہے کہ نماز جس کا سوال سب سے اول قیامت میں ہوگا اس کے وہ فرائض جن سے دن میں پانچ مرتبہ کام پڑتا ہے اور جن کے معلوم نہ ہونے سے احتمال ہے کہ وہ فوت ہو جائیں تو نماز ہی نہ ہو ان کی تم کو خبر نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان جس کی بابت یقیناً ہم سے نہ قیامت میں سوال ہوگا نہ دنیا کا کوئی کام اس علم پر موقوف اس کی تحقیق کی جاتی ہے۔ (وعظ ایضاً)

بزرگوں کی مختلف شانیں

ایک شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ بزرگوں کی شان اوران کے حالات کس طرح مختلف ہوتے ہیں انہوں نے جواب دیا فلاں مسجد میں تین بزرگ بیٹھے ہیں ان کے پاس جاؤ معلوم ہوجائے گا کہ بزرگوں کے حالات میں کیا فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور جا کر دیکھا کہ کوئی بے ادب آیا اوران بزرگوں میں سے ایک کے چپت رسید کیا۔ انہوں نے اُٹھ کراتنے ہی زور سے ایک چپت اس کے بھی ماردیا اور پھر بیٹھ کروہیں مشغول ہوگئے اس کے بعد وہ دوسرے بزرگ کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت ان کے بھی ماردیا' وہ بولے بھی نہیں اور اپنے کام میں لگے رہے اوران کے بعد تیسرے کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت ان کے مارا انہوں نے اٹھ کر فوراً اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اوراس کو دبانا اور پیار کرنا شروع کیا۔ کہنے لگے! تمہارے ہاتھ میں بہت چوٹ لگی ہوگی یہاں سے یہ تماشا دیکھ کران بزرگ کے پاس گیا اور تمام ماجرا بیان کیا' کہنے لگے! کہ بس اتنا ہی فرق ان تینوں کے حالات اور شان میں بھی ہے تو دیکھ لیجئے کہ جو غیر صابر تھے اورانتقام لیے بغیر نہ رہ سکے وہ بھی لایعنی کے مرتکب نہیں ہوئے یعنی مارنے والے سے یہ سوال تک بھی نہیں کیا کہ تونے ایسی حرکت کیوں کی بلکہ جزاء سیئة سیئة بمثلها پر عمل کرکے ایک چپت خود بھی اس کو ماردیا پھر اپنے کام میں لگ گئے۔ آج یہ حالت ہے کہ اگر ایک ذراسی بات کسی کو کہہ دیجئے پھر دیکھئے کیا قیامت قائم ہوتی ہے بلکہ بلاوجہ بھی لوگ سر ہوجاتے ہیں۔ میرے ایک دوست مولوی اسحاق علی صاحب فرماتے تھے کہ میرے ملنے والوں میں سے کوئی شخص ہیں اس خیال کی بناء پر میں نے نہایت تپاک سے سلام کیا' قریب آئے تو معلوم ہوا کہ یہ تو کوئی دوسرے صاحب ہیں اپنے دھوکہ کھانے پر میرے منہ سے لاحول نکل گئی۔ بس وہ شخص سر ہوگیا کہ تم نے مجھ کو شیطان سمجھا اس لیے لاحول پڑھی۔ اب یہ کتنا ہی سمجھاتے ہیں خوشامد کرتے ہیں وہ مانتا ہی نہیں' بڑی دور تک ان کے پیچھے پیچھے چلا۔ آخر شاید کسی گلی میں نظر بچا کر گھس کر جلدی سے نکل گئے جب پیچھا چھٹا۔ غرض یہ حالت ہے ہم لوگوں کے دینداروں کی حالانکہ پہلے لوگوں نے اس قدر احتیاط کی ہے کہ فضول باتوں سے بھی بچے ہیں۔ (وعظ ایضاً)

فضول کھیلوں میں مشغولی کا انجام

میں نے اپنے استاد علیہ الرحمتہ سے سنا ہے کہ ایک شخص شطرنج کھیل رہے تھے اور ان کا لڑکا بیمار پڑا ہوا تھا۔ اثناء شغل میں کسی نے آ کر اطلاع کی کہ لڑکے کی حالت بہت خراب ہے، کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے تھوڑی دیر میں پھر کسی نے آ کر کہا کہ وہ مر رہا ہے، کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور یہ کہہ کر پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد کسی نے آ کر کہا کہ لڑکے کا انتقال ہو گیا، کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں۔ یہ سوال و جواب سب کچھ ہو گیا لیکن ان کو اٹھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ جب شطرنج بازی ختم ہوئی تو آپ کی آنکھیں کھلیں اور ہوش آیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، فرمائیے کہ جس کھیل کا انجام یہ ہو اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ (وعظ ایضاً)

غیبت سے روکنے کا طریقہ

ایک شخص کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو۔ (وعظ ایضاً)

مرزا صاحب کی نازک مزاجی

حضرت میر درد دہلویؒ کو سماع سننے سے کچھ رغبت تھی ان کی نسبت حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ سے آ کر کسی نے کہا کہ حضرت میر درد سماع سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی کوئی کانوں کا بیمار ہے کوئی آنکھوں کا بیمار ہے۔ مرزا صاحب کے اس مقولہ سے اکثر جاہلوں نے یہ سمجھا کہ مرزا صاحب حسن پرست تھے حالانکہ یہ اعتراض بالکل غلط اور بہتان ہے اصل یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بچپن کے واقعات اس کی تائید کرتے ہیں یعنی مرزا صاحب کی نسبت یہ مشہور بات ہے کہ شیر خوارگی کے زمانہ میں آپ کسی بدصورت عورت کی گود میں نہ جاتے تھے حالانکہ اس وقت آپ کو خوبصورتی، بدصورتی کا ادراک بھی نہ تھا لیکن لطافت روح کے باعث آپ کو بدصورت آدمی سے اسی وقت تکلیف ہوتی تھی اور اس کا اثر بڑے ہو کر بھی تھا۔ غرض اس قسم کے حضرات ایسے لوگوں کا منہ وقت بند کر دیتے ہیں اور جو لوگ

احتیاط نہیں کرتے وہ ان آنے والوں کی بدولت اکثر گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں حالانکہ ان کو سمجھنا چاہیے کہ

ہر کہ عیب دگراں پیش تو آورد و شمرد　　بے گماں عیب تو پیش دگراں خواہد برد

اس لیے میں نے کہا تھا کہ مقتداء لوگ باستثنا محتاطین کے زیادہ اس آفت میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ (ایضاً)

اہل حق کے کلام کا قلب پر اثر ہونا

مجھے ایک انسپکٹر ڈاک خانہ جات ملے وہ طالب حق تھے اور طلب حق کا خاصہ ہے کہ اس میں حقیقت کا انکشاف ہوجاتا ہے وہ ایک صاحب کی بابت کہ وہ اس دنیا میں جس کو آج کل اخباری دنیا کہا جاتا ہے بہت مشہور ہیں کہتے تھے کہ مجھے ان کی معیت میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور میں ان کی تقریریں سن کر سمجھا کرتا تھا کہ ان کے برابر کوئی محقق نہیں لیکن جب سے میں نے اہل حق کی تقاریر سنی کہ جن کو نہ لیکچر دینا آتا ہے نہ وہ بڑے بڑے الفاظ بولتے ہیں اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اصل حکم کیا چیز ہے اور کہتے تھے کہ غور کر کے اہل حق کے اور جدید طرز کے لوگوں کی تقریر میں جو فرق میں نے سمجھا وہ یہ ہے کہ جدید طرز کی تقریریں پہلی نظر میں تو نہایت وقیع اور مؤثر ہوتی ہیں اور حق انہیں میں منحصر معلوم ہوتا ہے لیکن جب ان میں غور کیا جائے تو ان کی حقیقت کھل جاتی ہے اور ان کا لچر اور کمزور اور خلاف واقع ہونا اور پر تلمیع ہونا معلوم ہوتا جاتا ہے اور اہل حق کی تقریریں نظر اول میں بیرنگ اور پھیکی معلوم ہوتی ہیں لیکن جتنا ان میں غور کیا جائے تو ان کی قوت اور مطابق واقع ہونا معلوم ہوتا ہے اور قلب پر نہایت گہرا اثر ان کا ہوتا ہے کہ ان کے سامنے تعلیمات قلب سے ڈھل جاتی ہیں۔ (تعلیم البیان وعظ چہارم جلد ۵)

لاعلمی کا اظہار کرنا

ہمارے بزرگوں کا طریقہ پڑھانے کا یہی تھا کہ وہ حضرات محض کتابوں کو حل فرمادیتے تھے اور زائد کچھ نہ بتلاتے تھے۔ ہاں اگر کوئی بہت ہی ضروری بات ہوتی تو اس کو فرمادیتے تھے اور پڑھانے میں ایک اس امر کی بھی رعایت ضروری ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو تو اس کو صاف صاف کہہ دے یہ طریقہ حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے موروث چلا آتا ہے اس طریقہ

میں یہ نفع ہے کہ طالب علم کو منصف پر ہمیشہ وثوق برستا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مجھے جو کچھ بتلایا جارہا ہے سب صحیح ہے اور جہاں اس طریقہ پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ بات کو بنایا جاتا ہے اور اکثر طالب علم ان کی ہٹ دھرمی کو سمجھ جاتا ہے تو وہاں مصیبت ہوتی ہے جھک جھک میں سبق بھی خراب ہوتا ہے اور یہی بدخلقی طالب علم بھی سیکھتا ہے۔ (وعظ ایضاً)

مشتبہ دعوت

مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کی مشہور کرامت تھی کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مشتبہ کھانا کبھی ہضم نہیں ہوا۔ اسی وقت نکل جاتا تھا ورنہ ظلمت اور پریشانی قلب تو ضرور ہوتی ہے تو کھانا ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں حکومت وغیرہ کسی چیز کا واسطہ نہ ہو کیونکہ دعوت واجب تو ہے نہیں مستحب ہے اور حرام کھانا کھلانا حرام ہے تو جس کے پاس حلال کھانا نہ ہو اس کو کسی کی دعوت نہ کرنا چاہیے اور اس کی ضرورت کیا ہے کہ مرغن ہی کھلاؤ۔ (تعظیم الشعائر وعظ جلد ششم)

دعوت میں سادگی اور اخلاص

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک حکایت بیان فرماتے تھے کہ دیوبند میں ایک عبداللہ شاہ تھے، گھاس کھودا کرتے تھے واقعی فقیری ان کی تھی اور آج کل تو فقیری دعوتیں کھانے کا نام رہ گیا ہے تو وہ روزانہ آٹھ پیسے کو گھاس بیچتے تھے جس میں سے چار پیسے والدہ کو دیتے تھے اور دو خدا واسطے فقیروں کو دے دیتے تھے اور دو اپنے خرچ کے لیے خود رکھتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے ان حضرات سے کہا کہ مولوی صاحبو! میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! آپ کے پاس ہے کہاں جو دعوت کریں گے، فرمایا وہ جو خیرات کے پیسے نکالتا ہوں وہ جمع کرلوں گا سب نے منظور کرلیا واقعی دعوت بھی ایسوں کی کرے آج کل تو اگر مرغی نہ ہو تو دعوت قبول نہیں کرتے۔ میرے ماموں ایک پیرزادے کی حکایت بیان کرتے تھے کہ وہ ایک جگہ پہنچے اور اپنی ایک مریدنی کے یہاں ٹھہرے اس نے طعام کا سامان کیا تو ایک دوسری مریدنی آئی اس نے اصرار کیا کہ میرے یہاں کھانا کھا لیجئے، پہلی مریدنی نے کہا کہ تیرے یہاں کیسے کھا سکتے ہیں ٹھہرے تو میرے یہاں دونوں میں خوب لڑائی ہونے لگی تو پیرزادے نے کہا کہ اس میں لڑائی کی کیا بات ہے آج تو یہاں کھانے دو

تمہارے یہاں پھر کھالیں گے تو اس نے کہا بہت اچھا مگر میں نے آج مرغ پکایا تھا مرغ کا نام سن کر تو پیر پھسل پڑے، پہلی سے کہنے لگے کہ بی پھر تمہارا ہی کیا حرج ہے آج اسی کے یہاں کھانے دو تو پہلی مریدنی نے دوسری کو بڑی فحش بات کہی کہ جا تو ہی پیر سے ایسا کام کرالے۔ خلاصہ یہ آج کل کی پیرزادگی تو یہ رہ گئی ہے۔ ایک یہ حضرات تھے کہ گھاس کھودنے والے کی خشک دعوت قبول فرمائی اس سے بھی زیادہ میں سناؤں۔ مولانا گنگوہیؒ ایک حکیم صاحب کے مکان پر تشریف لائے تو حکیم صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میرے یہاں تو آج فاقہ ہے اگر اجازت ہو تو اور کسی دوست کو کھانا پکانے کا مشورہ دوں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ میں تو تمہارا مہمان ہوں اگر تمہارے یہاں فاقہ ہے تو ہم فاقہ ہی سے رہیں گے۔ سبحان اللہ! یہ حضرات ہیں اللہ والے شام کو مغرب کے قریب حکیم صاحب کے پاس کہیں سے کچھ روپے آ گئے تو خوب دعوت کی۔ (وعظ ایضاً)

عورتوں میں ناشکری

مولوی عبدالرب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں سے جب کبھی پوچھا جاتا ہے کہ تم کو کچھ کپڑوں کی ضرورت ہے یا کافی مقدار میں موجود ہیں تو یہی کہیں گی کہ میرے پاس کیا ہے وہ چیتھڑے اور جب برتنوں کا ذکر آتا ہے تو کہتی ہیں کیا ہے دو ٹھیکرے جوتوں کی نسبت پوچھو تو کہتی ہیں کیا ہے دو لتھیڑے یہ نرا قافیہ بندی نہیں حقیقت یہی ہے کہ اس فرقہ کے اندر شکر گزاری مطلق نہیں الا ماشاء اللہ۔ (وعظ ذکر الموت وعظ پنجم جلد ۶)

غیبت کا عملی علاج

حضرت معروف کرخیؒ کی حکایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں مرید شراب خانہ میں مست پڑا ہے۔ حضرت کو غیبت کرنا اس کا برا معلوم ہوا اور اس کو سزا دینا چاہا' زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا' فرمایا کہ جاؤ کہ اس کو کندھے پر اٹھا لاؤ یہ بہت چکرائے اور پچتائے لیکن کرتے کیا پیر کا حکم تھا' شراب خانہ میں گئے اور اس کو کندھے پر لا رہے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ بھائی ان صوفیوں کا بھی کچھ اعتبار نہیں دیکھو دونوں نے شراب پی ہے ایک کو تو نشہ ہو گیا دوسرے کو اب ہو گا دونوں اپنا عیب چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (وعظ ایضاً)

اہل اللہ کی اپنے عیوب پر نظر

ایک بزرگ سے کسی نے یزید کے بارے میں پوچھا تھا کہ یزید کیسا تھا' فرمایا کہ یزید شعر گوئی میں بڑا ماہر تھا' دیکھئے اس شیخ نے یزید کی بھی ایک مدح کی اس لیے کہ ان حضرات کو بجز اپنے عیوب کے دوسرے کے عیوب میں سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ (التصدی للغیر)

ڈاڑھی کا استہزا کفر ہے

ہمارے وطن میں ایک ماسٹر عارضی طور پر آئے ہوئے ہیں اور داڑھی منڈاتے ہیں ان سے جب داڑھی رکھنے کو کہا تو کہنے لگے کہ داڑھی تو بکرے کے ہوا کرتی ہے افسوس ہے کہ لوگ مولویوں کو فتویٰ تکفیر میں متعصب بتلاتے ہیں لیکن ان کو انصاف کرنا چاہیے کہ کیا یہ بات بھی کفر کی نہیں' میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ ایک ایسا شخص جس کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام داڑھی رکھتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے سب نے رکھی اور پھر وہ یہ کہے کہ داڑھی تو بکرے کی ہوتی ہے کیا آپ لوگ انصاف کی رو سے اس کو مسلمان کہیں گے دیکھو اگر کوئی شخص عدالت کی توہین کرنے لگے تو وہ کتنا بڑا مجرم سمجھا جاتا ہے تو کیا یہ توہین عدالت کی توہین سلطنت کی توہین ہے۔ اسی طرح اسلام کے کسی حکم کی توہین شارع علیہ السلام اور ربانی اسلام یعنی خدا تعالیٰ کی توہین ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ کی توہین کرنے کے بعد بھی ایمان نہیں گیا تو گویا ایمان سریش اور گوند ہوا کہ وہ ایسا چپکا ہے جو کسی طرح چھوٹتا ہی نہیں۔ صاحبو! اسلام ایسا سستا اور اتنا بے غیرت نہیں ہے کہ اس کو کوئی شخص دھکے بھی دے اور وہ نہ ٹلے۔ (آثار الجنتہ جلد پنجم)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تو کوئی مخدوم نہیں ہے پھر دیکھ لیجئے کہ حضور کی کیا حالت تھی۔ فرماتے ہیں: انی اکل کما یاکل العبد کہ میں کھانا اس طرح کھاتا ہوں جیسے کوئی غلام کھاتا ہے جس میں کوئی تجبر اور تکبر کا نام نہیں ہوتا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آگے نہ چلتے تھے بلکہ کچھ صحابہؓ آگے ہوتے تھے اور کچھ برابر

میں ہوتے تھے اور کچھ پیچھے ہوتے تھے اور یہ کسی کا آگے اور کسی کا پیچھے چلنا بھی کسی خاص نظم اور ترتب سے نہیں تھا۔ جیسے آج کل بادشاہوں اور بڑے لوگوں کی عادت ہے جب چلتے ہیں تو باقاعدہ کچھ لوگ ان کی عزت وشان بڑھانے کو ان کے آگے پر جمائے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ اس کے پیچھے ہوتے ہیں سو یہ نہ تھا بلکہ جس طرح بے تکلف احباب ملے جلے چلتے ہیں کہ کبھی کوئی آگے ہوگیا اور کبھی کوئی پیچھے ہوگیا اسی طرح چلتے تھے۔ لباس کی یہ شان تھی کہ ایک ایک کپڑے میں کئی کئی پیوند لگا کر پہنتے تھے' آرام کرنے کی یہ حالت تھی کہ ٹاٹ کے اوپر آرام کرتے تھے معاشرت کی یہ حالت تھی کہ اپنا کاروبار خود کرتے تھے بازار سے ضرورت کی چیزیں جا کر خرید لاتے تھے۔ غرض یہ سب افعال جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منقول ہیں تو کس لیے کیا اس لیے کہ ہم سنیں اور پرواہ بھی نہ کریں۔ (العمل العلماء جلد۵)

غیر ضروری بناؤ سنگھار

ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ ان کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی ان کو گھر پر جا کر آواز دیتا تو کم سے کم نصف گھنٹہ میں تو باہر آتے اس کی وجہ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس وقت پکارنے کی آواز گھر میں پہنچتی ہے تو وہ آئینہ اور کنگھا طلب کرتے اور نہایت تکلف سے بالوں کو درست کر کے مانگ نکال کر داڑھی میں کنگھا کر کے ایک ایک بال کو موزوں بنا کر غرض دلہا بن کر تشریف لاتے تھے (ع جنون وخبط نہ کہئے اسے تو کیا کہئے ۱۲ جامع) اکثر متکلفین کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس ایک دو جوڑہ محض اس کام کے لیے رہتا ہے کہ جب باہر نکلیں اور جب واپس آئیں تو پھر وہی لنگوٹی یا سڑے ہوئے کپڑے ان کا لباس گویا ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانے کے اور اور ان لوگوں کو شیطان نے یہ دھوکہ دیا ہے کہ ان اللہ جمیل ویحب الجمال اور جب خدا تعالیٰ کو جمال پسند ہے تو ہم کو بھی جمیل بن کر رہنا چاہیے لیکن میں ان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر یہ تزئین محض جمال کی وجہ سے ہے تو اس کی کیا وجہ کہ محض جلوت میں یہ تکلف کا لباس پہنا جاتا ہے کہ خلوت میں خدا تعالیٰ کو جمال پسند نہیں۔ صاحبو! یہ سب نفس کی توجیہات اور نکات بعد الوقوع ہیں۔ (وعظ ایضاً)

سادہ وضع قطع میں باکمال

کانپور میں جس زمانہ میں میرا قیام تھا ایک مرتبہ میں مدرسہ میں پڑھاتا تھا کہ ایک شخص آ کر بیٹھے ان کے بدن پر صرف ایک لنگی اور ایک چادرہ تھا ان کی ہیئت کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف توجہ نہ کی لیکن جب انہوں نے گفتگو شروع کی تو معلوم ہوا کہ بہت بڑے فاضل ہیں پھر ان کی اس قدر وقعت ہوئی کہ ہر ہر طالب علم ان پر جھکا جاتا تھا۔ (وعظ ایضاً)

محبوب کی وضع ہدایت کا ذریعہ

سیر کی روایت میں ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے ساحرین کو جمع کیا تو وہ لوگ اسی لباس میں آئے تھے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لباس تھا آخر مقابلہ ہوتے ہی تمام ساحرین مسلمان ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خداوندی میں عرض کیا کہ یاالٰہی یہ سامان فرعون کے اسلام کے لیے ہوا تھا کیا سبب کہ اس پر فضل نہ ہوا اور ساحرین کو توفیق ایمان کی ہوگئی۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ یہ تمہاری سی صورت بن کر آئے تھے ہماری رحمت نے پسند نہ کیا کہ ہمارے محبوب کے ہم وضع لوگ دوزخ میں جائیں اس لیے ان کو توفیق ہوگئی اور فرعون کو چونکہ اتنی مناسبت بھی نہ تھی اس لیے اس کو یہ دولت نصیب نہ ہوسکی۔ اس حکایت سے احتجاج مقصود نہیں کہ اس کے ثبوت میں کلام کرنے لگو بلکہ صرف تائید منظور ہے اگر یہ حکایت صحیح نہ ہو تو بھی اصل مضمون دلائل سے ثابت ہے، کسی حکایت کا عدم ثبوت مضر نہیں۔ (وعظ ایضاً)

سادگی کی حقیقت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بذاذہ (سادگی) کے متعلق کچھ تھوڑی توضیح عرض کروں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی صاحب بذاذہ کے وہ معنی سمجھ لیں جیسے غالب نے ایک دوست کو اپنے گھر بلانا چاہا اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم تکلف زیادہ کرتے ہو اور اس سے مجھے اور تمہیں دونوں کو تکلیف ہوتی ہے اس واسطے آنے کی ہمت نہیں ہوتی آپ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس مرتبہ کچھ تکلف نہ ہوگا اور اس کے بعد محلّہ بھر کا کوڑا جمع کر کے اپنے گھر میں ایک ٹیلہ لگا دیا۔ جب دوست کے آنے کا وقت ہوا تو آپ

اس پر چڑھ بیٹھے اور نہایت ہی مفلسانہ وضع بنائی' مہمان نے آ کر یہ وضع دیکھی تو اس کو سخت رنج ہوا' سمجھا کہ آج کل غالب کسی سخت مصیبت میں ہے' قریب پہنچ کر حال دریافت کیا تو آپ فرماتے ہیں کہ میں بہت اچھا ہوں لیکن چونکہ تم نے تکلف سے روک دیا تھا اس لیے میں نے یہ بے تکلفی کی وضع اختیار کی ہے تو جیسے غالب نے بے تکلفی کے معنی سمجھے تھے اسی طرح بعض لوگ شاید بذاذۃ کے معنی یہ سمجھ جائیں کہ نہ صفائی اور نہ نظافت بالکل میلی کچیلی حالت میں رہے حالانکہ میلے پن سے بذاذۃ کو علاقہ نہیں۔ (ایضاً)

ہمدردی وتعاون کا نتیجہ

مجھے تھانہ بھون کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک طالب علم کے حجرہ میں چوہے نے زمین کھود کر بہت سی مٹی نکال دی تھی اور وہ کئی روز تک اسی طرح رہی لیکن اس کو بھٹ بند کرنے یا مٹی پھینکنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک صاحب جو حاجی بھی ہیں اس طرف کو جو گزرے تو انہوں نے اس کو درست کر دیا۔ چند روز کے بعد چوہے نے پھر کھود ڈالی اور پھر مٹی اسی طرح جمع ہوگئی کسی شخص نے دیکھ کر اس طالب علم سے کہا کہ اس کو ٹھیک کر دو تو آپ فرماتے ہیں کہ حاجی جی ٹھیک کر دیں گے۔ گویا حاجی صاحب ان کے نوکر ہیں کہ وہ آ کر ان کے حجرہ کو صاف کیا کریں۔ (وعظ ایضاً)

بدمذاقی کی انتہا

ہماری بدمذاقی کی یہ حالت ہوگئی کہ مدراس میں ایک انگریز مسلمان ہوا' مسجد میں آ کر دیکھا کہ نالی میں بہت سا رینٹھ وغیرہ پڑا ہے اس نے منتظمین سے کہا کہ مسجد کو صاف رکھنا ضروری ہے اس کی حالت ایسی خراب نہ رکھنی چاہیے اس کو سن کر وہ لوگ کہنے لگے کہ تجھ میں ابھی عیسائیت باقی ہے ابھی صفائی کی بو دماغ سے نہیں نکلی۔ گویا مسلمان کے لیے میلا کچیلا خراب خستہ رہنا لازم ہے اور اس قدر برہم ہوئے کہ اس کو مار کر مسجد سے نکال دیا۔ بعض داناؤں کو اس حرکت کی اطلاع ہوئی تو اس انگریز کے پاس آئے اور تسلی تشفی کرنے لگے' اس نے کہا کیا آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ میں ان لوگوں کی اس حرکت سے اسلام کو چھوڑ دوں گا میں ان لوگوں پر ایمان نہیں لایا بلکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ حضور ایسے نہ تھے۔ (وعظ ایضاً)

مسلمانوں کا غیر اسلامی وضع قطع

میرے بھائی کے پاس دو شخص عہدہ دار آئے۔ایک ان میں سے ہندو بشکل مسلمان تھا اور ایک مسلمان بشکل ہندو تھے۔مسلمان صاحب کے لیے گھر میں سے پان آیا' خادم چونکہ دونوں سے ناواقف تھا اس لیے اس نے ہندو کے سامنے پان پیش کیا اس پر وہ دونوں ہنسے اس سے وہ خدمت گار سمجھا کہ مسلمان یہ ہیں جن کی داڑھی منڈی ہوئی ہے۔(طریق النجات جلد ۵)

ڈاڑھی کے فطری ہونے کی عقلی دلیل

کلکتہ میں ایک ملحد نے مولانا شہید دہلویؒ سے کہا تھا کہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے کیونکہ اگر فطرت کے موافق ہوتی تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت بھی ہوتی۔مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ اگر خلاف فطرت ہونے کی یہی وجہ ہے تو دانت بھی تو خلاف فطرت ہیں ان کو بھی توڑ ڈالو کیونکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت دانت بھی نہیں تھے۔(وعظ ایضاً)

مثالی شادی کا نمونہ

خدا تعالیٰ نے شادی کا ایک نمونہ (یعنی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی) ہم کو دکھلایا ہے کہ اس میں نہ مہمان آئے تھے نہ لال خط گیا تھا نہ ڈوم گیا تھا نہ نائی واسطہ سے پیغام پہنچا بلکہ پیغام خود دولہا صاحب لے کر گئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بھیجے ہوئے تھے۔اول حضرت فاطمہ زہراؓ سے حضرات شیخین نے پیغام دیا تھا لیکن ان کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر فرما دیا۔اللہ اکبر صاحبو! غور کرنے کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کیسے کیسے گہرے امور پر مطلع فرما دیا ہے یعنی حضرات شیخین سے انکار فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا کہ اپنی اولاد کے لیے شوہر کی ہم عصری کا لحاظ بھی ضرور کرو۔ایک نوجوان عورت کی شادی ایک بوڑھے مرد سے ہوگئی تھی وہ کہتی تھی کہ جب میرے سامنے آتے ہیں تو مجھ کو بہت شرم آتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دادا آ گیا اور اکثر عورتیں عمروں میں تفاوت ہونے کی وجہ سے آوارہ

ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کا دل نہیں ملتا۔ بتلایئے حضرات شیخین سے زیادہ کون ہوگا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض عمر کے تفاوت کی وجہ سے انکار فرما دیا۔ جب دونوں صاحبوں کو اس شرف سے مایوسی ہوئی تو ان دونوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حضور نے ہم دونوں سے تو اس خاص وجہ سے انکار فرما دیا ہے تم کم عمر ہو بہتر ہے کہ تم پیغام دو جو لوگ شیخین پر حضرت علیؓ کے ساتھ عداوت رکھنے کا الزام رکھتے ہیں ان کو اس واقعہ میں غور کرنا چاہیے غرض حضرت علیؓ تشریف لے گئے اور جا کر خاموش بیٹھ گئے' آپؐ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے جس غرض سے تم آئے ہو اور مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح تم سے کر دوں' منظوری کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے آئے۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چار اصحاب کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھ دیا چونکہ حضرت علیؓ مجلس نکاح میں موجود نہ تھے اس لیے یہ فرما دیا کہ اگر حضرت علیؓ منظور کریں حضرت علیؓ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے منظور کیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم ایمن کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر روانہ کر دیا نہ ڈولہ تھا نہ بارات تھی۔ اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور حضرت فاطمہ زہرؓ سے پانی مانگا انہوں نے اُٹھ کر پانی دیا آج ہم نے اس سادگی ہی کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ نکاح کے بعد ایک مدت تک دولہن منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ بجائے منہ پر ہاتھ کے ہاتھ پر منہ رکھنا چاہیے۔ بہرحال جو کچھ بھی کہا جائے منہ ڈھکا ہوتا ہے اور وہ اس قدر پابند بنائی جاتی ہے کہ نماز وغیرہ کچھ بھی نہیں پڑھ سکتی جس طرح بندہ کو خدا کے ہاتھ میں ہونا چاہیے تھا۔ اس طرح وہ نائن کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

(وعظ ضرورت الاعتناء بالدین جلد سوم)

رسومات و بدعات کے خاتمہ کی تدبیر

ضلع بلند شہر کے ایک رئیس کا انتقال ہوا ان کے صاحبزادہ نے رسم چالیسواں کو توڑنا چاہا لیکن اس کی یہ صورت اختیار نہیں کی کہ کچھ نہ کریں بلکہ یہ کیا کہ حسب رسم تمام برادری کی دعوت کی اور بہت سے عمدہ عمدہ مرغن کھانے پکوائے' بڑے لوگوں پر ایک یہ بھی آفت ہے کہ جب تک وہ گھی کی نہر نہ بہادیں اس وقت تک ان کا کرنا کچھ سمجھا ہی نہیں جاتا' غرباء بحمد اللہ

اس سے بری ہیں۔ میں جب ڈھا کہ گیا تو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہاں سیر بھر گوشت میں سیر بھر گھی کھاتے ہیں، میں نے کہا کہ صاحب گھی کوئی زیادہ کھانے کی چیز نہیں ہے ورنہ جنت میں گھی کی بھی ایک نہر ہوتی جیسے دودھ، شہد کی نہریں جنت میں ہیں۔غرض جب سب لوگ جمع ہوگئے تو ہاتھ دھلوا کر کھانا چنوادیا اور سب کو بٹھلا دیا، اجازت شروع سے پہلے کہنے لگا کہ صاحبو! آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد ماجد کا انتقال ہوگیا ہے اور والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ جانا جیسے عظیم الشان صدمہ کا باعث ہوتا ہے ظاہر ہے تو صاحبو! کیا یہی انصاف ہے کہ ایک تو میرا باپ مرے اور اوپر سے تم لوگ مجھ کو لوٹنے کے لیے جمع ہو، تم کو کچھ شرم بھی آتی ہے اس کے بعد کہا کہ کھایئے لیکن سب اسی وقت اُٹھ گئے اور یہ رائے ہوئی کہ ان رسوم کے متعلق علیحدہ بیٹھ کر غور کرنا چاہیے۔ چنانچہ بہت سے آدمی جمع ہوئے اور باتفاق رائے ان کو موقوف کردیا اور کھانا سب فقراء کو تقسیم کردیا گیا۔ (وعظ ضرورۃ الاعتناء بالدین)

غیر ضروری رسموں کا وبال

ہمارے جوار میں ایک قصبہ کیرانہ ہے وہاں کے ایک حکیم صاحب فرماتے تھے کہ میرے پاس ایک گوجر آیا اس کا باپ بیمار ہورہا تھا، کہنے لگا کہ حکیم صاحب جس طرح ہوسکے اب کی مرتبہ تو اس کو اچھا ہی کردیجئے کیونکہ قحط بہت ہورہا ہے اگر بڈھا مرگیا تو مرنے کا تو چنداں غم نہیں مگر چاول بہت گراں ہیں برادری کو کس طرح کھلاؤں گا۔ (وعظ ایضاً)

مناظرہ کے نقصانات

حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم سے کوئی مناظرہ کرے تو کبھی مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہوتا ہے۔ (طریق القرب جلد سوم)

دین بے زاری کے نتائج

میرٹھ میں ایک عہدیدار مسلمان کے پاس عید کے دن بہت سے مسلمان ملنے گئے تو وہ عہدیدار صاحب ان لوگوں سے کہتے ہیں آج آپ لوگوں کا عید ہے افسوس! ان کو اسلامی عید کا اپنی طرف منسوب ہونا بھی گوارہ نہ ہوا۔ (فضائل العلم والخشیۃ وعظ پنجم جلد سوم)

اسلام سے وحشت

ایک مسلمان کلکٹر ہو گئے تھے ان کو سلام سے اس قدر وحشت ہوئی کہ اپنے نام کو بھی باقی نہ رکھا اس کو کانٹ چھانٹ کر انگریزی ناموں کے طرز پر بنایا اور لطف یہ ہے کہ پھر اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے۔ (وعظ ایضاً)

قلبی غیبت کا نقصان

حضرت جنیدؒ کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو سوال کرتے دیکھا جو کہ صحیح تندرست تھا آپ نے دل میں فرمایا کہ یہ شخص صحیح و سالم ہے اور پھر سوال کرتا ہے' رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آپ کے پاس مردار لایا اور کہا کہ اس کو کھائیے' انہوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے کیونکر کھاؤں اس شخص نے جواب دیا کہ آج صبح تم نے اپنے ایک بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس کے کھانے میں کیوں تامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے غیبت نہیں کی اس نے جواب دیا کہ گو زبان سے غیبت نہیں کی لیکن دل میں اس کو حقیر تو سمجھا اور دل ہی سے تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔ آخر جنیدؒ بہت گھبرائے اور اس فقیر کے پاس پہنچے وہ کوئی کامل شخص تھا ان کو دیکھتے کہا ''وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ'' سو ان گناہوں کی طرف ہمارا کبھی ذہن نہیں جاتا کہ یہ بھی گناہ ہیں اسی طرح بعض جوارح کے ایسے گناہ ہیں کہ ان کو گناہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ نہایت بے تکلف کیا جاتا ہے جیسے زبان کے اکثر گناہ اسی طرح اپنے کو بڑا سمجھنا اس کو بھی ہم لوگ گناہ نہیں سمجھتے ہیں بلکہ خود بینی اور خودداری کو عزت سمجھتے ہیں اور ضروری جانتے ہیں۔ (وعظ تفصیل التوبہ)

اللہ کے نام نکمی چیز خیرات کرنا

ایک بزرگ کہتے تھے کہ ایک عورت نے کھیر پکائی اور اس کو ایک رکابی میں لگایا' اتفاق سے اس میں کتے نے منہ ڈال دیا اور کچھ اس سے کھا بھی گیا اس عورت نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جا اس کو مؤذن کو دے آ۔ چنانچہ وہ لے گیا اس بے چارے غریب کو خدا جانے کتنے وقت کے بعد کھانے کو ملا تھا' مشہور ہے کہ یہ لوگ حریص ہوتے ہیں۔ صاحبو! کیوں نہ ہوں

ان بیچاروں کا رزق تو آپ کے ذریعہ سے ہے اور ان کو غمی کے سوا کسی وقت پوچھتے ہی نہیں اگر ہمیشہ ان کا خیال رکھو تو کیوں وہ حریص ہوں۔ واقعی ان لوگوں کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ دعائیں کرتے کہ کوئی مرے تو ہماری پوچھ ہو ہمارے اطراف میں ایک قصبہ ہے وہاں ایک شخص کا انتقال ہوا اس کے ورثاء نے کفن کا چادرہ ایک غریب آدمی کو دے دیا تو وہاں کا تکیہ دار کہتا ہے کہ صاحب یہ تو ہمارا حق ہے یہ آپ نے دوسرے کو کیوں دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ بھائی تم کو تو ہمیشہ ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ واہ صاحب خدا خدا کر کے تو یہ دن آتا ہے اس میں بھی آپ نے ہمارا حق دوسرے کو دے دیا' غرض اس مؤذن نے کھانا شروع کر دیا اور اُدھر ہی سے ہاتھ مارا جدھر سے کتے کا کھایا ہوا تھا' لڑکے نے کہا ملا جی اُدھر سے مت کھاؤ کتے کا کھایا ہوا ہے' یہ سن کر اس ملا نے رکابی کو اٹھا کر پھینک دیا کہ وہ ٹوٹ گئی' رکابی کے ٹوٹنے سے لڑکے نے رونا شروع کیا' اس نے کہا کہ کم بخت ایک تو تو نے مجھے کتے کی جھوٹی کھیر کھلا دی پھر روتا ہے' کہنے لگا کہ اس لیے روتا ہوں کہ رکابی میرے بھائی کے پاخانہ اٹھانے کی تھی تو نے وہ توڑ ڈالی مجھے ڈر ہے کہ میری والدہ مجھے مارنے نہ لگیں۔ یہ حکایت صحیح ہو یا غلط لیکن ان لوگوں کے ساتھ ہمارا جو برتاؤ ہے وہ اس سے کچھ کم نہیں تو جیسے ہم لوگ ہر چیز بے کار خدا کے لیے تجویز کرتے ہیں اسی طرح وقت بھی تھوڑا سا نکمے ہی وقت میں سے نکال کر خدا کے کام میں صرف کر لینا چاہیے۔ (وعظ ایضاً)

کمالاتِ اصلیہ سے محروم

سنا ہے کہ کلکتہ میں ایک دکاندار پیر تھے جو شخص ان کے حلقہ میں شامل ہو جاتا وہ دو روپیہ فی ماہ دیتے تھے چونکہ کمال سے خود معرا تھے اس لیے لیپ پوت کرتے تھے اور اگر خود کچھ رکھتے ہوتے تو ان کو مخلوق سے نفرت ہوتی' لوگ پیچھے پیچھے پھرتے اور وہ بھاگتے' غرض کمالات اصلیہ کے ہوتے ہوئے اس طمطراق کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ (شرط الایمان)

بسیار خوری کی عادت

ایک شخص کو ہم نے دیکھا ہے کہ کھا رہے ہیں اور نکل رہا ہے مگر کھاتے جاتے ہیں اور نکلتا جاتا اسی طرح برابر سلسلہ رہتا تھا تو کیا یہ طبیعت سلیم ہے ہرگز نہیں۔ (الاتعاذ بالغیر)

احکام کا تمسخر کفر ہے

میرے پاس ایک سوال آیا تھا کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی اس نے کہا کہ میں طلاق نہیں لیتی طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور ایسے واقعات میں نے خود دیکھے ہیں کہ تین طلاق دیتے ہیں اور پھر اس کو گھر میں رکھتے ہیں اور بخوف آبرو ریزی کے تحلیل بھی نہیں کرتے۔ پس جیسا یہ نکاح ایسا ہی ان حضرات کا ایمان ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کر لیں' احکام کے ساتھ تمسخر کر لیں اور علماء تو بیچارے کس شمار میں ہیں وہ تو شب وروز ان کے تختہ مشق ہیں اور پھر مؤمن کے مؤمن پھر مولویوں کو بدنام کرتے ہیں کہ ہم کو کافر بناتے ہیں۔ صاحبو! کافر بنانا تو یہ ہے کہ کلمات کفر کی تعلیم دیتے ہیں۔ مولوی کافر بناتے نہیں ہاں جب تم کفر کا ارتکاب کرتے ہو تو یہ کافر بتا دیتے ہیں۔ (اختیار خلیل جلد ٦)

نکاح سے لڑکی میں بے مثال تبدیلی

نیک صحبت میسر ہو تو اس کو اختیار کرو ورنہ تنہائی میں رہو اور مجھے افسوس ہے کہ تم مرد ہو کر اپنے پرانے تعلق والوں کو چھوڑنے کی ہمت نہیں کر سکتے حالانکہ ایسا ہی کام ایک چھوٹی سی لڑکی کر کے دکھلا دیتی ہے۔ دیکھو لڑکی جب تک شادی نہیں ہوتی ہے تو اس کی اور حالت ہوتی ہے وہ یہ کہ ماں باپ کا گھر اس کا گھر ہے ماں باپ کا دوست اس کا دوست ہے ماں باپ کا دشمن اس کا دشمن ہے اور جب شادی ہو کر شوہر کے یہاں جاتی ہے تو اس کی حالت میں ایک عظیم تغیر آ جاتا ہے وہ سمجھتی ہے کہ آج سے میرا گھر وہ ہے جو شوہر کا گھر ہے دوست کون ہے جو شوہر کا دوست ہے دشمن کون ہے جو شوہر کا دشمن ہے دیکھو ایک تیرہ چودہ برس کی لڑکی نے ایک ذات واحد کے سامنے سب کو آگ لگا دی اور اسی کی ہو رہی اور سب پرانے تعلقات کو رخصت کیا حتیٰ کہ اگر پرانے دوستوں میں سے آج کوئی شخص اس نئے دوست یعنی شوہر کا دشمن ہو تو وہ لڑکی اس کو دشمنی کی نظر سے دیکھنے لگتی ہے۔ افسوس تم مرد ہو کر اس طرح سے ایک ذات کے نہیں ہو سکتے ہو تمہارا مذہب یہ ہونا چاہیے کہ

در رامے کہ داری دل دروبند | وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اور

خلیل آسا در ملک، یقین زن   نوائے لا احب الا فلین زن

(وعظ ایضاً)

اوّل گناہ پر پکڑ نہیں ہوتی

حضرت عمرؓ کے یہاں ایک چور پکڑا ہوا آیا۔ آپ نے قطع ید کا حکم دیا۔ اس نے کہا کہ امیر المؤمنین میں نے پہلی ہی مرتبہ ایسا کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو غلط کہتا ہے خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ کبھی اول گناہ پر نہیں پکڑتے آخر جو تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بڑا عیار ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

حلم حق با تو مواسا ہا کند   چونکہ ازحد بگذری رسوا کند

(وعظ التعاذ بالغیر وعظ چہارم جلد ۴)

وجد کی کیفیت پیدا ہو جانا

ایک بزرگ تھے پنجاب میں ان کی بابت ایک دوست بیان کرتے تھے کہ ان کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی حسین مکان دیکھتے تو وجد کرنے لگے اور یہ حالت تھی کہ ان کے سامنے کوئی کواڑ نہ کھول سکتا تھا اس کی آواز سے وجد کرنے لگتے تھے:

کسانیکہ یزداں پرستی کنند   برآواز رولاب مستی کنند

اور یہ حالت تھی کہ ان کو پنکھا نہ جھل سکتے تھے اس کی آواز سے وجد ہو جاتا تھا تو ایسا شخص اگر کسی حسین آدمی کو بھی دیکھ کر وجد کرنے لگے تو یہ اس کی حالت ہے اور اگر یہ نہیں تو محض فسق و فجور ہے اور یہ ایسا مرض ہے کہ مدعیان تصوف میں بہت زمانہ سے چلا آتا ہے۔ مولانا رومؒ جو ساتویں صدی میں تھے ایسوں ہی کے حق میں فرماتے ہیں:

صوفی ماندہ بنزد ایں لئام   الخیاطت واللواطت والسلام

نماز میں طفلانہ حرکت

ایک لڑکا کہتا تھا کہ میں نے بے وضو نماز پڑھائی اور پیچھے دو لڑکے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے ان میں ایک امام تھا ایک مقتدی ایک نے دوسرے کے پیر میں گدگدی اٹھائی خوب کہا ہے:

وابعی حبی ولو کان ولیًا

رجحان ذوق کی بنیاد پر ہوتا ہے

ایک بادشاہ کی حکایت سنی ہے کہ اس کے سامنے ایک بیوہ عورت نکلی جو کہ بے انتہا بدصورت اور نفرت کی ہیئت ولباس رکھتی تھی اور اس کو حمل تھا اس نے وزیر سے کہا کہ تحقیق کرو یہ حمل کس کا ہے اس کی طرف کس کو رغبت ہوئی ہوگی' وزیر تحقیق کرتے کرتے پریشان ہوگیا' عتاب شاہی بڑھنے لگا۔ ایک روز اس پریشانی سے سڑک پر گزر رہا تھا کہ دیکھتا ہے کہ ایک شخص نہایت تکلف کا لباس پہنے ہوئے ایک گندے پرنالہ کے نیچے جس میں پیشاب وغیرہ گرتا تھا دوات لیے ہوئے کھڑا اس میں پانی ڈال رہا ہے۔ سخت حیرت ہوئی اور اس کو گرفتار کرلیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان ہی صاحب کا اس عورت کو حمل ہے۔ لہٰذا اس زمانہ میں اس تفصیل کی بھی گنجائش نہیں رہی' سب ہی کو روکنا چاہیے۔

غرض فقہاء نے جب محل شہوت میں قرآن شریف سننا گوارہ نہیں کیا تو غزلیات پڑھانے کی اجازت کب ہوسکتی ہے۔

بعض مباح اُمور سے پرہیز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں ایک غلام ساربان کو عورتوں کے سامنے اشعار پڑھنے سے روک دیا اور فرمایا تھا کہ **رویدک یا ایخشة لاتکسر القواریر** تو جب اس زمانہ میں کہ سب پر تقویٰ غالب تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی تو آج کس کو اجازت ہوسکتی ہے۔

رہزن طریق

حضرت ابوالقاسم دونوں امر کی نسبت فرماتے ہیں کہ سالک کے لیے مردوں اور عورتوں کی مخالفت رہزن ہے۔ ایک بزرگ کا خاص مردوں کے حق میں قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی بارگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں اس کو لڑکوں کی محبت میں مبتلا کردیتے ہیں۔ غرض یہ نہایت مضرت کی چیز ہے۔

حکایت:

یکے صورتے دید صاحب جمال	بگر دیدش از شورش عشق حال
بر انداخت بیچارہ چنداں عرق	کہ شبنم بر آرو بہشتی ورق
گزر کرد بقراط بروے سوار	بہ پرسید کیں راچہ افتاد کار
کسے گفتش ایں عابد پارساست	کہ ہرگز خطائے زدستش نخاست
بہ برداشت خاطر فریبے دلش	فروفتہ پائے نظر در گلش
نہ ایں نقش می رباید زدست	دل آں می رباید کہ ایں نقش بست

بقراط جواب دیتا ہے:

نگاہ رندہ راخود ہمیں نقش بود	کہ شوریدہ رادل بیغمار بود
چراطفل یک روزہ ہوشش نبرد	کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خورد
محقق ہماں بیند اندر ابل	کہ درخو برو دیاں چینین وجگل

ہر عمر میں پردہ فرض ہے

گنج مراد میں ایک بزرگ تھے جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب تقریباً ایک سو برس کی ان کی عمر ہوئی۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا' جاڑے کا موسم تھا' صبح کو اُٹھ کر خادم کو آواز دی' ارے فلانے مجھ کو کچھ شبہ ہو گیا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ نہالوں طبیعت صاف ہوجاوے گی۔ چنانچہ خادم نے پانی رکھ دیا اسی جاڑے میں غسل فرمایا' اگر کچھ نہ رہا تھا تو یہ شبہ کیسا۔ ایک مرتبہ کانپور میں ہمارے گھر بہت عورتیں آئیں ان میں اختلاف تھا کہ حضرت مولانا موصوف سے پردہ چاہیے یا نہیں میں نے یہ اختلاف سن کر یہ حکایت ان کو سنائی اور یہ کہا کہ اب تم خود فیصلہ کرلو کہ پردہ ضروری ہے یا نہیں؟ سب سن کر چپ ہورہیں' حضرت جب سو برس کی عمر میں یہ قصہ ہوسکتا ہے تو پچاس برس کی عمر میں اب کیا مشکل ہے۔

نگاہ نیچی رکھنے میں سلامتی

شیطان جب مردود ہوا تو اس نے کہا تھا:

لاقعدن لهم صراطک المستقیم ثم لاٰتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم

یعنی میں ان کے (گمراہ کرنے کیلئے) تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا پھر ان کے پاس آؤں گا ان کے سامنے سے اور پیچھے سے اور داہنے اور بائیں سے چار سمتیں تو اس نے بتلائیں اوپر اور نیچے بزرگان دین نے اس میں ایک لطیفہ لکھا ہے کہ اوپر نیچے کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ اکثر گناہ چار سمتوں سے ہوتے ہیں۔ پس بچنے کی دو صورتیں رہیں یا تو اوپر دیکھ کر چلو یا نیچے دیکھ کر چلو مگر اوپر دیکھنے میں تو گر جانے اور آنکھ میں کچھ پڑ جانے کا اندیشہ ہے اس لیے نجات کے لیے یہی شق متعین ہوئی کہ نیچے دیکھ کر چلیں۔

قال اللّٰہ تعالٰی عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا.

مردوں کو بھی نہ دیکھنا

ایک بزرگ تھے وہ بات کرنے کے وقت مردوں کو بھی نہ دیکھتے تھے ان سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی۔ فرمایا دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ لوگ جن کو پہچانتا ہوں اور دوسرے وہ جن کو نہیں پہچانتا ہوں جن کو پہچانتا ہوں تو اس کو بلا دیکھے آواز سے پہچان جاتا ہوں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے اور جن کو نہیں پہچانتا ان کے دیکھنے سے کیا فائدہ۔ "سبحان اللّٰہ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ" پر عمل اس کو کہتے ہیں۔

شیخ شیرازیؒ فرماتے ہیں:

بزرگے دیدم اندر کوہسارے　　نشستہ از جہاں در کنج غارے
گفتم چرا بشہر اندر نیائی　　کہ بارے بند از دل برکشائی
بگفت آنجا پریر دیاں نغزند　　چو گل بسیار شد پیلا بلغزند

بدنظری کا نقصان

ایک بزرگ طواف کر رہے تھے اور ایک چشم تھے اور کہے جاتے تھے: "اللّٰھم اعوذبک من غضبک" کسی نے پوچھا کہ اس قدر کیوں ڈرتے ہو کیا بات ہے کہا میں نے ایک لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تھا، غیب سے چپت لگا اور آنکھ پھوٹ گئی اس لیے ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہ ہو جائے۔

بدنظری کی نحوست

حضرت جنیدؒ چلے جارہے تھے ایک حسین لڑکا نصرانی کا سامنے آرہا تھا ایک مرید نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تونے اس کو نظر استحسان سے دیکھا ہے عنقریب اس کا مزہ تم کو معلوم ہوگا۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص قرآن شریف بھول گیا۔ (نعوذ باللہ)

حضرت مرزا مظہر جاناں کسؒ کی حسن پسندی کی حقیقت

کہتے ہیں کہ حضرت مرزا مظہر جاناںؒ حسن پرست تھے تو ہم ایسا کریں تو کیا مضائقہ ہے۔ سبحان اللہ کیا استدلال ہے بات یہ ہے:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

میں ان کی حسن پرستی کی حقیقت بتلاتا ہوں کہ وہ اس معنی کے حسن پرست نہ تھے جیسے کہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ ان کو ہر اچھی شے حسین معلوم ہوتی تھی اور ہر بری اور بے قاعدہ شے سے اس قدر نفرت تھی کہ ان کو بدصورت اور بے ڈھنگی شے دیکھنے سے تکلیف ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحبؒ کو جب کہیں جانا ہوتا تھا تو پالکی میں بیٹھ کر جاتے تھے اور پالکی کے پٹ بند کرادیا کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ پٹ کیوں بند کرایا کرتے ہیں' فرمایا کہ راستہ میں بازار وغیرہ ملتے ہیں اس میں بعض دکانیں بے قاعدہ بنی ہوئی ہوتی ہیں مجھ کو دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے۔ تھانہ بھون کے قاضی صاحب مع اپنے ایک ہمراہی کے مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اس ہمراہی کو ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوئی تو مرزا صاحب کی نظر پیچھے سے اس کے پاجامہ پر پڑ گئی سب چمینٹیں پاجامہ کے پیچھے تھیں۔ مرزا صاحب کے سر میں درد ہوگیا اور فرمایا کہ قاضی صاحب ہر شخص کے ساتھ آپ کا کیسے گزر ہوتا ہوگا۔ اکبر شاہ ثانی جو کہ بادشاہ وقت تھا ایک مرتبہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا' بادشاہ کو پیاس لگی' کوئی خادم اس وقت موجود نہ تھا' خود اُٹھ کر پانی پیا اور پانی پی کر صراحی پر کٹورہ ٹیڑھا رکھ دیا۔ مرزا صاحب کے سر میں درد ہوگیا اور طبیعت پریشان ہوگئی لیکن ضبط فرمایا چلتے وقت بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے یہاں کوئی آدمی خدمت کے لیے نہیں ہے اگر

ارشاد ہوتو کوئی آدمی بھیج دوں۔ اب تو مرزا صاحب سے نہ رہا گیا جھنجھلا کر فرمایا کہ پہلے تم تو آدمی بنو کٹورہ ٹیڑھا رکھ دیا' میری طبیعت اب تک پریشان ہے ایک شخص نے مرزا صاحب کی خدمت میں انگور بھیجے' بہت نفیس اور وہ منتظر داد کے ہوئے مگر مرزا صاحب ساکت تھے۔ آخر اس نے خود پوچھا کہ حضرت انگور کیسے تھے' فرمایا کہ مردوں کی بو آئی تھی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں انگور بوئے تھے وہ انگور وہاں سے آئے تھے۔ مرزا صاحب کے اندر حسن پسندی تھی وہ طبعی تھی طبیعت کی ساخت ایسی واقع ہوئی تھی کہ ہر اچھی شے پسند فرماتے تھے ان کے نفس میں برے خیال کا شائبہ بھی نہ تھا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بچپن میں بھی بدصورت کی گود میں نہ جاتے تھے' بھلا اس وقت کیا احتمال ہوسکتا ہے۔

بزرگوں کے خاص احوال کی نقل

ایک بزرگ کی کیفیت یہ تھی کہ حسین لڑکے ان کی خدمت کرتے تھے اور گاہ گاہ ان کو پیار بھی کرتے تھے۔ ایک روز ان کے ایک مرید نے بھی ایک لڑکے کو پیار کرلیا' پیر سمجھ گئے کہ اس نے میرا اتباع کیا ہے ایک روز بازار میں گئے لوہار کی دکان پر دیکھا کہ لوہا سرخ انگارے ہو رہا ہے پیر صاحب نے جا کر فوراً اس کو پیار کرلیا اور اس مرید سے فرمایا کہ آیئے تشریف لایئے اس کو بھی پیار کیجئے پھر تو یہ گھبرائے اس وقت انہوں نے ان کو ڈانٹا کہ خبردار ہم پر اپنے کو مت قیاس کرو۔

مغلوب الحال بزرگوں کے احوال کی نقل

ایک اور بزرگ کو دیکھا گیا ہے کہ ایک حسین لڑکے سے پاؤں دبوا رہے ہیں ایک شخص کو وسوسہ ہوا کہ یہ کیسے شیخ ہیں لڑکے سے پاؤں دبواتے ہیں' فرمایا آگ کی انگیٹھی اٹھا لاؤ دھکتی ہوئی آگ میں پاؤں رکھ دیئے اور یہ فرمایا کہ ہم کو کچھ حس نہیں ہمارے نزدیک یہ آگ اور یہ لڑکا برابر ہے لیکن یاد رکھو کہ ایسے بزرگوں سے جن کا ظاہر خلاف شرع نظر آوے بیعت ہونا جائز نہیں۔ محققین کی یہ شان نہیں ہے جو مسند ارشاد پر متمکن ہوتے ہیں اور العلماء و رثة الانبیاء کے خطاب سے مشرف ہیں وہ بالکل متبع سنت نبویہ کے ہوتے ہیں ان کی ہر وضع سنت کے موافق ہوتی ہے اور تہمت اور بدگمانی کے موقع سے بھی بچنا درست ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے ورثاء جامع ظاہر و باطن ہوتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس باب میں یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے۔ حضرت صفیہؓ جو کہ ازواج مطہراتؓ میں ہیں وہاں تشریف لائیں واپسی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنچانے کیلئے ان کے ساتھ دروازہ تک کہ وہ مسجد ہی کی طرف تھا تشریف لائے' سامنے دیکھا کہ دو شخص آ رہے ہیں فرمایا کہ **علی وسلکما** یعنی اپنی جگہ ٹھہر جاؤ یہاں پردہ ہے اور اس کے بعد فرمایا "**انها صفية**" یعنی یہ عورت صفیہ تھی کوئی اجنبیہ نہ تھی "**فکبر علیهما ذالک**" یعنی بات ان دونوں پر بہت بھاری ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ پر ایسا گمان ہوسکتا ہے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے اندر بجائے خون کے دوڑتا ہے مجھے خیال ہوا کہ کبھی وہ تمہارے ایمان کو نہ تباہ کر دے پس جو لوگ ارشاد کی شان لیے ہوئے ہیں وہ ایہام سے بھی بچتے ہیں ایسے حضرات قابل بیعت ہیں باقی جن کا ظاہر شریعت کے موافق نہ ہو ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ مکار ہیں باطن بھی ان کا موافق نہیں ہے مردود ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ باطن ان کا بالکل شریعت کے موافق ہوتا ہے لیکن ظاہر ان کا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ان پر اعتراض نہ کرے غرض مرشد ایسے کو بناوے جو ظاہر باطن پاک صاف ہو۔

علماء کی بے وقعتی

ایک رئیس صاحب کے یہاں ایک طالب علم کا کھانا مقرر تھا چونکہ اکثر ان کو انتظار کرنا پڑتا تھا اس لیے ان کو خیال ہوا کہ اتنا وقت بے کار ہو جاتا ہے اس میں اگر کچھ دین ہی کی خدمت ہو تو اچھا ہے۔ رئیس صاحب سے کہنے لگے کہ میں یہاں دیر تک بیٹھا رہتا ہوں اگر آپ کا لڑکا کچھ پڑھ ہی لیا کرے تو اچھا ہے۔ رئیس صاحب کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ نے عربی پڑھی تو یہ نتیجہ ہوا کہ میرے دروازہ پر کھانا لینے آتے ہیں میرا لڑکا پڑھے گا تو کسی دوسرے کے دروازہ پر جائے گا۔ اس حکایت سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ علماء کے ساتھ لوگوں کا کیا برتاؤ ہے اور علماء کا کتنا اثر ہے اور جب علماء کا کچھ اثر نہیں تو ان کو ذی اثر لوگوں میں کیوا شمار کروں اور اپنی اس حالت کو سن کر علماء کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اب وہ کیا کریں' اگر اب بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا تو سخت افسوس ہے۔

امراء سے بدخلقی سے پرہیز

حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ امراء کی بہت خاطر داری کرتے تھے اور وجہ اس کی یہ فرماتے تھے کہ "نعم الامیر علی باب الفقیر" یعنی جو امیر فقیر کے دروازہ پر جائے وہ بہت اچھا ہے۔ پس جو کوئی امیر آپ کے دروازہ پر آیا تو اس میں امارت کے ساتھ ایک دوسری صفت بھی پیدا ہوگئی یعنی نعم کی۔ پس اس صفت کی عظمت کرنی چاہیے لہٰذا بداخلاقی کی اجازت نہیں۔

نام نہاد مولوی کی بدذوقی

ٹونک کا واقعہ ہے کہ ایک رئیس نے داڑھی منڈوا رکھی تھی ایک عالم نے ان پر اعتراض کیا اور وہ رئیس متاثر بھی ہوئے اتفاق سے مجمع میں ایک دوسرے صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مولوی کہلاتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ داڑھی ہرگز نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ اس میں جوئیں پڑ جاتی ہیں اور وہ زنا کرتی ہیں۔ فرمائیے اس رئیس کی نظر میں کیا وقعت ان عالم کی رہی ہوگی۔

غیر ضروری اعمال سے بچنا

ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ گیارہویں اٹھارہ تاریخ تک ہوسکتی ہے پھر نہیں ہوسکتی۔ ایک وعظ میں میں نے ان رسوم کا بیان کیا بعد وعظ کے ایک صاحب کہنے لگے کہ علماء کو ایسے مضامین بیان نہ کرنا چاہئیں کہ تفریق اُمت ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارا بیان کرنا تو آپ کے عمل کرنے پر موقوف ہے جیسے لوگوں کے اعمال وحالات ہوں گے ویسا ہم بیان کردیں گے۔ اگر لوگ ان اعمال کو چھوڑیں تو ہم بھی اس قسم کے بیان کو چھوڑ دیں گے تو تفریق کا الزام ان اعمال کے ارتکاب کرنے والوں پر ہے نہ کہ ہم پر غرض یہ امور مطلوب عندالشرع نہیں اور ان سے خرابیاں بہت کچھ پھیل رہی ہیں۔

مسلمانوں سے تکبر سے پیش آنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مخالفین اور کفار تک کی خاطر داری فرماتے تھے۔ کفار آپ کو ستاتے اور فرشتہ آکر عرض کرتا کہ اگر اجازت ہو تو میں ان سب کو پہاڑوں سے ہلاک کردوں۔ آپ فرماتے کہ دعونی و قومی تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار تک کی دل

داری منظور تھی تو ہم میں آج کون سی بڑائی پیدا ہوگئی ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ذلیل سمجھیں اور ان سے تکبر سے پیش آئیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

شنیدم کہ مردان راہ خدا ۔۔۔ دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود این مقام ۔۔۔ کہ بادوستانت خلاف است جنگ

خدا کے در سے چمٹے رہنا

ایک بزرگ کی حکایت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے لکھی ہے کہ وہ ذکر کرنے بیٹھے تو یہ آواز آئی کہ تم کچھ بھی کرو یہاں کچھ بھی قبول نہیں مگر وہ پھر کام میں لگ گئے۔ ان کے ایک مرید نے کہا کہ جب کچھ نفع ہی مرتب نہیں تو محنت سے کیا فائدہ؟ بزرگ نے جواب دیا کہ بھائی اگر کوئی دوسرا ایسا ہوتا کہ میں خدا کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تو اعراض ممکن تھا اب تو یہی ایک در ہے۔

توانی ارزاں دل بہ پرداختن ۔۔۔ کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

اس جواب پر رحمت خداوندی کو جوش ہوا اور ارشاد ہوا کہ

قبول است گرچہ ہنر نیست ست ۔۔۔ کہ جز ماپناہے دگر نیست ست

حصولِ صحت کا عجیب طریقہ

جلال آباد کے ایک رئیس سنے گئے ہیں کہ حکیم کو بلاتے، گاڑی بھیجتے، فیس دیتے اور حکیم جی سے کہتے کہ آپ بلا تامل جتنے کا ہے نسخہ لکھئے دس کا بیس کا پچاس کا چنانچہ حکیم جی نسخہ لکھ دیتے ملازم کو دیتے کہ جاؤ بھائی عطار کو دکھاؤ کتنے کا ہے عطار کہتا ہے کہ پچیس روپے کا ہے کہتے لاؤ صندوقچی پچیس روپے گن کر دیتے کہ جاؤ خیرات کردو مساکین کو میری یہی دوا ہے۔ چنانچہ جب یہ عمل کرتے فوراً اچھے ہو جاتے۔

دوائی کھانے سے پرہیز

میرے ایک دوست ہیں وہ بھی دوا نہیں کرتے۔ اس مرتبہ سخت بیمار ہوئے ہر چند انہیں سمجھایا گیا کہ علاج کرو مگر ایک نہ سنی۔ آخر لوٹ پوٹ کر چند روز کے بعد اچھے خاصے ہو گئے۔

کیمیا جاننے کا شوق

ایک ظریف سیاح شاہ صاحب کی نسبت ایک خان صاحب کو خیال ہوگیا کہ یہ کیمیا جانتے ہیں آئے اور بات شروع ہوئی۔

خان صاحب! السلام علیکم

شاہ صاحب! وعلیکم السلام

خان صاحب! شاہ صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ کیمیا جانتے ہیں؟

شاہ صاحب! ہاں جانتے ہیں۔

خان صاحب! ہم کو بھی بتلا دو۔

شاہ صاحب! نہیں بتلاتے تمہارے باوا کے نوکر ہیں۔

پھر تو خان صاحب کو بھی اور زیادہ اعتقاد بڑھا اور منت کرنے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ خان صاحب جس طرح ہم نے سیکھی ہے اسی طرح سیکھو' خدمت کرو' پاؤں دباؤ' پھر جو ہم کھلاویں وہ کھاؤ اور جو ہم کہیں وہ کرو اگر کبھی مزاج خوش ہوگا اور دل میں آ جائے گا بتلا دیں گے۔ خان صاحب راضی ہوئے رات ہوئی شاہ صاحب نے کچھ گھاس پھونس ابال کر خان صاحب کے سامنے رکھا' خان صاحب نے ایسا کھانا کب کھایا تھا ذرا ناک چڑھانے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ابھی تو اول ہی منزل ہے جب خان صاحب نے یہ رنگ دیکھا تو پھر سمجھا اور عمر بھر کے لیے توبہ کی۔

شیطانی شیرہ کے نتائج

شیطان کو کسی نے کہا کہ تو بڑا ملعون ہے گناہ کراتا ہے اس نے کہا کہ میں کیا گناہ کراتا ہوں میں تو ایک ذرا سی بات کرتا ہوں لوگ اس کو بڑھا دیتے ہیں۔ دیکھو! میں تم کو تماشا دکھلاتا ہوں ایک دکان پر پہنچے ایک انگلی شیرہ کی بھر کر دکان میں لگا دی' اس پر ایک مکھی آ بیٹھی' ایک چھپکلی اس پر جھپٹی اس پر دکان دار کی بلی دوڑی اس پر ایک خریدار کا جو کہ فوجی سوار تھا کتا لپکا' دکان دار نے اس کتے کے ایک لکڑی ماری' سوار کو غصہ آیا اس نے دکاندار کے ایک تلوار

ماری' بازار والوں نے اس کے انتقام میں سوار کو قتل کر ڈالا' فوج میں خبر ہوئی' فوج والوں نے بازار کو گھیر کر قتل عام شروع کر دیا' بادشاہ وقت نے دوسری فوج سے ان ظالموں کو سزا میں قتل کرنا شروع کیا' ایک گھنٹہ میں تمام شہر میں ندی خون کے نالے بہہ گئے۔ شیطان نے کہا کہ دیکھا میں نے کیا کیا تھا اور لوگوں نے اس کو کہاں تک پہنچایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زہد و فقر

حضرت عمرؓ جن کی حق پرستی قوت ایمان ایسے تمام اخلاق و صفات موافقین کیا مخالفین کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہیں ذرا ان کی حالت دیکھئے خلافت کا تو زمانہ اور کپڑے پیوند لگے پہنے ہوئے چکنا سالن تک نہ تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے آپ کی دعوت کی تھی اور گوشت پکا رکھا تھا جس میں گھی بھی کسی قدر ڈالا ہوا تھا' کھانا کھانے کے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میاں تم نے تو ایک سالن کے ساتھ دوسرا سالن بھی جمع کر دیا ہے۔ یعنی ایک تو گھی اس سے بھی روٹی کھائی جا سکتی ہے۔ دوسرا گوشت کہ اس سے بھی روٹی کھا سکتے ہیں۔ اس قدر اسراف اور تکلف کی ضرورت ہی کیا تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس میں مقدار معین سے زیادہ صرف نہیں کیا ہے جس قدر خرچ لے کر گوشت خریدنے نکلا تھا اسی قدر میں بوجہ معمولی گوشت ہونے کے تھوڑے کا گوشت لے لیا اور باقی کا گھی لے لیا' آپ نے فرمایا کہ یہ بات صحیح ہے مگر میرے نزدیک مناسب نہیں ہے۔ القصہ وہ آپ نے کھانا نہیں کھایا' چھپر رہنے کو تھا' کوئی بڑا محل نہ تھا' دربان نہ تھے' پہرہ' چوکی نہ تھا' اپنے کام کو خود کر لیا کرتے تھے' راتوں کو گشت لگاتے تھے لوگوں کی حالت دریافت کرتے تھے' ضعفاء اور مساکین کی خبر لیتے تھے پھر بھی آپؓ کی کیفیت حالت کو دیکھئے بغور ملاحظہ کیجئے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا صاحب اسرار لقب ہے اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منافقین کے نام بتلا دیئے تھے تو حضرت عمرؓ ان سے قسم دے دے کر پوچھتے تھے کہ سچ بتلانا کہیں میرا نام تو ان لوگوں میں نہیں ہے جب تقویٰ اور خشیت کی یہ حالت ہو تو پھر اگر ایسے لوگوں کے پاس دنیا ہوتی تو ان کو کیا ضرر تھا۔ اب بتلایئے کہ اس زمانہ کے مناسب کیوں ترقی نہ تھی اور اس زمانہ کے مناسب کیوں ہے۔

حصول حلال کیلئے اتنے دقیق تقویٰ کی ضرورت نہیں

ساری خرابی ان ہی ناعاقبت اندیش واعظوں کی ڈالی ہوئی ہے۔ ایسی ایسی حکایتیں بیان کرتے ہیں جس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ عمل کرنا بہت دشوار ہے اور جو کچھ کرتے ہیں ایسی حکایتوں کی وجہ سے اس کو بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مثلاً طلب حلال کے متعلق یہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حلال روزی کی طلب میں رہ کر ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جس کے پاس حلال روزی کی خبر لگی تھی اس نے جواب دیا کہ تھی تو میرے پاس لیکن چندروز سے حلال نہیں رہی اتفاق سے میرا بیل دوسرے کے کھیت میں چلا گیا' دوسرے کھیت کی مٹی اس کے پیر میں لگ کر میرے کھیت میں آ گری اس لیے اب روزی حلال نہیں رہی محض مستبعد بات ہے۔ اول تو یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کے بیل کھیت ہی میں ہمیشہ رہا کریں باہر نکلنے کی نوبت ہی نہ آئے اور اگر ہو بھی تو اس سے کہیں حرمت آتی ہے اور تمام امور سے قطع نظر کر کے اگر اس کی کوئی توجیہ بھی ہو تو اس بزرگ کی خاص حالت ہوگی عام تکلیف تو نہیں دی جا سکتی۔

عبادات میں بے جا غلو کا انجام

حکایت ہے کہ ایک ولایتی صاحب کسی مسجد میں ٹھہرے تھے۔ جب رات کو تہجد پڑھنے کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ ایک مسافر جو وہاں سو رہا تھا خراٹے لے رہا ہے آپ نے اس کو کئی دفعہ تو اٹھا اٹھا کر بٹھا دیا اور کہا کہ تم کس طرح سوتے ہو' ہمارے خشوع میں خلل پڑتا ہے وہ بیچارہ تھکا ہوا تھا پھر سو گیا' آپ کو غصہ آیا نکالا چھرا اس کا کام تمام کر دیا۔ اچھا خشوع حاصل کیا کہ بیچارے کی جان ہی لے ڈالی۔

حالت وجد میں قیام کی رعایت

قیام حرکت وجد یہ ہے اور یہ وارد پر ہوتی ہے تو اگر کوئی شخص وارد کے غلبہ سے مضطر ہو جائے تو اس کو جائز ہے مگر یہ یاد رہے کہ وہ اضطرار کسی خاص مضمون کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا اور ابتداء اس کی اس طرح ہوتی ہے کہ ایک شخص مضطر ہو کر کھڑا ہو گیا اس کی حالت کی تائید میں اور اس حالت مستحسنہ کو باقی رکھنے کے واسطے حاضرین مجلس بھی کھڑے ہو گئے اور اس کو علامہ غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص وجد سے کھڑا ہو جاوے تو اس کے ساتھ سب کو کھڑا ہو جانا

چاہیے کیونکہ اس کی تانیس اور اس کی حالت کا ابقاء ہے۔ علیٰ ہذا حضرت شیخ گنگوہیؒ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی کیفیت ہو وہ خدا تعالیٰ کا مہمان ہے اس کی قدر کرو اور اس کی قدر میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرو کہ جس سے اس کا دل بجھ جائے اور وہ کیفیت جاتی رہے۔ غرض صوفیہ نے اس کی حالت کو محفوظ رکھنے کے لیے ایسا کیا ہے لیکن مجلس بھر میں اول جو شخص کھڑا ہوگا اس کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ مکر کرے۔ (اشرف المواعظ حصہ اول وعظ النور ص ۸۵ س ۱۰)

شرعی احکام میں ضد

ایک قصہ ضد کا مجھے یاد آیا کہ دہلی میں ایک شخص نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کی بھی دعوت کی اور بعض ان مخالفین کی بھی اور ہر ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہونے دی۔ جب سب جمع ہوگئے اور کھانا سامنے آیا تو میزبان نے کہا کہ صاحب یہ شیخ سدو کا بکرا میں نے پکایا ہے اب جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا چاہے نہ کھائے۔ شاہ اسحاق صاحب تو شیخ سدو کے بکرے کو حرام فرماتے تھے انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا اور ان کے ساتھ ان کے مخالفین نے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔ صاحب خانہ نے ان سے پوچھا کہ آپ تو جائز کہتے ہیں آپ نے کیوں ہاتھ روکا' کہنے لگے کہ بھائی ہے حرام ہی مگر ان کی ضد میں اس کو حلال کہہ دیتے ہیں۔
(اشرف المواعظ حصہ اول وعظ النور)

وجد تصنع سے پاک ہو

بغیر کسی وارد کے صورت بنانا نہایت درجہ تصنع ہے۔ محققین نے یہاں تک احتیاط کی ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی مجلس میں ایک شخص کے منہ سے بآواز بلند لفظ اللہ نکل گیا آپ نے فرمایا کہ آہستہ کہو تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر اسی طرح کہا اللہ آپ نے فرمایا کہ اس کو مجلس سے اٹھادو کیونکہ آپ کو معلوم ہوگیا تھا کہ یہ شخص بغیر مغلوبیت کے کہہ رہا ہے۔
حضرت جنیدؒ کی مجلس میں ایک خوش آواز نے ایک شعر پڑھ دیا اس کو سن کر ایک صوفی کو وجد شروع ہوا لیکن جنیدؒ اسی طرح بیٹھے رہے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ کو وجد نہیں ہوا' آپ نے فرمایا کہ **"وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مرالسحاب"** میاں تم سمجھتے ہو کہ ہم کو حرکت نہیں ہوئی حالانکہ ہم خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئے مگر وہ

حرکت تم کو محسوس نہیں ہوئی اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر کوئی وارد ہو تو اس کو ظاہر بھی کر دیا جاوے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار وعظ بیان فرمایا' بعضوں نے متاثر ہو کر کپڑے پھاڑ ڈالے' اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ان سے فرما دیجئے کہ دلوں کو پھاڑو' کپڑے پھاڑنے سے کیا ہوتا ہے مگر اس سے سب کپڑے پھاڑنے والوں پر اعتراض مقصود نہیں اس کا بھی ایک درجہ ہے۔ حضرت شیخ شیرازیؒ فرماتے ہیں:

مکن عیب درویش و حیران و مست   کہ غرق است ازاں می زند پاؤ دست

بہ تسلیم سر در گریباں برند   چو طاقت نماند گریباں درند

کہ بالکل ازخود رفتہ ہو جاتے ہیں تو کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں۔ اب یہ تھوڑا ہی جائز ہوگا۔ (اشرف المواعظ حصہ اول وعظ النور)

کُرتے کی غرض سے وجدیہ حرکت

کانپور میں ایک صاحب نے کسی کے مکان پر مولد پڑھا' آپ کے پاس کرتا پرانا تھا جی چاہا کہ نذرانہ کے ساتھ صاحب خانہ سے ایک کرتہ بھی وصول کریں۔ آپ نے بیان کرتے کرتے ایک موقع پر پہنچ کر نہایت زور سے ایک وجدی حالت پیدا کی اور کرتہ پھاڑ ڈالا۔ آخر صاحب خانہ نے نذرانہ بھی دیا اور شرم کے مارے ایک کرتہ بھی بنا دیا۔ (ایضاً)

تصنع سے وجدیہ حرکات کرنا

میں شاہجہان پور میں ایک صوفی سے ملا ہوں کہ وہ سماع سنتے تھے ایک مرتبہ وہ سماع سن رہے تھے کہ مجلس میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر چٹکیاں بجانا شروع کر دیں' انہوں نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر اٹھا اور پھر چٹکیاں بجانا شروع کیں' انہوں نے پھر بٹھلا دیا' تیسری مرتبہ وہ پھر اٹھا تو انہوں نے مجلس سے نکلوا دیا۔ غرض محققین صوفیہ اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ (وعظ ایضاً)

وعظ میں خوش الحانی کا مطالبہ

میں ایک جگہ بیان کرنے کے لیے گیا۔ اس روز اتفاق سے مجھے زکام ہو رہا تھا بیان سننے کے بعد صاحب خانہ نے اعتراض کیا کہ خوش الحان نہیں ہیں میں نے دل میں کہا کہ

بھائی میں ڈوم کا لڑکا نہیں ہوں کہ مجھ میں خوش الحانی ہوتی' خدا کا شکر ہے کہ میں ایک شریف کی اولاد ہوں مجھے خوش الحانی اور بدالحانی سے کیا واسطہ۔ (وعظ ایضاً)

اہل اللہ کا فیض ملنے کا انداز

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اپنے ابتدائی زمانہ میں اجمیر میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں ایک شخص شریف سید فن موسیقی میں کامل تھے۔ مولانا کو چونکہ ہر فن کی تحصیل کا شوق تھا اس لیے مولانا نے چندے ان سے اس فن کے اصول کو سیکھا تھا لیکن اللہ والے اگر کوئی نفع معمولی بھی کسی سے حاصل کر لیتے ہیں تو اس دوسرے کو بھی دینی نفع پہنچاتے ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے سیکھا تو ہوگا ہفتہ دو ہفتہ ہی میں مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ چند روز کے بعد ان کی ہدایت کا سامان پیدا ہوا۔ اسی طرح ان کے پاس ایک شخص آیا کہ وہ بھی اس فن میں ماہر تھا اس نے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ انہوں نے سنایا جب سنا چکے تو وہ کہنے لگا کہ سبحان اللہ کیا گلا پایا ہے۔ یہ جملہ سن کر ان کو سخت غصہ آیا اور کہا کہ افسوس اتنی محنت کا یہ صلہ ملا کہ میری وہ تعریف کی گئی جو ایک ڈوم کی ہو سکتی ہے اور عہد کیا کہ اس کے بعد پھر کبھی اس مہمل کام کے پاس بھی نہ جاؤں گا۔ پس مولانا کی برکت سے تائب ہو گئے اور اخیر راگ یہ دین کا رہا۔ (وعظ ایضاً)

پائجامہ پہننے سے خوبصورت انکار

ایک بادشاہ ذی حشمت و شوکت تھے لیکن ان کے بھائی لنگی باندھے ہوئے پھرا کرتے تھے' بادشاہ کو شرم آتی تھی کہ میں اتنا بڑا بادشاہ اور میرا بھائی صرف لنگی باندھے ہوئے پھرتا ہے ان کو بلا کر بادشاہ نے کہا کہ بھائی مجھے شرم آتی ہے تم پاجامہ تو پہن لو انہوں نے کہا کہ ایک شرط سے جب کرتہ بھی ہو کہا کرُتے بہت' کہا کرتے کے ساتھ ٹوپی بھی ہو' بادشاہ نے کہا کہ ٹوپی بھی بہت' کہا جوتا بھی ہونا چاہیے۔ بادشاہ نے کہا کہ جوتے بھی بہت' کہا جب یہ سب چیزیں ہوں تو ایک سواری بھی ہونا چاہیے' بادشاہ نے کہا کہ سواری بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سواری گھوڑے کی اور اصطبل اور سائیس بھی ہونا چاہیے' بادشاہ نے کہا یہ سب چیزیں بھی موجود ہیں۔ پھر کہا ایک مکان رہنے کے واسطے بادشاہ نے کہا بڑے بڑے عالیشان مکان آپ کے رہنے کے واسطے موجود ہیں کہا کہ پھر ایک سلطنت بھی ہونی

چاہیے۔ بادشاہ نے کہا کہ سلطنت بھی حاضر ہے شوق سے تخت پر بیٹھئے اور حکمرانی کیجئے یہ سب پوچھ کر بادشاہ سے کہنے لگے کہ میں پاجامہ ہی کیوں پہنوں کہ جس میں اتنے جھگڑے اور بکھیڑے ہوں۔ (وعظ تذکیر الآخر)

اہل دنیا سے اعراض

مولانا شہیدؒ ایک مرتبہ لکھنؤ تشریف لے گئے' لکھنؤ کے ایک شہزادے حاضر ہوئے اور زمین دوز سلام کیا' آپ نے انگوٹھا دکھادیا' اس نے اشرفی نذر دی' آپ نے منہ چڑادیا' مولانا نے ایسا قصداً کیا تھا کیوں؟ اس لیے کہ اہل دنیا تنگ نہ کریں اور غیر مہذب سمجھ کر وہ پاس نہ آئیں تاکہ دنیاداروں کے جھگڑوں سے نجات ہو۔ یہ سب بے طمعی کا سبب تھا جب مال کا علاج ایسے اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے سے ہوتا ہے مال و دولت سے محبت دور ہوجاتی ہے اور غنا باطنی حاصل ہوتی ہے۔ (وعظ ایضاً)

یہ عتاب بھی قابل التفات ہے

کسی عورت کا خاوند منہ نہ لگاتا تھا۔ ایک روز اس نے گاجر کھا کر پنیری عورت کے مار دی تو اس نے اپنی ماں کو کسی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ کھائی تھی گاجر ماری تھی پنیری ماں سے کہنا کہ کچھ کچھ سہاگ بہڑا ہے۔ (آیا ہے) (وعظ الاتفاق)

جدید تہذیب کے رنگ

ایک صاحب کان پور میں کوٹ' پتلون' بوٹ' سوٹ سے کسے کسائے میرے پاس آئے وہ بیٹھنا چاہتے تھے کرسی پر تو وہ سہولت سے بیٹھ جاتے لیکن ہم غریبوں کے پاس کرسی کہاں ہمارے لیے تو چٹائی پر بیٹھنا فخر ہے۔ اب وہ کھڑے ہیں لیکن کھڑے کھڑے بات کیسے کریں' ہاتھ میں ایک چھڑی بھی تھی' چھڑی پر سہارا دے کر اور تاک لگا کر بھدے سے گر پڑے مجھے بڑی ہنسی آئی' بتلائیے یہ تہذیب ہے یا تعذیب یہ آزادی ہے یا قید ہے بیٹھنا تو مصیبت تھا ہی اور اٹھنا اور بھی زیادہ مصیبت ہوا اور اگر چلتے چلتے گر پڑے تو بس وہاں ہی پڑے رہتے ہوں گے۔ (وعظ ایضاً)

تبلیغ کیلئے آداب سیکھنے کی ضرورت

شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے مجلس وعظ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہے، کوئی اور مولوی صاحب ہوتے تو بلا کر ملامت کرتے، برا بھلا کہتے، سچ یہ ہے کہ ہم لوگ نام کے مولوی ہیں اور نرے الفاظ پرست ہیں حالانکہ الفاظ یاد کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب تک حال نہ ہو۔ مولاناؒ فرماتے ہیں:

قال رابگذار و مرد حال شو　　پیش مرد کامل پامال شو

پس اگر کوئی نرا مولوی ہوتا تو وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی آیات واحادیث پر اس طرح عمل کرتا کہ بلا کر اس کو برا بھلا کہتے اب عداوت اور نفرت جانبین میں ہوتی اور اس کو دیکھ کر بیشک یہ شبہ پیدا ہوتا کہ تم کہتے ہو کہ شریعت پر عمل کرنے سے محبوب ہوجاتا ہے اور اس پر لوگ پروانوں کی طرح گرتے ہیں لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ بجائے دوستی کے اور الٹی عداوت اور نفرت ہوگئی لیکن شاہ صاحب نے یہ نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیے آپ سے کچھ مشورہ کرنا ہے وہ ٹھہر گیا بعد فراغت کے فرمایا کہ بھائی اپنا عیب آدمی کو معلوم نہیں ہوتا مجھے اپنے اندر ایک عیب کا شبہ ہے وہ یہ کہ میرا پاجامہ ٹخنوں کے نیچے لٹک جاتا ہے اور اس پر ایسی ایسی وعیدیں آئی ہیں تو آپ ذرا دیکھ لیں کہ واقعی میرا شبہ صحیح ہے یا نہیں؟ وہ شخص پانی پانی ہوگیا اور عرض کیا کہ حضور آپ کا پاجامہ کیوں لٹکتا، میرا البتہ لٹک رہا ہے اور اسی وقت جا کر اس کو درست کرلیا اور ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی۔ پس اگر محبت اور حکمت عملی سے کہا جاوے تو ممکن نہیں کہ کوئی برا مانے اس واسطے امر بالمعروف اور وعظ عام کی ہر شخص کو اجازت نہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" (وعظ ایضاً)

ہردلعزیزی کے برے نتائج

کوئی شخص تھے ہردلعزیز بیچارے ہر ایک کی دل جوئی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک دریا کے کنارے پر پہنچے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارہ پر بیٹھا ہے اور اس پار جانا چاہتا ہے اور ایک دوسرے کنارہ پر بیٹھا ہے اور اس طرف آنا چاہتا ہے یہ ہردلعزیز صاحب اس قریب والے کو

کندھے پر بٹھلا کر چلے جب وسط دریا میں پہنچے تو چاہا کہ اس کنارہ والے کو بھی اتنی ہی دور لے آؤں ورنہ اس کا جی برا ہوگا۔ پس اس کو کندھے پر سے پٹک کر اس کو لینے گئے جب وسط تک اس کو لے آئے تو پہلا ڈوبتا ہوا دکھائی دیا۔ پس اس دوسرے کو پٹک دوسرے کو سنبھالنے لگے وہ ڈوب چکا پھر اس دوسرے کی خبر لینے آئے اس کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔ پس یہی شیوہ اس وقت لوگوں نے اختیار کیا ہے کہ تھوڑے سے اُدھر گئے تھوڑے سے اِدھر اس فرقہ میں آ گئے تو اسی قسم کی باتیں کرنے لگے اور اگر دوسرے میں گئے تو ان ہی کا طرز اختیار کر لیا۔ غرض کوئی خاص مشرب نہیں ہے۔ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں تھوڑا سا غیر مقلد ہوں اور تھوڑا سا نیچری ہوں تھوڑا سا بدعتی ہوں اور شرح اس کی یہ فرمائی کہ میں ڈھولکی سنتا ہوں اس لیے تو بدعتی ہوں اور ترقی پر لیکچر دیتا ہوں اس لیے نیچری ہوں اور ظہر وعصر ایک وقت میں پڑھتا ہوں اس لیے غیر مقلد ہوں اب جنہوں نے ان مولوی صاحب کی تقریر سنی ہوگی ان کا تو پڑا ہو گیا ہوگا غرض چاروں طرف سے فتن ہے اور گمراہیوں کے جال ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

صد ہزاراں دام ودانہ است ای خدا ۔۔۔ ماچو مرغاں حریص کافر بے نوا
دمبدم پا بستۂ دام تو ایم ۔۔۔ گر ہمہ شہباز و سیمرغ شویم
می رہانی ہر دمے مارا او باز ۔۔۔ سوئے دام مے رویم اے بے نیاز

(وعظ عمل الذرہ)

حقیقی طالب علم چور نہیں ہو سکتا

مدرسہ جامع العلوم میں ایک طالب علم نے کسی دوسرے طالب علم کی کتاب چوری کی ایک شخص کہنے لگے کہ دیکھو طالب علم بھی چوری کرتے ہیں، میں نے کہا ہرگز طالب علم چوری نہیں کرتے وہ کہنے لگے کہ آپ انکار کرتے ہیں صریح چوری ظاہر ہوئی، میں نے کہا طالب علم چوری نہیں کرتے بلکہ بعض چور طالب علمی کرتے ہیں جو طالب علم ہوگا وہ علم کا طالب علم ہوگا وہ چوری کیوں کرتا۔ حقیقت میں ذرا سا فرق ہے کہ اس کے پیش نظر ہونے سے اشتباہ ہو جاتا ہے جیسے زار روس سنا ہے کہ بائیسکل سے گر کر مر گیا تھا تو ڈاکٹروں میں اختلاف ہوا کہ گر کر مرا ہے یا مر کر گرا ہے۔ (وعظ ایضاً)

حکم شرعی سے متعلق اپنی رائے قائم کرنا

ایک مولوی صاحب سے میری گفتگو ہوئی' کہنے لگے کہ بیوتا سے مراد آیت میں زنانے گھر ہیں اور اس پر مسلمانوں کا عمل ہے میں نے کہا کہ بیوتا مطلق ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں تم اپنی رائے سے کیسے تخصیص کرتے ہو زنانہ اور مردانہ مکان دونوں مکان مراد ہیں۔ ہاں اگر مردانہ مکان اس قسم کا ہو کہ وہاں سب آتے جاتے ہوں اور قرائن سے معلوم ہے کہ کسی کو یہاں آنے کی ممانعت نہیں تو وہاں استیذان کی ضرورت نہ ہوگی اور کوئی کمرہ میں تنہا بیٹھا ہوا اپنے کام میں مشغول ہے تو وہاں استیذان ضروری ہے۔ پس یہ تاویل کہ زنانہ گھر مراد ہیں درست نہیں۔ مولانا ایسی تاویلوں کی نسبت فرماتے ہیں:

بر ہوا تاویل قرآن میکنی   پست و کژ شد از تو معنی سنی

(وعظ ایضاً)

خدا تعالیٰ کے روبرو حساب کتاب کیلئے پیش ہونا

ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ صاحبزادہ دن بھر جو کام کیا کرو شام کو ہم کو اس کا حساب دیا کرو' اس بیچارے کو بڑی دقت ہوئی۔ اول تو ہر کام سوچ بچار کر کرتا پھر اس کو یاد رکھتا پھر ابا جان کے سامنے ہر کام کی وجہ اور اس کی ضرورت اور توجیہ بیان کرتا کئی روز اسی پریشانی میں گزرے۔ ایک روز اس نے کہا کہ ابا جان اس سے کیا فائدہ ہے جو کچھ آپ کو نصیحت کرنا ہو ویسے ہی کر دیا کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ بیٹا اس میں یہ حکمت ہے کہ تم کو یہ معلوم ہو جاوے کہ جب میں ایک بوڑھے باپ کے سامنے حساب نہیں دے سکتا تو حق تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادۃ اور قادر مطلق ہے اس کے سامنے کیسے حساب دوں گا۔

تو نمی دانی حساب صبح و شام   پس حساب عمر چوں گوئی تمام

ایں عمل ہائے نہ بر نہج صواب   نیست جز شرمندگی روزِ حساب

(الخضوع)

نفس کا علاج

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی نے بزمانہ خلافت دیکھا کہ کمر پر مشک لدی ہوئی ہے اور لوگوں کے یہاں پانی بھرتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ یہ کیا کرر ہے ہیں فرمایا کہ کسی بادشاہ کا سفیر آیا اس نے کہا تھا کہ آپ کے عدل کو بہت شہرت ہو رہی ہے میرا نفس سن کر خوش ہوا میں اس کو ذلیل کر کے اس کی اصلاح کرر ہا ہوں۔ (وعظ ایضاً)

نفس کو دبانے کا انداز

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرتہ پہنا پھر فوراً مقراض منگا کر آدھی آستین اس کی کاٹ دی کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا کیا فرمایا کہ یہ کرتہ پہن کر اپنی نظر میں اچھا معلوم ہوا' میں نے اس کو بدشکل کر دیا تا کہ برا لگنے لگوں' بزرگوں نے اس طرح مجاہدہ کئے ہیں اور نفس کو دبایا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

زاں بلا ہا کانبیا برداشتند   سر بہ چرخ ہفت ہیں افراشتند

(وعظ ایضاً)

نسب کے بارے میں معتدل راہ

قنوج میں ایک مولوی صاحب آئے وہ سید تھے اور وہ منہیاروں میں آ کر ٹھہرے انہوں نے ان کی دل جوئی کی اور اپنی آمدنی کے لیے کہنا شروع کیا کہ نسب کی شرافت کوئی چیز نہیں اولاد آدم سب برابر ہیں۔ وہاں کے شیوخ کو یہ گراں ہوا اور انہوں نے یہ شہرت دینی شروع کی کہ یہ مولوی صاحب اپنی لڑکی منہیاروں میں دیں گے اور ایک چالاک شخص نے مولوی صاحب سے پوچھا بھی کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ اپنی لڑکی منہیاروں میں دیں گے' مولوی صاحب غصہ ہو گئے اور طیش میں آ کر کہتے ہیں کہ کون حرام زادہ کہتا ہے' لوگوں نے کہا کہ حضرت مولانا برا ماننے کی بات کون سی ہے سیادت اور شرافت تو کوئی چیز نہیں ہے اس روز ان مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں غرض نسب کے بارے میں افراطِ تفریط دونوں برے ہیں نہ تو شیخ سید جولا ہے ایسے برابر ہیں کہ آپس میں ان کے مناکحت جاری ہوں اور نہ ایسا فرق

ہے کہ اس کی بناء پر تفاخر کرنے لگیں اور دوسری قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگیں۔ البتہ جو شے عرفاً سبب ذلت کا ہے اس سے بچے لیکن حفظ کے ساتھ تواضع کو اختیار کرے۔ (الخضوع)

میسر اسباب پر شکر کی تعلیم

کسی شخص نے ایک صحابی سے اپنے فقر و فاقہ و غربت کی شکایت کی انہوں نے پوچھا کہ تمہارے رہنے کے لیے گھر بھی ہے اور بیوی بھی ہے' عرض کیا کہ گھر بھی ہے اور بیوی بھی ہے' فرمایا کہ تم غریب کہاں ہوئے تم تو امیر ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ ایک غلام بھی ہے' فرمایا کہ پھر تو تم بادشاہ ہو۔ (التذکیر وعظ الظلم)

یہ سب احوال قابل عبرت ہیں

دیکھو ہماری ریاست اور منصب تو ہے ہی کیا سلطان عبدالحمید خان کو دیکھو جو کہ صاحب سلطنت تھے اور ایک وقت وہ تھا کہ ان کی سطوت و شوکت کے سامنے کسی کو دم زدن کی مجال نہ تھی۔ سپاہ اور امراء اور وزراء و سفراء سب صف بستہ حکم کے منتظر رہتے تھے یا تو وہ یہ جاہ و جلال تھا اور یا آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے یہ ہو گیا کہ تخت سلطنت سے اتار دیئے گئے اب اگر وہ کوئی حکم کریں بلکہ کوئی مشورہ بھی دیں تو کوئی سنتا بھی نہیں' بڑی عبرت کا واقعہ ہے۔ حق تعالیٰ جس سے چاہیں جب چاہیں جو نعمت چاہیں سلب کر لیں کوئی چوں چرا نہیں کر سکتا۔ ''وتعز من تشاء وتذل من تشآء'' ان کی شان ہے لوگ آجکل اخبار اور تاریخ دیکھتے ہیں صرف مجلس آرائی کے لیے واقعات سنتے ہیں عبرت حاصل نہیں کرتے۔ (وعظ الظلم التذکیر)

ظلم کا انجام

بنی اسرائیل میں ایک سپاہی نے ایک مچھلی والے کی ایک مچھلی چھین لی' مچھلی والے نے کہا کہ اے اللہ میں اس سے یہاں ہی بدلہ لینا چاہتا ہوں' وہ سپاہی مچھلی گھر لایا اور بیوی سے کہا کہ اس کو مسلم کو تلو' چنانچہ وہ تلی گئی جب سامنے آئی تو جب اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اس مچھلی نے ہاتھ میں کاٹ لیا اور اس میں شدت کا درد پیدا ہو گیا' اطباء کی رائے ہوئی کہ جب تک ہاتھ نہ کٹے گا اچھا نہ ہو گا۔ چنانچہ ہاتھ کاٹ ڈالا گیا' ہاتھ کاٹنے کے بعد وہ اور آگے

سرایت کر گیا کسی اہل دل نے کہا کہ جب تک اس مچھلی والے سے دعا نہ کراؤ گے اس وقت تک آرام نہ ہوگا۔ اس کو تلاش کیا وہ مل گیا اس نے دعا کی درد تو فوراً جاتا رہا اور صبح کو جب سو کر اٹھا ہاتھ بھی سالم پایا۔ (وعظ ایضاً)

ہر چیز کو میزان عدل میں تولا جائیگا

حدیث شریف میں ایک قصہ وارد ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے چند غلام ہیں وہ مجھ کو ستاتے ہیں نافرمانی کرتے ہیں اور میں ان کو مارتا ہوں کوستا ہوں قیامت میں میرا اور ان کا کیا معاملہ ہوگا' فرمایا کہ ان کی خطائیں ایک پلہ میں رکھی جائیں گی اور تیری مارکوٹ دوسرے پلہ میں رکھی جائے گی اگر ان کی خطائیں زیادہ ہوئی تو ان کی نیکیاں تجھ کو ملیں گی اور اگر تمہاری مارکوٹ زیادہ ہوئی تو تمہاری نیکیاں ان کو دلائی جائیں گی۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سب کو آزاد کر دیا اس لیے کہ مجھ سے ایسا عدل نہ ہو سکے گا لیکن مقصود شریعت کا یہ نہیں کہ غلام نوکر نہ رکھو یہ ان صحابی کا خوف تھا۔ (وعظ ایضاً)

ملازم کو تکلیف دینے سے بچنا

مجھ کو اگر کبھی ریل پر ملازم کو بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے تو بہت ہی گراں ہوتا ہے اسی واسطے میں نے اپنے سب دوستوں کو لکھ دیا ہے کہ ریل کے ذریعے سے میرے پاس کوئی شے نہ بھیجیں۔ (وعظ ایضاً)

دُعا احسن التدابیر ہے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ "**یا رسول اللّٰہ جاعت العیال وھلک الاموال فادع اللّٰہ لنا**" آپ نے دعا فرمائی "**اللّٰھُمَّ اسقنا**" چنانچہ بادل آیا اور برسنا شروع ہوا اور ایک ہفتہ تک برستا رہا' دوسرے ہفتہ میں وہی اعرابی آیا اور کھڑا ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر گر گئے اور کام بند ہو گئے' دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ بارش بند کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا

فرمائی: "اللّٰھُمَّ حوالینا ولا علینا اللّٰھُمَّ علی الاٰوکام والاودیۃ وعلی القراب وعلی الجبال او کما قال" چنانچہ اسی وقت بادل پھٹ گیا اور چاروں طرف بادل تھے اور بیچ میں سے صاف تھا۔ پس دعا بھی ایک تدبیر ہے اور احسن التدابیر ہے لوگ اس کو تدبیر نہیں سمجھتے۔ چنانچہ اپنی مہمات میں لوگ جہاں بھر کی تدبیر کرتے اور افسوس ہے کہ جو اصلی تدبیر ہے یعنی دعا اس سے غافل ہیں حالانکہ دنیا کے قصوں میں اس پر نہایت اہتمام سے عمل کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص انٹرنیس پاس ہے اور وہ جانتا ہے کہ میرا کہیں روزگار ہو جاوے تو ہر عاقل اس کو یہی تدبیر بتلاوے گا کہ صاحب کلکٹر کے یہاں یا کمشنر کے یہاں درخواست دو تو دیکھئے اس کو وہی تدبیر بتلاتے ہیں جو دعا کا حاصل ہے۔ (اشرف المواعظ وعظ الصبر)

مزاحیہ حکایت

میرٹھ میں شیخ الٰہی بخش بڑے رئیس تھے ان کا دسترخوان بڑا وسیع ہوتا تھا اور سب کو ساتھ کھلایا کرتے تھے مگر شیخ صاحب کے سامنے جو کھانا ہوتا تھا وہ اچھا ہوتا تھا ایک منشی صاحب نے باورچی سے کہا کہ میاں ہم کو بھی میاں صاحب کے کھانے میں سے کچھ دینا۔ چنانچہ اس نے ایک تشتری میں نکال دیا اور ان کے سامنے تشتری دسترخوان پر رکھی گئی۔ شیخ صاحب نے دیکھ لیا اور کسی بہانے سے اپنے پاس والوں کو اپنی طرف سے سرکنے کو کہا تو ہر ایک حصہ طعام کے سامنے اس کا جلیس ہو گیا۔ اسی طرح ان منشی صاحب کا حصہ دوسرے کے سامنے ہو گیا تو شیخ صاحب کیا کہتے ہیں کہ منشی جی اس تشتری کو بھی اپنے سامنے کر لیجئے رغبت سے منگائی ہے بس کٹ گئے۔ (وعظ ایضاً)

تدبیر کرنا خلافِ توکل نہیں

دعا بھی ایک تدبیر ہے اور صبر کے منافی نہیں ہے آپ نے خود دعا فرمائی ہے چنانچہ قحط میں دعا فرمانے کا قصہ میں نے خود بیان کیا ہے۔ ایک معرکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور دو زرہ آپؐ پہنے ہوئے تھے اوروں کے پاس تو ایک ایک زرہ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو زرہ تھیں لوئی ناواقف ہو تو یہ کہے کہ سب کے پاس تو ایک

ایک زرہ تھی یا بالکل نہ تھی اور آپ ؐ نے دو زرہ کیوں پہنی تھیں حالانکہ یہ اظہار ہے اپنے عجز کا ہاں غلبہ حال کا قصہ جدا تھا غلبہ حال میں تو بعض اوقات دعا بھی چھوٹ جاتی ہے لیکن باوجود غلبہ حال ہونے کے تدبیر نہ کر سکے۔ گویا یہ مطلب ہے کہ اے اللہ ہم ایسے مضبوط ہیں کہ ہم کو تدبیر کرنے کی ضرورت نہیں، صبر کے یہ معنی نہیں ہیں صبر کے معنی جزع فزع نہ کرنا اور مستقل رہنا اور تنگی اور کراہت نہ ہونا اسی استقلال کا ایک فرد نباہ کرا اور جم کر دور کرنا بھی ہے پس جو شے استقلال کا محل ہو اس کو استقلال کے خلاف نہ کہا جاوے گا۔ الحاصل جب دوا کی اور دوا پر نظر نہ ہوئی تو یہ صبر و توکل کے خلاف نہیں۔ (وعظ ایضاً)

مصائب کی تمنا مطلوب نہیں

بعض صحابہؓ بعد غزوہ بدر کے تمنا کیا کرتے تھے کہ کوئی غزوہ ہو تو ہم قتل و قتال کریں اور اللہ کی راہ میں جان دیں۔ جب غزوہ احد ہوا تو اس میں ہزیمت ہوئی اس کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "ولقد كنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوه فقد رأيتموه وانتم تنظرون" یعنی موت کے ملنے سے پہلے تم اس کی تمنا کیا کرتے تھے اب تو تم نے اس کو دیکھ لیا اور تم صاف دیکھ رہے ہو (اب کیوں بھاگتے ہو) بہر حال تمنائے مصیبت عدم تمنا کو اور وقوع کے وقت تدبیر کو ترجیح دی گئی ہے اور اس تدبیر کو خلاف صبر نہیں سمجھا گیا بالخصوص موت کی تمنا مصیبت سے بچنے کے لیے یہ نری بزدلی کی بات دلیل ہے اس لیے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصائب موجودہ پر اس شخص سے صبر نہیں ہو سکتا جو شخص جان کر کنویں میں گرتا تھا میں پہلے اس شخص کو بہادر سمجھتا تھا ایک دوست نے اس غلطی کو رفع کیا اور کہا کہ ایسا شخص بڑا بزدل اور بے صبرا ہے اس لیے مصائب پر اس سے صبر نہیں ہو سکا اس لیے جان دیتا ہے۔ (وعظ ایضاً)

ابتداء تعلیم ہی سے تقویٰ کا رنگ

حضرت شیخ عبدالحق ردولویؒ کے بھائی بڑے عالم تھے۔ حضرت شیخ کو نحو میر شروع کرائی اس میں مثال آئی ضرب زید عمرو یعنی مارا زید نے عمرو کو استاد سے پوچھا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا؟ استاد نے کہا مارا نہیں محض فرضی مثال ہے، فرمایا میں ایسی کتاب نہیں پڑھتا

جس میں اول ہی سے تعلیم کذب کی ہو بہرحال اگر مارا ہے تو ظلم ہے اور اگر نہیں مارا تو جھوٹ ہے' میں ایسی کتاب نہیں پڑھتا جس میں ظلم یا کذب کی تعلیم ہو' ہمارے اکابر کی تو یہ حالت تھی کہ مشابہ کذب سے بھی وحشت ہوئی' آج کل کے صوفی ایسے ہیں کہ ریا سے بھی ان کو وحشت نہیں ہوتی جو سراسر خلاف تقویٰ ہے۔ (وعظ ایضاً)

کاملین کی منفرد شان

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ابوبکرؓ کثرت صلوٰۃ وصیام سے نہیں بڑھے بلکہ ان کے قلب میں ایک شے ہے جس کی وجہ سے ان کو فضیلت ہے۔ ایک عالم تاریخ سے نقل کرتے تھے کہ ان کی بیوی سے پوچھا گیا کہ ابوبکرؓ گھر میں کیا کرتے تھے کہا کچھ نہیں اتنی بات تھی کہ شب کو مراقب بیٹھ جاتے تھے اور تھوڑی دیر میں ایک آہ کرتے تھے جس میں سے جلے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی۔ غرض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی وضع یا حالت ممتاز نہ تھی اسی طرح کاملین عوام سے کم ممتاز ہوتے ہیں۔ (وعظ ایضاً)

حکم شریعت کو مزاج طبیعت پر غالب رکھنا

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں پر مجبور فرمایا اور میرا جی نہ چاہتا تھا اول تو ان مذاہب اربعہ سے خارج ہونے کو منع فرمایا دوسرے یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہؓ سے افضل جاننے کو جی چاہتا تھا اس سے روکا اور افضلیت شیخین پر مجبور کیا' تیسرے ترک اسباب میری اصلی خواہش تھی مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تثبت بالاسباب پر مجبور فرمایا۔ پس اسباب ظاہر کو اختیار کرنا سنت ہے۔ (وعظ ایضاً)

تمام حالات ومقدمات میں اللہ سے رجوع کرنا

میرٹھ میں ایک حکیم سلامت علی صاحب تھے' بڑے مقدس آدمی جس وقت نبض دیکھتے تھے تو اول پڑھتے تھے: "سبحانک لا علم لنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم'' جیسے سہارنپور میں ایک صاحب جج تھے' رشوت بالکل نہ لیتے تھے اور نہ مدعی مدعا

علیہ سے خلوت میں کچھ باتیں کرتے تھے۔ ان کا یہی معمول تھا کہ تجویز لکھنے سے پہلے یہی آیت پڑھ لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک شخص نے عجیب قصہ کیا وہ یہ کہ وہ ایک مرتبہ مسجد میں نماز پڑھنے آئے' نماز پڑھ کر وظیفہ میں مشغول تھے ایک مقدمہ والے کو کیا سوجھی کہ بعد نماز کے ان کے پاس بیٹھ کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے لگا کہ اے اللہ آپ کو معلوم ہے کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے' غرض دعا میں پکار پکار کر پورا کچا چٹھا اپنا سب جج کو سنا دیا' اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کی گویا سب جج سے کی۔ بیچارے سب جج صاحب کہنے لگے کہ بھائی اب یہ لوگ مسجد کی نماز بھی میری چھڑائیں گے۔ غرض یہ سب جج اور وہ حکیم صاحب اول سبحانک لاعلم پڑھتے اور وہ حکیم صاحب پھر مریض سے یوں بھی فرماتے کہ جب دوا بن کر تیار ہو جاوے تو میرے پاس لے آئیو۔ جب دوا آتی تھی تو اس پر بھی کچھ پڑھ کر دم فرماتے' اب تو اگر کوئی طبیب ایسا کرنے لگے تو اس کا مذاق اڑانے لگیں کہ میاں حکیم کیا ہیں پیر جی ہیں اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر کسی طبیب کو مذاق اڑانے کا خوف ہو تو چپکے چپکے دعا کر لیا کریں لیکن دعا ضرور کریں اور اس میں عارض کے سبب دعا کی خفی کرنے کی اصل یہی ہے وہ یہ کہ قرآن شریف میں حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ آیا ہے کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی دعا آہستہ کی تھی چنانچہ ارشاد ہے: "اذا نادی ربه نداء خفیا" بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ چپکے سے دعا اس لیے کی کہ لوگ ہنسیں نہیں اس لیے حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی اور بیوی بانجھ تھیں۔ پس اگر لوگوں کے ہنسنے کا خوف ہو تو چپکے چپکے دعا کر لیا کرو اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو یہ ہے کہ اگر لوگ ہنسیں تو پکار کر دعا کرنی چاہیے اس لیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فارس اور روم فتح ہونے کی خبر دی تو کفار ہنسے تو اللہ تعالیٰ نے پکار کر دعا کرنے کی تعلیم فرمائی' فرماتے ہیں:

قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشآء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشآء من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شئی قدیر. تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل وتخرج الحیّ من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشآء بغیر حساب.

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے اے اللہ اے ملک الملک آپ سلطنت جس کو چاہیں دیں اور جس سے چاہیں چھین لیں اور جس کو چاہیں عزت دیں جس کو چاہیں ذلت دیں آپ ہی کے قبضہ میں ہے خیر بے شک آپ ہر شے پر قادر ہیں آپ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں (جس سے دن بڑھ جاتا ہے) اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں (جس کی وجہ سے رات بڑھ جاتی ہے) پس جب کہ رات کو دن بنا دینا اور دن کو رات بنا دینا آپ کے قبضہ میں ہیں تو ضعیف کو قوی بنا دینا اور قوی کو ضعیف کر دینا آپ کو کیا مشکل ہے اور زندہ کو بے جان سے نکالتے ہیں اور بے جان کو زندہ سے نکالتے اور جس کو آپ چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں یہ ایسی ہی چیز کی دعا ہے جس پر زیادہ ہنسی ہوئی ہو گی مگر قیامت تک پکار پکار کر پڑھی جاوے گی۔ بہر حال ایسے وقت پکار کر دعا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور آہستہ دعا کرنا زکریا علیہ السلام کی سنت ہے جس پر چاہو عمل کرو خواہ پکار کر دعا کرو خواہ آہستہ آہستہ اور حضرت زکریا علیہ السلام کی سنت من وجہ حضور کی سنت ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قرآن شریف میں نقل فرما کر اس پر انکار نہیں فرمایا اور یہ قاعدہ ہے قصص اولین اگر بلا انکار اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرما دیں تو وہ ہمارے لیے بھی حجت ہیں غرض جس طرح ہو دعا کرو۔ (وعظ ایضاً)

ہر کام کیلئے تعویذ نہیں ہوتا

ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا لڑکا شرارت بہت کرتا ہے کوئی تعویذ دے دو میں نے کہا کہ اس کا تعویذ تو ڈنڈا ہے تھوڑے دنوں میں یہ بھی کہنے لگیں گی کہ ایسا تعویذ دو کہ جس سے روٹی بھی کھانا نہ پڑے آپ سے آپ پیٹ بھر جایا کرے۔ (وعظ ایضاً)

عقل پرستی کا نتیجہ

ایک شخص اپنی ماں سے بدکاری کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں جب سارا اس کے اندر سے نکلا ہوں تو اگر میرا ایک جزو اس کے اندر چلا گیا تو کیا حرج ہے۔ ایک شخص گوہ کھایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جب میرے ہی اندر چلا جاوے تو کیا حرج ہے ایسے ہی آج کل کے عقل پرست لوگ ہیں۔ (وعظ ایضاً)

اہل اللہ کا بچپن سے عبادت کا ذوق

حضرت شیخ عبدالحق ردولویؒ بچپن میں رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھتے تھے اور ذکر اللہ کیا کرتے تھے، ماں دیکھ کر کڑھتی تھیں اور مزاحمت کرتی تھیں۔ اگرچہ برائے شفقت ہی کرتی تھیں لیکن شیخ نے فرمایا کہ ماں کدھر سے ہے یہ تو رہزن اور ڈاکو ہے اس جگہ کا رہنا چھوڑ دیا اور دہلی تشریف لے آئے۔ (اشرف المواعظ حصہ دوم وعظ الخلط)

اُمور دینی میں غیرت کی ضرورت

ایک مندر بن رہا تھا اس میں ایک شخص نے دس روپیہ چندہ دیا اس لیے کہ پھر ہندوؤں سے یونیورسٹی میں بہت سا لیں گے اور اپنی اس تدبیر پر بہت خوش تھے اور یہ نہ سمجھے کہ دس روپیہ خرچ کر کے جہنم مول لی۔ طریق کے بارے میں بڑی حمیت اور غیرت ہونی چاہیے۔ (وعظ ایضاً)

اصل دل کا رونا ہے

ایک دوست نے مجھ کو لکھا ہے کہ میں جب حج کرنے نہیں گیا تھا تو رونا بھی آتا تھا اور جب سے حج کر آیا ہوں رونا نہیں آتا اس کا بہت افسوس ہے، میں نے لکھا کہ مراد دل کا رونا ہے وہ تم کو حاصل ہے۔ (اشرف المواعظ حصہ دوم وعظ المباح)

ممانعت کی وجہ اتباعِ رسول

ایک شخص کہنے لگے کہ ہم نے برادری کو کھانا کھلا دیا' اس میں کیا برائی ہوئی ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں کیا برائی ہوئی، میں کہتا ہوں اگر کوئی شخص سیر بھر لڈو میں تولہ بھر سنکھیا ملا کر کھلا دے تو اس کو جو منع کیا جائے گا کہ یہ لڈو مت کھاؤ تو یہ فی الواقع لڈو کھانے سے ممانعت نہیں ہے بلکہ سنکھیا کھانے سے منع کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں برادری کے کھلانے کو منع نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے اندر جو زہر اتباع رسوم کا ملا ہوا ہے اس سے روکا جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو معاصی کی فہرست ہی معلوم نہیں۔ (وعظ ایضاً)

عورتوں کے اختلاط کے نقصانات

ایک کورٹ انسپکٹر تھے ان کی بیوی اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھی اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی تھیں وہ ایک اور شخص کے پڑوس میں آ کر رہے ان کی تنخواہ بہت کم تھی یعنی ایک سو بیس روپیہ

ان کی بیوی کو جو آ کر دیکھا تو سر سے پاؤں تک زیور میں لدی ہوئی اور کام کرنے کے لیے ماما ئیں اور بچوں کے لیے انائیں غرض سب سامان ہیں پوچھا بہن تمہارے خاوند کی کیا تنخواہ ہے کہا اکیس سو بیس روپیہ یہ سن کر جل گئی کہ ان کی اس تنخواہ میں یہ حالت اور میرے خاوند کی اس سے بہت زیادہ تنخواہ اور میں اس حال میں۔ بس خاوند سے لڑنا اور فرمائشیں کرنا شروع کر دیں' زیور بنواؤ اور مکان بنواؤ۔ چنانچہ وہ کورٹ انسپکٹر صاحب ایک بار ملے تھے کہ صاحب جان غضب میں آ گئی دیکھئے کیا پر تاثیر صحبت تھی کہ ایک توجہ میں کامل بنا دیا' اس لیے میں کہتا ہوں کہ ان کو جمع ہی نہ ہونے دو' غرض یہ عورتیں رات دن اسی میں کھپی رہتی ہیں۔ (وعظ ایضاً)

اکابر کے ارشاد میں امتثالِ امر

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے یہاں وزیر حیدر آباد آئے' حکم ہوا کہ نکال دو' خادم نے عرض کیا کہ حضور وزیر ہیں فرمایا میں کیا کروں' اگر وزیر ہے جب بہت عرض کیا گیا تو فرمایا اچھا دو بجے رات تک اجازت ہے۔ امراء حیدر آباد بھی بزرگوں کے ایسے معتقد ہیں دو بجے کے بعد فوراً وہ خود بخود چل دیئے۔ (وعظ ایضاً)

مقبولین کے مزاج جدا جدا ہوتے ہیں

ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ اللہ اکبر رحمت کے مجسمہ تھے' کیسا ہی کوئی بدحال ہو جس پر ہم کفر کا فتویٰ لگا دیں وہ اس کے فعل کی تاویل فرماتے تھے' حضرت کا مذاق طبیعت ہی اس قسم کا تھا اور سبب اس کا غلبہ تواضع تھا کہ کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھتے تھے۔ تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شخص نے حضرت کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ لکھا تھا پڑھنا شروع کیا اور حضرت کے چہرہ سے برابر آثار کراہت کے ظاہر ہو رہے تھے جب قصیدہ پورا پڑھ لیا تو حضرت نے فرمایا کہ میاں کیوں جوتیاں مارا کرتے ہو' سو کوئی بزرگ فطرۃً نرم مزاج ہوتے ہیں اور بعض طبعاً تیز ہوتے ہیں اور مقبول ہونے سے مزاج نہیں بدلتا۔ اگر پہلے سے کوئی شخص تیز مزاج ہے اور وہ تیزی اس کے بعد مقبولیت کے بھی زائل نہ ہوگی فرق اس قدر ہوگا کہ پہلے تیزی میں حدود سے بڑھ جاتے تھے اب حدود کے اندر رہیں گے۔ پہلے غیروں پر ناحق تیزی کرتے تھے اب اپنے نفس پر تیز ہوں گے اور نیز خلاف شرع امر پر غصہ کریں گے۔ پس

اولیاء اللہ کو ان شیون مختلفہ کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام سے مناسبت ہوتی ہے اور حدیث سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے بدر کے قصہ میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ سے اساری بدر کے متعلق مشورہ لیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کی قوم ہے اور امید ہے کہ اسلام لاویں گی۔ آپ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیجئے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گردن ماریئے مجھ کو حکم دیجئے میں اپنے اقارب کو قتل کروں اور آپ اپنے عزیزوں کو قتل کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تمہاری مثال تو ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا "فمن تبعنی فانہٗ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم" اور اے عمر تمہاری مثال نوح علیہ السلام کی سی ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی "رب لاتذر علی الارض من الکفرین دیاراً" اس حدیث سے اس مسئلہ تصوف کا پتہ چل سکتا ہے۔ (وعظ ایضاً)

حدود سے تجاوز پر مباح اُمور کی ممانعت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ عید کا دن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ میں تشریف رکھتے تھے، دو لڑکیاں دف لئے بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں اور ایک روایت میں ایک قصہ حبشن کا آیا ہے کہ لڑکے جمع تھے اور وہ اچھل کود رہے تھے۔ میرٹھ میں ایک شخص نے ایک روایت سے دعویٰ کیا کہ (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گانا بجانا سنا اور ناچ دیکھا بات یہ ہے کہ برے آدمی کی نظر بھی برائی ہی کی طرف جاتی ہے چونکہ اپنے دماغ میں خباثت ہے اس قصہ میں بھی اس طرف ذہن گیا اور بددین نے جنت کی حوروں کے اعتقاد کے متعلق طعن کیا ہے کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ جنت میں عورتیں ہیں وہ چاندی کے کنگن پہنیں گی جیسے ہمارے یہاں کی گھوسنیں۔ مولوی محمد علی صاحب بچھروانی نے خوب جواب دیا کہ چونکہ خود گندہ تھا خیال میں بھی گندی ہی عورتیں آئیں۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات اسی طرح ان میرٹھی صاحب نے بات کہی چونکہ طبیعت ناپاک تھی اس لیے کسبیوں کی طرف ذہن گیا، اگر شرافت اور سادگی اور پاکی طبع میں ہوتی تو اس طرف ذہن نہ جاتا۔ جناب من! یہ لڑکیاں جوان نہ تھیں یہ نابالغ چھوٹی چھوکریاں تھیں جو اکثر

گھروں میں اودھم مچایا کرتی ہیں اوران کا گانا بھی ایسا ہی تھا کہ جیسے گھروں میں بسا اوقات ان کو شور مچاتے دیکھا ہوگا' گانا ان کا کیا ہوتا ہے یہ گانا ''میری مہندی کے چوڑے چوڑے پات اے بواواری واری جا'' نہ ان کے گانے میں کچھ لطف ہوتا ہے اور نہ ان کے دف میں کوئی فتنہ۔ اسی طرح وہ جبشن یوں ہی سڑی بسی پاگلوں کی طرح کو در ہی تھی جس کے بجائے لطف کے تکدر ہوتا تھا وہ محض لڑکوں کا ایک کھیل ہوتا تھا۔

جیسے ایک ڈوم حج کرنے گیا تھا' بدوں کا گانا سن کر کہنے لگا کہ قربان جاؤں اپنے حضرت جی کے ایسوں ہی کا راگ سنا ہے جو حرام کردیا گیا' میرا راگ سنتے تو ثواب کا وعدہ فرمالیتے۔ بہرحال ان ہی بدوں کی طرح سے دو چھوکریاں تھیں اور وہ کچھ گا بجا رہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم چادرہ اوڑھے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور وہ برابر اسی طرح گاتی رہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے تو وہ بھاگ گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو میں لیٹا تھا یہ لڑکیاں گاتی رہیں اس کے بعد ابوبکرؓ آئے پھر بھی گاتی رہیں پھر اے عمرؓ تم آئے تمہارے آتے ہی بھاگ گئیں تم سے شیطان بھاگتا ہے۔ اس حدیث میں طلباء کو سخت اشکال ہوتا ہے کہ وہ فعل جائز تھا یا ناجائز' اگر ناجائز تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے گوارا فرمالیا اور اگر ناجائز نہیں تھا بلکہ جائز تھا تو شیطان کی طرف اس کو کیوں نسبت فرمایا۔

میری اس تقریر سے یہ اشکال حل ہوگیا بات یہ ہے کہ تھا تو یہ فعل مباح لیکن بوسائط اس کی کثرت مضر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تشریف لانے تک تو کثرت نہ تھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے وقت آئے کہ اس وقت کثرت ہوگئی شیطان کا دخل آگیا اور اس کا وقت پہنچا کہ اس فعل سے شیطان اپنا کچھ کام نکالے حتیٰ کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نہ آتے تو خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس کو روک دیتے مگر پھر بھی یوں نہ کہیں گے کہ اس حالت میں یہ فعل مباح نہیں رہا لیکن یہ مباح ایسا ہے کہ احیاناً واسطہ ہو جاتا ہے کسی امر ناجائز کا۔ اب کوئی اشکال نہیں ہے۔ (وعظ ایضاً)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خشوع کا اہتمام

ایک شخص ابوجہم انہوں نے ایک منقش چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اوڑھ کر نماز پڑھی اور نماز کے بعد یہ فرمایا کہ یہ چادر واپس کردو اور اس کے پاس سے سادہ چادر لے آؤ۔ دیکھئے "متحمل افضا الی الالهاء" سے آپ نے کس درجہ احتیاط فرمائی۔ پھر فرمایا کہ "فانها کادت ان تلهینی انفا" یعنی قریب تھا کہ ابھی وہ میرا دل بٹا دیتی۔ (وعظ ایضاً)

وہم کا نتیجہ

ایک حافظ جی تھے اس قدر وہمی تھے کہ جب ان کو غسل کی ضرورت ہوتی تھی تو تالاب یا نہر پر جا کر غوطہ لگاتے تھے اور غوطہ کے بعد لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ میرا کوئی بال خشک تو نہیں رہ گیا' لڑکے دق کرنے کے لیے کہہ دیتے تھے کہ حافظ جی بہت بال خشک رہ گئے' بیچارے پھر غوطہ لگاتے تھے اور بڑی دیر میں سر نکالتے تھے' لڑکے بھی ایسے شریر ہوتے ہیں کہ استاد کے ساتھ بھی شرارت سے باز نہیں آتے۔ (وعظ ایضاً)

وہم میں غلو

ایک اور وہمی تھے وہ جب وضو کرتے تھے پورا چہرہ حوض میں گردن سمیت ڈبو دیتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ آج میں تمہارا وضو کراؤں گا چنانچہ لوٹا میں پانی لیا اور ان کو وضو کرایا' کہنے لگے کہ آج تو میرا وضو ہو گیا انہوں نے کہا کہ بس ایسے ہی ہمیشہ کر لیا کرو' جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو نیت توڑ کر پھر حوض پر گئے اور منہ اس کے اندر ڈبو دیا جب چین ہوا۔ (وعظ ایضاً)

اللہ واسطے کی چیز میں نور ملنا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب ساتھ میں کھانے کے لیے بیٹھتے تھے تو اخیر تک کھاتے رہتے تھے اور کھاتے تھے اوروں سے کم اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی کے پاس اللہ کے واسطے کوئی شے لاوے تو ضرور کھانا چاہیے اس سے نور پیدا ہوتا ہے۔ (وعظ ایضاً)

ہدیہ دینے والے کی دلجوئی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے ایک شخص ایک ٹوپی لایا چھینٹ کی ٹوپی تھی اور قند کی اس پر گوٹ لگی ہوئی تھی اور گوٹہ اس پر ٹکا ہوا تھا' دیہاتی بیچارے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تمیز تو ان کو ہوتی نہیں کہ کون شے کس کے لائق ہے اس پر ایک اور حکایت یاد آ گئی ایک رسمی پیر کسی گاؤں میں اپنے مریدوں میں پہنچے' ایک چوپال میں ان لوگوں نے ٹھہرایا اور ان کا سامان اسباب وغیرہ مکان پر بھیج دیا' گاؤں والوں کے یہاں بڑی چیز دودھ کی کھیر ہے۔ چنانچہ پیر کے واسطے دودھ کی کھیر تیار کی۔ اب فکر ہوئی کہ برتن تو ہمارے یہاں عمدہ موجود نہیں کس چیز میں لے جاویں۔ اتفاق سے پیر کے اسباب میں مراد آبادی اگالدان اور چمک دار سلفچی بھی موجود تھی۔ گاؤں والوں نے ایسے چمک دار برتن کب دیکھے تھے اور نہ بیچاروں کو یہ خبر تھی کہ یہ برتن کس کام کے لیے ہیں ان ہی میں کھیر بھرا اور پیر کے سامنے لائے۔ پیر نے بہت گالیاں دیں تو ایسے ہی وہ دیہاتی حضرت کے واسطے ٹوپی چھینٹ کی اور قند کی گوٹ اور گوٹہ لگا کر لایا۔ حضرت کے اخلاق اور دل جوئی ملاحظہ فرمائیے کہ اسی وقت اپنی ٹوپی اتاری اور اس کے سامنے اس کی خوشی کے واسطے وہ ٹوپی پہن لی اور خشک متقی ہوتے تو وضع کے خلاف ہرگز نہ کرتے۔ حضرت کیسی وضع اور کیسا فیشن مسلمانوں کی وضع تو اتباع احکام ہے۔ بقول کسی کے:

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو   دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

(وعظ ایضاً)

حالات و مباحات میں اتباع سنت کا اہتمام

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے والد صاحب استاد العلماء حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے واسطے ایک شخص دھوتر کا کرتہ لایا۔ حضرت نے فوراً پہن لیا' لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی' فرمایا کہ وہ خوش ہوگا ہمارے حضرتؐ ہدیہ یہ سمجھ کر کھاتے تھے کہ اس کی دل جوئی ہوگی۔ غرض مباحات میں ہم کو تنگی بھی نہ کرنا چاہیے اور راز اس میں یہ ہے کہ اس تناول مباح میں ایک شان افتقار اور انکسار کی ہے جو کہ مطلوب ہے اور ترک تفصیق

میں شائبہ استغنا کا ہے جو کہ پسندیدہ نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد فرماتے تھے "الحمدللّٰه الذی اطعمنا وسقانا غیر مستغنی عنه ربنا" یعنی اے ہمارے رب ہم آپ کے رزق سے مستغنی نہیں ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "قل من حرم زینة اللّٰه التی اخرج لعباده والطیبت من الرزق" اور ارشاد ہے: "یایها الذین آمنوا لاتحرموا طیبت ما احل اللّٰه لکم ولا تعتدوا" شان نزول اس کا یہ ہوا تھا کہ چند صحابہ نے بعض امہات المؤمنینؓ سے آپ کے شب کے حالات سے سوال کیا انہوں نے بیان فرمایا' انہوں نے سن کر اپنے خیال میں اس کو قلیل سمجھ کر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو ارفع ہے آپ کو تو اتنی بھی ضرورت نہیں آپ کی شان تو یہ ہے: "یغفرلک اللّٰه ماتقدم من ذنبک وما تاخر" اور ہم کو زیادہ ضرورت ہے اس لیے ان میں سے ایک نے تو یہ قسم کھائی کہ میں تمام عمر روزہ رکھا کروں گا ایک نے قسم کھائی کہ میں نکاح نہ کروں گا' ایک نے قسم کھائی کہ میں رات کو نہ سوؤں گا' حضور بھی تشریف لے آئے اور یہ سب قصہ سنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں' افطار بھی کرتا ہوں' سوتا بھی ہوں' جاگتا بھی ہوں۔ "وذالک من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" یعنی یہ سب میری سنت سے ہے اور جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ ایک خرابی تو مباحات کے ترک میں یہ تھی کہ اس سے حق تعالیٰ کی نعمتوں سے استغناء کا شائبہ ہوتا ہے۔ دوسری خرابی اور ہے وہ یہ کہ مباحات کے ترک سے بھی دل میں سقاوت پیدا ہوجاتی ہے اور جو نہ کھاوے اس کے دل میں بھی اس لیے کہ جو ترک کرتا ہے اس کے دل میں عجب پیدا ہوجاتا ہے اور وہ بھی منافی خشوع ہے۔ اسی آیت سے میں اس کو بھی ناجائز کہتا ہوں کیونکہ مقصود تو آیت سے ایسے امر کا مذموم بتلانا ہے جس سے خشوع سے بعد ہوتا ہو۔ خواہ وہ توسع فی المباح ہو یا تضیق فی المباح ہو۔ گو شان نزول حاضر ہو۔ (وعظ ایضاً)

اصل معیار اتباع سنت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا "فتنزه اقوام" یعنی بعض بعض قومیں اس کام سے بچیں۔ "فخطب وقال ما بال اقوام یتنزهون عن شئی امنعه وانا واللّٰه

اخشاکم للّٰہ اتقاکم للّٰہ"، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ میرے فعل سے بچتے ہیں حالانکہ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں۔ پس اگر یہ تنگی کرنا ناپسند نہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش کیوں ہوئے۔ (وعظ ایضاً)

شرع کا ایک ادب چھوڑنے کا نقصان

ایک لطیفہ یاد آیا کہ احمق چلا جا رہا تھا کسی نے پوچھا کہاں جاتا ہے کہا بازار جاتا ہوں، گدھا خریدوں گا، اس نے کہا کہ انشاء اللہ کہہ لو کہنے لگا روپیہ میری جیب میں ہے گدھا بازار میں پھر انشاء اللہ کہنے کا کیا موقعہ ہے، آگے گیا تو کسی نے جیب کتر لی اور روپیہ اڑا لیا، اپنا سامنہ لے کر واپس آئے، پھر وہ شخص ملا پوچھا کہاں سے آ رہے ہو، کہا بازار گیا تھا انشاء اللہ اور میرا روپیہ چوری ہو گیا، انشاء اللہ اور گدھا میں نے نہیں خریدا، انشاء اللہ اور اب میں مفلس ہوں، انشاء اللہ اب اس کو انشاء اللہ کا ایسا سبق یاد ہوا کہ واقع میں جو موقعہ انشاء اللہ کا نہ تھا اس میں بھی انشاء اللہ داخل کر دیا۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی   تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

(وعظ ایضاً)

تشبہ سے بچنے کی تدبیر

ایک دوست بیان کرتے تھے کہ ہم کو ایک مرتبہ ایک اسلامی یعنی مسلمانوں کے ہوٹل میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔ ہوٹل میں میز کرسی پر کھانا کھاتے ہیں چنانچہ میز پر کھانا چن دیا گیا ہم نے عمر بھر میں اس طرح کھانا نہ کھایا تھا اس لیے کہ تشبہ ہے نصاریٰ کے ساتھ، دو طرح سے اس تشبہ کو توڑا ایک تو یہ کیا کہ اپنے ہاتھ میں برتن کھانے کا لے لیا وہ لوگ ہاتھ میں لے کر نہیں کھاتے بلکہ میز پر رکھا ہوا کھاتے ہیں، دوسرے یہ کیا کہ سب نے مل کر ایک برتن میں کھایا اور وہ مل کر نہیں کھاتے اپنے اپنے سامنے سے کھاتے ہیں۔ (وعظ الطہور)

شرعی ہیئت کا اہتمام

مجھے حیدر آباد جانے کا بطریق سیاحت اتفاق ہوا، پھرتے پھرتے کھانے کا وقت آ گیا، کھانے کے لیے مغل کے ہوٹل میں گئے وہاں کھانا رکھنے کے لیے میز اور بیٹھنے کے

لیے تپائی تھی ہم نے کہا کہ ہم لوگ تو اس پر کھانا نہ کھاویں گے، ان لوگوں نے کہا کہ یہاں تو اسی طرح کھایا جاتا ہے، ہم نے کہا کہ ہم لوگ طالب علم ہیں ہم کچھ تصنیف کر لیں گے۔ چنانچہ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ان سب تپائیوں کو جوڑ و چنانچہ وہ جوڑی گئیں تو وہ ایک تخت سا ہو گیا پھر سب نے بیٹھ کر اس پر ثقہ آدمیوں کی طرح کھانا کھایا۔

ہر ایک ناز زیب نہیں دیتا

کسی بیوقوف نے ایک سپاہی کو دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کو دانہ کھلا رہا ہے اور وہ گھوڑا کبھی اُدھر منہ کر لیتا ہے کبھی اُدھر منہ پھیرتا ہے اور یہ شخص جدھر وہ منہ کرتا ہے اسی طرف دانہ لے جاتا ہے اور کبھی اس کی پیٹھ سہلاتا ہے اور کبھی منہ پر ہاتھ پھیرتا اور کہتا جاتا کہ بیٹا کھاؤ اس بیوقوف نے جب یہ دیکھا تو اپنے دل میں کہا کہ مجھ سے تو یہ گھوڑا ہی اچھا ہے میری بیوی تو مجھ کو بڑی ذلت سے روٹی دیتی ہے، آج سے گھوڑا بننا چاہیے یہ سوچ کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ آج تو ہم گھوڑے بنیں گے وہ بھی بڑی شوخ تھی اس نے کہا میری بلا سے آپ گھوڑے بنیں یا گدھے بنیں۔ اس شخص نے کہا میں گھوڑا بنتا ہوں تم میری پیٹھ سہلانا اور دانہ میرے سامنے لانا اور کہنا کہ بیٹا کھاؤ میں اِدھر اُدھر منہ پھیروں گا۔ غرض یہ اُلو کی دم گھوڑے کی طرح کھڑا ہوا بیوی صاحبہ بھی عقلمند تھیں ایک چادر جھول کے بجائے اس پر ڈالی اور اگاڑی پچھاڑی اس کی باندھ دی اور دم کی جگہ جھاڑو لگادی اور دانہ سامنے لائی اور کہا کہ بیٹا کھاؤ رات کا وقت تھا اتفاق سے چراغ پیچھے رکھا تھا جب اس نے ادھر ادھر منہ پھیرا اور دولتیاں چلائیں چراغ کی لو جھاڑو میں لگ گئی اور آگ بھڑک اٹھی بدحواسی میں یہ تو خیال نہ رہا کہ رسیاں کھول دیں شور مچادیا کہ لوگو دوڑو میرا گھوڑا جل گیا، محلّہ والوں نے جانا کہ یہ پاگل یا مسخری ہے اس کے یہاں گھوڑا کہاں، یہ یوں ہی بیہودہ بکتی ہے۔ غرض وہ گھوڑے صاحب وہاں جل بھن کر خاک سیاہ ہو گئے یہ انجام ہوتا ہے ایسے غرہ اور ناز کا صاحبو! ناز کے لیے صورت بھی تو بنوالو جب ناز زیبا ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں:

ناز را روئے بباید ہمچوں ورد   چوں نداری گرد بدخوئی مگرد
زشت باشد روئے نازیباؤ ناز   عیب باشد چشم نابیناؤ باز

(وعظ السرور)

اللہ کی شان میں بے ادبی

ایک گنوار کا بیٹا مر گیا تھا تو آپ کہتے ہیں کہ میرے بیٹے کو تو مار دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو جو ذرا نام لگ گیا تھا اس کو گود میں اٹھالیا مگر اللہ اکبر کیا رحمت ہے سب کچھ سنتے ہیں اور کچھ سزا نہیں دیتے۔ (وعظ ایضاً)

سب اللہ کی عنایت ہے استحقاق نہیں

ایک جاہل اکھڑ کے سامنے کسی نے دال روٹی کھائی اور کھا کر کہا کہ الحمدللہ اے اللہ تیرا شکر ہے تو بیوقوف کہتا ہے کہ توبہ توبہ ایسے ہی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عادت بگاڑ دی کہ دال روٹی کھا کر شکر کرتے ہیں بس وہ ان کو دال روٹی ہی دیتے ہیں ہم تو بدون بکرے کے کبھی شکر نہیں کرتے پھر ہم کو وہ بکرے ہی دیتے ہیں (نعوذ باللہ) بہرحال ہر شخص اپنے کو کسی نہ کسی حصہ رحمت کا مستحق سمجھتا ہے حالانکہ یہ غلطی ہے۔ (وعظ ایضاً)

ہنسنے اور رونے میں اعتدال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کثیر التبسم تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کثیر البکا تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یحییٰ! کیا تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے بالکل ناامید ہو گئے ہو کہ کسی وقت تمہارا رونا ختم ہی نہیں ہوتا' حضرت یحییٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! کیا تم خدا تعالیٰ کے قہر سے بالکل مامون ہو کہ تم کو ہر وقت ہنسی ہی آتی رہتی ہے۔ آخر ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم دونوں میں فیصلہ کرتے ہیں کہ اے عیسیٰ جلوت میں تو ایسے رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن خلوت میں یحییٰ کی طرح گریہ وزاری کیا کرو اور اے یحییٰ خلوت میں تو ایسے ہی رہو جیسے رہتے ہو لیکن لوگوں کے سامنے کچھ تبسم بھی کرلیا کرو کہ لوگوں کو میری رحمت سے مایوسی نہ ہو جائے کہ جب نبی کا یہ حال ہے تو ہم کو نجات کی کیا امید ہے۔ (وعظ تفاضل الاعمال)

ہر ایک کا حال جدا ہوتا ہے

ایک شیخ سے ان کے مریدوں نے ایک دوسرے مرید کی شکایت کی کہ حضرت یہ بہت کھاتا ہے چالیس پچاس روٹیاں کھا جاتا ہے۔ شیخ نے بلا کر کہا کہ بھائی اتنا نہیں کھایا کرتے

"خیر الامور اوسطھا" اس مرید نے کہا کہ حضرت ہر ایک کا اوسط الگ الگ ہے یہ صحیح ہے کہ میں اتنی مقدار کھاتا ہوں لیکن یہ غلط ہے کہ میں زیادہ کھاتا ہوں کیونکہ اصلی خوراک میری بہت زیادہ ہے جب تک مرید نہ ہوا تھا اس سے دونی کھایا کرتا تھا۔ (وعظ ایضاً)

خلاف شرع لقب سے گریز کرنا

ایک ہنسی کی حکایت یاد آ گئی۔ ایک طالب علم کو کسی متکبر نے کہہ دیا کہ مسجد کا مینڈھا اس نے کہا کہ بلا سے پھر بھی دنیا کے کتوں سے تو اچھے ہی ہیں اور اس جواب میں لطیفہ یہ ہے کہ اہل دنیا کے لیے جو وہ لقب تجویز کرتے ہیں وہ تو ایک دعویٰ جو دلیل کا محتاج ہے مگر دنیا کا کتا یہ اقراری لقب ہے اور **المرء یؤخذ باقرارہ** بالجملہ ایسے القاب اپنے لیے یا غیر کے لیے تراشنا ممنوع ہے "**قال اللّٰہ تعالیٰ لاتنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان**" حدیث شریف میں ہے "**لیس لنا مثل السوء**" عجب ہے کہ بعض لوگ ایسے واہیات القاب کو انکسار اور تواضع سمجھتے ہیں۔ (سیرت الصوفی وعظ چہارم)

احمقانہ تواضع

ایک قصہ یاد آیا کہ میرے سامنے ریل میں ایک دولت مند مسخرے نے اپنے کھانے کو گوہ موت کہہ کر مدعو کیا تھا اور ان کے جلیس نے ان سے کہا کہ ہاں کھانے کی ایسی بے ادبی تو انہوں نے تواضع کی توجیہ کی تھی سو ایسی تواضع حماقت ہے۔ (وعظ ایضاً)

تصحیح نیت سے مباح اُمور دین بن جاتے ہیں

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ کسی اپنے مرید کے گھر گئے وہاں ان کے گھر روشن دان دیکھا' پوچھا یہ کیوں رکھا ہے اس نے جواب دیا کہ روشنی کے واسطے' انہوں نے فرمایا کہ روشنی تو بدون نیت روشنی کے بھی آتی ہے اگر اس کے رکھنے میں نیت کر لیتا کہ اس میں سے اذان کی آواز آیا کرے گی تو تجھے اس کا ثواب بھی ملتا رہتا اور روشنی خود ہی آ جاتی۔ مطلب یہ ہے کہ نیت صالحہ رکھنے سے سب اعمال دنیوی ثواب بن جاتے ہیں۔ بس ایسی دنیا منافی دین نہیں۔ (وعظ ایضاً)

ذکر کی توفیق بذات خود انعام اور ثمرہ ہے

ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی خادم اس قسم کی شکایت کرتا تو فرماتے کہ خود ذکر کی توفیق ہونا کیا تھوڑی نعمت ہے جو دوسرے ثمرات کی خواہش کرتے ہو اور اکثر ایسے موقعوں پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

یابم اور ایا نیابم جستجوئے می کنم   حاصل آید یا نہ آید آرزوئے می کنم

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے الخ: کسی خادم نے حضرت سے بیان کیا تھا کہ میں نے اب کے چلا کھینچا اور روزانہ سوالا کھ اسم ذات پڑھا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ شاید حضرت مجھ سے ناراض ہیں کہ ثمرہ نہیں ملا' فرمایا کہ اگر میں ناراض ہوتا تو تمہیں سوالا کھ پڑھنے کی توفیق ہی کہاں سے ہوتی۔ (وعظ ایضاً)

گناہ کے وساوس بزرگی کے منافع نہیں

حکیم ترمذی ایک بزرگ گزرے ہیں جوانی میں ان پر ایک عورت عاشق ہوگئی تھی اور ہر وقت ان کی تلاش اور جستجو میں رہتی۔ آخر کار ایک دن موقع پر ایک باغ میں ان کو دیکھا اور وہ باغ چاروں طرف سے چار دیواری کی وجہ سے بند تھا وہاں پہنچ کر ان سے اپنے مطلب کی درخواست کی یہ گھبرائے اور گناہ سے بچنے کی غرض سے بھاگ کر دیوار سے کود پڑے۔ اس قصہ کے بعد ایک روز بڑھاپے کے زمانہ میں وسوسہ کے طور پر خیال ہوا کہ اگر میں اس عورت کی دل شکنی نہ کرتا اور اس کا مطلب پورا کر دیتا اور پیچھے توبہ کر لیتا تو یہ گناہ بھی معاف ہو جاتا اور اس کی دل شکنی بھی نہ ہوتی۔ اس وسوسہ کا آنا تھا کہ بہت پریشان ہوئے اور روئے۔

بر دل سالک ہزاراں غم بود   گر زباغ دل خلالے کم بود

اور اس پر قلق ہوا کہ جوانی میں تو اس گناہ سے اس کوشش سے بچا اور آج بڑھاپے میں یہ حال ہے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ میں نے اعمال واشغال کیے ہیں وہ سب غارت اور اکارت گئے اس پر حکیم موصوف نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے حکیم! کیوں غم کرتے ہو تمہارا درجہ وہی ہے اور جو کچھ تم نے کیا وہ ضائع نہیں ہوا اور اس وسوسہ کی یہ وجہ تھی کہ یہ زمانہ وسوسہ کا میرے زمانہ سے دور ہو گیا تھا اور اس گناہ سے بچنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ

زمانہ میرے قریب تھا اور قربِ عہد نبویؐ میں برکت ہے۔ ایک بزرگ اسی وجہ سے باسی روٹی کو پسند فرمایا کرتے تھے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب ہے اور تازی میں کسی قدر بعد آ گیا ہے۔ سبحان اللہ جب قربِ عہد نبوت میں یہ برکت ہے تو ارشادات نبوت پر عمل کرنے میں کیسی برکت ہوگی۔ ایک مولوی صاحب کہ طبیب بھی تھے مجھ سے اپنا قصہ بیان فرماتے تھے کہ میں بیمار ہوا' بخار تھا' ہر چند علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار میں نے اس حدیث کے مطابق جس میں بخار کا علاج غسل سے آیا ہے نہر میں غسل کیا ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھے اور تو بیماریاں ہوئیں مگر بخار کبھی نہیں ہوا۔ ہر چند کہ بعض شراح اس علاج کو غیر مادی بخار کے ساتھ مخصوص فرماتے ہیں مگر اہل عقیدت کے لیے سب اقسام کو عام ہے۔ علاوہ ازیں یہ مسئلہ طبیہ ہے کہ دوا معین ہے فاعل نہیں۔ سو اہل عقیدت کی طبیعت میں اس عمل سے قوت ہوگی اور وہ اپنی قوت سے فعل کرے گی۔ حکیم ترمذی کے اس قصہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ باوجود کمال کے ان کو میلان معصیت کا ہوا اور ان کے کمال کی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویاء صادقہ میں فرمائی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض جو لوگ شیوخ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے کہ کبھی ہم میں برے کام کی رغبت ہی نہ پیدا ہو یہ بالکل غلطی ہے اور منشاء اس کا ناواقفی ہے۔ انسان جب تک زندہ ہے لوازم بشریہ سے چھوٹ نہیں سکتا کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ وسوسہ یا خیال آ ہی جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کسی عورت کے دیکھنے وغیرہ سے اس کی طرف میلان یا وسوسہ معلوم ہو تو اپنے گھر میں بیوی سے رفع حاجت کرے کیونکہ "ان الذی معها مثل الذی معها" اس علاج سے وہ طبیعت کا میلان دور ہو جائے گا۔ اطباء نے بھی تعشق کا علاج تزوج لکھا ہے۔ اگر خاص معشوقہ سے ہو تو بہت ہی بہتر ہے ورنہ غیر جگہ بھی نکاح کرنے سے دوسرے کے تعشق میں کمی آ جاتی ہے باقی تھوڑا بہت میلان تو تمام عمر رہتا ہے۔ اگر اس کے مقتضی پر عمل نہ ہو تو اس کی فکر نہ کرنا چاہیے۔ (وعظ ایضاً)

ہر حال میں راضی رہنا مطلوب ہے

حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی خادم نے اس بات کا افسوس ظاہر کیا کہ اب کے بیماری کی وجہ سے مدت تک حرم میں حاضر ہونا نصیب نہ ہوا۔ آپ نے خواص سے فرمایا کہ

اگر یہ شخص عارف ہوتا تو اس پر کبھی افسوس نہ کرتا کیونکہ مقصود قرب حق ہے اس کے لیے جس طرح نماز حرم ایک طریق ہے اسی طرح اس کے لیے مرض بھی ایک طریق ہے تو بندہ کا کیا منصب ہے کہ اپنے لیے خود ایک طریق معین کر لے۔ یہ مربی کے اختیار میں ہے طبیب کی تجویز مریض کی تجویز سے ہزار درجہ زیادہ بہتر ہے۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش   کہ ساقی انچہ می ریخت عین الطاف است

(وعظ ایضاً)

گناہوں کے اظہار کی بجائے توبہ مطلوب ہے

ایک شخص کا ذکر ہے کہ رمی جمار کے وقت وہاں جوتیاں مار رہا تھا اور ایک ایک گناہ گن گن کر شیطان کو گالیاں دیتا تھا اور مارتا تھا سو یہ لغو ہے۔ ہر ایک گناہ کا نام لینا اور تلاش اور سوچ میں عمر عزیز کو جو دراصل مطالعہ محبوب کے لیے تھی اسی سوچ بچار میں نہ کھونا چاہیے۔

عمر عزیز قابل سوز و گداز نیست   ایں رشتہ را مسوز کہ چندیں دراز نیست

(وعظ ایضاً)

ہر جگہ دولت کام نہیں آتی

ایک متمول کی حکایت ہے کہ وہ ایک روز اپنے خزانہ کو دیکھنے گیا جو زمین میں بڑے مکان میں تھا اور وہ مکان گاہ گاہ کھلتا تھا اتفاق سے اس کو وہاں دیر لگ گئی اور کسی کو خبر تھی نہیں ملازموں نے دروازہ بند کر لیا اور وہ بہت بڑا مکان تھا اور دروازوں کا سلسلہ بڑی دور تک تھا اور یہ اتنی دور تھا کہ وہاں سے آواز باہر نہیں آ سکتی تھی۔ الغرض وہ یہودی وہاں جواہرات کے ڈھیروں میں بھوکا پیاسا مر گیا' اس وقت کوئی اس سے پوچھتا تو اس کے نزدیک ایک بسکٹ اور پانی کے گلاس کے سامنے سارا خزانہ ہیچ تھا' ایسی ہی حکایت ہے کہ کسی بھوکے کو ایک تھیلی ملی کھول کر دیکھا تو اشرفیاں پھینک کر زمین پر ماریں اور افسوس کیا اور کہا کہ اگر یہ گیہوں کے دانے ہوتے تو کچھ کام آتے۔ (استخفاف المعاصی وعظ پنجم)

غیر مدعو کا دعوت میں جانا

ایک ظریف آدمی تھے انہوں نے جو دیکھا کہ شادی بیاہ وغیرہ میں عام دعوتوں میں ایک ایک دو دو بچہ کو ضرور ساتھ لے جاتے ہیں انہوں نے کیا دل لگی کہ ایک دفعہ جو دعوت میں گئے

تو ایک بچھڑے کو بھی ساتھ لیتے گئے اور جب کھانا رکھا جانے لگا تو انہوں نے بچھڑے کے حصہ کی رکابی رکھوائی' لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی اور لوگ اپنی اولاد کو لاتے ہیں میرے کوئی اولاد نہیں میں اس کو عزیز رکھتا ہوں اس کو لایا۔ غرض سب شرمندہ ہوئے اور اس رسم کو موقوف کیا۔ (حقوق المعاشرت وعظ ششم جلد اول)

اصلاح کیلئے سختی کی ضرورت

ایک شخص حضرت حاجی صاحب کے پاس عین دوپہر کے وقت آتے تھے اور حضرتؒ کی نیند ضائع ہوتی مگر حضرت اپنی خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے۔ ایک روز حضرت حافظ ضامن صاحبؒ شہید کو تاب نہ رہی اور اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور کہا بیچارے درویش رات کو جاگتے ہیں دوپہر کا تھوڑا سا وقت سونے کا ہوتا ہے وہ تم خراب کرتے ہو' کس قدر بے انصافی ہے آخر کچھ تو لحاظ چاہیے اور حضرت حافظ صاحب کی تیزی بضرورت تھی بعض اوقات اصلاح اخلاق بجز سیاست اور سختی کے نہیں ہوتی۔ (وعظ ایضاً)

ذلّت طعام سے گریز

کانپور میں ایک دفعہ ایک دعوت میں جاتے ہوئے طالب علموں کی نسبت سنا خدا خیر کرے کس کے گھر پر چڑھائی ہوئی ہے بس اس قسم کی دعوت طعام ذلت ہے اس سے بچنا چاہیے۔

بئس المطاعم حين الذل تكسبها القدر منتصب والقدر مخفوض

(وعظ ایضاً)

ایک ہی ہیئت میں رہنا

میرے یہاں ایک مہمان آئے' میں نے اپنے ایک بھولے دوست سے کہا کہ دیکھو ان کو پہچان لو' میں مکان سے ان کو کھانا بھیجوں گا کھلا دینا' اس کے بعد مکان سے کھانا آیا تو وہ مہمان میرے پاس بیٹھے تھے وہ دوست آ کر کہنے لگے کہ کھانا تو آ گیا مگر وہ معلوم نہیں کہاں ہیں' میں نے کہا یہ سامنے کیا بیٹھے ہیں' تو کہتے ہیں کہ ان کے پاس چادر تو ہے نہیں' میں نے مزاحاً ان مہمان سے کہا کہ آج سے یاد رکھئے آپ چادر ہر وقت اوڑھے رہئے ورنہ کھانا نہ ملا کرے گا۔ (الاخلاص وعظ' نم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح میں حکمت

ایک یورپ کے بادشاہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اس نے یہ اعتراض کیا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر صرف مجھے ایک شبہ ہے اور کچھ نہیں وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مزاح فرمایا کرتے تھے اور مزاح وقار کے خلاف ہے اور وقار لوازم نبوت سے ہے میں نے جواب دیا کہ مطلق مزاح وقار کے خلاف نہیں بلکہ خلاف وہ ہے جس میں کوئی معتد بہ مصلحت نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح میں مصلحت وحکمت تھی وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے ہیبت اور رعب ایسا عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے شان وشوکت اور جرأت والے آپ کے روبرو ابتداء کلام نہ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے پس اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے ایسی بے تکلفی کا برتاؤ نہ فرماتے تو صحابہ کو جرأت نہ ہوتی کہ آپؐ سے کچھ دریافت کریں اور ہیبت اور رعب کی وجہ سے الگ الگ رہتے اور اس حالت میں ہدایت کا ایک بڑا باب کہ استفسار ہے بند ہو جاتا اور تعلیم وتعلم کا بڑا حصہ مسدود ہو جاتا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح اسی قسم کا ہوتا تھا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (الاخلاص وعظ ہفتم)

خدا کے سامنے بہادری نہیں دکھانا

بزرگوں سے منقول ہے کہ ایک بزرگ بھوک میں رونے لگے کسی نے کہا کہ کیا بچے ہو جو کہ بھوک میں روتے ہو فرمایا کہ تم کیا جانو مجھ کو بھوکا اسی لیے کیا ہے کہ میرا رونا دیکھیں۔ ایک بار حضرت عمرؓ بیمار تھے ایک شخص نے کہا کہ کیسی طبیعت ہے فرمایا کہ اچھی نہیں اس نے کہا کہ آپ ایسا فرماتے ہیں فرمایا کہ سبحان اللہ خدا تعالیٰ تو مجھے بیمار کریں کہ میرا عجز ظاہر ہو اور میں اپنی بہادری ظاہر کروں۔ جب خدا تعالیٰ نے بیمار کیا ہے تو کیوں نہ ظاہر کروں ظاہر میں تو بہت تعجب کریں گے مگر حقیقت سمجھتے ہیں کہ روح ان قصوں کی اظہار افتقار ہے۔ (قطع التمنی وعظ نہم جلد چہارم)

نماز کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمانا

حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ مولانا شہید کے پیر ایک دن صبح کی نماز میں بوجہ نئی شادی ہونے کے ذرا دیر سے پہنچے ان کے مرید مولوی عبدالحئی صاحبؒ وعظ فرمانے بیٹھ گئے۔

اس میں یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں کا یہ بھی حال ہے کہ جورو کی بغل میں پڑے رہتے ہیں اور تکبیر اولیٰ قضا ہوجاتی ہے۔ جناب سید صاحب نے نہایت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔ اس بیان کے بعد فرمایا کہ مولوی عبدالحئی صاحب نے باوجودیکہ ظاہراً یہ عنوان خلاف ادب تھا اس واسطے اس عنوان سے کہنے کی جرأت کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ سید صاحب کے دل میں اس سے میل نہ آئے گا بلکہ خوش ہوں گے۔ ان کے خوش کرنے کو بے ادبی اختیار کی۔

گفتگوئے عاشقاں در کار راب　　　جوشش عشق ست نے ترک ادب

بے ادب ترنیست زوکس درجہاں　　　با ادب ترنیست زوکس درنہان

ایسا ہی قصہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا جو حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ جب تم مجھ سے خفا ہوتی ہو تو اس وقت **لاورب ابراھیم** کہتی ہو اور جس وقت خوش ہوتی ہو اس وقت **لاورب محمد** کہتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ "**لااھجر الا اسمک**" بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر کوئی اور کرے بے ادبی میں داخل ہوجائے بلکہ کفر ہوجائے مگر عاشق صادق جوش محبت اور علاقہ محبت سے کرتا ہے اس لیے وہ عفو ہوتی ہیں۔ حاصل یہ کہ ظاہراً وہ باتیں بے ادبوں کی سی ہوتی ہیں اور باطناً ہوتی ہیں باادب (ادب المساجد وعظ الاول)

تمام مساجد کا ادب مطلوب ہے

حضرت عمرؓ نے ان دو شخصوں کو جو مسجد نبویؐ میں بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم باہر کے مسافر نہ ہوتے تو تمہیں سزا دیتا۔ "**اترفعان اصواتکما في مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**" اور اس میں یہ شبہ نہ ہو کہ یہ حکم عدم رفع صوت مسجد نبویؐ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مساجد سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہیں۔ چنانچہ "**فلایقربن مساجدنا**" میں آپ نے جمیع مساجد کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔ ہاں مسجد نبوی کا اور زیادہ ادب ہوگا۔ (آداب المساجد)

ذکر واذکار کی اصل غرض

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ کی حکایت ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اس واسطے ذکر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں: "**فاذکرونی اذکرکم**" یعنی احوال وکیفیات

باطنیہ پر نظر نہ تھی۔ دیکھئے محققین کی تو یہاں تک نگاہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نام اور احکام میں کیفیات باطنی تک کا قصد نہ کریں اور افسوس ہے آج کل لوگوں کا یہ حال ہے کہ وظائف تحصیل دنیا کے لیے پڑھتے ہیں کوئی دست غیب تلاش کرتا پھرتا ہے حالانکہ اس میں جواز تک بھی نہیں کیونکہ اس کے ذریعے سے جو کچھ ملتا ہے وہ حرام ہے کیونکہ جن مسخر ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کا مال چرا چرا کر عامل کو دیتے ہیں یا اگر اپنا لائیں تب بھی مجبور ہو کر لاتے ہیں ایسا ہی تسخیر قلوب کا حال ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے جو مال دیا جاتا ہے وہ طیب خاطر سے نہیں دیا جاتا مغلوب الرائے و مضطر ہو کر دیتا ہے اور اگر کسی عمل میں جواز بھی ہو تب بھی ایسے اغراض کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام کی بے قدری کرنا اور بھی بے ادبی ہے اور احادیث میں جو سورۃ واقعہ کا پڑھنا وغیرہ آیا ہے وہ دنیا کو معین دین بنانے کی غرض سے ہے جو کہ دین ہی ہے۔ کاش یہ لوگ بجائے ان اعمال کے دعا کیا کرتے۔ اگر مقصود حاصل ہو جاتا تو مطلب کا مطلب اور ثواب کا ثواب اور اگر نہ ہوتا تو بھی دعا کا ثواب کہیں گیا ہی نہیں تھا۔ (مہمات الدعاء وعظ دوم)

دلجوئی کی خاطر تقویٰ کی بجائے فتویٰ پر عمل

حضرت حاتم اصمؒ کی حکایت ہے کہ ان کو ایک شخص نے کچھ نذر کی آپ نے کچھ عذر فرمایا اس لیے کہ اس میں کچھ شبہ تھا اگرچہ وہ شے فتویٰ کی روح سے جائز تھی مگر تقویٰ کے اعتبار سے اس کا لینا درست نہ تھا اور حکم شرعی یہ ہے کہ اگر تقویٰ کے اس خاص درجہ پر عمل کرنے سے دوسرے کی دل شکنی ہو تو فتویٰ پر عمل کرنا چاہیے ایسے موقع پر تقویٰ کی حفاظت جائز نہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کسی سے بڑی مقدار ملے مثلاً پانچ سو روپے اور مشتبہ ہو تو کیا مشتبہ سے بھی آگے بڑھ کر ہو تو تاویل کرا کر اس کو جائز کر لیں گے اور اگر کوئی ایک روپیہ دے تو سارا تقویٰ اس میں چلا دیں گے۔ القصہ حضرت حاتم نے اول انکار کیا جب اس نے اصرار کیا تو لے لیا بخلاف ہم لوگوں کے کہ اگر ہمارے منہ سے ایک مرتبہ نہ نکل جاوے تو ہرگز نہ لیں گے کیونکہ اب لینا اپنی آن کے خلاف ہے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے اول انکار کیوں کیا اور دوبارہ کیوں لے لیا فرمایا کہ اول اس لیے انکار کیا کہ اس کا لینا تقویٰ کے خلاف تھا اور جب اس نے اصرار کیا تو خیال کیا کہ نہ لینے میں تو میری عزت

اور اس کی ذلت ہے اور لینے میں میری ذلت اور اس کی عزت ہے میں نے اس کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دی یعنی میرے نہ لینے سے میری بات تو بنی رہتی مگر میرے بھائی کی وجاہت اور آبرو میں فرق آتا اور لینے میں میری شان کو دھبہ لگتا ہے مگر اس کی بات بنتی ہے۔ پس میں نے اپنی عزت اور آبرو کو لات ماری اور اپنے بھائی کی بات کو اونچا رکھا۔ سبحان اللہ نیت یہ ہے اور حقیقت دین یہ ہے۔ (الاخلاص وعظ ہشتم حصہ دوم)

جہیز میں غیر ضروری ساز و سامان

ایک دلہن ایک جگہ ڈیڑھ ہزار کا صرف کپڑا ہی کپڑا جہیز میں لائی تھی شاید یہ کپڑا اس کے مرنے تک بھی ختم نہ ہوا ہو اور اکثر ایسا ہی ہوا ہے کہ دلہن مر گئی ہے اور یہ سب سامان ہزاروں روپیہ کا ضائع ہوا پھر علاوہ دلہن کے کپڑوں کے تمام کنبہ کے جوڑے بنائے جاتے ہیں اور بعض دفعہ ان کو پسند بھی نہیں آتے اور ان میں عیب نکالے جاتے ہیں کس قدر بے لطفی ہوتی ہے اور اس پر دعویٰ یہ کہ ہم نے رسمیں چھوڑ دیں۔ (اصلاح النساء وعظ نہم)

جانور کے حقوق کا خیال رکھنا

ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے بلی پالی تھی اور اس کو باندھ چھوڑا تھا نہ خود کچھ کھلاتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ کچھ کھا کر گزر کرے۔ حتیٰ کہ وہ بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عالم برزخ کا معائنہ فرمایا تو دیکھا کہ وہ عورت دوزخ میں جل رہی ہے اور وہ بلی اس پر مسلط ہے اور نوچ رہی ہے۔

(احسان التدبیر وعظ ہفتم جلد چہارم دعوات عبدیت)

خلاف شرع مجاہدے مطلوب نہیں

میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ گرمی کے ایام میں چاروں طرف آگ جلا رکھی ہے اور اسکے بیچ میں خود بیٹھا ہے۔ گویا یہاں یہ دکھلا رہا ہے کہ میں دوزخی ہوں یہ سب جہل کی باتیں ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ "ان لنفسک علیک حقا وان لعینک علیک حقا" اتنی مشقت نہ اٹھاؤ کہ پھر بالکل کام ہی سے جاتے رہو۔ (احسان التدبیر وعظ ہفتم جلد پنجم دعوات عبدیت)

رسومات میں انہماک

مثال چنانچہ جس زمانہ میں میں کانپور تھا ایک ماما ہمارے یہاں رہتی تھی، ماما کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے شب برأت جو آئی اس نے اپنے برتن رہن رکھے اور کچھ سودی قرض لیا اس کے بعد اس نے ایک جگہ کو خوب اچھی طرح لیپا اور حلوہ پکایا۔ (وعظ ہفتم احسان التدبیر جلد پنجم دعوات عبدیت)

رسومات و بدعات سے ممانعت کا طریقہ

میں بطور لطیفہ کے اپنے ناصح دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم کو چاہیے کہ عوام الناس کو ان چیزوں سے دفعۃً منع نہ کرو کہ وہ بگڑتے ہیں بلکہ ان سے یوں کہو کہ تم جو پیر جی کو حصہ دے کر ان سے ثواب بخشواتے ہو یہ ثواب نہیں پہنچتا اس لیے کہ انہوں نے جو کچھ پڑھا ہے اجرت لے کر پڑھا ہے اور اجرت لینے کے بعد ثواب ملتا نہیں تو جب پیر جی کو خود ہی ثواب نہ ملا تو تمہارے مردوں کو ثواب کیسے مل جائے گا اس لیے تم پیر جیون سے پڑھوالیا کرو مگر ان کو کچھ دیا مت کرو اور اسی طرح پیر جیون سے بھی یہ کہا جائے کہ تم فاتحہ خوانی بھی کرو نیاز بھی لیکن نہ اس پر حصہ لیا کرو نہ کوئی اجرت لیا کرو جب پیر جیون پر محنت تو پڑے پوری اور ملے نہیں ایک پیسہ بھی تو دیکھا لینا انشاء اللہ خود یہ پیر جی ہی بہت جلدی اس کو حرام کہنے لگیں گے اور بدعت کا فتویٰ لگادیں گے کیونکہ ان کے نزدیک اس کام سے زیادہ بدعت کیا کام ہوگا جس کو دن میں دس دس دفعہ کرنا پڑے اور ایک پیسہ بھی نہ ملے۔ ادعاء سنت کا منشاء تو صرف یہی تھا کہ کچھ وصول ہو جاتا اور وصول ہونے ہی کے لیے زیادہ تر ان لوگوں نے اپنی ہوشیاری سے ایصال ثواب کے ایسے طریقے ایجاد کیے ہیں جن کو سوائے ان کے دوسرا عام آدمی جان ہی نہیں سکتا کہ اول قل ھو اللہ ھو پھر تبارک الذی ھو اور پھر یہ ہو اور پھر وہ ہو اور بعض سورتوں پر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور بعض پر نہیں یہ ایسی بات ہے کہ اس کو مولوی بھی نہیں جانتے تو چونکہ یہ طریقہ وہی لوگ جانتے ہیں اس لیے مجبوراً سب عوام ان کے محتاج ہو کر ان کے پاس جاتے ہیں اور اسی طرح سے ان کو ملتا ہے اور پھر غضب یہ کہ یہ لوگ اس میں اور بھی بڑی بڑی چالاکیاں کرتے ہیں۔ ایک سب انسپکٹر مجھ سے کہتے تھے کہ میں کسی تھانہ میں تھا کہ میرے پاس ایک شخص یہ رپٹ لکھوانے آیا کہ کوئی آدمی میرے فاتحہ چرالے

گیا میں سخت پریشان ہوا کہ فاتحہ چرانے کے کیا معنی اس شخص نے پوچھا تو اس نے کہا کہ موقع پر چلئے' آخر موقع پر جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک نلکی میں پیر جی ایک سال کے لیے فاتحہ پڑھ کر بند کر جاتے ہیں اور کہہ جاتے ہیں کہ جب ضرورت ہو اس میں سے تھوڑی سی جھاڑ لینا فی نلکی ایک روپیہ ان کا مقرر ہے اتفاق سے کسی شخص کے پاس روپیہ تھا نہیں اور اس کو فاتحہ کی ضرورت ہوئی تو اس شخص نے اس شخص کی نلکی چرالی۔

اس سے بڑھ کر ایک حکایت مولانا گنگوہیؒ رحمۃ اللہ علیہ سناتے تھے کہ کسی مسجد میں ایک ملا رہتا تھا سب لوگ اس سے فاتحہ وغیرہ دلاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بڑھیا کھانا لے کر آئی۔ اتفاق سے ملا جی اس وقت مسجد میں موجود نہ تھے۔ ایک مسافر بیٹھا ہوا تھا وہ یہ سمجھ کر کہ مقصود تو ثواب ہے چلو مسافر ہی کو دے دو اس کو کھانا دے کر چلی' مسجد کے دروازہ سے نکلی ہی تھی کہ ملا جی مل گئے۔ پوچھا کہ بڑھیا کیسے آئیں تھیں اس نے سب واقعہ کہہ دیا۔ آپ فوراً مسجد میں آئے اور ایک لاٹھی لے کر تمام مسجد کے فرش کو خوب پیٹا اور غل مچانا شروع کیا اور پیٹتے پیٹتے تھوڑی دیر میں دھم سے مسجد کے فرش پر گر گئے' لوگوں نے شور و غل سنا تو سب آ کر جمع ہو گئے' پوچھا کہ ملا جی کیا ہوا! کہنے لگے کہ ہوا کیا یہ ہوا کہ ہم مسجد میں نہیں رہ سکتے' پوچھا گیا کیوں کہنے لگے کہ بھائیو میں تو مدت سے یہاں رہتا ہوں سب مردوں سے واقف ہوں ان ہی کو ثواب بخش دیتا تھا یہ نیا آدمی ہے خدا جانے اس نے کس کس کو ثواب بخش دیا یہاں کے سب مردے مجھے آ کر لپٹ گئے' میں نے ان کو بہت کچھ بھگایا لیکن میں تنہا تھا کہاں تک لڑتا آخر تھک کر گر گیا اگر وہ چار مرتبہ ایسا ہوا تو میں تو مر ہی جاؤں گا۔ اس لیے اور کہیں جاتا ہوں' لوگوں نے کہا کہ ملا جی آپ کہیں نہ جایئے ہم آپ ہی کو ہر چیز دیا کریں گے تو جب بناء ان رسوم کی یہ اغراض ہیں تو جب ان کو فاتحہ کے عوض کچھ نہ ملے گا تو الگ الگ پتہ پر فاتحہ پڑھنا ان کو خود ہی مشکل معلوم ہو گا اور اس طرح بہت جلد اس کا انسداد ہو جائے گا۔ (احسان اللہ بیر وعظ ہفتم جلد پنجم دعوات عبدیت)

صدقہ سے متعلق بعض رسوم

ہم نے صدقہ کے متعلق بھی بعض بعض خاص رسوم بھی دیکھی ہیں یعنی وہاں اکثر لوگ مسلم ماش اور ـں اور پیسہ تقسیم کرتے ہیں اور اثر بھنگیوں کو دیتے ہیں اس کی وجہ غور کرنے

سے یہ سمجھ آئی کہ عوام الناس بلا کو کالی سمجھتے ہیں اس لیے چھانٹ کر کالی کالی چیزیں دیتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے بلا دفع ہوگی اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کھانوں کا قدردان بھنگیوں اور چماروں کو سمجھا گیا ہے کیونکہ وہ لوگ بھی اکثر کالے ہوتے ہیں۔ گویا جب کھائیں گے تو ساری بلا ان کے پیٹ میں چلی جائے گی مگر وہ ایسے بلانوش ہیں کہ ان کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا اکثر ایسے لوگ بھی اس کھانے کو لے جاتے ہیں جو خود بھی خوش حال ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے محلہ میں ایک مرتبہ کھانا پکا تھا ایک بڑے میاں کو میں نے دیکھا کہ کھانا لیے ہوئے چلے آرہے ہیں میں نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا کہنے لگے کہ یہ کھانا ذرا مزیدار ہوتا ہے میں نے کہا جناب آپ کو لینا جائز نہیں تب انکو سمجھ میں آیا اور ان بے عنوانیوں کے سبب میں تو ایسے کھانے کو پسند نہیں کرتا۔ ایک مرتبہ ہمارے مدرسہ کے طالب علموں کی بھی دعوت کی گئی تھی لیکن میں نے اس کو منظور نہیں کیا کیوں کہ یہ جائز نہیں ہے۔ (وعظ ایضاً)

بیوی کا شوہر کے مال میں تصرف کرنا

ایسا اکثر ہوتا ہے کہ میاں کا مال بغیر اجازت بیوی نے دیا اور شوہر سن کر مجبوری ناخوش ہورہا اور بعض جگہ کراہت کا اظہار بھی کردیتا ہے۔ چنانچہ کان پور میں ایک مرتبہ مدرسہ میں جلسہ ہوا۔ ایک صاحب کے گھر سے بعض حقہ باز مہمانوں کے لیے حقہ منگایا گیا' بیوی نے شوہر کا مراد آبادی حقہ بھیج دیا' شوہر کو جو خبر ہوئی تو انہوں نے بیوی کو خوب پیٹا۔ (وعظ ایضاً)

اہل اللہ کی شانِ استغنا

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کو ایک بادشاہ نے لکھا کہ آپ پر بہت تنگی ہے' کھانے کی بھی' کپڑے کی بھی' بہتر ہو کہ آپ میرے پاس چلے آئیں اور یہاں رہیں' آپ نے جواب میں ایک قطعہ لکھ کر بھیجا جس کے بعض اشعار یہ ہیں:

خوردن تو مرغ مسمن وے بہتر از و نانگ جویں ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر بخیہ زدہ خرقہ پشمیں ما
نیک ہمیں است کہ بس بگذرد راحت تو محنت دوشین ما
باش کہ تا طبل قیامت آمند آں تو نیک آید و یارمین ما

واقعی وہاں جا کر نہ یہاں کا عیش رہے گا نہ مصیبت اور آخرت میں تو یہ گزشتہ چیزیں کیا یاد رہتیں دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ عمر گزشتہ بیش از خواب نہیں زمانہ گزرتا چلا جاتا ہے جیسے برف کا ٹکڑا کہ پگھلنا شروع ہوا تو ختم ہی ہو کر رہا۔ اسی واسطے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز اہل مصیبت کو بڑے بڑے درجہ عنایت ہوں گے تو اہل نعمت کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں مقراض سے کاٹی گئیں ہوتیں لیکن آج ہم کو بھی یہ درجہ ملتا تو اس حالت پر نظر کر کے دیکھا جائے تو بے تامل یہ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا میں کچھ نہ بھی ملتا حرج نہ تھا۔ (وعظ ایضاً)

محبوب کے سامنے تکلیف کا احساس نہ ہونا

ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ کسی شخص کی محبت کے جرم میں اس کو چابک کی سزا دی جا رہی تھی۔ ننانوے چابکوں میں تو آہ نہیں کی لیکن اس کے بعد ایک چابک لگا ہے تو اس میں بہت زور سے آہ کی، لوگوں نے سبب پوچھا کہنے لگے کہ ننانوے چابکوں تک تو محبوب بھی میرے سامنے کھڑا تھا مجھے یہ حظ تھا کہ محبوب میری حالت دیکھ رہا ہے اس میں تکلیف محسوس نہیں ہوئی اور اخیر چابک میں وہ جا چکا تھا اس لیے تکلیف محسوس ہوئی۔ حق تعالیٰ اسی کو فرماتے ہیں: "واصبر لحکم ربک فانک باعیننا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خیال میں بھی خاصیت ہے کہ کلفت مبدل بہ راحت ہو جاتی ہے اور عشاق نے بھی اس کی تمنا کی ہے:

بجرم عشق تو ام میکشند غوغاست　　تو نیز برسر بام آ کہ خوش تماشائے ست

(وعظ ایضاً)

حقیقت مصیبت

ایک صحابی نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے ان کے ایک تیر آ کر لگا لیکن قرآن پڑھنا ترک نہیں کیا۔ آخر ایک دوسرے صحابی سوتے تھے جاگنے کے بعد انہوں نے اس حالت کو دیکھا اور بعد سلام ان سے پوچھا تو فرمانے لگے کہ جی نہ چاہا کہ تلاوت قرآن کو قطع کروں، غرض محبت ایسی چیز ہے لیکن چونکہ ہم نے محبت کا مزا چکھا نہیں اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ مصیبت میں ہیں اور واقع میں وہ مصیبت میں نہیں کیوں کہ مصیبت نام ہے حقیقت مصیبت کا نہ کہ صورت مصیبت کا۔ (وعظ ایضاً)

دوسروں کوایذارسانی سے بچانا

ایک مرتبہ میں پڑھ رہا تھا کہ ایک صاحب میری پشت کی طرف آ کر بیٹھ گئے، میں نے ان کو منع کیا جب نہ مانے تو میں ان کی پشت کی طرف جا کر بیٹھ گیا، گھبرا کر فوراً کھڑے ہوگئے میں نے کہا کہ جناب پشت کی طرف بیٹھنا اگر بری بات ہے تب تو آپ باوجود منع کرنے کے اس سے کیوں نہیں باز آئے اور اگر اچھی بات ہے تو مجھے کیوں نہیں کرنے دیتے اور میں نے کہا کہ آپ اندازہ کر لیجئے کہ میری پشت کی جانب بیٹھنے سے آپ کو کس قدر گرانی ہوئی اس سے میری تکلیف کا اندازہ کر لیجئے اور اگر بجائے میرے کوئی دوسرا اسی طرح بیٹھ جائے تب بھی گرانی یقینی ہے گو میرے بیٹھنے اور اس کے بیٹھنے میں کچھ تفاوت ہو مگر ایذا رسانی کا تو کوئی جزو بھی بلاضرورت جائز نہیں۔ (وعظ ایضاً)

اصل مقصود راحت ہے

مجھے اپنے ایام طالب علمی کا قصہ یاد ہے کہ جب حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ مدرسہ میں تشریف لائے تو ہم سب لوگ ادب سے اُٹھ کھڑے ہوئے ایک روز مولانا نے فرمایا کہ مجھ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تم لوگ میرے آنے کے وقت مت اٹھا کرو اس روز سے ہم نے اٹھنا چھوڑ دیا، دل میں ولولہ پیدا ہوتا تھا لیکن یہ خیال ہوتا تھا کہ مقصود تو ان کو راحت پہنچانا ہے جس میں ان کو راحت ہو وہ ہی کرنا مناسب ہے بعض لوگوں کو بزرگوں کے جوتا اٹھا کر چلنے پر اصرار ہوتا ہے تو نفس فعل کا تو مضائقہ نہیں لیکن اگر کسی وقت منع کیا جائے تو فوراً رک جانا چاہیے کیونکہ اصرار میں تکلیف ہوتی ہے۔

کتاب المعاشرت

ہمیشہ ذلت سے بچنے کا خیال نہ کرنا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جبلہ ابن اہم غنانی جو کہ ملوک غنان میں سے تھا مسلمان ہوا موسم حج میں خانہ کعبہ کا طواف کرر ہا تھا ایک دوسرا غریب آدمی بھی ساتھ ساتھ طواف کرتا تھا' اتفاق سے اس غریب آدمی کے تلے اس کی ازار کا کنارہ دب گیا جبلہ جب آگے بڑھا تو اس کی لنگی کھل گئی اور برہنہ رہ گیا چونکہ وہ اپنے کو بہت بڑا آدمی سمجھتا تھا اور یہ دوسرا شخص نہایت غریب آدمی تھا۔ لہٰذا اس کو بہت غصہ آیا اور اس نے ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ اس بیچارہ کا دانت ٹوٹ گیا وہ شخص اس حالت کو لئے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین جبلہ نے میرا دانت توڑ دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جبلہ کو ہمارے پاس بلالاؤ۔ صاحبو! غور کیجئے یہ امتحان کا مقام ہے کہ ایک بادشاہ کو ایک غریب آدمی کے معاملہ میں پکڑ کر بلایا جاتا ہے۔ چنانچہ جبلہ کو لایا گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ دریافت فرما کر اس غریب شخص کو اجازت دی کہ جبلہ سے اپنا بدلہ لے لے جبلہ نے جب یہ سنا تو طیش میں آکر یہ کہا کہ امیر المؤمنین مجھ کو اور ایک معمولی بازاری غریب آدمی کو کس چیز نے برابر کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلام نے اور اس میں امیر غریب سب برابر ہیں' تم نے اس کا دانت توڑا' تمہارا دانت ضرور توڑا جائے گا۔ دیکھئے یہ ہے اخوت اسلامی ایک آج وقت ہے امراء و رؤساء کا عالم ہی اس عالم سے نرالا ہے غرباء کو وہ گویا انسانیت ہی سے خارج سمجھتے ہیں۔ غرض یہ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتحان تھا جس میں پورے اُتر گئے جبلہ کا امتحان ہے دیکھیں کیا سمجھ کر ایمان لایا ہے آیا کوئی دنیاوی غرض عزوجاہ کی ہے کہ مسلمان ذی عزت ہوتے چلے جارہے ہیں ان کے ہم رنگ ہو جاویں گے تو ہم کو عزت نصیب ہوگی

یا کہ محض طلب آخرت کے لیے ایمان لایا ہے۔ چنانچہ جبلہ کا امتحان ہو۔ اور وہ اس امتحان میں ناکام ثابت ہوا یعنی اس نے کہا کہ اچھا مجھے ایک دن کی مہلت ہوسکتی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ہوسکتی ہے اگر یہ شخص مہلت دے صاحب حق سے پوچھا گیا وہ بیچارہ اس قدر نیک دل تھا کہ اس نے اجازت دے دی جبلہ موقع پا کر رات کو اٹھ بھاگا اور رومیوں سے جاملا اور بدستور سابق نصرانی ہوگیا۔ دیکھئے اس کو طلب صادق اور محبت واقعی دین سے نہ تھی کہ ذرا وہی ذلت کے خوف سے دین چھوڑ دیا جس کا نتیجہ ابدالآباد کی ذلت ہے۔

اہل اللہ کا رعب

ایک مرتبہ آپ بہت سے صحابہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ اتفاقاً پشت کی طرف جو آپ نے نظر کی جس پر پڑ گئی گھٹنوں کے بل گر گئے۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید　　　ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

یعنی جو خدا تعالیٰ سے ڈرے گا اس سے سب ڈریں گے اور اگر کسی کے رعب میں کمی ہے تو تقویٰ کی کمی کی وجہ سے ورنہ ضرور ہیبت ہوتی ہے ہاں وحشت اور نفرت نہیں ہوتی اور اجتناب و عدم اختلاط کے ساتھ جو ہیبت ہوتی ہے وہ ایسی ہے جیسے بھیڑیئے سے لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر مجلس میں بھیڑیا آجائے تو ابھی سب کھڑے ہوجائیں تو جیسے آج کل رؤسا کا خیال ہے ایسا ہی ہارون الرشید کو یہ خیال ہوا کہ اگر شہزادے سب سے الگ پڑھیں گے تو ان کا رعب باقی رہے گا اس لیے امام مالکؒ سے عرض کیا کہ شہزادوں کے ساتھ کسی کو نہ بٹھلائیے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ غرض شہزادے ہی حاضر ہوا کرتے اور حدیث سنا کرتے۔

کتاب الاخلاق

صحابہ کرام کی نظر میں نماز کی اہمیت

حضرت طلحہؓ کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پرند اس میں اڑ کر آ گیا اور چونکہ باغ نہایت گنجان تھا باہر نکل جانے کے واسطے اس کو کوئی راستہ نہ ملا' پریشان اِدھر اُدھر پھرنے لگا' اس پرند کی یہ حالت دیکھ کر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں باغ گنجان ہونے پر گونہ مسرت پیدا ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ ماشاءاللہ میرا باغ کس قدر گنجان اور اس کے درخت ایک دوسرے سے کیسے پیوستہ ہیں کہ کسی پرندہ کو بآسانی نکل جانے کی جگہ نہیں ملتی۔ یہ خیال آ تو گیا لیکن چونکہ دل میں عظمت و محبت خداوندی معراج کمال پر تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر برکت سے فیض یاب تھے اس لیے فوراً ہی تنبیہ ہوا اور دل میں سوچا کہ اے طلحہ! تیرے دل میں مال کی یہ محبت کی حالت نماز میں تو اِدھر اُدھر متوجہ ہوا۔ آخر نماز کے بعد بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باغ نے آج مجھے عین نماز کی حالت میں خدا سے مشغول کر کے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ لہٰذا اس کو میں اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا اور اس شغل عن الحق کے کفارہ میں میں اس کو وقف کرتا ہوں' آخر اس کو وقف کر دیا' جب دل کو اطمینان ہوا ان حضرات کی یہ شان ہے:

اذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فاذاهم مبصرون. کہ اگر شیطان کے وسوسہ سے کسی ضعیف درجہ میں بھی ان کے قلب کو میلان الی الدنیا ہو جاتا ہے تو فوراً متنبہ ہوتے ہیں اور ایسا قلق ہوتا ہے کہ گویا ہفت اقلیم کی سلطنت ان کے قبضہ میں سے نکل گئی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت نکل جانے سے بھی اتنا صدمہ نہیں ہوتا جو ان حضرات کے قلب پر اس میلان سے ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بہر چہ از دوست و امانی چہ کفران حرف چہ ایمان
بہر چہ ازیارد و رافتی چہ :شت آن نقش وچہ زیبا

(دعوات عبدیت)

دینی طلباء کرام کا اکرام

حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ہاں ایک بڑے عہدیدار کوئی شخص مہمان آئے جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت نے اپنے ساتھ ان کو بٹھلایا کیونکہ وہ بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے ان کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر دوسرے غریب طلبہ مہمان پیچھے کو ہٹے حضرت مولانا نے فرمایا کہ صاحبو! آپ لوگ کیوں ہٹ گئے کیا اس وجہ سے کہ ایک عہدیدار میرے ساتھ بیٹھا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ آپ لوگ میرے عزیز ہیں میں جس قدر آپ کو معزز سمجھتا ہوں اس کے سامنے ان کو کچھ بھی وقعت نہیں۔ چنانچہ سب غریب طلبہ کو بھی ساتھ بٹھا کر کھلایا۔ شاید اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا نے اپنی شان جتلانے کو ایسا کہہ دیا ہوگا۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہاں شان اور بڑائی کا نام بھی نہ تھا جن صاحبوں نے مولانا کو دیکھا ہے وہ تو خوب جانتے ہیں مگر جن لوگوں نے نہیں دیکھا ہے ان کے لیے ایک قصہ بیان کرتا ہوں۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ وہاں شان اور بڑائی کتنی تھی ایک مرتبہ مولانا حدیث کا درس دے رہے تھے' ابر ہو رہا تھا کہ اچانک بوندیں پڑنا شروع ہو گئیں جس قدر طالب علم شریک درس تھے سب کتاب کی حفاظت کے لیے کتابیں اٹھا کر بھاگے اور سہ دری میں پناہ لی اور کتابیں رکھ کر جوتے اٹھانے چلے' صحن کی طرف جو رخ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سب کے جوتے سمیٹ کر جمع کر رہے ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہاں کس قدر شان کو جتلایا جاتا تھا شان نہ تھی بلکہ محض محبت دینی تھی کہ غرباء کو امراء سے کچھ کم نہیں سمجھا۔ یہ ہی لوگ ہیں جن کی بدولت دنیا کا کارخانہ قائم ہے اور نظام عالم کا مسلسل ہے جس دن یہ حضرات نہ رہیں گے قیامت قائم ہو جائے گی۔ (وعظ ایضاً)

اہل اللہ سے لگے لپٹے رہنے سے کام بنتا

شاہ ابوالمعالی صاحب کسی بات پر شاہ بھیک صاحب سے خفا ہو گئے اور علیحدہ کر دیا۔ یہ جنگلوں میں روتے پھرتے تھے' برسات آئی' حضرت کا مکان گر پڑا' بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ ایک آدمی گنوار سا ان کاموں کے لائق تھا اسی کو آپ نے نکال لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے ہی تو نکالا ہے تم بلا لو میں تم کو تو منع نہیں کرتا۔ بی بی صاحبہ نے بلا بھیجا ان کی عید آ گئی آ

موجود ہوئے' بی بی صاحبہ نے مکان کی حالت دکھلائی وہ فوراً جنگل پہنچے اور لکڑی مٹی جمع کر کے مرمت میں لگ گئے حتیٰ کہ مکان کی تکمیل کر کے چھت پر مٹی کوٹ رہے تھے کہ حضرت گھر میں تشریف لائے اور کھانا کھانے بیٹھ گئے اور چھت پر سے مٹی کوٹنے کی آواز سن کر رحمت کا جوش ہوا اور باہر صحن میں تشریف لا کر ان کو ٹکڑا روٹی کا دکھلایا کہ لو وہ وہیں سے کود پڑے' حضرت نے لقمہ منہ میں دیا اور سینہ سے لگایا بس سارا کام ایک ہی لحہ میں بنا گیا۔ (وعظ ایضاً)

اللہ کے نام کا ادب

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا۔ اس سے فرمایا کہ تو چوری کرتا ہے اس نے کہا "كلا و الله الذى لا اله الا هو" یعنی ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "صدقت ربی و كذبت عینی" یعنی میں اپنے رب کی تصدیق اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں میری آنکھ نے غلط دیکھا تو سچا ہے شاید کوئی خشک مغز اس کو غلو فی الدین سمجھے یا کوئی یوں کہے کہ یہ تو استغراق یا غلبہ حال ہے۔ سو یاد رکھو! کہ انبیاء علیہم السلام میں نہ تو غلو فی الدین ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے اور وہ مغلوب الحال بھی نہیں ہوتے بلکہ اپنے حال پر غالب ہوتے ہیں۔ (وعظ ایضاً)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت کا اہتمام

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول اول مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو قبا میں قیام فرمایا تھا' اہل مدینہ آپ کو بہت کم جانتے تھے نادیدہ عاشق تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبریں آ رہی تھیں' ہفتہ گزر گئے تھے کہ ہمیشہ استقبال کو جاتے تھے لیکن ناکام آتے تھے۔ جس روز تشریف لائے تو ایک یہودی نے جو پہاڑ پر چڑھ رہا تھا دور سے دیکھا اور پکار کر کہا کہ یا اهل المدينه مذاجد کم یعنی تمہارا نصیب آ گیا چنانچہ سب آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں قیام فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمراہ تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی میں سفید بال زیادہ تھے اس لیے جو لوگ آتے تھے وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغمبر سمجھتے تھے جو آتا ان سے مصافحہ کرتا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب دیکھئے کہ انہوں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

مصافحہ کرو' برابر سب سے مصافحہ کر لیتے تھے' لوگ مصافحہ کرتے رہے جب آفتاب اونچا ہوا اور دھوپ کے اندر تیزی ہوئی اور آپ پر دھوپ آئی اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ پر ایک کپڑے کا سایہ کر کے کھڑے ہو گئے' اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ آقا ہیں اور یہ خادم ہیں لیکن اس معلوم ہونے پر ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر دوبارہ اٹھ کر مصافحہ نہیں کیا' اگر آج کل کے لوگ ہوتے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتے اور ہر شخص کہتا کہ حضور میں معافی چاہتا ہوں مجھ سے بڑی غلطی ہوئی' صحابہ کے اندر یہ تکلف نہ تھا' حالت یہ تھی کہ وقت پر تو جان دینے کو تیار تھے اور دوسرے وقت یہ بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ ان میں کون مخدوم ہے اور کون خادم ہے۔ واقعی ادب تو ان ہی حضرات میں تھا جس کی آج کل لوگوں کو ہوا بھی نہیں لگتی۔ ادب کی حقیقت اور اس کا حاصل راحت رسانی ہے' لوگوں نے جو ادب کے معنی گھڑے ہیں کہ جوتیاں اٹھائے دست بستہ کھڑے ہو گئے کہ جب تک اجازت نہ ہوگی بیٹھیں گے نہیں خواہ دوسرے کو اس سے تکلیف ہی ہو یہ ادب نہیں ہے آج کل اگر کوئی بزرگوں کے سامنے ایسا کرے جیسا کہ صدیق اکبرؓ نے کیا تو اس کو بے ادب سمجھیں گے اب میں بیان کرتا ہوں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل ادب کیوں کر ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ تھکے ماندے تشریف لائے تھے اگر تمام مجمع سے آپ مصافحہ کرتے اور علیحدہ علیحدہ سب کا حال پوچھتے تو آپ کو ضرور تکلیف ہوتی اور آپ وہ ذات مقدس ہیں کہ جن کی راحت کے لیے غار میں حضرت صدیق اکبرؓ نے سانپ سے کٹوا لیا لیکن حضور کی راحت رسانی کے واسطے حرکت نہیں فرمائی۔ پس ایسے محبوب کی اس قدر تکلیف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جانثار ومحبّ کو کیسے گوارہ ہوتی۔ چنانچہ لوگ آتے رہے اور آپ مصافحہ کرتے رہے۔ اب تو یہ مصیبت ہے کہ اگر ایسا کرنے لگیں تو اس کو بے ادب گستاخ مدعی سمجھا جاتا ہے یہ تو ظاہری حکمت اس مصافحہ کی ہوئی اور ایک باطنی راز ہے وہ یہ ہے کہ محبت کا خاصہ ہے کہ محبّ میں فنافی المحبوب کا مضمون پیدا کر دیتی ہے اور فنا کا خاصہ ہے من وجہ اتحاد' سو اللہ تعالیٰ نے یہ دکھلا دیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے محبّ ہیں کہ لوگ ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر ان سے مصافحہ کرتے ہیں:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(دعوات عبدیت)

توحید کی برکت سے آگ کا بے اثر ہونا

ایک بادشاہ نے بڑی بڑی گھاٹیاں آگ سے بھروار کھی تھیں جو بت پرستی نہ کرتا تھا اس کو آگ میں پھینک دیتا تھا۔ ایک مؤحد عورت آئی اس کے پاس ایک بچہ تھا اس عورت کو کہا اگر تو بت کو سجدہ نہ کرے گی تو اس بچہ کو آگ میں پھینک دیں گے اس نے صاف انکار کیا چنانچہ اس بچہ کو آگ میں پھینک دیا' اس بچہ نے آگ میں سے ماں کو ندا دی۔

اندر آ مادر کہ من ایں جا خوشم گرچہ در صورت میاں آتشم
اندر آ اسرار ابراہیم بیں کہ در آتش یافت و رد یا سمیں
اندر آئید اے مسلمانان ہمہ غیر عذب دیں عذاب است آں ہمہ

چنانچہ ماں بھی آگ کے اندر کود پڑی اور مسلمانوں نے آگ میں گرنا شروع کیا اور سب صحیح وسالم رہے۔ آخر بادشاہ نے جھلا کر آگ کو خطاب کیا کہ اے آگ تجھ کو کیا ہوا کیا تو آگ نہیں رہی۔ آگ نے جواب دیا:

گفت آتش من ہما نم آتشم اندر آتا تو بہ بینی تا بشم
طبع من دیگر نگشت و عنصرم تیغ حقم ہم بدستوری برم

مولانا اس کا راز فرماتے ہیں جس میں درایتہ کی وجہ بتائی ہے۔

خاک و باد وآب وآتش بندہ اند بامن و تو مردہ باحق زندہ اند

پس آگ بے شک فاعل ہے مگر کب تک جب تک اللہ تعالیٰ اس کو معطل نہ فرماویں اور جب معطل فرماویں کسی کام کی نہیں جیسے تحصیل دار حاکم ہے جب تک معطل نہ ہو جب معطل ہو گیا تو جیسے اور ہیں ویسا ہی وہ بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا اس لیے کہ اس کو حکم ہو گیا تھا۔ "یانار کونی برداً وّسلاماًعلیٰ ابراھیم" (وعظ ایضاً)

بڑائی کا خیال رہزن طریق ہے

ایک بزرگ کی حکایت مشہور ہے کہ اپنے ایک مرید کو مدت تک ذکر و شغل بتلاتے رہے اور اس میں تغیر و تبدل بھی کرتے رہے لیکن مرید کو کچھ بھی نفع نہ ہوا۔ آخر مدت کے بعد اس سے پوچھا کہ تم یہ ذکر و شغل کس نیت سے کرتے ہو اس نے کہا کہ حضرت یہی نیت ہے کہ اگر کسی قابل ہو جاؤں گا تو دوسروں کو نفع پہنچاؤں گا۔ شیخ نے کہا توبہ کرو یہ شرک ہے کہ ابھی سے بڑے بننے کا خیال ہے اور خلق مقصود بالنظر ہے جب اس نے اس خیال سے توبہ کی فوراً فائدہ محسوس ہوا گویا افادہ کی غرض سے بھی جو کہ غرض محمود ہے خلق کی طرف توجہ کرنا ابتدائے سلوک میں مضر ہوتا ہے اور اس حکایت سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ شیخ کامل کبھی مایوس نہیں ہوتا نہ مرید کو مایوس کرتا ہے۔ جب یہ شیخ مدت تغیر و تبدل کرتے رہے اور نفع نہ ہونے سے جواب نہیں دیا بلکہ اس کاوش میں رہے حتیٰ کہ مرض اور اس کا علاج نکال ہی لیا۔ (دعوات عبدیت)

عشق الٰہی کو غالب رکھنا

حضرت ابراہیم ابن ادہم کا واقعہ مشہور ہے کہ جب بیٹے سے جو شیخ محمود کے نام سے مشہور ہیں ملے اور مسرت کا جوش غالب ہوا تو ندا آئی:

حب حق دل میں ہو یا حب پسر   جمع ان دونوں کو تو ہرگز نہ کر

آخر وہ حجاب بھی مرتفع ہو گیا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ (وعظ ایضاً)

امتحانِ محبت

ایک شخص کی نسبت لکھا ہے کہ اس کو روزانہ یہ آواز آتی تھی تو کافر ہو کر مرے گا۔ جب ایک مدت تک یہ آواز آئی تو شیخ سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا کہ میاں یہ دشنام محبت ہے مایوس نہ ہو جانا محبوبوں کی عادت ہے کہ محبت کو چھیڑا کرتے ہیں۔ خوب کہا ہے:

بدم گفتی و خرسند عفاک اللہ نکو گفتی   جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اور یہ ایک قسم کا امتحان ہے لیکن یہ ساری باتیں اس وقت برداشت ہوتی ہیں کہ دل میں خدا کی محبت پوری پوری ہو۔ بس اس کی کوشش کرو۔ (وعظ ایضاً)

اللہ کیساتھ اظہار عشق میں سادہ پن

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں راعی کا قصہ مشہور ہے کہ زمین پر بیٹھا ہوا جوش میں خدا تعالیٰ کو خطاب کر کے یہ کلمات کہہ رہا تھا:

تو کجائی تا شوم من چاکرت　　　چار قت دوزم کنم شانہ سرت

وامثال ذالک. اتفاقاً موسیٰ علیہ السلام اس طرف سے گزرے یہ کلمات سن کر فرمایا میاں کس کو کہہ رہے ہو اس نے کہا خدا تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈانٹا اور ڈانٹ کر چلے گئے۔ راعی نے جو سنا تو مارے خوف کے تھرا گیا اور سخت پریشان ہوا۔ اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے موسیٰ تم نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا۔ اس حکایت کو مولانا روم فرماتے ہیں:

زیں نمط بیہودہ میگفت آں شباں　　　گفت موسیٰ با کیستت اے فلاں
گفت با آں کسکہ مارا آفرید　　　ایں زمیں و چرخ آزو اسم پدید
گفت موسیٰ ہائے خیرہ سرشدے　　　خود مسلماں ناشدہ کافر شدے
گفت اے موسیٰ دہانم دوختی　　　وز پشیمانی تو جانم سوختی
وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا　　　بندہ مارا چرا کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی　　　نے برائے فصل کردن آمدی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ سنا تو گھبرا گئے اور جلدی سے آکر چرواہے سے معافی چاہی یہاں چرواہے کی عجیب حالت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو معافی چاہی تو اس نے یہ جواب دیا کہ اے موسیٰ ایسا تازیانہ لگا ہے کہ میں بڑی دور پہنچ گیا۔

آفریں بردست و بر بازوئے تو　　　(وعظ ایضاً)

کمالات کی نفی کا مطلب

ایک دوست نے دریافت کیا کہ فلاں بزرگ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں اگر سچے ہیں تو بزرگ نہیں اور اگر واقع میں بزرگ ہیں تو جھوٹی قسم کیوں کھائی میں نے کہا وہ سچے

ہیں اور بزرگ بھی ہیں اور یہی بزرگی ہے کہ ان کی نظر کمالات خداوندی پر ہے اور ہماری نظر ان کے کمالات پر اور کمالات خداوندی کے سامنے کوئی شے نظروں میں نہیں آتی جیسے طلوع شمس سے ستارے نظر سے غائب ہو جاتے ہیں حالانکہ ستارے رہتے ہیں جیسے شیخ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ کسی نے جگنو سے پوچھا کہ تو دن کو کہاں رہتا ہے۔ اس نے جواب دیا:

کہ من روز و شب جز بہ صحرا نیم　　ولے پیش خورشید پیدا نیم

(دعوات عبدیت)

بچوں کی تربیت کی ضرورت

ایک اللہ والے نے اپنے صاحبزادہ کی تربیت کی تھی جب اس کو ہوش آنے لگا انہوں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ اس کو کوئی شے تم اپنے ہاتھ سے مت دیا کرو بلکہ ایک جگہ مقرر کر دو اور اس کو کہہ دو کہ اللہ سے مانگو اللہ تعالیٰ دیں گے اور فلاں جگہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ جب وہ شے مانگتا بھی کہہ دیتے کہ اللہ سے مانگو اور مانگتا غرض اس کے ذہن میں راسخ ہو گیا کہ جو کچھ دیتے ہیں اللہ دیتے ہیں ماں باپ دینے والے نہیں ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ وہاں کوئی شے نہ تھی اور بچہ نے حسب معمول کوئی شے مانگی' ماں باپ نے جواب دیا کہ اللہ سے مانگو اس نے مانگا اور وہاں گیا تو اس جگہ وہ شے رکھی ہوئی تھی اس روز وہ بزرگ بہت خوش ہوئے کہ اب اس کا توکل صحیح ہو گیا' میرا مقصود یہ نہیں کہ سب لڑکے ایسے ہی بن سکتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ بزرگان دین شروع ہی سے بچوں کی تربیت کرتے تھے۔ (دعوات عبدیت)

اہل اللہ کی اصلاح کرنے کا انداز

ایک درویش کی حکایت ہے کہ وہ کسی دین دار عالم کے پاس پہنچے جن کے یہاں بڑے بڑے محل اور دنیا کا سامان تھا' عرض کیا کہ حضرت مجھے وضو کرنا نہیں آتا مجھے وضو کرا دیجئے' چنانچہ وہ عالم ان کو وضو کرانے لگے' اس درویش نے کسی عضو پر چار مرتبہ پانی ڈال دیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسراف ہے تین مرتبہ ڈالو' درویش نے فرمایا کہ اتنے اتنے بڑے محل اور طرح طرح کا سامان جو تمہارے یہاں میں دیکھتا ہوں اس میں اسراف نہیں اور ایک چلو پانی میں اسراف ہو گیا' ان مولوی صاحب کے دل پر ایک چوٹ لگی اور سب ذخیرہ خیرات کر کے اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئے اس ایک دم کی صحبت نے کیا کچھ کر دیا۔ (وعظ ایضاً)

اصلاح سے قبل خلق خدا کی تربیت

ایک بزرگ تھے ان کا مرید بہت ریاضت مجاہدہ کیا کرتا تھا مگر اثر کچھ نہ ہوتا تھا وہ بزرگ بھی بہت پریشان تھے کہ کیا بات ہے اثر کچھ نہیں' ایک روز اس سے پوچھا کہ میاں یہ تو بتلاؤ کہ تمہاری نیت اس سے کیا ہے کہا کہ حضرت نیت یہ ہے کہ اپنی اصلاح ہو جائے تو دوسروں کو ہدایت کروں' فرمایا کہ توبہ کرو یہ شرک فی الطریقہ ہے ابھی سے بڑا بننے کی فکر ہے یہاں تو بجز اس کے کچھ نہیں کہ مٹ جائے گم ہو جائے۔

افروختن و سوختن و جامہ دریدن — پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

تو درد گم شود صال ایں است و بس — گم شدن را گم بکن کمال این ست و بس

پھر خدا جس کو چاہے بڑا بنادے' کون اس کا قصد کرے اور خود کرنے سے ہوتی بھی نہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(دعوات عبدیت)

برائی سے روکنے کا احسن طریق

ایک بزرگ تھے ایک شخص ان کو برا کہتا تھا وہ اس کو روپیہ پیسہ بھی دیتے تھے اس نے جب یہ دیکھا کہ یہ تو میرے ساتھ احسان کرتے ہیں تو برا کہنا چھوڑ دیا۔ انہوں نے دینا بھی چھوڑ دیا۔ انہوں نے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے فرمایا کہ تم نے ہم کو دینا چھوڑ دیا ہم نے تم کو دینا چھوڑ دیا۔ (وعظ ایضاً)

برائی کا جواب اچھائی سے

حضرت امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے سنا کہ کوئی ہماری غیبت کرتا ہے آپ نے اس کو ایک طبق تمر کا بھیجا۔ (وعظ ایضاً)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ حلم

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے دو پہر کے وقت ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے کے لیے اترے' اتفاق سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی اس وقت کوئی قریب نہ تھا' آپ نے اپنی تلوار درخت میں لٹکا دی اور درخت

کے نیچے سو گئے۔ اسی وقت آپ کے ایک دشمن کو خبر ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تن تنہا فلاں درخت کے نیچے سو رہے ہیں اس نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور فوراً وہاں آیا آ کر دیکھا تو واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا سو رہے تھے اور تلوار درخت پر لٹک رہی تھی اس نے اول دبے پاؤں آ کر تلوار پر قبضہ کیا اس کے بعد اس کو نہایت آہستگی سے نیام سے نکالا اور آپؐ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا' جب بالکل تیار ہو گیا تو آپ کو بیدار کیا اور پوچھا کہ من یمنعک منی. اس وقت آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپؐ نے اس کی ہیئت دیکھ کر اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں فرمائی اور اس کے سوال کے جواب میں نہایت اطمینان سے فرمایا اللہ یعنی مجھے اللہ بچاوے گا بھلا ایسا کوئی کر کے تو دکھا دے بدون خدا کے تعلق کے کوئی ایسا نہیں کر سکتا تو علم اس کا نام ہے ورنہ نرے الفاظ تو شیطان بھی خوب جانتا ہے اس ارشاد کا اثر یہ ہوا کہ وہ لرزنے لگا اور تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی' آپؐ نے فوراً لپک کر تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ اب تجھ کو مجھ سے کون بچاوے گا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو دیکھ کر نہایت گھبرایا اور کہنے لگا کہ مجھے آپؐ ہی بچاویں گے۔ آخر آپؐ نے اس پر کرم فرمایا اور اس کی گستاخی کو معاف فرما کر اس کو چھوڑ دیا تو یہ ہے حلم اور اس کا اثر جس کو کہتے ہیں:

موحد چہ برپائے ریزی زرش   چہ فولاد ہندی نہی بر سرش

امید و ہراسش نباشد زکس   ہمیں ست بنیاد توحید و بس

تعریف و مذمت میں اعتدال

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ چلے جا رہے تھے چند مرید ساتھ تھے' راستہ میں ایک شخص نے دیکھ کر کہا یہ بڑا ٹھگ ہے ایک مرید کو اس پر بہت غصہ آیا اور اس شخص کو مارنے کو چلا۔ پیر صاحب نے روکا اور گھر پر لے گئے اور بہت سے لفافے ان کے نام آئے ہوئے تھے ڈال دیئے ان لفافوں میں بڑے بڑے القاب و آداب لکھے ہوئے تھے کسی میں قبلہ کونین' کعبہ دارین کسی میں رہنمائے جہاں وغیرہ وغیرہ اور فرمایا کہ بھائی میں نہ تو اس قدر برا ہوں جتنا اس شخص نے ظاہر کیا اور نہ اتنا اچھا ہوں جتنا ان لوگوں نے لکھا' پس اگر حلاف

واقع کہنے کی وجہ سے اس شخص پر غصہ آیا تو ان لوگوں پر بھی غصہ آنا چاہیے اور ان کا منہ بھی تو بند کرنا چاہیے۔ جب کہ جنیدؒ عصر اور فریدؒ وقت لکھتے ہیں۔

برا بھلا کہنے پر اہل اللہ کا طریقہ

مولانا محدث احمد علی صاحب سہارنپوریؒ کو ایک شخص نے آ کر برا بھلا کہنا شروع کیا مولانا چونکہ بڑے مرتبہ کے شخص تھے طالب علموں کو سخت غصہ آیا اور اس کے مارنے کو اٹھے۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی سب باتیں تو جھوٹ نہیں کہتا کچھ تو سچ ہیں تم اسی کو دیکھو۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کو ایک شخص نے برا کہا تو آپ نے اسکو ہدیہ بھیجا اور امام صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ میں کبھی کسی کی غیبت کروں تو اپنی ماں کی غیبت زیادہ مصلحت ہے تاکہ میری نیکیاں میری ماں ہی کے پاس جاویں غیروں کے پاس نہ جاویں۔

اکابر کی شان

حضرت امام سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ بڑے عقلمند ہیں کہ ہم لوگوں کی نیکیاں تو وہ لے لیتے ہیں (یعنی چونکہ ہم ان کی بابت بھی کچھ کہہ دیتے ہیں) اور وہ اپنی نیکیاں کسی کو نہیں دیتے۔ یعنی چونکہ وہ کسی کی غیبت نہیں کرتے۔ صاحبو! غور کرو کہ ایک یہ اسلاف ہیں جن کے وہ خیالات ہیں ایک ہم اخلاف ہیں جن کے یہ حالات ہیں:

شنیدم کہ مردان راہ خدا — دل دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام — کہ بادوستانت خلافست و جنگ

اللہ والوں کی بدلہ لینے میں نیت

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ چلے جا رہے تھے راہ میں ایک شخص نے کچھ بیہودہ کہا ان بزرگ نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ دھول مارو وہ ذرا متامل ہوا' فوراً وہ شخص زمین پر گرا اور مر گیا' انہوں نے اپنے مرید سے کہا کہ تم نے دیر کی اس کا نتیجہ دیکھ لیا اور فرمایا کہ جب اس نے مجھے برا بھلا کہا تو میں نے دیکھا کہ قہر خداوندی اس پر نازل ہوا چاہتا ہے اس لیے میں نے چاہا تھا کہ میں خود ہی اس کو کچھ کہہ لوں تاکہ قہر خداوندی اس پر نہ پڑے لیکن تم نے دیر کی۔ آخر یہ شخص ہلاک ہو گیا اور یہی راز ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں کڑوی

دوا ڈالی گئی اور آپؐ کے منع فرمانے پر لوگوں نے نہیں مانا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوش آ جانے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے منہ میں دوائی ڈالی ہے ان سب کے منہ میں دوائی ڈالی جائے' سوائے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ وہ شریک رائے نہ تھے تاکہ مکافات ہو جائے اور یہ لوگ قہر خداوندی میں مبتلا نہ ہوں۔

اولاد کی محبت میں اعتدال کی ضرورت

میں نے کانپور میں ایک رئیسہ کو دیکھا ہے کہ اس کو اپنی اولاد سے اس قدر محبت تھی کہ اولاد کی بدولت کبھی چارپائی پر سونا نصیب نہ ہوا کیونکہ بچے کئی تھے ایک چارپائی پر کیسے سمائیں اور سب کو اپنے پاس لے کر سوتی تھیں کسی پر ایک ہاتھ رکھ دیا کسی پر دوسرا ہاتھ کسی پر پیر رکھ دیا پھر غضب یہ کہ رات کو اُٹھ کر ٹٹولتی تھیں کہ سب ہیں بھی یا نہیں تمام رات ان کو اس مصیبت میں گزرتی تھی اتفاق سے ان کا ایک بچہ مر گیا تو وہ اس قدر پریشان ہوئیں کہ اس کے کفن و دفن میں بھی شریک نہ ہوئیں اور کانپور چھوڑ کر لکھنؤ یا اور کہیں چل دیں۔

اسباب پر نظر نہ ہونا

حضرت غوث اعظمؒ کا واقعہ ہے کہ ان کو کسی نے ایک آئینہ چینی نہایت بیش قیمت لا کر دیا' آپ نے خادم کے سپرد کیا کہ جب ہم مانگا کریں تو ہم کو دے دیا کرو۔ ایک روز اتفاق سے خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا' خادم ڈرا اور حاضر ہو کر عرض کیا:

از قضا آئینہ چینی شکست

آپ نے بے ساختہ نہایت خوش ہو کر فرمایا:

خوب شد اسباب خود بینی شکست

اور مال تو کیا چیز ہے اولاد کے مر جانے پر بھی یہ حضرات پریشان نہیں ہوتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ طبعی رنج ہو سو یہ کوئی مذموم نہیں انبیاء علیہم السلام کو بھی ہوا ہے۔

فاقہ کشی سے محبت

حضرت شاہ ابو المعالیؒ کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ گھر میں موجود نہ تھے کہ آپ کے مرشد گھر میں تشریف لائے۔ اتفاق سے اس روز گھر میں فاقہ تھا' اہل خانہ نے

دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں آپ کے لیے کوئی انتظام ہونا چاہیے آخر خادمہ کو محلہ بھیجا کہ اگر قرض مل جائے تو کچھ لے آئے خادمہ دو تین جگہ جا کر واپس آئی اور کچھ نہ ملا' متعدد مرتبہ کی آمد ورفت سے حضرت کو شبہ ہوا اور آپ نے حالت دریافت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ آج فاقہ ہے آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے ایک روپیہ نکال کر دیا کہ اس کا اناج لاؤ چنانچہ اناج آیا' آپ نے ایک تعویذ لکھ کر اس میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اس اناج کو مع تعویذ کسی برتن میں رکھ دو اور اسی میں سے نکال کر خرچ کرتے رہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس اناج میں خوب برکت ہوئی۔ چند روز کے بعد جو شاہ ابو المعالیؒ صاحب تشریف لائے تو کئی وقت کھانے کو برابر ملا آپ نے ایک روز تعجب سے پوچھا کہ کئی روز سے فاقہ نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ حضرت اس طرح سے ایک تعویذ دے گئے تھے اب اس موقعہ پر ملاحظہ فرمایئے حضرت شاہ ابو المعالیؒ کے ادب کا اور آپ کی خداداد سمجھ کا کہ ادب توکل بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ادب پیر کو بھی ملحوظ رکھا' فرمانے لگے کہ اس اناج کو ہمارے پاس لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا آپ نے اس میں سے تعویذ نکال کر تو اپنے سر پر باندھا اور فرمایا کہ حضرت کا تعویذ تو میرے سر پر رہنا چاہیے اور اناج کی بابت حکم دیا کہ سب فقراء کو تقسیم کر دیا اور اسی وقت سے پھر فاقہ شروع ہو گیا۔ ان حضرات کا فاقہ اختیاری فاقہ تھا کیوں کہ اس کو سنت سمجھتے تھے۔

فاقہ پر صبر

حضرت شیخ عبدالقدوسؒ پر تین تین دن فاقہ گزر جاتے تھے اور جب بیوی پریشان ہو کر عرض کرتیں کہ حضرت اب تو تاب نہیں رہی' فرماتے کہ تھوڑا صبر اور کرو جنت میں ہمارے لیے عمدہ عمدہ کھانے تیار ہو رہے ہیں لیکن بیوی بھی ایسی نیک ملی تھیں کہ وہ نہایت خوشی سے اس پر صبر کرتیں۔ صاحبو! ان حالات پر تعجب نہ کیجئے۔

مزدوری کو عیب سمجھنا

ہمارے وطن میں ایک عورت کا قصہ ہے کہ وہ چرخہ کات رہی تھی اور اس زمانہ میں اس کی ساس مر گئی تھیں تو کوئی عورت جوان کے یہاں تعزیت کے لیے آئی تو آہٹ پاتے ہی

چرغ اٹھا اور اندھے بادلوں کی طرح ایک کوٹھری میں پھینک آئی اور آگے سے کواڑ بند کر دیئے تاکہ مہمان کو معلوم نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر پسند تھا

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی غلام یا لونڈی لے آؤ تاکہ کچھ مدد دے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کے پاس گئیں اپنی راحت کے لیے یا شوہر کے امتثال امر کے لیے۔ جس وقت حضور کے گھر پہنچیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہہ کر چلی آئیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معلوم ہوا آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لیٹی ہوئی تھیں، آپ کو دیکھ کر اُٹھنے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیٹی رہو غرض اس وقت پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، آپؐ نے فرمایا کہ اگر کہو تو غلام لونڈی دے دوں اور کہو تو اس سے بھی اچھی چیز دے دوں یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر یہ نہیں پوچھا کہ وہ اچھی چیز کیا ہے بلکہ فوراً عرض کیا کہ اچھی چیز دیجئے آپؐ نے فرمایا کہ سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ بس یہ غلام لونڈی سے بہتر ہے ان خدا کی بندی نے خوشی خوشی اس کو قبول کیا تو دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر محبوب تھا تو اپنی اولاد کے لیے بھی آپؐ نے اس کو تجویز کر کے دکھلا دیا۔

اہل اللہ کی کید نفس پر نظر

حضرت سفیان ثوریؒ اور ایک دوسرے محدث نے ایک مرتبہ پوری رات ایک حدیث کے مذاکرے میں ختم کر دی۔ جب صبح ہوئی تو ان محدث نے فرمایا کہ آج کی رات بھی کیسی مبارک رات تھی کیسے اچھے کام میں گزری۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ میاں اگر برابر سرابر چھوٹ جائیں تو غنیمت ہے اس لیے کہ میری تمام سعی اس میں تھی کہ کوئی ایسی حدیث سناؤں جو آپ نے نہ سنی ہو اور آپ کی کوشش یہ تھی کہ ایسی حدیث بیان کریں کہ جو مجھ کو معلوم نہ ہو ہر شخص در پردہ اپنے علوم کا دعویٰ کر رہا تھا۔ اللہ اکبر ایک آج کل کے حضرات ہیں

کہ ان کو اپنا کوئی گناہ بھی یاد نہیں آتا اس لیے کہ اگر کسی کو عیب یاد نہ آئے تو اسی پر روو ے کہ مجھ کو کوئی عیب یاد نہیں آتا یہ سب سے بڑا عیب ہے کہ آدمی اپنے کو بے عیب سمجھے۔

فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی

مذمتِ دنیا کا مطلب اور موقع محل

حضرت رابعہ بصریہؒ کی حکایت ہے کہ ان کی خدمت میں چند آدمی دنیا کی مذمت کر رہے تھے۔ فرمایا اُٹھ جاؤ کہ تم کو دنیا کی محبت ہے کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حدیثوں میں تو دنیا کی مذمت آئی ہے تو جواب یہ ہے کہ وہاں ضرورت ہے اور اس مجلس میں سب تارکان دنیا تھے اس لیے ضرورت نہ تھی۔ پس یہ مذمت ناشی تھی نفس سے کہ در پردہ دعویٰ تھا اپنے کمال کا کہ ہم ایسے مرغوب عام کو مبغوض سمجھتے ہیں اور کسی شے کے مبغوض سمجھنے پر دعویٰ و فخر کرنا موقوف ہے اس شے کے باوقعت سمجھنے پر اور یہی معنی ہیں کہ تم کو اس سے محبت ہے کیونکہ وقعت ہوتی ہے کسی خوبی سے اور خوبی کا قائل ہونا مدح ہے اور مدح مضر تھی تو دیکھئے دنیا کی مذمت غیبت نہیں بلکہ ایک درجہ میں عبادت ہے لیکن چونکہ اس کی اس وقت ضرورت نہ تھی اس لیے فضول اور لایعنی ضرورت ہے اگر کوئی خشک مغز کہے کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی مذمت کی ہے بات یہ ہے کہ اردو کی کتابیں دیکھنے سے عالم نہیں ہوتا جب تک کہ ان کو کسی عالم سے سبقاً سبقاً نہ پڑھے۔ جیسے طب کی کتابیں دیکھئے اردو میں ہونا کافی نہیں جب تک کسی حکیم کے ہاں مطب نہ کرے۔ طب کی کتابوں سے جیسے کوئی حکیم نہیں بنتا اسی طرح دینیات دیکھنے سے دیندار نہیں بنتا جب تک کسی استاد سے نہ پڑھے پس یہ قصہ رابعہ بصریہؒ کا بھی ایسے ہی علم کا متلقی عن الشیوخ پر موقوف ہے اگر ایسا علم ہو تو اعتراض کچھ بھی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دنیا کی مذمت کی ہے تو آپ کو ضرورت تھی تا کہ محبین دنیا کو سنائیں اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام جن و انس کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور ان میں محبین دنیا بھی تھے اس لیے انہوں نے فرمایا کہ "قوموا عنی فانکم تحبون الدنیا" اور کہا "من احب شیئاً اکثره ذکره" یعنی میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اس لیے کہ تم لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہو اور جو شخص کسی شے کو دوست رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

اپنے کمال پر ناز کرنا ٹھیک نہیں

مولانا رومی نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک نحوی کشتی میں بیٹھا تھا اور اپنی نحو دانی پر نازاں تھا' ملاح سے پوچھا کہ میاں کچھ نحو جانتے ہو کہا نہیں نحوی صاحب نے کہا کہ میاں تم نے اپنی آدھی عمر ضائع کر دی' آگے چل کر ایک کشتی ایک بھنور میں پھنس گئی' ملاح نے کہا مولوی صاحب کچھ تیرنا بھی سیکھا ہے کہا نہیں' ملاح نے کہا تو تم نے اپنی ساری عمر کھو دی' مولانا اس کے بعد کہتے ہیں کہ نحو کام نہیں آئی یہاں تو محو کام آتا ہے یعنی مٹ جانا نافع ہے۔

ذکر اللہ سے منہ میٹھا ہونا

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کے ہمراہ میں ایک مرتبہ شاہ توکل صاحبؒ انبالوی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو شاہ صاحب نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ مولوی جی جب اللہ کا نام لیتا ہوں' منہ میٹھا ہو جاتا ہے جیسے شکر سے میٹھا ہو جاتا ہے۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام　　　شیر و شکر می شود جانم تمام

گناہوں سے دنیا کا بھی نقصان ہوتا ہے

ایک عورت کے یہاں ایک شادی تھی اس احمق نے باوجود سب کی فرمائش کے رسوم شادی پوری کرنے کے لیے اپنی جائیداد فروخت کر دی اور روپیہ نقد لا کر گھر میں رکھا' رات کو تمام روپے چور لے گئے' گناہ بھی ہوا اور مقصود بھی حاصل نہ ہوا اس لیے کہ جب آدمی پکا ارادہ گناہ کا کر لیتا ہے تو وہ گناہ بھی لکھا جاتا ہے۔

بزرگوں کی معمولی بات پر گرفت

ایک بزرگ ایک صحرا میں گوشہ نشین تھے ایک روز بارش ہوئی' فرمانے لگے کہ آج کیا موقع سے بارش ہوئی' حکم ہوا کہ او بے ادب بے موقع کس دن ہوئی تھی ان کے ہوش اُڑ گئے۔

استحضار حق کا غلبہ

ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے کسی خادم نے کہا کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے' فرمایا کہ کوئی اپنے بادشاہ کے سامنے پاؤں بھی پھیلایا کرتا ہے۔

کامل توحید کا تقاضا

حضرت بایزید بسطامیؒ کو بعد انتقال کسی نے خواب میں دیکھا اور کہا کہ کیا گزری فرمایا کہ جب میں پیش کیا گیا تو پوچھا گیا کیا لائے میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اعمال تو میرے کچھ ہیں نہیں ہاں شرک نہیں کیا توحید کا اقرار کرتا رہا۔ ارشاد ہوا "اماتذکر لیلۃ اللبن" یعنی دودھ کی رات تم کو یاد نہیں ہے قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک رات حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے دودھ پی لیا تھا' پیٹ میں درد ہوا تو منہ سے نکل گیا کہ دودھ سے درد ہوا تو اس کی نسبت ارشاد ہے کہ کیا توحید یہی ہے کہ پیٹ کے درد کے اندر دودھ کو مؤثر سمجھ لیا وہ درد بھی ہمارا ہی پیدا کیا ہوا تھا۔

درد از یاست درماں نیز ہم — دل خدائے او شد و جاں نیز ہم
دریں نوعے از شرک پوشیدہ ہست — کہ زیدم بیازد و عمر نخست

اکابر کا امتحانِ محبت

حضرت شبلیؒ چلے جارہے تھے ندا آئی کہ شبلی کیا یہ قدم اس قابل ہیں کہ ہمارا راستہ طے اس سے کرو۔ کھڑے ہوگئے پھر ندا آئی کہ کیا ہم سے صبر آ گیا' چیخ مار کے بیہوش ہوگئے۔

رؤسا کا غربا کو حقیر سمجھنا

کسی قصبہ میں ایک حجام نے ایک رئیس صاحب کو السلام علیکم کہہ دیا تو رئیس صاحب نے اُٹھ کر ایک چپت رسید کیا اور کہا کہ تو اس قابل ہوگیا کہ ہم کو السلام علیکم کہے۔ حضرت سلامت کہا کر' جب نماز کا وقت ہوا تو اس نے نماز پڑھی اور ختم نماز پر بجائے السلام علیکم کے پکار کر کہا حضرت سلامت رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا' لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے' کہنے لگا کہ آج میں نے السلام علیکم کہا تھا تو مجھے ایک چپت لگا' مجھے ڈر ہوا کہ نماز میں فرشتوں کو بھی سلام کیا جاتا ہے اور ان میں حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی ہیں' اگر کہیں وہ خفا ہوگئے تو میرا دم ہی نکال لیں گے تو جب ہمارے رؤسا کو سلام سے عار آتی ہے تو کھانا پینا تو بہت بڑی بات ہے۔

غربا کا خلوص اور محبت

لکھنؤ کا واقعہ ہے کہ وہاں کے ایک عالم ایک سقہ کے گھر تشریف لیے جاتے تھے کہ ایک رئیس نے پوچھا کہ مولانا کہاں جارہے ہو' مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس سقہ نے

دعوت کی ہے۔ رئیس نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ آپ نے لٹیا ہی ڈبودی سقہ کے یہاں دعوت کھانے جاتے ہو مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں صاحب ٹھیک ہے اور سقہ سے کہا کہ اگر تو ان کو لے چلے تو میں بھی چلتا ہوں ورنہ میں بھی نہیں جاتا' وہ ان رئیس کے سر ہوا اور ہاتھ پاؤں جوڑ کر لے چلا۔ مولوی صاحب نے اس تدبیر سے یہ بات دکھلا دی کہ ان غرباء کا برتاؤ کس طرح ہوتا ہے اور ان لوگوں کو کس درجہ خلوص ہوتا ہے۔ غرض وہاں جو پہنچے تو دیکھا کہ دو تین سقے کھڑے ہیں اور ان کو دیکھتے ہی سب تعظیم کے لیے بڑھے۔ رئیس صاحب نے عظمت و محبت کبھی عمر بھر بھی نہ دیکھی تھی آخر کھانا کھایا تو مولوی صاحب نے سقوں کو اشارہ کیا انہوں نے نہایت اصرار اور خوشامد سے کھلانا شروع کیا' آخر ان رئیس نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ مولانا واقعی میں نے آج دیکھا اور آج مجھ کو معلوم ہوا کہ عزت رئیسوں کے گھر میں جانے سے نہیں بلکہ غریبوں میں جانے سے ہے۔

غربا کی دعوت قبول کرنا سنت ہے

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی غرباء کی دعوت منظور فرما لیتے تھے چنانچہ ایک درزی کے یہاں چلے گئے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ تھے' آخر وہ درزی کپڑا سینے بیٹھ گئے' آج کل اس کو بے تہذیبی سمجھتے ہیں کہ مہمان کے سر پر مسلط کیوں نہ ہوا' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے تھے حضور کو تلاش کرتے دیکھ کر اس روز سے مجھے کدو سے محبت ہوگئی' آپ نے دیکھا محبت ایسی چیز ہے کہ ہم کو یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ ہم کو محبت نہیں ہے ورنہ محبت وہ چیز ہے کہ محبوب کی ہر ہر ادا محبوب ہو جاتی ہے۔

عظمت سے تقلید کرنا آسان ہو جاتا ہے

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں ایک حاکم اعلیٰ لنگڑا کر چلتا تھا تو دل دادگان فیشن نے اس کی تقلید میں لنگڑا کر چلنا شروع کیا تھا اسی طرح ایک بادشاہ کی داڑھی گاودم تھی تو لوگ مدت تک اسی قسم کی داڑھی رکھتے تھے بلکہ شاید دعا کرتے ہوں کہ ہماری

داڑھی اس قسم کی ہو جاوے اور ہم لنگڑے ہو جاویں تو دیکھئے عظمت سے اس زمانہ میں تشبیہ کا مسئلہ ایسا چلا کہ علماء منع کرتے کرتے عاجز آ گئے لیکن لوگوں پر کچھ اثر نہ ہوا حالانکہ اس میں کوئی معذوری بھی نہیں ہے۔

محبوب حقیقی کے نام پر جان دینا

حضرت نجم الدین کبریٰ کی حکایت ہے کہ ان کے سامنے کسی نے یہ پڑھ دیا جاں بدہ جاں بدہ جاں بدہ آپ نے فرمایا کہ محبوب جان طلب کر رہا ہے مگر افسوس کوئی جان دینے والا نہیں اور پھر فرمایا جاں دادم جاں دادم اور یہ کہتے ہی جان نکل گئی۔

پانچ نمازوں کی فرضیت سے متعلق سوال

صاحبو! واللہ اگر دین کی طلب ہوتی تو غنیمت سمجھتے کہ احکام کے معلوم ہونے کے ذرائع موجود ہیں مگر چونکہ کام کرنا مقصود نہیں ہے اس لیے طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں اور انواع انواع کے بے ڈھنگے سوالات کیے جاتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ نماز پانچ وقت کیوں مقرر ہوئی' میں نے کہا کہ تمہاری ناک منہ میں کیوں لگی' گدی پر کیوں نہ لگی' کہنے لگے کہ اگر گدی پر لگتی تو بری لگتی میں نے کہا کہ بری تو جب لگتی کہ صرف تمہاری ناک گدی پر لگتی اور اگر سب کی گدی پر ہوتی تو ہرگز بری نہ ہوتی تو کیا وجہ ہے کہ سب کی ناک گدی پر کیوں نہ لگی۔

مشقت کا احساس دلانا

ایک بادشاہ کی حکایت لکھی ہے کہ اس نے اپنے لڑکے کو کسی معلم کے سپرد کیا' ایک روز دیکھا کہ معلم صاحب گھوڑے پر سوار ہیں اور شہزادہ سائیس کے مثل پیچھے پیچھے چلا جا رہا ہے' بادشاہ کو دیکھ کر سخت ناگوار ہوا لیکن ضبط کر کے معلم سے آہستگی سے دریافت کیا' معلم نے کہا کہ حضور چند روز میں یہ بادشاہ ہوگا مخلوق اس کی جلو میں ہوگی' اگر اس وقت پیدل نہ دوڑے گا تو اس وقت کیسے خبر ہوگی کہ پیدل دوڑنے والوں پر کیسے گزرتی ہے اس لیے میں نے اس کو دوڑایا کہ یہ اپنی حالت یاد کر کے دوسروں پر رحم کرے تو یہ برتاؤ باپ نہیں کر سکتا استاد کر سکتا ہے۔

خوانین کا غربا پر ظلم کرنا

اکبر پور کا ایک واقعہ ہے کہ ایک خان صاحب نے ایک جولا ہے سے براہِ تمسخر پوچھا کہ میاں جی کیا کر رہے ہو' کہنے لگا کہ خدا کا شکر کر رہا ہوں کہ مجھ کو خان صاحب نہ بنایا کسی غریب پر ظلم کرتا اور دوزخ میں جاتا' خان صاحب چپ ہی تو رہ گئے۔ حقیقت میں یہ خدا کی بڑی رحمت ہے کہ گناہ کا سامان ہی نہ دے۔

آں کس کہ تونگرت نمی گرداند　　　او مصلحت تو از بہتر داند

جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ حالت تھی کہ ایک صحابی نے ایک مرتبہ آ کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ یہ تو امید ہے کہ ہم جنت میں تو جائیں گے لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا درجہ جنت میں ہم سے بہت اعلیٰ ہوگا تو جب ہم کو آپ کا دیدار نصیب نہ ہو سکے تو ہم جنت کو لے کر کیا کریں گے۔ خوب کہا ہے:

باتو دوزخ جنت ست اے جان فزا　　　بے تو جنت دوزخ ست اے دلربا

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

من یطع اللّٰہ والرسول فاولئک مع الّذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء (الآیۃ)

یہ کہ اگر چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اعلیٰ ہوگا لیکن تم لوگ دیدار نبویؐ سے محروم نہ ہوگے بلکہ تم لوگ اس مقام تک پہنچ جایا کرو گے جیسے دنیا میں گو مکان الگ الگ ہوتا ہے لیکن ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے اس کے گھر چلے جاتے ہو تو اسی طرح وہاں بھی گو مکان الگ الگ ہوں گے مگر ملاقات ہو سکے گی۔ ارشاد ہے: "**ولکم فیہا ما تشتھی انفسکم**" کہ جو تمہارا جی چاہے گا وہ تم کو ملے گا اگر کسی کا یہ جی چاہے کہ میں ہر وقت زیارت نبویؐ سے مشرف رہوں تو ضرور اس کو زیارت ہو سکے گی۔

مخلصانہ تعلق

مجدد صاحب کی حکایت لکھی ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک شیخ تھے آپ کو مکشوف ہوا کہ ان کا نام اللہ تعالیٰ کے یہاں اشقیاء میں لکھا ہوا ہے تو باوجودیکہ ہم عصری میں ایک قسم کی

مناقشت ہوتی ہے لیکن آپ نے ان کو اطلاع کئے بغیر برابران کے لیے دعا کی کہ اے خدا ان کا نام اشقیاء سے محوکر کے سعداء کی فہرست میں لکھ دیجئے' دیکھئے ان بزرگ کے ساتھ کتنی بڑی ہمدردی کی لیکن ان کو خبر بھی نہ ہونے دی' نہ ہم عصری کی وجہ سے آپ کے قلب میں کسی قسم کی مناقشت کی شان پیدا ہوئی۔

بزرگی کیلئے مقبول عام ہونا ضروری نہیں

حضرت سلطان جی کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے ان پر اتفاق سے ایسا افلاس آیا کہ مال ومتاع ختم ہوکر صرف ایک لونڈی رہ گئی جب اس لونڈی نے دیکھا کہ اب کچھ نہیں رہا تو ان سے عرض کیا آپ مجھے بیچ دیجئے۔ آخر میں کام کی ہوں گو یہ ضرور ہے کہ:

ترا بندہ چوں من بے فتد بسے   مرا چوں تو خواجہ نباشد کسے

مگر کسی دیندار کے ہاتھ بیچئے گا۔ آپ نے کہا کہ میں تجھے ایک ایسے شخص کے ہاتھ بیچوں گا کہ اس سے زیادہ اس وقت دیندار ہی نہیں یعنی حضرت نظام الدین سلطان جیؒ کے ہاتھ اس نے عرض کی کہ حضور ہے تو گستاخی لیکن ان بزرگ کی بزرگی میں مجھے تو شبہ ہے کیونکہ بزرگی کی علامت سے یہ بات بھی ہے کہ کوئی نہ کوئی تو اس کو برا کہے اور میں دیکھتی ہوں کہ کوئی بھی برا نہیں کہتا۔ افسوس ہے آج کل یہ علامت بزرگی سے سمجھا جاتا ہے کہ جہاں گئے اس رنگ کے ہوگئے کہ ساری دنیا خوش رہے گنگا پر گئے گنگا رام جمنا پر گئے جمنا رام۔ نیز حضرت سلطان جی کے در پر بڑے بڑے اکابر دنیا سلاطین وزراء تک دست بستہ آتے تھے اس لیے بھی اس کو شبہ ہوا۔ بزرگ صاحب نے فرمایا کہ ہم تم کو خیار کی شرط پر فروخت کرتے ہیں اگر تمہیں وہاں کا قیام پسند نہ ہوا تو واپس لے لیں گے۔ غرض آپ نے اس کو حضرت سلطان جی کے ہاتھ فروخت کیا وہ چونکہ آپ کی پورے طور پر معتقد نہ تھی اس فکر میں لگی رہی حضرت سلطان جی کو کشف کے ذریعہ سے اس کے وسوسہ پر اطلاع ہوگئی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ جا کر پڑوس سے آگ لے آؤ وہ پڑوسن کے ہاں گئی اور کہا کہ حضرت جی کے ہاں تھوڑی آگ کی ضرورت ہے۔ پڑوسن نے حضرت کا لفظ سن کر آپ کو بہت کچھ برا بھلا کہہ ڈالا کہاڈا کو حضرت کہتے ہیں۔ لونڈی یہ سن کر بہت خفا ہوئی بگڑ کر واپس

چلی آئی۔ حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ اب تو معلوم ہو گیا ہے کہ سب اچھا نہیں سمجھتے دیکھ میری پڑوسن ہی مجھ کو کیسا برا سمجھتی ہے اس نے کہا کہ حضرت یہ میری جہالت تھی' واقعی آپ صاحب کمال ہیں پھر مدت خیار گزرنے کے بعد اس کے پہلے مالک آئے اور آ کر اس سے پوچھا اس نے عرض کیا کہ حضور یہ واقعی بزرگ ہیں اب آپ کو واپس لینے کی ضرورت نہیں۔ غرض مقبول عام ہونا کوئی بزرگی کی علامت نہیں بلکہ یہ عدم کمال کی علامت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدام کیساتھ برتاؤ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو دس برس تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے کہ "ما قال لی قط لم فعلت" کہ کبھی یہ حضور نے مجھے نہیں فرمایا کہ فلاں کام تو نے اس طرح کیوں کر لیا اس طرح کیوں نہیں کیا حتیٰ کہ بوجہ بچپن کے یہ اس قدر بے تکلف تھے کہ ایک مرتبہ آپ نے ان کو کسی جگہ جانے کو فرمایا تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں تو نہیں جاتا مگر دل میں یہ تھا کہ ضرور جاؤں گا چنانچہ گئے لیکن حضور ان کے انکار پر خفا نہیں ہوئے اگر کوئی کام ان سے بگڑ جاتا تو آپ فرماتے کہ تقدیر میں یوں ہی ہے مگر ان پر خفا نہ ہوتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خبر گیری کا اہتمام

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوپہر کے وقت گرمی میں چلے جا رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا' پوچھا کہ یا امیر المؤمنین کہاں چلے' آپ نے فرمایا کہ بیت المال کا ایک اونٹ غائب ہو گیا ہے اس کی تلاش کو جا رہا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آپ نے ایسی گرمی میں کیوں تکلیف کی کسی کو حکم دیا ہوتا کہ تلاش کر لیتا' آپ نے فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان قیامت کی گرمی اس گرمی سے اشد ہے واقعہ یرموک میں جو کہ عظیم الشان جنگ تھی جب ایک شخص اونٹنی پر سوار فتح کی خوشخبری لے کر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہ روزانہ انتظار خبر میں باہر جا کر گھنٹوں کھڑے رہتے تھے جنگل میں ملاقات ہوئی آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یرموک سے آپ نے جنگ کا حال پوچھا وہ پہچانتا نہ تھا اس لیے کہ کوئی نشان خلافت نہ تھا' کوئی تاج نہ تھا اس نے ان کی طرف التفات نہ کیا اور اونٹنی دوڑائے ہوئے چلا جاتا تھا اور یہ

اونٹنی کے ساتھ دوڑتے جاتے تھے جب آبادی کے قریب آئے تو لوگوں نے پہچانا اور امیرالمؤمنین کو سلام کیا' اس وقت اس کو معلوم ہوا تو اس نے بہت معذرت کی' آپ نے فرمایا کہ میں نے جو قدم اٹھایا ثواب کے لیے اٹھایا ہے تجھے عذر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں' یہ صحابہ کی حالت تھی ایک ہماری حالت ہے کہ جو قدم اٹھتا ہے خود بینی اور خودداری کے لیے۔

مال خرچ کرنے میں بخل

ایک بدو کو کسی نے دیکھا کہ نہایت پریشان اور بدحواس ہے اور رو رہا ہے اور پاس روٹیوں کا تھیلا بھرا رکھا ہے کسی نے پوچھا کیوں روتے ہو کہا میرا کتا مر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا تھیلے میں کیا ہے کہنے لگا کہ روٹیاں ہیں اس نے کہا کہ پھر اس کو کیوں نہیں دیتا' کہنے لگا کہ اتنی محبت نہیں رکھتا کہ روٹی دوں کہ اس کو دام لگے ہیں صرف آنسو بہانے کی محبت ہے کہ مفت کے ہیں تو بعض لوگوں کی محبت کا دعویٰ بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جہاں ٹکہ خرچ ہو وہاں صفر ہے اور یہاں تو درحقیقت خرچ بھی نہیں ہوتا کیونکہ صدقات و خیرات میں جو کچھ خرچ ہے وہ کہیں جاتا نہیں جو کچھ ہے اپنے ہی لیے ہے قربانی تو ایسی شے ہے کہ کچھ ہاتھ سے بھی نہیں نکلتا اس لیے کہ ثواب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اجزاء قربانی کے تقسیم ہی کردو بلکہ اختیار ہے خواہ تقسیم کردو یا خود منتفع ہو ہاں بیچنے کی اجازت نہیں۔

خدا تعالیٰ کا محتاج بن کر رہنا

اکبر شاہ کی حکایت ہے کہ یہ ایک مرتبہ شکار میں گئے اور ساتھیوں سے بچھڑ کر کہیں دور نکل گئے۔ ایک دیہاتی نے ان کو مہمان رکھا' اکبر اس سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ دارالسلطنت میں آنا۔ چنانچہ وہ دہلی آیا' اکبر اس وقت نماز پڑھ رہے تھے' نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگی' دیہاتی نے یہ حالت دیکھی جب دعاء سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ تم کیا کر رہے تھے' اکبر نے کہا کہ خدا تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا اور مراد مانگ رہا تھا' کہنے لگا کہ تم کو بھی مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے' اکبر نے کہا کہ بیشک! کہنے لگا کہ پھر میں اس سے کیوں نہ مانگوں جس سے تم کو بھی مانگنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اہل علم کو چاہیے کہ اگر خدمت دین کریں تو نہ اس لیے کہ ہم کو نذرانہ ملے گا خدا کی قسم خدا کا نام ان دونوں عالم سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔ خوب کہا ہے:

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ　　　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

حلِّ مسائل کیلئے ماہرین سے رجوع کی ضرورت

مجھے ایک وکیل سفر میں ملے ان سے سفر کی علت پوچھی' کہنے لگے کہ اپنے ذاتی مقدمہ میں جارہاہوں میں نے کہا کہ آپ کوتو وکیل کرنا نہ پڑتا ہوگا' کہنے لگے کہ خود صاحب معاملہ ہونے سے عقل درست نہیں رہتی اس لیے ہم کو بھی وکیل کرنا پڑتا ہے حالانکہ خود بھی وکیل تھے' اکابر کو ہمیشہ دیکھا ہے کہ اپنے چھوٹوں تک سے مسئلہ کی تحقیق کرتے تھے' جب ماہرین فن کی یہ حالت ہے تو غیر ماہرین کو تو بطریق اولیٰ ماہرین کی اطاعت ضروری ہے۔

بیعت کیلئے استخارہ کا عجیب انداز

ایک درویش تھے ان کا لقب تھا رسول نما اور وجہ لقب کی یہ تھی کہ ان کو ایسی قوت تصرف تھی کہ جو شخص طالب ہوتا تھا کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادو وہ اس پر متوجہ ہوتے تھے اس کی نظروں سے درمیانی حجاب مرتفع ہوجاتے تھے اور وہ زیارت جمال باکمال نبوی سے مشرف ہوجاتا تھا وہ بزرگ جس وقت اپنے شیخ سے بیعت ہونے لگے تو شیخ نے فرمایا کہ استخارہ کرلو سنت ہے وہ ایک گوشہ میں بیٹھ کر پانچ منٹ سے بھی کم میں واپس آ گئے۔ شیخ نے پوچھا کہ استخارہ کرلیا کہا کہ حضور کرلیا' شیخ نے فرمایا کہ آپ نے اتنی دیر میں کیسے استخارہ کرلیا' وضو نہیں کیا' نماز نہیں پڑھی' نفس سے کہا کہ اے نفس تو جو بیعت کرتا ہے تو بیعت کے معنے دوسرے کے ہاتھ بک جانا ہے تو تجھ کو تمام اختیارات سلب کردینے اور بدست غیر ہوجانے سے کیا نفع ہے' نفس نے جواب دیا کہ بلا سے خدا تو ملے گا میں نے کہا کہ خیر کچھ حرج نہیں خدا کو تو یہ خبر ہوگی کہ فلاں شخص نے ہم کو طلب کیا تھا اس پر میں کچھ جرح نہیں کرسکا۔ شیخ نے فرمایا تمہارا استخارہ سب سے اچھا ہے پس غلامی واقعی طبعاً گراں ہے لیکن جس کو جو کچھ ملا ہے اس کی بدولت ملتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی برکت

ایک یہودی کا کچھ قرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہوگیا تھا وہ ایک روز آکر مانگنے لگا اور کہا کہ آج تو میں بغیر لیے آپ کو کہیں جانے نہ دوں گا۔ بعض صحابہؓ برہم

ہوئے حضور نے فرمایا خاموش رہو صاحب حق کو کہنے کا حق ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے گئے اور رات بھر مسجد میں رہے جب صبح ہوئی تو یہودی سامنے آ کر بیٹھا اور کہا

اشهدان لا اله الا الله واشهد ان محمد عبده ورسوله

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو آپ کا امتحان لیتا تھا اس لیے کہ میں نے کتب سماویہ میں پڑھا تھا کہ نبی آخر الزماں کی یہ علامت ہے کہ وہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں گے اور میں مسلمان ہوتا ہوں اور مسلمان ہوتے ہی اس مال و دولت سے ایسی نفرت ہوگئی کہ کل مال اپنا اللہ کی راہ میں دے دیا۔

آنکہ ترا شناخت جاں راچہ کند ۔۔۔ فرزند و عزیز خان و ماں راچہ کند
شادباش اے عشق خوش سودائے ما ۔۔۔ وے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما ۔۔۔ اے تو افلاطون و جالینوس ما
ہر کہ راجا مہ زعشق چاک شد ۔۔۔ او زحرص و عیب کلی پاک شد

شاندار پیر کا مطالبہ

ایک تعلق دار نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کوئی ایسا پیر بتلاؤ جو خود بھی شاندار ہو اور مریدوں کی عزت کرتا ہو ان کو حقیر ذلیل نہ سمجھتا ہو یہ تکبر ہے کفار نے بھی یہی کہا تھا "**لو لا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم**" یعنی یہ قرآن دو بستیوں (مکہ وطائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اترا وہ ہی تکبر مورث چلا آتا ہے۔

بالکل بے حس ہونا مطلوب نہیں

مشہور ہے کہ ایک سانپ کسی بزرگ کا مرید ہوگیا تھا ان بزرگ نے اس سے عہد لیا کہ کسی کو ستانا مت اس نے عہد کرلیا چند روز بعد پیر کا اُدھر سے گزر ا ہوا دیکھا وہ پڑا ہے کچھ حس و حرکت نہیں اور تمام حشرات الارض اس کو لپٹ رہے ہیں اور نوچ رہے ہیں پوچھا کیا حال ہے کہا حضرت یہ بیعت کی برکت ہے میں نے عہد کرلیا تھا جس کی خبر جانوروں کو ہوگئی اس لیے بہت ستاتے ہیں ان بزرگ نے کہا کہ بندہ خدا میں نے تو کاٹنے سے منع کیا تھا پھنکارنے کی اجازت ہے پس انسان کے اندر حس و حرکت ضرور ہونا چاہیے۔

اخلاص اور ہمت کے ثمرات

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے پاس ایک شخص آیا اور بیعت کی درخواست کی۔ مولاناؒ نے اس کو بیعت کر لیا اور تمام گناہوں سے یعنی کفر و شرک وغیرہ سے توبہ کرادی۔ جب مولانا بیعت کر چکے تو کہنے لگے کہ مولوی جی اور تم نے افیم (افیون) سے تو توبہ کرائی نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی مجھے کیا خبر تھی کہ تو افیون کھاتا ہے اچھا جس قدر افیون تو روزانہ کھاتا ہے اس کی گولی بنا کر میرے ہاتھ پر رکھ دے۔ چنانچہ اس نے گولی بنا کر مولاناؒ کے ہاتھ پر رکھ دی۔ مولاناؒ نے اس کو دیکھا اور اس میں سے تھوڑا سا حصہ لے کر کہا اس قدر کھالیا کر' مقصود یہ تھا کہ بتدریج چھڑا دی جائے گی مگر جب قلب میں محبت خدا آتی ہے تو افیون کیا سلطنت بھی چھوٹ جاتی ہے اس نے کہا کہ مولوی صاحب کیا کھاؤں گا اور یہ کہہ کر افیون کی ڈبیہ جیب سے نکالی اور بہت دور پھینک دی' گھر پہنچ کر افیون کا تقاضا ہوا مگر اس نے نہیں کھائی' آخر دست لگے' مولاناؒ کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھے دست لگ رہے ہیں مگر میں توبہ کو نہیں توڑوں گا۔ چند روز میں دست بند ہو گئے جب بالکل تندرست ہو گیا تو مولاناؒ کے پاس آیا آ کر سلام کیا' مولاناؒ نے پوچھا کہ بھائی کون ہو' کہنے لگا جی میں ہوں افیون والا اور ایک روپیہ نکال کر مولانا کو دیئے اور کہا کہ مولوی صاحب یہ افیون کے روپیہ ہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ بھائی افیون کے روپیہ کیسے کہنے لگا کہ میں ایک روپیہ مہینہ کی افیون کھاتا تھا جب میں نے چھوڑ دی تو نفس بہت خوش ہوا کہ ایک روپیہ ماہوار بچے میں نے نفس سے کہا کہ میں ایک روپیہ تجھے ہرگز نہ دوں گا میں اپنے پیر کو دوں گا۔ دیکھئے اس شخص نے دین کو کتنا خالص کیا وہ ایک روپیہ بھی اپنے پاس نہیں رکھے۔ نیز یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ مقصود یہ ہے کہ ہمت وہ چیز ہے کہ وہ سب کچھ کرا دیتی ہے۔

ناقص عشق

مثنوی میں ایک حکایت ہے کہ ایک شخص ایک عورت کے پیچھے چلا' اس نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیوں آتا ہے کہنے لگا کہ میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا کہ میرے پیچھے میری بہن چلی آرہی ہے وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ ہوسناک تو تھا ہی فوراً پیچھے لوٹا جب یہ لوٹنے لگا تو اس نے ایک دھول رسید کیا:

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی　　در بیان دعوئے خود صادقے
پس چرا بر غیر افگندی نظر　　ایں بود دعویٰ عشق اے بے ہنر

کہ مردوداگر تو عاشق تھا تو غیروں پر کیوں نگاہ کی۔

سچی محبت کی علامات

مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مجلس میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں ہوں تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف التفات بھی نہ کریں۔ البتہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو دیکھیں تو محبت تو ایسی چیز ہے یہ کیسی محبت کہ دعویٰ خدا کی محبت کا اور لڑکوں سے تعلق۔ معلوم ہوا کہ:

ایں نہ عشق ست آنکہ در مردم بود　　ایں فساد خوردن گندم بود

ایک عبرت انگیز واقعہ

ایک حکایت تاریخ میں عجیب لکھی ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس بیٹھا کھا رہا تھا اس وقت ایک فقیر مانگنے آیا اس نے فقیر کو جھڑک دیا۔ اتفاق سے کچھ ایسا انقلاب ہوا کہ یہ بالکل تباہ و پریشان ہوگیا۔ حتیٰ کہ بیوی کا جب نان نفقہ نہ چل سکا تو اس کو بھی طلاق دے دی اور اس نے کسی اور دولت مند سے نکاح کرلیا' اتفاق سے اس دولت مند کے دروازہ پر کوئی شخص سوال کرنے آیا اس شخص نے بیوی سے کہا کہ اس کو بھیک دے آ ؤ یہ جو دروازہ پر گئی تو وہاں سے روتی ہوئی لوٹی' شوہر نے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ سائل میرا پہلا شوہر ہے اور اسی تذکرہ میں وہ قصہ سائل کے جھڑک دینے کا بھی بیان کیا۔ اس شوہر ثانی نے کہا کہ وہ سائل جو جھڑکا گیا تھا میں ہوں' خدا تعالیٰ نے مجھ کو مال بھی دیا اور اس کی بیوی بھی دی تو خدا تعالیٰ کی بڑی قدرت ہے عبرت حاصل کرو اور عبرت میں یہ بھی داخل ہے کہ جس کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھو دور کردو۔

محبت میں بلا ومصیبت کا نعمت معلوم ہونا

ایک بزرگ ہیں صحابی یا تابعی انہوں نے لوگوں کو دیکھا کہ لوگ بھاگ رہے ہیں' پوچھا کہ کیوں بھاگ رہے ہو لوگوں نے کہا کہ طاعون سے بھاگ رہے ہیں۔ آپ نے

فرمایا "طاعون خذنی الیک" آخر ان کا انتقال طاعون میں ہوگیا تو یہی حالت ہوتی ہے کہ دوست کی بلا کی آرزو کرنے لگتا ہے اسی کو عراقی کہتے ہیں:

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت — سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

بیوی کا صبر جمیل کا مظاہرہ

حضرت ابوطلحہؓ کا واقعہ ہے اور ان کی بیوی اُم سلیمؓ کا ان دونوں میاں بیوی کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے کہ ایک مرتبہ ان کا بچہ بیمار ہوگیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ آ کر اس کا حال بیوی سے پوچھتے ایک روز وہ بچہ انتقال کر گیا۔ حضرت ابوطلحہؓ اس وقت باہر تھے' بی بی نے یہ خیال کیا کہ اگر اب میں اطلاع کروں گی تو شب کا وقت ہے نہ کھانا کھائیں گے اور نہ ان کو نیند آئے گی' خواہ مخواہ بے چین ہوں گے اس لیے مناسب ہے کہ اس وقت اطلاع ہی نہ کی جائے۔ حقیقت میں دین عجیب شے ہے تمام عمر کی اصلاح کر دیتا ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ جب باہر سے تشریف لائے تو حسب عادت دریافت فرمایا کہ بچہ کیسا ہے؟ اب یہ وقت بڑے امتحان کا تھا اگر سچ بولیں تو وہ مصلحت فوت ہوتی ہے اور جھوٹ میں شرعاً گناہ' حقیقت میں بڑی کشمکش کا وقت تھا لیکن دین فہم کو تیز کر دیتا ہے۔ چنانچہ منجانب اللہ ان کو ایک جواب القا ہوا فرمایا کہ اب اس کو سکون ہے آرام ہے اس لیے کہ موت سے بڑھ کر کوئی سکون و آرام نہیں ہے اس لیے کہ آرام و راحت کی دو صورتیں ہیں دفع مضرت یا جلب منفعت دونوں حالتوں میں عرفاً آرام سے ہونا کہا جاتا ہے موت میں دونوں چیزیں موجود ہیں۔ دفع مضرت بھی ہے وھو ظاھر اور جلب منفعت یہ ہے کہ موت سے وصول الی المحبوب الحقیقی ہوتا ہے۔ یہ خاص مسلمانوں کے لیے ہے اسی واسطے حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا کہ اب اس کو سکون ہے اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے کھانا کھایا اور پھر ان کو بیوی کے پاس جانے کی رغبت ہوئی اور بیوی کا حال یہ کہ ظاہر میں تو جو کچھ میاں کہتے تھے ان کی رضا مندی کے واسطے سب کچھ کر رہی تھی مگر اندر جو کچھ تھا وہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا۔ غرض میاں تو فارغ ہو کر سو رہے اور بیوی کو کیا نیند آئی ہوگی۔ صبح کے وقت جب حضرت ابوطلحہؓ نماز پڑھ کر تشریف لائے تو بیوی نے پوچھا کہ بھلا ایک بات تو بتلاؤ کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی

امانت رکھ دے تو جب وہ اپنی امانت مانگے تو ہنسی خوشی دینا چاہیے یا ناک منہ چڑھانا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں ہنسی خوشی دینا چاہیے کہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت لے لی اب تم صبر کرو' میاں ناراض بھی ہوئے کہ رات کو تم نے خبر نہ کی' فرمایا کیا نفع تھا تم پریشان ہوتے مجھے اس پر یہ قصہ یاد آیا تھا کہ انہوں نے موت کا نام سکون رکھا۔

موت سے تسلی آمیز مضمون

ایک لطیفہ یاد آیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تو جیسا کہ ایک اعرابی نے مجھ کو تسلی دی ایسی کسی نے نہیں دی' سچ یہ ہے کہ دین دار خواہ گاؤں کا ہو یا شہر کا اس کا فہم چونکہ دین کی وجہ سے درست ہوجاتا ہے اس لیے وہ حقائق امور کو خوب سمجھتا ہے وہ مضمون تسلی کا یہ ہے:

اجر کن یک صابرین قائما　　　صبر الرعیۃ بعد صبر الرأس

خیر من العباس اجرک بعدہ　　　واللہ خیر منک للعباس

مطلب یہ ہے کہ آپ صبر کیجئے ہم بھی آپ کی وجہ سے صبر کریں گے کیونکہ چھوٹوں کا صبر بڑوں کے صبر کے بعد ہوتا ہے اور اس واقعہ میں نہ تو تمہارا کچھ نقصان ہوا بلکہ نفع ہی ہے اور وہ نفع یہ ہے کہ تم کو ثواب ملا اور وہ ثواب تمہارے لیے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی کچھ نقصان نہیں ہوا اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ سے مل گئے اور اللہ تعالیٰ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے تم سے بہتر ہے یعنی تمہارے پاس رہنے سے اللہ کے پاس رہنا بہتر ہے۔ یہ عجیب مضمون ہے۔

طالب علم کو رسوائی سے بچانے کی تدبیر

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت یاد آئی۔ شاہ صاحب مسجد میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا کرتے تھے ایک مرتبہ حسب معمول حدیث کا درس ہو رہا تھا کہ ایک طالب علم وقت سے دیر کر کے سبق کے لیے آئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو منکشف ہوگیا کہ جنبی ہے غسل نہیں کیا وہ طالب علم معقولی تھے معقولی ایسے ہی لاپرواہ ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب نے مسجد سے باہر روک دیا اور فرمایا کہ آج تو طبیعت ست ہے جمنا پر چل

کر نہائیں گے سب لنگیاں لے کر چلو سب لنگیاں لے کر چلے اور سب نے غسل کیا اور وہاں سے آ کر فرمایا ناغہ مت کرو کچھ پڑھ لو وہ طالب علم ندامت سے پانی پانی ہوگیا۔ اہل اللہ کی یہ شان ہوتی ہے کیسے لطیف انداز سے اس کو امر بالمعروف فرمایا اور جب بزرگوں کی شان معلوم ہوگئی کہ وہ کسی کو رسوا نہیں کرتے تو اب مستفیدین کو بھی چاہیے کہ ایسے شیخوں سے اپنے عیب کو نہ چھپایا کریں اس لیے کہ عیب ظاہر نہ کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یہ خوف ہوتا ہے کہ ہم کو حقیر سمجھیں گے تو ان حضرات میں نہ تو یہ ہوتا ہے کہ کسی کو حقیر سمجھیں اس لیے کہ یہ حضرات سوائے اپنے نفس کے کسی کو حقیر نہیں سمجھتے ہیں اور یا یہ خوف ہوتا ہے کہ کسی کو اطلاع کر دیں گے سو نہ ان حضرات میں یہ بات ہے اس لیے ان سے صاف کہہ دینا چاہیے مگر یہ اظہار معالجہ کے لیے ہے نہ کہ بلا ضرورت کیونکہ بلا ضرورت گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔

کتب دینیہ خریدنے کا شوق

ہمارے استاد مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کتابوں کا بڑا شوق تھا خود نہ دیکھتے تھے مگر سینکڑوں کتابیں اس قسم کی خرید کر رکھ چھوڑیں۔

حکایت:

ایک شخص نے ڈھاکہ میں مجھ سے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ انگریزی خواں طالب علم نہایت باہمت عالی حوصلہ جفاکش ہوتے ہیں اور عربی خواں طالب علم نہایت پست ہمت تنگ خیال ست کم حوصلہ ہوتے ہیں۔ مقصود ان کا یہ تھا کہ یہ فرق عربی اور انگریزی کے اثر سے ہے یعنی پست ہمتی وغیرہ عربی کے آثار ہیں اور عالی حوصلگی وغیرہ انگریزی کے آثار ہیں اور میں نے کہا کہ جناب عالی حوصلگی وغیرہ جس قدر صفات ہیں یہ عالی خاندان پر موقوف ہے یعنی جو اعلیٰ خاندان ہوگا اس میں یہ صفات موجود ہوں گے۔ خواہ عربی پڑھے یا انگریزی اور جو علو خاندان نہ ہوگا اس میں یہ صفات نہ ہوں گے۔ اگرچہ وہ انگریزی اعلیٰ پائے کی ڈگری حاصل کر لے بلکہ اکثر واقعات اور مشاہدات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پست خاندان آدمی اگر عربی پڑھ لیں تو کم و بیش ان کے اخلاق درست ہو جاتے ہیں اور اگر انگریزی پڑھ لیں تو بالکل ہی برباد ہو جاتے ہیں عربی و انگریزی کے آثار کا پورا مقابلہ اس

وقت ہوسکتا ہے کہ ایک خاندان کے ایک طبیعت کے دو بچے لئے جائیں ایک کو انگریزی شروع کرائی جائے اور دوسرے کو عربی اور دس برس کے بعد دونوں کا موازنہ کیا جائے۔

رزق کی کمی سے طبعی پریشانی

ایک بزرگ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے ایک دم سے دے دو ارشاد ہوا کہ کیا ہم پر اطمینان نہیں' عرض کیا کہ اطمینان کیوں نہیں' شیطان بہکاتا ہے اور کہتا ہے کہ کہاں سے کھائے گا میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دے گا وہ کہتا ہے کہ یہ تو یقینی ہے کہ دے گا مگر یہ تو خبر نہیں کہ کب دے گا' اس سے میں پریشان ہوتا ہوں آپ مجھ کو اگر ایک دم سے دیں گے تو میں کوٹھڑی میں بند کر کے رکھ لوں گا جب شیطان کہے گا کہ کہاں سے کھائے گا میں کہہ دوں گا کہ اس کوٹھڑی میں سے کھاؤں گا۔ اس میں کوئی شبہ نہ ڈالے گا اور پریشان نہ کر سکے گا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلوک میں خاص کیفیات مثلاً باوجود مال نہ ہونے کے پریشان ہونا سو یہ مطلب نہیں اگر مال رکھ کر جمعیت اور تسلی نہ ہو تو رکھے اور اگر جمع کر کے اطمینان حاصل ہو تو خرچ کر دے۔

صحابہ کرامؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا عالم

مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ لوگ آگ سے بچیں اور یہی وجہ تھی کہ اگر ایسی تجویز آپ کے روبرو پیش کی جاتی جس سے آپ کو اپنے مقصود حاصل ہونے کی امید ہوتی تو آپ اس کو بہت جلد قبول فرما لیتے تھے اس لیے کفار مشرکین کو ایک شرارت سوجھی اور انہوں نے دق کرنے کے لیے ایک مشغلہ نکالا جیسے آج کل مصلحین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کفار نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ تو کیوں کہا ہوگا یا محمد کہا ہوگا) ہم آپ کے پاس آیا کریں تو کچھ سن لیں لیکن چونکہ آپ کے پاس غرباء کا مجمع رہتا ہے جن کے پاس ہمیں بیٹھتے ہوئے عار آتی ہے اس لیے ہم نہیں بیٹھتے۔ اگر آپ ان کو علیحدہ کر دیا کریں اور ہمارے لیے ایک مستقل مجلس علیحدہ کر لیں اور جس وقت ہم آیا کریں ان کو اٹھا دیا کریں کیونکہ ہمارے پاس بیٹھ کر ان کا حوصلہ بڑھے گا تو ہم حاضر ہوا کریں اور اس سے ان کو یہ

ہرگز مقصود نہ تھا کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے کہ محض دق کرنا منظور تھا کہ تھوڑی دیر احباب میں مفارقت ہی رہے گی کیونکہ صحابہ کرامؓ کو وہ محبت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کسی کو نہیں ہوئی اور یہی سبب تھا اطاعت کاملہ کا ورنہ اگر کامل محبت نہ ہو تو اطاعت کامل نہیں ہو سکتی۔ آج کل اکثر دین داروں میں بھی محض ضابطہ کی محبت ہے۔ صاحبو! بہت بڑا فرق ہے ضابطہ کی محبت میں اور جوش کی محبت میں صحابہؓ کی محبت کا اندازہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے پختہ مکان ڈاٹ دار کسی مصلحت سے بنالیا کہ وہ مصلحت ضرورت کے درجہ میں نہ تھی گو انہوں نے کسی درجہ میں ضروری سمجھا ہو اتفاق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک مرتبہ اس طرف سے ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان کو دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے' صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص کا ہے۔ جب صاحب مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے سلام عرض کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے آئے آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا' اب ان کو بہت فکر ہوئی انہوں نے دوسرے صحابہؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ کوئی خاص بات تو ہم کو معلوم نہیں ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مکان کی طرف تشریف لے گئے اور تمہارے مکان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے ہم نے بتا دیا تھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فرمایا تو نہیں لیکن اس وقت سے خاموش ہیں۔ دیکھئے اس حدیث میں کہیں تصریح نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان کی بابت کچھ بھی فرمایا اس لیے ان صاحب مکان کے پاس اس یقین کا کوئی ذریعہ نہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کبیدگی کی وجہ یہ مکان ہی ہے آج کل کے عقلاء کا تو جس کی نسبت کسی کا قول ہے:

آزمودم عقل دور اندیش را ‌ ‌ ‌ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

یہ فتویٰ ہوتا کہ پوچھ تو لیتے یہی وجہ ناراضی کی ہے یا کچھ اور اگر یہی ہے تو خیر اس کو گرا دیں بلکہ آج کل تو اس پر بھی اکتفا نہ کیا جاتا۔ پوچھا جاتا کہ حضور اس میں خرابی کیا ہے یہ تو فلاں فلاں مصلحت پر مبنی ہے لیکن ان صحابی نے سب کو نظر انداز کر کے وجہ ناراضی کی تعیین کی بھی ضرورت نہ

کبھی بلکہ جس میں ذرا سا بھی احتمال سبب غضب ہونے کا ہو اس کو خاک میں ملا دیا یعنی اسی وقت جا کر مکان کو زمین کے برابر کر دیا لیکن اگر خلاف عقل ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو گرانے پر ناخوش ہوتے۔ غرض انہوں نے فوراً مکان گرا دیا اور پھر گرانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر تک نہیں کی اور کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی میری قسمت میں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بخود اطلاع ہو جائے گی کیونکہ جانتے تھے کہ اطلاع تو جب کروں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکان گرانے کا کچھ احسان ہو یہ محض اپنی ہی بھلائی ہے۔

قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللّٰہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صدقین.

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر اس طرف گزر ہوا آپ نے فرمایا کہ وہ مکان کیا ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب مکان کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فوراً ہی آ کر مکان کو گرا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سن کر بہت خوش ہوئے اور زیادتی تعمیر کی مذمت فرمائی۔ اب یہ دوسرا مسئلہ ہے کہ کتنی تعمیر ضروری ہے جو یہاں مذکور نہیں تو صحابہ کرامؓ کی محبت کا یہ عالم تھا۔

صحابہ کی محبت پر کفار کی گواہی

حدیبیہ کی صلح ہوئی ہے اور علی سبیل التعاقب رؤساء کفار مسلمانوں میں آئے ہیں تو ایک رئیس نے جا کر اپنی قوم سے کہا کہ میں نے بڑے بڑے شاہان دنیا کا دربار دیکھا ہے کسریٰ اور قیصر کے درباروں میں شریک ہوا ہوں مگر کسی کے حشم و خدم کو میں نے اتنا مطیع نہیں دیکھا جس قدر کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطیع ہیں۔ یہ حالت ہے کہ اگر آپ تھوک پھینکتے ہیں تو وہ زمین پر نہیں گرتا اور جب وضو کرتے ہیں تو اس کا غسالہ اپنے ہاتھوں پر لیتے اور اگر کسی کو نہیں ملتا تو وہ دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مل کر اپنے منہ پر پھیر لیتا ہے۔ گویا وہ حالت تھی:

مرا زلف تو موئے بسند ست　　　　ہوس راہ مدہ بوئے بسند ست

صاحبو! بتلایئے یہ بھی کہیں قرآن میں یا حدیث میں حکم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالۂ وضو اپنے منہ پر ضرور ملا کرو۔ اللہ اکبر اس وقت بہت سی جماعتیں صحابہؓ پر طعن کرتی ہیں

مگران کی اس حالت کو نہیں دیکھتے بھلا نماز روزہ وغیرہ کی بابت تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جنت کے شوق میں کرتے تھے لیکن غسالہ وضو کا حکم وجوبی یا استحبابی کہیں آیت میں تھا کہ اس کو منہ پر مل لیا کرو تو فلاں فضیلت ملے گی۔ اس وقت تو واللہ بعض ایسے مستقل مزاج ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھتے تو کبھی حرکت بھی نہ ہوتی کیا اس وقت سو میں ایک شخص بھی ایسا برتاؤ کر سکتا ہے جو صحابہ کرامؓ نے کیا بلکہ عجب نہیں کہ اس فعل سے استنکاف کرتے ہیں۔

عشق رسول کا اثر

ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کو بھی دیکھ لیا ہے۔ مقصود یہ تھا کہ کسی تدبیر سے ایک مرتبہ اس کو دیکھ لو یہ مطلب نہ تھا کہ جا کر اس کے ماں باپ کو پیغام دو کہ مجھے اپنی لڑکی دکھلا دو مگر وہ ایسے بھولے بھالے تھے کہ جا کر اس عورت کے ماں باپ کو پیغام دیا کہ مجھے اپنی لڑکی دکھلا دو' اس لڑکی کے ماں باپ کو یہ بات ناگوار ہوگئی' انہوں نے کچھ کہنا چاہا پس پردہ لڑکی بھی موجود تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر فوراً پردہ ہٹا دیا اور اپنے ماں باپ سے کہا خبردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد کچھ نہ بولنا اور اس شخص سے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو میں حاضر ہوں تم مجھے دیکھ لو! صاحبو! یہ محبت کا خاصہ ہے کہ اس میں مصالح اور ننگ و عار سب بالائے طاق رکھے جاتے ہیں۔

شادش اے عشق خوش سودائے ما — اے دوائے جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما — اے تو افلاطون و جالینوس ما

اطاعت زیارت پر مقدّم ہے

حضرت اویس قرنیؓ کا قصہ ہے کہ انہوں نے باوجود شدت اشتیاق زیارت حضور کا حکم شرعی سن کر کہ والدہ کی خدمت چھوڑ نا نہ چاہیے تمام عمر زیارت نہیں کی مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو کہ زیارت فی المنام کی تمنا کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت احکام نہیں کرتے ہیں حالانکہ زیارت فی المنام مؤخر ہے رتبہ میں حضرت اویسؓ نے زیارت فی الیقظہ بھی نہیں کی کیونکہ سمجھتے تھے کہ اطاعت کا تو کچھ بدل نہیں اور زیارت کا بدل ہے وہ یہ کہ

اگر یہاں نہ ہوگی تو آخرت میں ہو جائے گی۔ کسی نے خوب کہا ہے:

کششے کہ عشق دارد نہ گذاردت بدینساں　　بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

ہامان ارمنی کے دربار میں حضرت خالد کی اولوالعزمی

ہامان ارمنی کے دربار میں جب حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر تشریف لے گئے تھے ہامان ارمنی نے حریر کا فرش بچھایا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اٹھا دیا' ہامان ارمنی نے کہا کہ اے خالد میں نے تمہاری عزت کے لیے یہ فرش بچھایا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کا فرش تیرے فرش سے بہت اچھا ہے۔ اب غور کیجئے کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف سو آدمیوں کے ساتھ ہیں اور ہامان ارمنی کے ساتھ دس لاکھ فوج ہے لیکن حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا گفتگو کرتے ہیں: ہامان ارمنی نے کہا کہ اے خالد میرا جی چاہتا ہے کہ تم کو بھائی بنالوں' حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بہتر ہے کہو "لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ"

ہامان ارمنی نے کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس حالت میں ہم نے حقیقی بھائیوں کو چھوڑ دیا تجھ کو کیا بھائی بناتے' پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ہامان! تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ وہ دن قریب نظر آ رہا ہے کہ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس طرح حاضر کیا جاوے گا کہ تیرے گلے میں رسی ہوگی اور تجھ کو ایک شخص گھسیٹتا ہوگا۔ اس پر ہامان ارمنی آگ ہو گیا' غضب ناک ہو کر کہا کہ پکڑو ان لوگوں کو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً کھڑے ہو گئے اور ہمراہیوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ خبردار ایک دوسرے کو مت دیکھنا کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی اور فوراً میان سے تلوار کھینچ لی۔ یہ ہیبت دیکھ کر ہامان مرعوب ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں تو ہنسی کرتا تھا جب حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ درست ہو کر بیٹھے یہ ہے اولوالعزمی نہ یہ کہ غایت کبر و نخوت و تنفر عن المساکین سے جنگل میں جا بسے کہ نہ مسلمان ان کو دیکھ سکیں نہ یہ مسلمانوں کو دیکھ سکیں۔ نیز جس کا نام آج اولوالعزمی رکھا گیا ہے وہ وہ ہے جس کی بابت قرآن شریف میں ارشاد ہے: "لایریدون علواً فی الارض ولا فساداً" تو اولوالعزمی صحابہؓ نے کر کے دکھلائی ہے اور وہ توحید سے ہوتی ہے آج کل تکبر کا نام اولوالعزمی رکھا لیا ہے اور اس کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ہر واقعہ میں مرغی کا حوالہ

ایک کنجوس کی حکایت ہے کہ اس نے اپنے کسی دوست کو ایک مرغی دے دی تھی۔ اب جب کبھی کسی بات کا تذکرہ آتا اس کو فوراً وہ مرغی یاد آ جاتی کہ زید اس دن گیا تھا جب ہم نے تم کو مرغی دی تھی غرض جو واقعہ ہوتا اس پر یہی ذکر کردہ مرغی بات میں پتہ بتلانے کے لیے ایسی ہوگئی جیسے ہندوستان کے لیے غدر کہ غدر میں یوں ہوا تھا اور غدر میں ہماری عمر ۹ برس کی تھی۔ (وعظ النور اشرف المواعظ)

محبت کے آثار

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کے ایک مرید حج کو گئے انہوں نے فرمایا کہ جب مدینہ جاؤ تو روضہ اقدس پر میرا بھی سلام عرض کرنا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا وہاں سے ارشاد ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے بھی ہمارا سلام کہنا۔ چنانچہ بدعتی اس لیے فرمایا کہ ان سے بعض باتیں بصورت بدعت صادر ہوتیں تھیں۔ اگرچہ واقع میں وہ بدعت نہ تھیں یعنی کسی معذوری کی وجہ سے ان سے بعض افعال ظاہر سنت کے خلاف صادر ہو جاتے تھے تو جب واپس آئے تو حضرت شاہ ابو المعالی صاحبؒ نے پوچھا کہ ہمارا سلام بھی کہا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ وہی لفظ کہو جو وہاں سے ارشاد ہوا ہے۔ مرید نے عرض کیا کہ حضرت جب آپ کو وہ لفظ معلوم ہے تو پھر میرے ہی کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ نیز میں وہ لفظ کیسے عرض کروں، آپ نے فرمایا کہ گو معلوم ہے مگر سننے میں اور ہی مزا ہے اور میاں تم خود تو نہیں کہتے وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوگا۔ آخر انہوں نے وہ ہی لفظ ادا کر دیا۔ بس ان کی یہ حالت ہوئی کہ وجد میں کھڑے ہو گئے اور بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری تھا:

بدم گفتی وخرم سندم عفاک اللہ نکو گفتی　　جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

وجد کرتے تھے اور اس شعر کو پڑھتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ محبت وہ چیز ہے جس کے آثار کی نسبت کہا ہے:

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ　　ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

(وعظ ایضاً)

ضد وہٹ دھرمی

ایک صاحب نے اہل حق کی نسبت کہا تھا کہ میں ان کا اس قدر مخالف ہوں کہ اگر یہ کسی چیز کو حلال کہیں گے تو میں اس کو حرام کہوں گا اور بالعکس ان اہل حق نے جواب دیا کہ میں تو ماں سے نکاح کرنے کو حرام کہتا ہوں اب آپ اس کو حلال کہئے اور میں تو کلمہ شہادت کو حلال کہتا ہوں آپ حرام کہئے وہ مدعی صاحب تو دم بخود رہ گئے مگر چند روز کے بعد ان کے ایک شاگرد صاحب پیدا ہوئے کہ میرے استاد کے قول کا مطلب ہی نہ سمجھے تھے ان کا مطلب یہ تھا کہ اپنی طرف سے جس کو حلال یا حرام کہیں گے سبحان اللہ کون مسلمان ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کہے گا۔ (وعظ ایضاً)

ناقص محبت کے نتائج

ایک شاعر حلب میں پہنچا وہاں شہر کے شیعہ ماتم کر رہے تھے اس نے پوچھا کہ آج کوئی مر گیا ہے لوگوں نے کہا کہ تو دیوانہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ تو شیعہ نہیں۔ ارے یہ دن شہادت امام کا ہے کہنے لگا کہ اللہ اکبر یہاں آج اتنے دنوں بعد خبر پہنچی ہے یا تم لوگ سوتے تھے اسی طرح ہمارے ان مدعیان محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی حالت ہے کہ سال بھر تک تو غافل رہتے ہیں پھر چونکتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہر وقت کرو اور ایسی کتاب اپنے وظائف کے ساتھ رکھو مگر مولانا غلام احمد شہید یا اور غیر معتبر کتابیں نہیں۔ (وعظ ایضاً)

فکر آخرت کا نتیجہ

حضرت شبلیؒ کا قصہ مشہور ہے کہ ایک کنجڑا ان کے سامنے سے گزرا اور آواز لگائی "الخیار العشرة بدانق" یعنی دس ککڑیاں ایک دانگ میں یہ آواز سنتے ہی آپ کا ذہن خیار کے دوسرے معنی کی طرف منتقل ہوا یعنی خیر کی جمع آپ ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گئے اور فرمانے لگے کہ جب دس نیکیوں کی قیمت ایک دانگ ہے تو ہم بروں کی کیا قیمت ہے واقعی کسی چیز کی فکر میں یہی حال ہوتا ہے۔ خوب کہا ہے:

بسکہ در جان فگارم چشم بیدار توئی ہر کہ پیدا می شود از دور پیدا رم توئی

(تذکرۃ الاخرہ اشرف المواعظ)

اطاعت کاملہ کا غلبہ

ایک اور واقعہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے اور بعض لوگ پریشان پھر رہے تھے آپ نے ان کو بٹھلانے کے لیے ارشاد فرمایا اجلسوا اس وقت ایک صحابی دروازہ پر تھے جس وقت کہ آپ کی زبان مبارک سے اجلسوا کا لفظ ان کے کان میں پہنچا اسی وقت دروازہ ہی پر بیٹھ گئے ہر چند یہ حکم ان کے لیے نہ تھا لیکن شدت اطاعت غالب آ گئی اور گوارہ نہ ہوا کہ آپ ایک حکم فرمائیں خواہ کسی کو ہی اور تعمیل نہ کی جائے۔ مسلمانو تم میں ذوق اور محبت نہیں' طلب صادق نہیں پائی جاتی۔ اگر محبت و طلب ہوتی تو ہرگز ایسے شبہات و اعتراضات پیش نہ آتے۔ (اشرف المواعظ تذکرۃ الآخر)

علماء پر ایک فضول اعتراض

حق تعالیٰ نے شکایت کی ہے محبت دنیا اور آخرت کے چھوڑ دینے کی اور حب دنیا سے مراد ہے کہ دنیا کو دین پر ترجیح دی جاوے اور آخرت کا خیال مطلقاً نہ رہے تو بعضے محبین دنیا اس کو مطلق کسب دنیا پر محمول کر کے اس تعلیم پر مضحکہ کرتے ہیں اور تعلیم کنندوں کی مثال دیتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے ہاں علماء کا دخل تھا بادشاہ ان کی مرضی پر چلتے تھے۔ مولوی صاحبان نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ تمام فوج وغیرہ جو فضول جھگڑا لگا رکھا ہے اس سے فائدہ کیا بے کار مصارف ہیں مناسب ہے کہ تمام فوج موقوف کر دی جائے' بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور تمام فوج کو موقوف کر دیا' غنیم کو معلوم ہوا کہ فلاں بادشاہ نے فوج کو برخواست کر دیا ہے فوراً لشکر کشی کی اور سرحد کے قریب آ پہنچا۔ بادشاہ نے مولوی صاحب سے کہا کہ دشمن حملہ کر کے آ پہنچا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ہم جا کر فیصلہ کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ گئے اور اس کو جا کر سمجھایا کہ یہ کام بہت برا ہے' کسی کا ملک چھین لینا بڑے گناہ کا کام ہے ایسا نہ چاہیے' غنیم کہیں ایسی نصیحتوں سے باز آ سکتا تھا۔ ناکام واپس آئے۔ بادشاہ سے کہا کہ صاحب وہ مانتے نہیں آپ ہی جا نے دیجئے۔ آپ کا ملک گیا اس کا ایمان گیا اسی طرح مولویوں کے کہنے پر چلے تو سارا گھر بار چھوڑ بیٹھے میں بقسم کہتا ہوں کہ اس الزام کی وجہ صرف یہ ہے کہ علماء کی صحبت میں نہیں رہتے ان کے پاس رہنے کے لیے کچھ مدت تو نکالو زیادہ نہیں تو چالیس دن ہی سہی۔ (وعظ ایضاً)

توکل کا غلط مطلب

ایک شخص کی حکایت ہے کہ مولوی صاحب سے وعظ میں سن لیا کہ جو خدا پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور رزق پہنچاتے ہیں اور یہ بھی اس نے سنا کہ ایسی جگہ بیٹھنا جائز نہیں جہاں کسی کا گزر نہ ہو' جنگل میں جا کر ایک کنویں کے قریب آپ جا کر بیٹھے اور منتظر رہے کہ اب میرے واسطے دسترخوان لگ آوے گا۔ چنانچہ دو تین روز گزر گئے اتفاق سے کسی کا گزر بھی نہ ہوا' کئی روز کے بعد ایک مسافر آیا' سمجھا کہ مجھے بھی کچھ دے گا اس مسافر نے اس کی طرف تو پشت کی اور (حسب عادت) راستہ کی طرف منہ کیا کہ آتے جاتے کو دیکھیں گے اور روٹی کھا کر چلا گیا' اس کی اس کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک اور آیا وہ بھی اسی طرح بیٹھ کر اور کھا کر چلا گیا' اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو بری رسم نکلی' تیسرا آیا تو آپ فرماتے ہیں ہوں ہوں (صوت ہے جو حکایت ہے کھنکار کی) اس نے جو مڑ کے دیکھا کہ ایک آدمی فاقہ سے ضعیف و نحیف ہو کر پڑا ہے اس کو رحم آیا اس نے بلا کر روٹی کھلوائی' خوش خوش مولوی صاحب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ توکل برحق مگر آپ نے تعلیم میں کسر رکھی تھی اتنی بات رکھ لی یہ نہ کہا کھنکارنا بھی پڑتا ہے تو بعضے آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کر اس لیے بھی بیٹھ جاتے ہیں کہ میاں بے فکری سے کھانے کو ملے گا' چین سے رہیں گے' کچھ کرنا نہ پڑے گا تو یہ کوئی قابل قدر نہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کی کوئی قدر نہیں کمال نہیں۔ (اشرف المواعظ وعظ الاتفاق)

مجاہدہ کے بقدر عطا ہوتی ہے

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ کی حکایت لکھی ہے کہ جب بلخ کی سلطنت چھوڑ کر نکلے ہیں تو اول ہی دن ایک جنگل میں پہنچے وہاں شام ہو گئی' ایک مقام پر لیٹ رہے' بھوکے پیاسے تھے اور قریب ہی ایک درویش رہتا تھا' شب کے وقت ان کے واسطے غیب سے ایک دسترخوان آیا کہ کھانے کی خوشبو سے تمام جنگل مہک اٹھا اور اس درویش کے واسطے روٹی جو کی آیا کرتی تھیں' حسب معمول وہ روٹی آئی وہ درویش یہ دیکھ کر جل گیا اور حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ مجھے تو یہاں پڑے ہوئے اتنے سال ہو گئے میرے واسطے تو یہیں جو کی روٹی ہے آج تک ترقی نہ ہوئی اور یہ آج ہی آیا ہے اس کے واسطے ایسے کھانے بھیجے ہیں

ہاتف کے ذریعہ سے ندا آئی کہ یاد کر تو کون تھا اور اس کو دیکھ کر کہ یہ کون ہے تو ایک گھس کھدا تھا اس قابل بھی نہ تھا' پہلے صبح سے شام تک مصیبت بھرتا تھا' اب بے مشق اس سے زیادہ ملتا ہے۔ غنیمت نہیں سمجھتا اگر پسند نہیں فلاں درخت کے نیچے تیرا کھرپا جالی رکھا ہے اور گھاس کھودنا شروع کر۔ غرض توکل میں تو نے کون سا کمال کیا ہے کمال تو اس شخص کا ہے کہ سلطنت اور حشم وخدم کو ہمارے واسطے اس نے چھوڑ دیا ہے۔ بہرحال اگر تجھ کو سیدھی طرح کھانا ہے کھا ورنہ کھرپا جالی تیرا رکھا ہے جا اور سنبھال۔ سن کر لرز گیا اور بہت توبہ اور استغفار کی پس روٹیوں کے واسطے گوشہ اختیار کرنا توکل نہیں۔ شیخ شیرازی فرماتے ہیں:

نان از برائے کنج عبادت گرفتہ اند　　صاحب دلاں نہ کنج عبادت برائے نان

(اشرف المواعظ تذکرۃ الاخرۃ)

تصحیح نیت کی ضرورت

ایک بزرگ کسی بزرگ کے یہاں مہمان ہوئے ان میزبان بزرگ نے خادم سے کہا کہ اس صراحی میں لانا جس میں دوسرے حج میں پانی لائے تھے ان مہمان نے کہا کہ آپ نے ایک کلمہ میں اپنے دونوں حج غارت کیے' دیکھئے انہوں نے کیسے عنوان سے اپنے عمل کو ظاہر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت نے حج کیا ہے اور ایک ہی نہیں بلکہ دو حج کئے اس کا توریا ہونا ظاہر میں بھی سمجھ میں آتا ہے۔ اس سے بڑھ کر لیجئے حضرت سفیان ثوریؒ اور ایک دوسرے محدث ایک رات کو جمع ہوئے اور آپس میں یہ ٹھہرا کہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی احادیث سنائیں جیسے آج کل ہمارے مہذبین جمع ہوتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور اس کا نام تبادلہ خیالات رکھا ہے یعنی تمہارے خیالات سے منتفع ہوں اور ہم تمہارے خیالات سے لیکن وہ حضرات علم دین کی نیت سے باتیں کرتے تھے اب علم کہاں اب تو ترقی کے لیے تبادلہ خیالات ہوتا ہے۔ مثلاً تجارت کس طرح ہوتی ہے زراعت کا کیا طریقہ ہے غرض خلاصہ تمام ترسعی کا اکل وشرب ہے۔ سو جناب اگر ترقی اس کا نام ہے تو ہاتھی خوب ترقی کرنے والا ہوگا اور نیز سب جانوروں کو ایسی ترقی یاد ہے ایک کتے کو میں نے دیکھا کہ جب ٹکڑا ڈالا جاتا وہ خود نہ کھاتا تھا لیجا کر ایک بھوسہ کی کپ میں جمع کرتا تھا۔ پس اگر معاش ہی

کے طریقے جاننے کا نام ترقی ہے تو اس کے اندر وہ بھی بڑا ماہر تھا اس کو بھی ترقی یافتہ کا معزز لقب دیں گے اس لیے کہ وہ بڑا منتظم تھا لیکن معلوم نہیں کہ وہ سگے بھائی کے لیے رکھ رہا تھا یا اپنے لیے تو بظاہر تو اپنے ہی لیے رکھتا ہوگا اس لیے کہ اس میں قومی ہمدردی تو ہوتی نہیں اپنے ہم جنس کو دیکھ کر بہت غراتا ہے تو جناب معاش کے طریقے بہت سے یاد ہونا اور اس میں ماہر ہونا علم نہیں ہے۔ چنانچہ ایک عاقل کہتے ہیں:

علم نبود غیر علمے عاشقی　　　باقی تلبیس ابلیس شقی

ایہا القوم الذی فی المدرسہ　　　کلما حصلتموہ وسوسہ

ان اشعار کے قائل کو میں نے عاقل اس لیے کہا کہ یہ شعر نان وحلوا کے ہیں اور اس کے مصنف کوئی بزرگ نہیں ہیں بہرحال بزرگ ہوں یا نہ ہوں جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ مضمون حق ہے۔ الغرض دونوں محدث شام کو بیٹھے اور احادیث بیان کرتے کرتے صبح ہوگئی صبح کو ان بزرگ نے سفیان ثوریؒ سے کہا کہ الحمدللہ آج کی رات تو ہماری طاعت میں گزری۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس کا مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے غور کرو کہ میری تمام تر سعی اس طرف تھی کہ تم کو ایسی ایسی احادیث سناؤں جو آپ نے سنی نہ ہوں اور آپ کی کوشش یہ تھی کہ ایسی حدیثیں بیان کروں کہ جو میرے کان میں نہ پڑی ہوں۔ پس ہمارا مقصود اپنا اظہار علم تھا یہ سن کر دونوں رونے لگے اور اللہ سے دعا کی اللّٰھم اغفرلنا الخ (احسن المواعظت عمل الذرہ)

اکابر اولیاء کی نظر اپنے عیوب پر ہوتی ہے

جو بڑے بڑے اولیاء کرام گزرے ہیں ان کی نظر ہمیشہ اپنے عیوب پر رہی ہے اور اولیاء تو علیحدہ انبیاء علیہم السلام بھی باوجود معصوم ہونے کے اپنے نفوس کا تبریہ نہیں فرماتے۔ دیکھئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام فرماتے ہیں: ”وما ابری نفسی ان النفس لا مارۃ بالسوء“ جن کی نزاہت کی خود حق تعالیٰ گواہی دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے: ”کذالک نصرف عنه السوء والفحشاء سوء“ کہتے ہیں صغیرہ کو اور فحشا سے مراد کبیرہ ہے بس صاف دلالت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے نہ صغیرہ صادر ہوا نہ کبیرہ۔ (وعظ ایضاً)

دوسروں پر اعتراض کرنا

ایک شخص کہتے تھے کہ انگریزی کتاب میں لکھا ہے کہ انسان کے پاس دو تھیلے ہیں ایک آگے اور ایک پیچھے' آگے کے تھیلے میں اپنی بھلائیاں ہیں جو ہر وقت پیش نظر ہیں اور پیچھے تھیلے میں دوسروں کی بھلائیاں ہیں جو نظروں سے غائب ہیں ہم کو یہ غور کرنا چاہیے کہ ہم جو دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں تو کیا ان کے اندر کوئی خوبی کی بات نہیں۔ (وعظ ایضاً)

دوسروں کی خوبیوں پر نظر

ایک بزرگ سے پوچھا کہ یزید کیسا تھا' فرمایا کہ ہاں شاعر اچھا تھا۔ (وعظ ایضاً)

اہل اللہ کی تحمل مزاجی

حضرت مولانا شہید صاحبؒ بہت تیز مشہور ہیں لیکن اپنے نفس کے لیے کسی پر تیزی نہ فرماتے تھے ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا سے پوچھا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ آپ حرام زادہ ہیں بہت متانت اور نرمی سے فرمایا کہ کسی نے تم سے غلط کہا ہے شریعت کا قاعدہ ہے الولد للفراش سو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مولانا میں نے امتحاناً ایسا کہا تھا' مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی تیزی سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ اہل اللہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کی ذات کو جس قدر کوئی کہے وہ اپنے کو اس سے بدتر جانتے ہیں۔ (وعظ ایضاً)

حضرت حاجی صاحب کی بے نفسی

ہمارے حضرت حاجی صاحب کی کسی نے تکفیر کی۔ حضرت نے سن کر برا نہیں مانا اور یہ فرمایا کہ میں عنداللہ اگر مومن ہوں تو مجھ کو کسی کی تکفیر مضر نہیں اور اگر (خدانخواستہ کافر ہوں) تو برا ماننے کی کیا بات ہے۔ (وعظ ایضاً)

رحمت الٰہی کے نمونے

حدیث میں قصہ آیا ہے کہ ایک عورت مومسہ یعنی فاحشہ تھی جنگل میں جا رہی تھی دیکھا ایک کتا پیاسا مر رہا ہے اس کو رحم آیا' کنوئیں پر اس کو پانی پلانے کے لیے لے گئی' دیکھا تو وہاں

ڈول رسی نہ تھا اس نے اپنا چرمی موزہ اتارا اور اوڑھنی میں باندھ کر پانی نکال کر اس کتے کو پلایا اور اس میں جان آئی' تمام عمر میں اس نے یہ عمل نیک کیا' حق تعالٰی نے فقط اس کی وجہ سے بخش دیا۔ بعضوں کی نجات راستہ کے کانٹے ہٹا دینے کی وجہ سے ہوگئی ہے۔ (وعظ ایضاً)

ادنیٰ مخلوق پر ترس کرنے کا انعام

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ دہلوی کی حکایت یاد آئی کہ ایک مرتبہ ان کو بادشاہ نے بلایا تھا' دھو کر عمدہ کپڑے بدل کر شاہی دربار میں چلے جا رہے تھے' راستہ میں دیکھا کہ ایک نالی ہے اس میں کتے کا بچہ پھنس رہا ہے اور اس سے نکلا نہیں جاتا' ایک خادم بھی ساتھ تھا' حکم دیا کہ اس کو نکال لو۔ اے حضرات ہمدردی یہ ہے جو ان حضرات میں تھی اور جس کو آج کل لوگ ہمدردی کہتے ہیں ہمدردی بلکہ وہ ہمہ دردی ہے فقراء اور مساکین اور صلحاء کو حقیر سمجھنے کا نام ہمدردی رکھا ہے۔ ہاں بڑے بڑے لوگوں اور بڑے بڑے عہدیداروں کے ساتھ البتہ ہمدردی ہے اس کو ہمدردی نہیں کہتے یہ تو جاہ پرستی ہے غرض شاہ صاحب نے حکم دیا کہ اس کتے کے بچے کو اٹھا لو وہ خادم تھے ذرا چکنے چپڑے۔ حضرت شاہ صاحب کو فراست خداداد اور قرائن سے معلوم ہوا کہ اس کو کچھ ناگوار ہے تو ان حضرات کا یہ مذاق ہے کہ اپنے کام کے لیے دوسروں کو ذرا تکلیف نہیں دیتے فوراً آستین چڑھا کر اس کو خود ہاتھ سے نکال لیا اور حمامی کے پاس پہنچے کہ اس کو غسل دو تم کو اس کی اجرت ملے گی۔ چنانچہ گرم پانی سے اسے غسل دیا گیا وہ جاڑے کی وجہ سے ٹھٹھر رہا تھا' گرم پانی پڑنے سے اس میں جان آئی' تولیہ سے پھر اس کو صاف کیا۔ ادنیٰ مخلوق پر احسان کرنے اور ترس کھانے کا پھر یہ انعام ملا۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب ایک موقع پر تشریف لے جا رہے تھے اور راستہ بہت چھوٹا تھا' صرف ایک پگڈنڈی تھی کہ جس پر ایک آدمی بمشکل چل سکتا تھا اور اس کے اِدھر اُدھر کیچڑ تھا' سامنے سے دیکھا کہ ایک کتا آ رہا ہے جب چلتے چلتے کتے کا آمنا سامنا ہوا تو یہ منتظر کہ کتا نیچے اترے تو میں آگے چلوں اور کتا منتظر کہ یہ اتریں تو میں چلوں' جب اس انتظار میں دیر ہوگئی تو شاہ صاحب نے کتے سے کہا کہ تو نیچے اتر' کتے نے کہا کہ افسوس درویشی کا دعویٰ اور یہ حالت پہلے درویشوں کا مذہب ایثار کا ہوتا تھا اب ایسے درویش ہیں کہ اختیار کا مذہب رکھتے ہیں۔ یعنی اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تہمت نہ لگا یہ وجہ نہیں جو تو کہتا بلکہ بات

یہ ہے کہ میں مکلّف ہوں تو مکلف نہیں میں اگر اتروں تو کپڑے سب نجس ہو جائیں گے، بے دھوئے نماز کیسے پڑھوں گا اور دھونے میں بے حد کلفت ہوگی اور تو اگر اترا تو سوکھ کر پھر صاف ہو جائے گا۔ کتے نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن تمہارے اترنے میں تو صرف ظاہری نجاست میں آلودگی ہوگی جو ایک لوٹا پانی سے دھل سکتی ہے اور اگر میں اتر گیا تو تم کو یہ خیال ضرور ہوگا کہ میں اس کتے سے افضل اور اشرف ہوں اور یہ گندگی وہ ہے جو ہفت قلزم سے بھی نہ جاوے گی۔ اب اختیار ہے کہ جس نجاست کو چاہو اختیار کرلو۔ شاہ صاحب پر ایک حالت طاری ہوگئی اور فوراً اتر گئے، کتا نکل گیا اور اس کے الہام ہوا کہ اے عبدالرحیم جو علم تم کو آج دیا گیا ہے یہ کبھی میسر نہ ہوا تھا خبر ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے تم نے اس کتے کے بنی نوع پر ایک مرتبہ احسان کیا تھا ہم نے نہ چاہا کہ تمہارا احسان اس پر رہے اس لیے ہم نے اس کے ایک بھائی سے تم کو اس کا بدلہ دلوادیا۔ یہ معلوم ہوا تو ان پر اور زیادہ رقت طاری ہوئی۔ بہر حال حضرات اہل اللہ ذرا سی نیکی سے نہیں چوکتے۔ (وعظ ایضاً)

اہل اللہ کا ادنیٰ مخلوق پر انعام

حضرت سید احمد رفاعیؒ کی حکایت ہے انہوں نے دیکھا کہ ایک کتا خارشی جارہا ہے اور خارش کی وجہ سے اس کو سخت تکلیف ہے فوراً اس کو لے کر ایک طبیب کے پاس پہنچے اور نسخہ لکھوا کر دونوں وقت اپنے ہاتھ سے اس کو دوا لگاتے تھے حتیٰ کہ وہ تندرست ہوگیا لیکن کوئی ذہین آدمی اس سے کتا پالنے کی اجازت کا استنباط نہ کرے۔ غرض شاہ صاحب نے جب دیکھا کہ یہ اب اچھا ہوگیا اور سوکھ کر چلنے پھرنے لگا تو محلّہ والوں سے فرمایا کہ اگر کوئی اس کو کھلانے پلانے کی ذمہ داری کر لے تو فبہا ورنہ ہم اس کو اپنے ساتھ لے جائیں ایک شخص ذمہ دار ہوگیا۔ یہ قصہ تو گزر چکا۔ (وعظ ایضاً)

تواضع کے رنگ میں کفرانِ نعمت

بعض کہتے ہیں کہ ہماری نماز کیا ہے یہ شیطان کا ہتھکنڈہ ہے کہ اس کو تعطل سکھلاتا ہے اس لیے کہ جب بھی یہ دیکھے گا کہ اس ذکر شغل نماز کا کچھ اثر تو ہے نہیں رفتہ رفتہ چھوڑ دے گا ایسی تواضع تواضع نہیں ہے بلکہ یہ کفران اور ناشکری ہے۔ اس تواضع پر مجھ کو ایک حکایت یاد آگئی ہے میں ایک مرتبہ الہ آباد سے آرہا تھا گاڑی میں کچھ تعلیم یافتہ حضرات کا بھی مجمع تھا، کچھ دیر تک تو وہ آپس میں علمی گفتگو کرتے رہے میں تو سورہا پھر ایک ہندو وہاں آگیا اور وہ

کوئی منصف تھا یہ لوگ آپس میں یہ شعر پڑھ رہے تھے اس بیچارے کی کم بختی آ گئی اس نے ایک شعر کی نسبت یہ کہہ دیا کہ حضرت اس شعر کو پھر تو فرمائیے' ان لوگوں نے اس کو بنانا شروع کیا' ایک نے کہا کیوں منصف صاحب آپ شاعر بھی ہیں اس نے کہا کہ نہیں دوسرے صاحب بولے اعادہ کا کرنا سخن فہمی پر موقوف ہے اور سخن فہمی سخن گوئی پر موقوف ہے تو آپ شاعر ضرور ہیں اس نے کہا کہ میں شاعر نہیں کہنے لگے کہ جناب یہ آپ کا تواضع ہے تیسرا بولا آہا آپ کا تخلص تو مسکین ہے ایک نے کہا کہ کیا یہ شعر آپ ہی کا ہے:

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است　　　چوں بارہمی بروعزیز ست

اور مجھ سے بار بار عذر کرتے ہیں کہ مولانا معاف فرمایئے راستہ بدون اس کے کٹتا نہیں اس کے بعد انہوں نے کھانا نکالا اور منصف صاحب سے کہا کہ جناب آیئے آپ بھی کچھ گوہ موت کھا پی لیجئے' ایک نے کہا ہا ئیں کھانے کی یہ بے ادبی جواب دیا کہ یہ بے ادبی نہیں تواضع ہے کیوں کہ اپنے کھانے کو کھانا کہنا بھی تکبر ہے اس لیے تواضعاً ہم اس کو گوہ موت کہتے ہیں۔ پس جیسے ان لوگوں کی تواضع ہے ایسی ہی بعض تواضع کفران میں داخل ہو جاتی ہے بعض کا کفران ہونا تو جلی اور بعض کا خفی ہے۔ (وعظ ایضاً)

مخلصانہ نیت کیساتھ تبلیغ کا ثمرہ

کالپی کا ایک قصہ ہے کہ ایک مسجد میں ایک انسپکٹر نماز پڑھ رہے تھے نماز میں تعدیل ارکان نہ کرتے تھے جلدی جلدی پڑھ رہے تھے وہاں ایک گندھی باہر کا آیا ہوا تھا جب وہ تھانہ دار صاحب نماز پڑھ چکے تو اس گندھی نے کہا کہ داروغہ جی آپ کی نماز نہیں ہوئی آپ نماز پھر پڑھ لیجئے اس کو اور زیادہ غصہ آیا اور اس گندھی بیچارے کو خوب مارا لیکن اس نے بھی پیچھا نہ چھوڑا پٹ کر کہا کہ مجھے اپنے پٹنے کا غم نہیں مجھے آپ کی نماز کا بہت فکر ہے میرا دل بہت دکھتا ہے کہ آپ کی نماز قبول نہ ہو میرا جسم تو اچھا ہو جائے گا مگر آپ کی نماز کا کوئی بدل نہیں اس لیے آپ نماز پڑھ لیں ان داروغہ پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو نماز پڑھنا ہی پڑی۔ اس گندھی کی تمام قصبہ میں شہرت ہو گئی جس طرف کو جاتا تھا لوگ کہتے تھے یہ ہے وہ شخص جس نے داروغہ کو نماز پڑھوائی تھی سب اس کی قدر کرتے تھے برکت کے واسطے اپنے یہاں لے جاتے تھے اور اس کا عطر خریدتے تھے تمام کالپی کا پیر بن گیا اور تجارت بھی خوب چمکی۔ خدا تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ جو شخص

ہمارے ساتھ تعلق رکھتا ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی عزت ہوتی ہے پس اگر کوئی تم کو نصیحت کرے خواہ درجہ میں وہ تم سے چھوٹا ہی ہو تب بھی نا گوار نہ ہونا چاہیے۔ (حسن المواعظت)

حضرت صدیق اکبرؓ کا خوف الٰہی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ اپنی زبان کو نکال کر مار رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اس نے مجھ کو ہلاکت موقع میں اتارا ہے اور یہ وہ ابوبکر ہیں کہ جن کی نسبت دنیا ہی میں یہ بشارت ہے ابو بکر فی الجنتہ۔ ہم جیسوں کی یہ حالت ہے کہ اگر خواب میں جنت کی بشارت ہو جاوے تو ابھی سب چھوڑ بیٹھیں' ان کو صرف جنت ہی میں جانا مقصود نہ تھا بلکہ اپنے مالک کو راضی بھی کرنا مقصود تھا۔ دیکھو اگر کوئی آقا اپنے غلام کی دعوت کر دے تو وہ غلام اگر وفادار ہے تو اس کو کھانا کھانے سے زیادہ اس کا اہتمام ہوگا کہ آقا خوش ہو اور اگر ذرا بھی اس کو احتمال اس کا ہے کہ آقا مجھ سے ناراض ہے تو وہ سارا کھانا اس کے واسطے زہر ہو جاوے گا اور اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اسی کو بھیجیں گے کہ جس سے راضی ہوں گے پھر کیا وجہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر فکر تھا جواب یہ ہے کہ بے شک یہ جانتے تھے لیکن بسبب خوف الٰہی کے ان کو یہ احتمال ہوتا تھا کہ خدا جانے اس وقت بھی وہ رضا حاصل ہے یا نہیں؟ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا دل کہاں سے لاتے کہ اس وقت کی رضا پر کفایت کر کے بے فکر ہو جاتے' ہمارا دل تو پتھر ہو گیا ہم کو تو فکر نہیں اب جو اس حدیث پر شبہ تھا وہ دفع ہو گیا۔ دیکھو! اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اگر محبوب کی ذرا بھی ناک چڑھتی ہے تو محبّ کی جان نکل جاتی ہے اور اس کی پوری سعی یہ ہوتی ہے کہ محبوب مجھ سے ایک منٹ کو بھی ناراض نہ ہو جب محبوب مجازی کے محبین کی یہ کیفیت ہے تو محبوب حقیقی کی تو جو حالت بھی ہو کم ہے۔ (حسن المواعظت)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف الٰہی کا غلبہ

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں بدر کے واقعہ میں دیکھو کیا فرمایا' قصہ یہ ہوا تھا کہ غزوہ بدر کے اندر قیدی آئے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ لیا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے پر عمل فرمایا' اس پر عتاب نازل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا کہ آج عذاب الٰہی

نازل ہوتا تو صرف حضرت عمرؓ بچتے' اللہ اکبر جن کی ذات رحمۃ للعالمین ہے وہ خوف الٰہی سے رو دیں اور یہ فرما دیں کہ میری غلطی کی وجہ سے عذاب آ گیا تھا اور ہم جیسے جو کسی شمار وقطار میں نہیں یہ سمجھیں کہ فلاں شخص پر ہماری گستاخی کی وجہ سے آفت آئی ہے کتنا بڑا مہمل قصہ ہے۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا (وعظ الخضوع)

اکابر کی تواضع

مولانا اسماعیل صاحب شہیدؒ نے وعظ فرمایا ایک شخص نے کہا سبحان اللہ آپ کا کیسا علم ہے مولانا نے فرمایا کیا علم ہے میں تو ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں اس شخص نے کہا کہ یہ آپ کی تواضع ہے' فرمایا کہ نہیں یہ تو بڑا تکبر ہے اس لیے کہ اس بات کا کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ میں بڑا صاحب بصیرت ہوں' میری نظر اتنی دور تک پہنچی ہوئی ہے کہ اس کے مقابلہ میں یہ میرا علم کوئی چیز نہیں' ایک تو یہ لوگ تھے کہ آپ اپنی تواضع کو بھی تکبر جانتے تھے' ایک ہم ہیں کہ تکبر کو بھی تکبر نہیں سمجھتے۔ (وعظ ایضاً)

غیر واقعی اعتقاد پر تکیہ کرنا

اشعث طماع ایک بزرگ تھے' طمع ان پر بہت غالب تھی جن پر طمع اور بخل کا غلبہ ہوتا ہے' لوگ ان کو خوب بناتے ہیں اسی طرح ان کے ساتھ بھی لوگ ہنسی کیا کرتے تھے' ایک مرتبہ جا رہے تھے لڑکے ان کو چھیڑنے لگے' لڑکوں کو منتشر کرنے کے واسطے کہا کہ میرے ساتھ کیا آ رہے ہو دیکھو فلاں جگہ مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے لڑکے اس طرف دوڑنے لگے' آپ بھی پیچھے پیچھے ہو لیے کہ شاید واقع میں تقسیم ہو رہی ہو حالانکہ ان کو خود ہی اس طرف بھیجا اسی طرح ہم نے اپنے مریدین کے دل میں ہاتھ میں بڑی لمبی تسبیح لے کر اور سر جھکا جھکا کر خود ہی تو اعتقاد پیدا کیا۔ اب وہ اس اعتقاد کی وجہ سے جھوٹی سچی باتیں بنانے لگا تو خود ہی دھوکہ میں آ گئے اور اپنے نفس کی سب شرارتیں بھول گئے۔ خیال تو فرمائیے کتنا بڑا جہل ہے تو یہ ساری خرابی کس چیز سے ہوئی اپنے آپ کو اچھا سمجھنے سے۔ (وعظ ایضاً)

ایک صاحب کا اللہ والے کو تنگ کرنا

ایک بزرگ تھے ان کی ایک شخص نے دعوت کی جب وہ کھانے کے لیے بلانے آ یا تو اس کے ہمراہ تشریف لے گئے' جب گھر پہنچے تو اس شخص نے کہا کہ آپ کیسے تشریف لائے'

فرمایا کہ بھائی تم نے دعوت کی تھی' کہنے لگا کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں لوگوں کے سر ہو جاتے ہیں جاؤ کیسی دعوت ہوتی ہے وہ بزرگ چلے آئے وہ شخص پھر آیا کہ آپ بھی عجیب شخص ہیں اس قدر نخرہ بازیاں دعوت کی تھی چلتے کیوں نہیں۔ ساتھ ہو لئے جب پہنچے تو پھر کہا کہ آپ کیوں آئے' فرمایا کہ تم نے دعوت کی ہے' کہنے لگا میں نے تو نہیں کی' خواہ مخواہ آپ آئے' مان نہ مان میں تیرا مہمان' پھر چلے گئے وہ پھر آیا اور کہا کہ آپ بھی ہیں بڑے متکبر اب آپ کو دس دس دفعہ بلاؤں جب آپ آویں گے' چلے پھر ساتھ ہو لئے' غرض اس ظالم نے تین چار مرتبہ ایسا ہی کیا اور وہ بزرگ ہر مرتبہ آتے تھے اور لوٹ جاتے تھے۔ اس کے بعد وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ خدا کے واسطے میرا قصور معاف فرمائیے' میں نے یہ حرکت قصداً آپ کے امتحان کے لیے کی تھی' معلوم ہو گیا کہ واقعی آپ بزرگ ہیں' فرمانے لگے کہ بھائی یہ تو کوئی بزرگی کی علامت نہیں یہ تو خصلت کتے میں بھی ہوتی ہے کہ روٹی دکھلا دو آ جاوے' دھمکا دو چلا جاوے۔ (وعظ ایضاً)

انسان کی حقیقت

ایک شخص ایک بزرگ کے سامنے سے اکڑتا مکڑتا ہوا گزرا' ان بزرگ نے فرمایا کہ اترا کر مت چل' اللہ تعالیٰ ایسی چال کو دوست نہیں رکھتا' بہت بگڑا اور کہا "**انت تعرفنی من انا**" جانتے نہیں میں کون ہوں' ان بزرگ نے فرمایا جانتا ہوں "**اولک نطفة قذرة**" یعنی ابتداء تو تیری یہ ہے کہ تو ایک گندہ پانی ہے۔ "**واخرک جیفة قذرة**" اور انتہا تیرا مردار ریزہ ریزہ ہے۔ "**وبین ذالک تحمل العذرہ**" اور اس کے درمیان حالت یہ ہے کہ تو پاخانہ کا بوجھ اپنے پیٹ میں اٹھا رہا ہے۔ (وعظ ایضاً)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بہادر اور بہت قوی دلیر تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ اسلام کو عمر بن ہشام یعنی ابوجہل اور عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قوت دے یعنی ان میں سے ایک کو مسلمان کر دے' اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور سامان اس کا یہ ہوا کہ ایک بار عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرہ تلوار باندھ کر چلے' بعض غرباء اسلام نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو' کہا محمد (صلی اللہ علیہ

وسلم) کو قتل کرنے کے لیے جاتا ہوں وہ سن کر سہم گئے کہ یہ عمر ہیں خدا جانے کیا کر کے رہیں گے اور آپ کے یہاں پہرہ نہیں' چوکی نہیں' اللہ اکبر ہمارے بزرگوں پر کیسی کیسی مصیبتیں آئی ہیں لیکن ہر حال میں ثابت قدم رہے' ایک ہم ہیں کہ ذرا سی بات میں پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سن کر کہا کہ میاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے قتل کیجیو پہلے اپنے بہنوئی اور بہن کی تو خبر لو کہ وہ مسلمان ہو گئے' یہ سن کر جھلا گئے اور اسی وقت بہن کے یہاں پہنچے وہ دروازہ بند کئے ہوئے قرآن مجید پڑھ رہے تھے کنڈی بند تھی انہوں نے کہا کہ دروازہ کھولو' بہن بہنوئی دونوں سہم گئے اور قرآن مجید چھپا کر دروازہ کھول دیا' پوچھا تم کیا پڑھ رہے تھے' انہوں نے نہ بتلایا انہوں نے بہن کو مار کر لہولہان کر دیا اور کہا بتلاؤ' بہن نے کہا خواہ مار و خواہ چھوڑو ہم تو قرآن پڑھتے تھے' انہوں نے کہا کہ مجھ کو دکھلاؤ' بہن نے کہا تم ناپاک ہو غسل کرو تو تم کو دیں' چنانچہ ان کو غسل کرایا پھر ان کو قرآن دیا' یہ آیتیں نظر پڑیں "طٰهٰ ما انزلنا الخ" دیکھ کر حیران رہ گئے اور دل پر ایک چوٹ لگی اور کہا کہ مجھ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔ چنانچہ وہ ان کو آپ کی خدمت میں لائے' آپ مع اپنے اصحاب کے دروازہ بند کئے بیٹھے تھے۔ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو بعض صحابہ ڈرے اور دروازہ کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھول دو' وہ آئے آپؐ نے ان کو بغل میں اس زور سے دبایا کہ بے تاب ہو گئے اور یہ اس لیے کیا تا کہ ان کو اپنی قوت کا گھمنڈ نہ رہے کہ میں بڑا زور آور ہوں اگر ایمان نہ لایا تو غالب آ سکتا۔ غرض وہ مسلمان ہو گئے۔

(اشرف المواعظ التذکیر وعظ الظلم)

صحابہ کرامؓ پر تنگی کا عالم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد میں عورتیں بھی نماز کو آیا کرتی تھیں اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے تھے کہ ان کے پاس بقدر کفایت بھی کپڑا نہ تھا تھوڑا سا کپڑا ہوتا تھا کہ اس کو آگے سے لپیٹ کر گرہ لگا لیتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم فرمایا تھا کہ جب تک مرید سیدھے نہ کھڑے ہو جاویں تم سجدہ سے مت اٹھا کرو تا کہ بدن نظر نہ پڑ جاوے' یہ لوگ تھے غریب اور یہ تھے فقراء و مساکین۔ آج کل بتلایئے ایسا کون ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

كتاب الكرامات

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی برکات

عن عثمان بن عبداللّٰه بن وهب قال فارسلنی اهلی الٰی سلمه بقدح من ماء و کان اذا اصاب الانسان عین او شئی بعث الیها فخضبة لها فاخرجت من شعر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و کانت تمسکه فی حلجد بن قصة فخضخضة له شرب منه قال فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمراء. (رواه البخاری)

عبداللہ بن وہب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک پیالہ پانی کا دے کر بھیجا اور یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی انسان کو نظر وغیرہ کی تکلیف ہوتی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پانی کا پیالہ بھیج دیتا ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک تھے جن کو انہوں نے چاندی کی نلکی میں رکھا تھا' پانی میں ان بالوں کو ہلا دیا کرتی تھیں اور وہ پانی بیمار کو پلا دیا جاتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے جو جھک کر نلکی کو دیکھا تو اس میں چند سرخ بال تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ایک صحابیہ کے پاس نلکی میں بال رکھے ہوئے تھے جن کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا تھا کہ بیماروں کو شفاء کے لیے اس کا غسالہ پلایا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال پکنے لگے تھے جس سے دیکھنے والوں کو خضاب کا شبہ ہوتا تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کبھی نہیں کیا کیونکہ کل سفید بال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیس کے تھے یا کچھ زائد۔ (وعظ اعبوالنور الصدور ن المواعظت)

تبرکات نبویہ سے حصول شفا

عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللّٰہ عنہا انہا اخرجت جبۃ طیالسیۃ کسروانیۃ لبنۃ دیباج وفرجیہا مکفوفین بالدیباج وقالت ھذہ جبۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتہا وکان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یلبسہا فنحن نغلسہا للمرضی نستشفی بہا. (رواہ مسلم)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جبہ طیلسیانی کسروی نکالا جس کا گریبان اور دونوں چاک پر ریشم کی سنجاف لگی ہوئی تھی اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو حضرت عائشہؓ کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے اور ہم اس کو پانی میں دھو کر وہ پانی بیماروں کو پلا دیتے ہیں شفا حاصل کرنے کے لیے۔ (وعظ ایضاً)

اہل اللہ کے کلام کا اثر

میں نے ایک سیاح سے سنا کہ کسی مقام پر انہوں نے ایسی چیز دیکھی کہ اس کا ایک حصہ پتھر ہے ایک لکڑی' ایک کنکر' ایک غیر معلوم الجنس اور لوگوں نے اس کا یہ قصہ بیان کیا کہ کسی بزرگ کے ٹھوکر لگی تھی انہوں نے فرمایا کیا ہے پتھر ہے یا لکڑی ہے یا کنکر یا کچھ اور تو ان سب چیزوں میں ان کا تھوڑا تھوڑا جزو پیدا ہو گیا یعنی کچھ حصہ لکڑی ہو گیا کچھ پتھر کچھ کنکر کچھ غیر معلوم الجنس۔

حضرت جنید بغدادی کی تحمل مزاجی

حضرت جنیدؒ کو ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے کسی بات پر برہم ہو کر بلا بھیجا۔ حضرت شبلیؒ ساتھ تھے جب روبرو ہوئے تو خلیفہ نے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضرت شبلیؒ چونکہ نوجوان تھے نیز ان کے پیر کو برا بھلا کہا جا رہا تھا' آپ کو جوش آیا' قالین پر ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی آپ نے اس پر نظر ڈالی تو وہ شیر مجسم ہو کر خلیفہ کی طرف خشم آگیں نظر سے دیکھنے لگا' حضرت جنیدؒ کی جو

اس پر نظر پڑی تو آپ نے حضرت شبلیؒ کو گھور کر دیکھا اور اس شیر کو ٹھیک دیا وہ مثل سابق شیر قالین ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں حضرت شبلیؒ نے اشارہ کیا اور پھر مجسم ہو کر سامنے ہوا اس مرتبہ خلیفہ وقت کی نگاہ اس پر پڑی' خوف کے مارے تھرا گیا اور دست بستہ اپنی جرأت کی معافی چاہی' حضرت جنیدؒ نے اس شیر کو مثل سابق کر دیا اور خلیفہ وقت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کچھ اندیشہ نہ کریں آپ کو کچھ گزند نہیں پہنچ سکتی' آپ خلیفہ وقت ہیں آپ کی اطاعت اور ادب ہم پر واجب ہے یہ لڑکا ہے آداب شاہی سے واقف نہیں ہے آپ کا جو دل چاہے کہئے۔

حضرت سلطان جی کی کرامت

ایک حکایت یاد آئی ایک مرتبہ حضرت سلطان جیؒ کے یہاں ایک وزیر حاضر تھا' کھانے کا وقت آیا' خادم نے کھانا لانے کی اجازت چاہی' وزیروں کے دل میں یہ خطرہ ہوا کہ آج مچھلی کے کباب ہوں تو خوب ہو' حضرت سلطان جی اس خطرہ پر مطلع ہو گئے' خادم سے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر میں اس نے پھر دریافت کیا' آپ نے پھر یہی جواب دیا' حتیٰ کہ کچھ دیر کے بعد ایک شخص دسترخوان میں مچھلی کے کباب لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ مچھلی کے کباب آپ کے لیے لایا ہوں' آپ نے دسترخوان لگانے کا حکم دیا وزیر یہ دیکھ کر بہت متحیر ہوا' آپ نے وزیر سے فرمایا لیجئے مچھلی کے کباب حاضر ہیں مگر ذرا وقت کی گنجائش دیکھ کر فرمائش کیا کیجئے' غرض آپ کے اندر ایک محبوبیت کی شان تھی۔ ایک حضرت علاؤالدینؒ تھے کہ گولر کھا کر بسر کرتے تھے اور کبھی کبھی وہ بھی نہ ہوتے تھے اصل یہ ہے کہ

بگوش گل چہ سخن گفتۂ کہ خنداں است به عندلیب چہ فرمودہ کہ نالاں است

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی برکات

میں نے ایک کتاب نشر الطیب لکھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں اس کے لکھنے کے زمانہ میں خود تھانہ بھون میں طاعون تھا تو میں نے یہ تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کوئی حصہ لکھا جاتا تھا اس روز کوئی حادثہ نہیں سنا جاتا تھا اور جس روز وہ ناغہ ہو جاتی تھی اس روز دو چار اموات سننے میں آتی تھیں۔ ابتداء میں تو میں نے اس کو اتفاق پر محمول کیا لیکن جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک لی برکت

ہے۔ آخر میں نے یہ التزام کیا کہ روزانہ اس کا حصہ کچھ لکھ لیتا تھا آج کل بھی لوگوں نے مجھے طاعون ہونے کے متعلق اطراف وجوانب سے لکھا ہے تو میں نے ان کو یہی جواب میں لکھا کہ نشر الطیب پڑھا کرو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجلس منعقد کی جاوے اور اس میں مٹھائی منگائی جاوے اور ایک شخص بیٹھ کر پڑھے اور سب بیٹھ کر سنیں کیونکہ ان التزامات میں علاوہ اور مذکورہ خرابیوں کے ایک یہ بھی کمی ہوگی کہ کبھی ہوگا کبھی نہ ہوگا کیونکہ اس قدر التزامات کے ساتھ دوام مشکل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے وظائف کی طرح روزمرہ اس کا بھی وظیفہ مقرر کرلیا جاوے یہ نہیں کہ سال بھر میں ایک دو دفعہ مقررہ تاریخوں پر عمل کرلیا' اہل محرم کی طرح اور پھر سال بھر تک کروٹ نہ لی۔ (اشرف المواعظ) (وعظ النور)

بزرگوں کو ناراض کرنے کا وبال

ایک مقام پر ایک بزرگ سے کوئی شخص الجھا' دونوں طرف خشک خشک جواب ہوئے' ان بزرگ کے پاس سے وہ شخص پچاس قدم بھی نہ گیا ہوگا کہ دل میں ایک چوٹ سی لگی اور قدم آگے نہ بڑھا اور واپس آ کر ہاتھ جوڑے کہ خدا کے واسطے میرا قصور معاف کرواور یہ کہا کہ خدا جانے مجھ کو کیا ہوگیا کہ میں قدم آگے بڑھاتا تھا اور پیچھے کو ہٹتا تھا وہ بات کیا تھی یہ نہیں کہ ان بزرگ نے کچھ تصرف کیا ہو بلکہ اس پر ایک سرکاری پیادہ مسلط ہوگیا اور کشاں کشاں اس کو پکڑ لایا' غرض جب ان بزرگ نے قصور معاف کیا جب وہ گیا۔ (الاتفاق)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت جسمانی

قوت جسمانیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اس درجہ تھی کہ رکانہ ایک پہلوان تھے اور ان میں ایک ہزار مردوں کے مقابلہ کی قوت مشہور تھی اس نے آپ سے یہ شرط کی کہ اگر آپ مجھ کو پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں' کوئی پوچھے نبوت کے لیے پہلوانی بھی لازم ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا' اس نے کہا کہ اس مرتبہ تو ایسا ہوگیا دوبارہ گرادیجئے تو جانوں' آپ نے پھر پھینک دیا' وہ ایمان لے آیا۔ (التذکر وعظ الظلم)

سفر جہاد میں اللہ تعالیٰ کی مدد

حضرت علاؤ الدین الحضرمی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جب غزوہ مرتدین کے لیے بحرین پر گئے اور راستہ میں دریا پڑا تو ساتھیوں نے اس وجہ سے کہ کشتی تیار نہ تھی ٹھہرنے کو کہا' فرمانے لگے کہ خلیفہ کا حکم ہے جلدی پہنچنے کا اس لیے میں نہیں ٹھہر سکتا اور یہ کہہ کر دعا کی کہ اے اللہ جس طرح تو نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کیا اسی طرح آج ہم کو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پار اتار دے اور دعا کر کے گھوڑا دریا میں ڈال دیا' دریا پار ہو گیا اور سارا لشکر دریا پار ہو گیا۔ (مہمات الدعا)

اللہ والوں کے مشورہ کے خلاف کرنے کا وبال

ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص آئے انہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جاؤں' فرمایا کہ ینبوع کو جاؤ' دوسرے ایک اور آیا اس نے بھی مشورہ لیا اس کو کہا سلطانی راستہ کو جاؤ سو جس کو ینبوع کے راستے جانے کے لیے فرمایا تھا وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی ہی راستہ کو گیا اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کیا اس کو ویسے بھی بہت تکلیف ہوئی اور بدوؤں سے بھی سابقہ پڑا اور ان سے الگ تکلیف پہنچی اور جس کو سلطانی راستہ کا مشورہ دیا تھا وہ راحت سے چلا گیا۔ حضرت سے اس کی وجہ دریافت کی گئی کہ آپ نے اس کو اس راستہ کا مشورہ دیا اور اس کو دوسرے راستہ کا اس میں کیا حکمت تھی؟ فرمایا کہ جب پہلا آیا میرے دل میں وہی آیا جو اس کو بتایا اور جب دوسرا آیا میرے دل میں اس وقت وہی آیا جو اس کو مشورہ دیا سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے۔ (وعظ ذم ہوی)

بزرگوں کے ارشادات منجانب اللہ ہوتے ہیں

ایک بزرگ کی خدمت میں چند آدمی جو سفر کرنے والے تھے ملنے اور رخصت ہونے آئے جب وہ جانے لگے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو کچھ وصیت کیجئے' ان بزرگ نے فرمایا کہ ہاتھی کا گوشت مت کھانا' انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو تو ہاتھی کا گوشت کھانے کا خطرہ بھی نہیں گزرتا۔ یہ آپ نے کیوں فرمایا' فرمایا کہ میرے منہ سے اس وقت

ایسا ہی نکلا واللہ اعلم کیا وجہ ہے وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ اتفاقاً راستہ بھول گئے اور ایک بیابان میں پہنچے اور بھوک و پیاس سے بے تاب ہوئے' اتفاق سے ایک ہاتھی کا بچہ سامنے دکھائی دیا' سب نے اتفاق کیا کہ اس کو کاٹ کر کھانا چاہیے' ایک نے ان میں سے منع کیا کہ تم کو کیا حضرت کی وصیت یاد نہیں ہے۔ انہوں نے کچھ پرواہ نہیں کی اور سب نے خوب اس کا گوشت کھایا لیکن اس ایک نے نہیں کھایا اور گوشت کھا کر سو رہے کیوں کہ تھکے ماندے ہو رہے تھے مگر جس نے نہیں کھایا تھا اس کو نیند نہیں آئی' جاگتا رہا' تھوڑی دیر میں ایک جماعت ہاتھیوں کی آئی اور ان میں ایک ہتھنی بھی تھی اس نے اپنے بچے کو تلاش کرنا شروع کیا' تلاش کرتے کرتے وہاں بھی آئی جہاں یہ لوگ سوتے تھے اور ان سونے والوں میں سے ایک کا منہ سونگھا تو اس کے گوشت کی بو آئی اس نے ایک ٹانگ پر پاؤں رکھا اور دوسری سونڈ سے پکڑ کر اس کو چیر ڈالا' اسی طرح سب کا کام تمام کر دیا پھر آخر میں اس کے پاس آئی چونکہ اس کے منہ سے بو نہ آئی اس کو سونڈ سے اٹھا کر اپنی کمر پر بٹھا لیا اور ایک جانب کو لے چلی اور ایک میوہ دار درخت کے نیچے لے گئی اور ٹھہر گئی اس نے خوب سیر ہو کر میوہ کھائے اس کے بعد اس کو راستہ پر چھوڑ آئی۔ ان حضرات کی شان یہ ہوتی ہے:

گفتہ او گفتہ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(وعظ ایضاً)

طبعی خوف فطری ہوتا ہے

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ کسی نے بادشاہ سے ان کے متعلق کچھ کہہ دیا' بادشاہ نے ان کو طلب کر کے اپنے پاس بلایا اور جو سوال ان سے بادشاہ کرتا تھا براہ جرأت وہی سوال وہ بزرگ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اخیر میں بادشاہ نے کہا کہ کوئی ہے ان بزرگ نے بھی فرمایا کہ کوئی ہے اسی وقت ایک شیر غرّاتا ہوا گوشہ سے نمودار ہوا' بادشاہ اور سب لوگ بھاگے سب کے ساتھ یہ بھی بھاگے جیسے جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ عصا کو ڈال دو اور وہ ڈالنے سے اژدھا بن گیا تو موسیٰ علیہ السلام خود دوڑے' اگر اختیاری فعل ہوتا تو خوف نہ کرتے' غرض کہ کرامت اختیاری اور دائمی نہیں ہوا کرتی اور تصرفات اختیاری روح کے لیے کسی دلیل سے

ثابت نہیں اور بلا دلیل اعتقاد جائز نہیں کہ خلاف ہے: ''قال اللّٰه تعالٰی ولا تقف ما لیس لک به علم'' کے۔ (وعظ ایضاً)

اہل اللہ کا کرامت کے صدور سے گھبرانا

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے پاس جنت سے شربت آیا' رونے لگے پوچھا کہ اس نعمت سے خوش ہونا چاہیے نہ کہ رونا' فرمایا کہ ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ استدراج غضب نہ ہو اس کی مثال ہے کہ معلم کے پاس دو لڑکے ہوں' معلم صاحب ایک کو سزا دیں دوسرے کو چھوڑ دیں' یہ سوچ کر کہ کل سبق یاد کر کے نہ لایا تو خوب سزا دوں گا' لڑکا تو خوش ہو گیا کہ میں بچ گیا مگر نہیں معلوم کہ معلم صاحب کے جی میں کیا ہے' طالب صادق کو چاہیے کہ فرمانبردار رہے' کشف و کرامت کا طالب نہ ہو' انشاء اللہ تعالیٰ مقصود حقیقی تک پہنچ جائے گا۔ (مقالات وحکمت ذم ہوئے)

حضرت میاں جی کی کرامت

ایک کرامت حضرت شیخ الشیوخ قطب العالم میاں جی نور محمد صاحب قدس اللہ سرہ کی مشہور ہے کہ آپ کے یہاں کوئی تقریب تھی۔ حضرت پیرانی صاحبہ آنکھوں سے بالکل معذور تھیں' عورتوں کا ہجوم ہوا ان کی مدارت میں مشغول ہوئیں مگر بینائی نہ ہونے سے سخت پریشان تھیں۔ حضرت رحمۃ اللہ سے بطور ناز کہنے لگیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ولی ہیں کیا جانیں ہماری آنکھیں جب درست ہو جائیں تب ہم جانیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ باہر چلے گئے دعا فرمائی ہو گی اتفاقاً حضرت پیرانی صاحبہ بیت الخلاء تشریف لے گئیں۔ راستہ میں دیوار سے ٹکر لگی وہاں غشی ہو گئی اور گر پڑی' تمام جسم پسینہ پسینہ ہو گیا' آنکھوں سے بھی بہت پسینہ نکلا' ہوش آیا تو خدا کی قدرت دونوں آنکھیں کھل گئیں اور نظر آنے لگا' حضرت میاں جی صاحب کی دعا کا یہ اثر ہوا یہ کرامت تھی حضرت میاں جی صاحب کی۔ (وعظ ایضاً)

بزرگوں سے محبت کے آثار

ایک بزرگ یہاں آیا کرتے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بیعت ہیں وہ صاحب کشف ہیں وہ کہتے تھے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر میں فاتحہ پڑھنے گیا تو مولانا نے مجھے ایک لقب دیا وہ اشعار ورد کے اور نعت کے اور پیروں کی مدح میں بہت پڑھا

کرتے ہیں تو اس کے مناسب مولانا نے ان کو لقب دیا محمد بھاٹ ہنستے تھے کہ بھائی ہمیں تو مزار سے یہ لقب مولانا نے دیا ہے۔ مولانا ظریف بہت تھے دیکھئے ظرافت تو اس کو سوجھتی ہے کہ جو شگفتہ ہو وہاں تو شگفتگی ہی شگفتگی ہوگی یہاں تو رنج وغم وغیرہ بھی رہا کرتے ہیں یہ تو بڑے فرصت کے کام ہیں کہ لوگوں کے لقب تجویز کریں۔ حکیم معین الدین صاحب مولانا کے صاحبزادہ یوں فرماتے ہیں کہ مولانا کے انتقال کے بعد برسات کے شروع میں جاڑے بخار کی کثرت ہوئی تو لوگ مولانا کی قبر سے مٹی لا لا کر باندھنے لگے' باندھتے ہی بخار بالکل موقوف ہو جاتا' میں قبر میں مٹی ڈال دوں تو وہ پھر اڑ جاوے میں دق ہو گیا۔ حکیم صاحب قبر پر پہنچ کر کہتے ہیں کہ دیکھئے حضرت آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہوئی' کہاں تک مٹی ڈلواؤں اب اتمام حجت کے لیے میں کہے جاتا ہوں کہ اب کی اور مٹی ڈالے دیتا ہوں پھر چاہے قبر رہے یا نہ رہے میں مٹی نہ ڈالوں گا وہاں بیٹھے بیٹھے یہ کیا کر رہے ہو اب ایک ٹوکری بھی مٹی نہ ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر چلے آئے پھر اس کے بعد ایک بھی اچھا نہ ہوا۔ (حسن العزیز)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا عالم

ایک عالم حافظ محمد عظیم اللہ صاحب پشاور کے تھے اور سنا ہے کہ صاحب نسبت بھی تھے' نابینا بھی اور خود قصداً نابینا ہوئے تھے' خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' دو درخواستیں کیں ایک تو یہ کہ آپ کو دیکھ کر پھر کسی کو نہ دیکھوں اور دوسری یہ کہ آپ کو ہمیشہ دیکھ لیا کروں۔ چنانچہ جس وقت اٹھے تو نابینا تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے برابر مشرف ہوتے رہتے تھے۔ ایک میرے ہم نام تھے' مولوی اسحاق علی صاحب کے نانا وہ وہاں صوبیدار تھے وہ بیان کرتے تھے کہ اگر ان سے کوئی دس برس بعد ملتا تو ہاتھ میں ہاتھ لیتے ہی پہچان لیتے کہ فلاں شخص ہے اس قدر قوی حافظہ تھا یا اسے کرامت کہئے۔ (ایضاً)

حضرت حاجی صاحب کی کرامت

حاجی اللہ رکھے خود بیان کرتے تھے اور وہ ہر کسی بزرگ کے معتقد نہ تھے اس لیے ان کی روایت بہت معتبر ہے وہ کہتے تھے کہ جب میں مکہ معظمہ گیا تو میں خود حاجی صاحب کی

خدمت میں حاضر ہوا' مجمع میں پاس جا کر ملنا خلاف ادب تھا اس لیے چپکے سے جا کر الگ ایک کنارہ بیٹھ گیا' مجمع متفرق ہونے کے بعد جا کر ملوں گا' فوراً فرمایا کہ اس وقت بوئے وطن آتی ہے۔ کوئی تھانہ بھون کا تو اس مجلس میں نہیں ہے اس وقت میں نے عرض کیا کہ میں ہوں حضرت ان کو کہیں بچپن میں دیکھا ہو تو دیکھا ہو باقی اس عمر میں تو بالکل نہ پہچان سکتے تھے۔ حضرت نے ان کو سینہ سے لگایا اور پوچھا کہ کس کے لڑکے ہو' میاں کہیں اس طرح بن ملے بیٹھ جاتے ہیں اطلاع تو کر دیتے۔ یہ قصہ وہ خود مجھ سے بیان کرتے تھے۔ (ایضاً)

اہل اللہ کا کشف

ایک زانی کی حکایت ہے کہ وہ زنا کر کے غسل کر رہا تھا غسل کا پانی نالی سے بہہ رہا تھا ایک بزرگ کا گزر اُدھر سے ہوا اس پانی کو دیکھ کر فرمایا اس میں زنا بہہ رہا ہے۔ پوچھا حضرت آپ کو کیوں کر معلوم ہوا' فرمایا کہ کوئی زانی غسل کر رہا ہے مجھے پانی کے ہر ہر قطرہ میں زنا کی تصویر نظر آتی ہے۔ (ہفت وعظم دوم)

عشق کے آثار

حضرت حافظ ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت میاں جی صاحبؒ کے ہمراہ جوتا بغل میں لے کر اور گردن میں توبڑہ ڈال کے جھنجھانہ جاتے تھے اور ان کے لڑکے کی سسرال بھی وہیں تھی' لوگوں نے منع کیا کہ آپ اس حالت میں نہ جایا کریں وہ لوگ ذلیل وحقیر سمجھیں گے' فرمایا وہ اپنی ایسی تیسی میں جاویں اور اپنے رشتہ کو چھڑالیں' میں اپنی سعادت کو چھوڑ نہیں سکتا اور وہ لوگ کہا کرتے تھے ہائے تقلید کیا ذلیل سمدھی ملا یہ تو حافظ صاحب کی کرامت معنویہ کا بیان تھا پھر ایک کرامت حسیہ کا بیان کیا کہ پہلے اشرف ارذل عوام وخاص سب دلہن کے ڈولہ پر بکھیر کیا کرتے چنانچہ حافظ صاحب بھی بکھیر رہے تھے ایک جھنجھانوی شخص کے سر میں منصوری پیسہ لگا' بیچارہ بیٹھ گیا' سر خون آلودہ ہو گیا' جب وہ شخص صلوٰۃ مغرب سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلا' حافظ صاحب کو دیکھا کہ آپ نے اس سے معافی چاہی اس نے معذرت کی' ذرا آنکھ اوجھل ہوا اس سے غائب ہو گئے وہ سمجھا کہ حافظ صاحب سامنے کی بیٹھک میں چلے گئے ہوں گے' بیٹھک میں جا کر دریافت کیا سب نے اسے پاگل ودیوانہ بنایا' سمجھنے والے سمجھ گئے کہ حافظ صاحب کی کرامت ہے۔ (ایضاً)

سلسلہ امدادیہ کی برکات

ایک شخص تھے ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ کے مرید ان کا قلب ان کے زعم کے موافق ذکر سے جاری نہ ہوتا تھا ان کی یہ حالت تھی کہ اکثر درویشوں کی خدمت میں جایا کرتے تھے بعض دوستوں نے منع کیا کہ دربدر پھرنا مناسب نہیں ہے ہرجائی مشہور ہوجاؤ گے وہ شاکی تھے کہ قلب ذکر سے جاری نہیں ہوتا۔ اس طلب میں پریشان پھرتا ہوں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے شکوہ کیا گیا کہ فلاں صاحب کی یہ حالت ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ قلب کا جاری ہونا مقصود بالذات نہیں ذکر کرتے رہو انہوں نے عرض کیا خواہ مقصود ہو یا نہ ہو میرا تو جی چاہتا ہے کہ اگر میری مراد پوری ہوجاوے تو پھر کہیں نہ جاؤں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ جاؤ مسجد میں بیٹھو اس ارشاد سے یہ سمجھا کہ شاید میری مراد پوری ہوجاوے اور یہ اس طرف اشارہ ہو غرض مسجد میں جا کر بیٹھ گئے اور ذکر میں مشغول ہوگئے۔ حضرت مولانا قدس اللہ سرہ وضو کر کے کھڑاؤں پہنا کرتے تھے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مسجد کی طرف تشریف لے چلے بس کھڑاؤں کا کھٹ کھٹ ان کو محسوس ہونا اور قلب کا جاری ہونا یہ توجہ کا اثر تھا۔ حضرت واقعی بڑے پائے کے شیخ تھے انہی شخص مذکور کا قصہ ہے کہ ان کے بھائی ایک شیخ تھے خاندان نقشبندیہ کے اور یہ شخص دنیادار آدمی تھے ان بزرگ نقشبندی نے فرمایا کہ مجھ سے بھی مرید ہوجاؤ تو عجیب فائدہ باطنی حاصل ہو۔ یہ بیچارے ان کا کہنا نہ مانتے تھے کہ ایک بزرگ کو چھوڑ کر دوسرے سے کیسے بیعت ہوجاؤں میری کوتاہی ہے کہ مجاہدہ نہ کیا اور فائدہ نہ ہوا مگر مرشد میں تو کوئی کمی نہیں ہے۔ غرض ان دنیادار صاحب کی موت کا وقت قریب آیا مرض الموت میں بیہوش ہوگئے حتیٰ کہ کلمہ پڑھنے کا بھی ہوش نہ تھا وہ بزرگ نقشبندی کہنے لگے کہ کیوں کہا نہ تھا مجھ سے مرید ہوجاؤ نہ مانا اب اخیر وقت ہے دیکھو کیا حالت ہے کہ کلمہ شریف بھی زبان سے نہیں نکلتا۔ غرض یہ گفتگو لوگوں سے کر رہے تھے کہ ان کو دفعتہً ہوش آ گیا اور بے ساختہ زبان پر جاری تھا: "**یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین**" پھر بیہوش ہوگئے اور انتقال ہوگیا۔ سبحان اللہ اب حضرت حاجی صاحبؒ کے لوگوں نے ان بزرگ نقشبندی کی خبر لی کہ جناب آپ تو صاحب فن تھے اور یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ کس مقام پر ہیں الحمدللہ ہمارے حضرت مرشدؒ کے متعلقین کا خواہ بواسطہ ہوں یا بلاواسطہ خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ یہ امر تجربہ سے ثابت ہوا

ہے بار ہا آزمایا گیا ہے برے ہوں یا بھلے مگر اس تعلق میں یہ اثر ہے کہ حق تعالیٰ نجات کی صورت پیدا کر دیتے ہیں۔ ہمارے مرشد بڑے مقبول خدا تھے۔ (دعوات عبدیت مقالات حکمت)

سماع کی حدود و قیود

مغلوب الحال بزرگوں سے سنا ہے حالت اضطرار میں اور اضطرار میں تو شرعاً حرام بھی حلال ہوتا ہے لوگ فرق نہیں کرتے کہ کس کے لیے کیا حکم ہے اور کس کے لیے کیا جو مضطر نہ ہو اس کے لیے کیوں کر جائز ہوگا فی زمانہ کس قدر غلو ہے سماع میں کہ خدا کی پناہ مشہور ہے کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ سماع سنتے تھے اور حضرت شیخ رکن الدینؒ منع فرماتے تھے ایک مرتبہ آلات توڑ دیئے حضرت شیخ عبدالقدوسؒ نے اس حالت میں یہ شعر پڑھا:

خشک تار و خشک چوب و خشک پوست　　　از کجا می آید ایں آواز دوست

غیب سے نغمات اور اعلیٰ درجہ کی آوازیں پیدا ہوگئیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ان آوازوں کو بند کر دو تو جانیں یہ کرامت شیخ کی دیکھ کر گر پڑے اس قصہ سے لوگ استدال جواز سماع پر کرتے ہیں اور فرق نہیں کرتے کہ حضرت کس حالت میں تھے۔ پہلے ویسی حالت پیدا کرلو اس وقت اجازت ہوگی حضرت شیخ گنگوہی قدس سرہ کے شورش عشق الٰہی کی یہ کیفیت تھی کہ جاڑوں کے زمانہ میں نئے برتنوں میں پانی رکھا جاتا تھا خوب سرد ہونے کے لیے جب خوب سرد ہو جاتا تھا تو بیسوں گھڑے سرد پانے کے سر پر ڈالے جاتے تھے مگر حرارت عشق الٰہی میں کمی نہیں ہوتی تھی اب ایسا حال کس کا ہے جو اس قصہ سماع سے استدلال جواز کا کرتے ہیں اب تو پابندی رسم ہے اور کچھ نہیں اور اگر یہ قصہ ثابت نہ مانا جاوے تو جواب ہی کی حاجت نہیں۔ (معادلات معدلت دعوات)

بزرگوں کو برا بھلا کہنے کا نتیجہ

حضرت امام غزالیؒ کے ایک سب و شتم کرنے والے معترض کا کوئی رسالہ کسی نے خریدا تھا اس نے امام صاحب کو خواب میں دیکھا کہ ایک سور کرسی میں باندھے لئے ہوئے ہیں دریافت پر فرمایا کہ میرا فلاں معترض ہے حق تعالیٰ نے اس کو یہاں پر میرے سپرد کر دیا ہے اور اس پر مجھ کو اختیار دے دیا ہے کہ جب تک چاہوں اس کو اسی حالت میں رہنے دوں اور جب چاہوں معاف کر کے اس کی مغفرت کی درخواست کرا دوں۔ (حسن العزیز)

کتاب المتفرقات

اللہ والوں کے رعب سے جنات کا ڈرنا

چنانچہ حضرت حاجی صاحب کی ایک حکایت حضرت مولانا گنگوہی سے سنی ہے کہ سہارنپور میں ایک مکان تھا اس میں جن کا سخت اثر تھا جس وجہ سے وہ مکان متروک کر دیا تھا' اتفاق سے حضرت حاجی صاحب پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرایا کہ حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جاویں گے' رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص سامنے آ کر بیٹھ گیا' حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی اندر کوئی نہ تھا اور کنڈی لگی ہوئی ہے پھر یہ کیسے آیا۔ حضرت نے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ حضرت میں وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان متروک ہوگیا ہے یعنی جن ہوں میں مدت دراز سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا اللہ تعالیٰ نے آج میری تمنا پوری کی۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو توبہ کرو' حضرت نے اس کو توبہ کرائی پھر فرمایا کہ دیکھو سامنے حافظ صاحب تشریف رکھتے ہیں ان سے بھی ملے ہو اس نے کہا نہ حضور ان سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بڑے صاحب جلال ہیں ان سے ڈر لگتا ہے۔ صاحبو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری وہ شے ہے کہ جن وانس سب مطیع ہو جاتے ہیں۔

ایک مجذوب کی عاقلانہ گفتگو

حافظ غلام مرتضیٰ صاحب ہمارے یہاں ایک مجذوب تھے مگر ایسے پاک مجذوب تھے کہ کبھی ننگے نہ ہوئے تھے اور سلیقہ دار اس قدر تھے کہ ایک مرتبہ جلال آباد تشریف لے گئے' لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ نے بڑی تکلیف فرمائی' فرمایا یوں نہ کہو مجھ کو تکلیف کرنے کی کیا غرض تھی بلکہ یہ کہو کہ حضرت آپ نے کرم فرمایا ان کی حکایت سنی ہے کہ حافظ صاحب ایک مرتبہ جنگل

میں کھڑے تھے اور بھیڑیے دونوں طرف کھلاڑیاں کررہے تھے میرے نانا صاحب وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ حضرت یہ بھیڑیے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ کون بزرگ ہیں کون نہیں' فرمایا کہ یہ آدمیوں کو نہیں کھایا کرتے ان کی غذا جانور ہیں ہم کو کچھ نہیں کہیں گے۔

اہل اللہ کو بذریعہ کشف حقیقت حال نظر آنا

مجھ کو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی حکایت یاد آ گئی کہ شاہ صاحب جامع مسجد میں آتے تھے تو عمامہ آنکھوں پر جھکالیا کرتے تھے اور اِدھر اُدھر نظر نہ فرماتے تھے ایک شخص نے اس کا سبب دریافت کیا' شاہ صاحب نے اپنا عمامہ اس کے سر پر رکھ دیا' دیکھا کہ تمام مسجد میں بجز دو چار آدمیوں کے سب گدھے کتے بندر بھیڑیئے پھر رہے ہیں' فرمایا کہ اسی وجہ سے میں اس صورت میں آتا ہوں مجھ کو سب کتے بندر وغیرہ نظر آتے ہیں اور طبیعت پریشان ہوتی ہے۔

فرمان بردار لوگ ہی آدمی ہیں

دیوبند میں ایک بزرگ تھے مولانا فرید الدین صاحبؒ اور ان کے زمانہ میں ایک مجذوبہ تھی وہ ننگی پھرا کرتی تھی اس سے کسی نے پوچھا کہ تو پردہ کیوں نہیں کرتی اس نے کہا بیلوں اور گدھوں سے پردہ کا حکم نہیں ہے ایک روز حسب عادت ننگی پھر رہی تھی اس حالت میں اس نے کہا کپڑا لاؤ مرد آ گیا' تھوڑی دیر میں مولانا فرید الدین صاحب تشریف لائے۔ پس حقیقت میں تو آدمی فرمانبردار ہی ہے باقی تو سب جانور ہیں لیکن ان حکامات سے کوئی کشف کو بڑا کمال نہ سمجھے کیونکہ جانور بھی صاحب کشف ہوتے ہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ عذاب قبر کے بارے میں حدیث میں آیا ہے "**یسمعه کل دابة غیر الثقلین**" پس جو لوگ طالب کشف ہیں وہ نادان ہیں یہ تو کوئی کمال مقصود نہیں کمال تو رضا و قرب ہے۔

بزرگوں سے بدگمانی اور رفع اشغال

ایک بادشاہ ایک فقیر کے معتقد تھے اور ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور ہمیشہ دیکھتے تھے کہ وہ فقیر ایک گولی کھاتے تھے' بادشاہ نے ایک روز پوچھا کہ حضرت یہ گولی کیسی ہے فقیر نے ایک گولی بادشاہ کو بھی دے دی' بادشاہ نے وہ گولی کھالی' شب کو اس قدر ہیجان شہوت کا ہوا کہ محل میں جس قدر بیبیاں لونڈیاں تھیں سب سے قربت کی لیکن پھر بھی تسلی نہ ہوئی' بادشاہ کے دل میں وسوسہ گزرا کہ میں نے یہ گولی آج ہی کھائی ہے میری یہ حالت ہوئی اور یہ فقیر روزانہ کھاتا ہے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس عورتیں آتی ہیں اور اس وسوسہ نے اس کو اور زیادہ پریشان کیا' ان بزرگ کو بذریعہ کشف اس خطرہ کی اطلاع ہوگئی۔ جب دوسرے روز بادشاہ آئے تو چاہا ایک تدبیر لطیف سے اس کا یہ وسوسہ زائل کریں' ان حضرات کی عادت ہوتی ہے کہ زبان سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ترکیب سے مرض زائل کرتے ہیں اس پر ایک حکایت یاد آ گئی دو شخص راہ میں رفیق ہوئے' کھانے کا وقت آیا ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں' اتفاقاً ایک مسافر بھی آ گیا اس کو بھی بلا کر کھانے میں شریک کیا' تینوں نے مل کر روٹیاں کھائیں' جب وہ مسافر ان سے علیحدہ ہوا تو اس نے ان کے احسان کے صلہ میں آٹھ درہم دیئے کہ تم آپس میں ان کو تقسیم کر لیجیو' تقسیم میں دونوں رفیقوں میں اختلاف ہوا' پانچ والے نے کہا کہ بھائی تیری تین روٹیاں تھیں' تین درہم تو لے اور میری پانچ تھی پانچ مجھ کو دے دے' تین والے نے کہا فرمایا کہ ایک تم اور سات اس کو دے دو سب سن کر بہت حیران ہوئے کہ نہیں نصفا نصفی تقسیم ہونا چاہیے اس لیے کہ دونوں عدد قریب قریب ہیں یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا' حضرت نے دونوں کو سمجھایا کہ صلح کر لو' صلح پر راضی نہ ہوئے اور درخواست حساب سے دینے کی کی تو تین والے کو فرمایا کہ ایک تم اور سات اس کو دے دو' محاسب سن کر بہت حیران ہوئے کہ یہ کیسا فیصلہ ہے لیکن سننے کے بعد معلوم ہوگا کہ عین عدل ہے اس لیے کہ کل روٹیاں آٹھ تھیں اور تین آدمیوں نے کھائی اور کمی بیشی کا اندازہ ناممکن اس لیے یوں کہیں گے تینوں نے برابر کھائیں۔ تو اب دیکھنا چاہیے کہ ہر ایک نے کتنا کھایا پس ہر ایک روٹی کے تین تین ٹکڑے کر لو تو کل ۲۴ ٹکڑے ہوئے' پس ہر ایک شخص نے آٹھ ٹکڑے کھائے سو تین والے کے ۹ ٹکڑے ہوئے جس میں سے آٹھ تو اس نے خود کھائے ایک بچا وہ مسافر نے کھایا اور پانچ والے کے ۱۵ ٹکڑے ہوئے جس میں سے ۸ اس نے کھائے اور سات مسافر نے کھائے بس یہی نسبت درہم میں بھی ہونا چاہیے کہ سات درہم پانچ والے کو ایک درہم تین والے کو ملنا چاہیے اس قسم کے بہت قصے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذکاوت و فطانت پر دال ہیں لیکن اکثر صحابہؓ لکھے پڑھے کم تھے مگر دیکھ لیجئے کہ صحابہ کی کیا فضیلت ہے تو یہ سب کچھ ایک ذات پاک کی صحبت کی برکت ہے اسی صحبت کی نسبت حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شراب و لعل و مے بغش و رفیق و شفیق　　گرت مدام میسر شود زہے رفیق

ارادہ اور تمنا میں فرق

اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے تمنا دوسری چیز ہے اور ارادہ دوسری چیز ہے مجھے خوب یاد ہے کہ میرے بچپن میں دو شخص حج کو جانے کی بابت تذکرہ کررہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ بھائی ارادہ تو ہر مسلمان کا ہے میں نے کہا کہ صاحب یہ بالکل غلط ہے اگر ارادہ ہر مسلمان کا ہوتا تو ضرور سب کے سب حج کر آتے' ہاں یوں کہئے کہ تمنا ہر مسلمان کی ہے سو نری تمنا سے کام نہیں چلتا ارادہ کہتے ہیں سامان کے مہیا کرنے کو مثلاً ایک شخص زراعت کرنا چاہتا ہے لیکن اس کا کوئی سامان نہیں مہیا کرتا اور ایک شخص اس کا سامان بھی جمع کررہا ہے تو پہلے شخص کو متمنی اور دوسرے کو مرید کہیں گے۔ (اصلاح النفس دعوات عبدیت)

نبی علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا انداز

حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہ نبی معصوم ومقبول ہیں انہوں نے جب بیت المقدس کی تعمیر شروع کرائی اور اختتام تعمیر سے قبل آپ کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے یہ تمنا کی کہ بیت المقدس کی تعمیر تیار ہوجانے تک مہلت دی جائے لیکن قبول نہ ہوئی۔ غور کیجئے نبی کی درخواست اور بیت المقدس کی تعمیر کے لیے مگر نامنظور ہوئی' آخر آپ نے یہ درخواست کی کہ مجھے اس طرح موت دی جائے کہ جنات کو میری موت کی اطلاع اس وقت تک نہ ہو جب تک کہ یہ تعمیر پوری نہ ہوجائے۔ چنانچہ یہ درخواست منظور ہوئی اور آپ حسب عادت اپنے عصا پر سہارا لے کر کھڑے ہوگئے اور اسی حالت میں روح قبض ہوگئی اور سال بھر تک آپ کی لاش اسی طرح کھڑی رہی' جنات نے آپ کو زندہ سمجھ کر کام جاری رکھا' حتیٰ کہ جب تعمیر پوری ہوگئی اس وقت آپ کی لاش زمین پر گر گئی اور جنات کو اسی وقت آثار سے معلوم ہوگیا کہ آپ کے انتقال کو اس قدر زمانہ گزر گیا ہے۔ (وعظ ایضاً)

اخلاص کی حقیقت

عوام الناس اس اطراف میں مفلس کو مخلص کہتے ہیں' میرے پاس ایک دیہاتی دوست آئے' میں نے تذکرہ میں کہا کہ تم بہت مخلص ہو' کہنے لگے کہ نہیں تمہاری دعا سے میرے پاس سب کچھ ہے میں مخلص نہیں یعنی مفلس نہیں' غرض ایسے لوگوں کو باوجود اخلاص نیت کے کچھ ثواب نہیں ملتا بلکہ الٹا ضرر ہوتا ہے۔ (وعظ تفاضل اعمال)

سبق آموز

(مزاحیہ حکایات)

اس رسالہ میں ان مزاحیہ حکایات کو جمع کیا گیا ہے کہ جن کو پڑھنے سے دین ودنیا کے مسائل حل ہوتے ہیں۔علماء واعظین اور عوام کیلئے عجیب تحفہ ہے۔

تقریظ

گرامی نامہ عارف باللہ حضرت حاجی محمد شریف صاحب قدس سرہٗ

(خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تقریظ تو بڑوں کا کام ہے یہ ناکارہ اس کا اہل نہیں۔ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ظاہر میں تو مزاحیہ حکایات ہیں مگر باطن میں معانی ہی معانی ہیں۔

ناچیز محمد شریف عفی عنہ

(نواں شہر ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا قادیانی دجال کی حکایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ ایک شخص کا واقعہ بیان کرتے تھے ان کے دوست مرزا قادیانی کے مرید تھے وہ مجھ کو مرزا قادیانی کے پاس لے گئے اور یہ دعویٰ کیا کہ وہاں پہنچو تو دیکھیں کیسے تمہارے اوپر اثر نہیں پڑتا اور آپس میں یہ عہد ہو گیا کہ اگر اثر نہ پڑا تو میں بھی بیعت توڑ دوں گا اور جو اثر ہو گیا تو تم بھی بیعت ہو جانا اس عہد پر آپس میں رضا مندی ہو گئی' غرض کہ دونوں پہنچے تو مرزا صاحب گھر میں تھے ان کے میر منشی باہر بیٹھے تھے انہوں نے جا کر سلام عرض کیا بعد جواب دینے کے میر منشی صاحب نے پوچھا کہ کون ہو تم! انہوں نے کہا کہ فلاں نمبر کا مرید' میر منشی صاحب نے فوراً رجسٹر کھولا اور کہا کہ آپ کے ذمہ اتنی رقم بقایا ہے چندہ داخل کیجئے۔ پھر مرزا صاحب آئے' ان مرید نے کہا کہ یہ میرے دوست حضرت کی توجہ کے طالب ہیں۔ مرزا صاحب نے بہتیرا زور لگایا گردن جھکا کر بیٹھ گئے مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا' آخر کار وہ دونوں دوست اٹھ کر باہر چلے آئے اور ان مرید نے مرزا صاحب سے بیعت توڑ دی اور یہ کہا کہ اللہ نے میری دستگیری کی کہ جو یہاں سے نجات دی۔ (حسن العزیز ص ۲۳۸)

فائدہ: اسی قسم کی حکایت حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مولوی سمیع اللہ مرحوم کی دکان پر ہر قسم کے لوگ آتے تھے۔ ہندو بھی اور مسلم بھی اور لوگوں سے اتنی بے تکلفی تھی کہ کوئی آ کر مٹھائی طلب کرتا' کوئی جیب میں ہاتھ ڈال کر پیسہ نکال لیتا' وہ سب کی خاطر داری کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی دکان پر ایک ہندو آیا' اس کی بول چال مسلمانوں جیسی تھی' ایک قادیانی ان کی تاک میں لگ گیا ان کو مسلمان سمجھ کر دکان پر گیا ان کے سامنے مرزا غلام احمد کی نبوت پر آدھ گھنٹہ تقریر کی اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ وہ نبی ہیں ان کی نبوت کو مانو اس نے اپنی یادداشت میں خوب دلائل سے تقریر کی۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا' قادیانی نے سمجھا کہ ہماری تقریر کا اثر ان پر ہو گیا ہے اور یہ مرزا صاحب کی طرف

مائل ہوگئے ہیں۔تقریر ختم کرنے کے بعد قادیانی کہتا ہے کہ آپ نے میری تقریر کیا اثر لیا تو وہ ہنسا اور کہا کہ ابھی تک تو ہم نے اصلی نبی ہی کو نہیں مانا فرضی نبی کو کیا مانیں گے؟ اس پر مجلس کے سارے حضرات ہنس پڑے، حضرت نے فرمایا کہ جب قادیانی کو یہ معلوم ہوا کہ یہ تو غیر مسلم ہے تو بہت شرمندہ ہو کر وہاں سے بھاگا اور پھر وہاں پر نہیں آیا۔

(مجالس حکیم الاسلام ص ۲۳۸)

قیاس مع الفارق

ایک شخص کی بھینس دریا میں گھس گئی ہر چند بلاتے ہیں آتی نہیں۔ایک شخص اس کے بچہ کو لایا اور اس کو دکھلایا وہ آ گئی۔ایک مرتبہ ایک شخص کی چارپائی دریا میں گر گئی تھی وہ عقل مند سمجھا کہ جس طرح بھینس کو بچہ دکھلانے سے وہ آ گئی تھی اسی طرح اس کا بچہ اس کو دکھلائیں گے تو یہ بھی آ جائے گی۔اس کا بچہ پیڑھے کو تجویز کیا اب پیڑھا اس کو دکھلا رہے ہیں اور پکار رہے ہیں لیکن وہ تو جماد محض ہے وہ کیسے آتی۔(وعظ ایضاً ص ۲۴ س ۳)

اک پرندہ کی حکایت

ایک پرندہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مادہ سے کہا کہ اگر تو میرے ساتھ مل جائے تو میں تجھ کو ملک سلیمان دے دوں گا۔یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سن لی کیونکہ وہ منطق الطیر کے عالم بھی تھے۔فوراً اس پرندہ کو بلایا اور فرمایا نالائق یہ کیا گستاخی تھی، آپ میرا ملک دینے والے کون ہوتے ہیں؟ اس نے کہا اے نبی اللہ! میں عاشق ہوں اور لسانِ عشق معذور ہوتی ہے اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا قصور معاف کیا۔

ف: اس طرح یہ عشاق بھی وہاں معذور شمار ہوں گے مگر ہر شخص کی زبان، زبان عشق نہیں۔تم ناز سے کام نہ لو اور عاشق کی نقل نہ کرو وہ تو اپنے کو مٹا کر فنا کر کے ناز کر رہا اس کو حق ہے تم کو یہ حق نہیں ہے کیونکہ تم اپنے کو باقی رکھ کر ناز کرتے ہو۔

مکن پیش یوسف نازش و خوبی مکن — جز نیاز دآہ یعقوبی زشت
باشد روئے نازیبا و ناز — عیب باشد چشم نابینا دباز

سنی اور شیعہ کی حکایت

ایک مولوی صاحب سے ایک شیعہ نے کہا کہ جتنے نئے فرقے مرزائی' چکڑالوی وغیرہ نکلتے ہیں یہ سب سنیوں ہی میں سے نکلتے ہیں اور شیعوں میں سے کوئی فرقہ بھی نکلتے نہیں سنا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ جو آپ نے فرمایا بالکل صحیح ہے مگر اس کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ یہ تو آپ تسلیم کریں گے کہ شیطان اپنا وقت بیکار تو کھوتا نہیں ہمیشہ گمراہ کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ شیعہ نے کہا ہاں یہ سچی بات ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ جب یہ تسلیم ہے تو اب سنئے کہ شیعوں کو تو انتہاء مرکز گمراہی پر پہنچا کر بے فکر ہو گیا' آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا ہی نہیں اور سنیوں کو حق پر سمجھتا ہے اس لیے ہمارے ہی پیچھے پڑا رہتا ہے۔

فائدہ: اس طرح کئی جاہل مسلمان غیر مذہب والوں کی اخلاق کی اس قدر تعریف کرتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جس سے سننے والا یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اصل مذہب اچھے اخلاق کا ہونا ہے اگر وہ کسی کافر میں امانت داری عہد کی پابندی' اتفاق وغیرہ دیکھتا ہے تو کافر کو مسلم پر ترجیح دینا شروع کر دیا ہے حالانکہ اخلاق اور ایمان علیحدہ علیحدہ ہیں اول ایمان کی قیمت زیادہ ہے ایمان کامل ہو اخلاق نہ ہوں تو ایک نہ ایک دن سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا' ایمان پر نجات کا مدار ہے اخلاق پر نہیں۔

ایک غیر مقلد کی کم علمی کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص نے ایک غیر مقلد سے پوچھا کہ یہ حنفی فاسق ہیں سائل نے کہا کہ یہ لوگ امام کے ساتھ سورۃ فاتحہ کو قصداً ترک کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے: "**لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب**" بلا فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اور تارک صلوٰۃ کے متعلق حدیث میں ہے "**من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر**" تو اس حساب سے تو ان کو کافر ہونا چاہیے کہنے لگے اس میں تاویل ہو سکتی ہے۔ سائل نے کہا ایسی تاویل تو "**لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب**" میں بھی ہو سکتی ہے مگر آپ تو اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے تو پھر فقد کفر میں کیوں کرتے ہیں اور ان کو فاسق کیسے کہتے ہیں اس کو اس کا جواب نہیں بن پڑا۔

فائدہ: یہ تمام خرابی بے اصولی کی ہے، علم بے اصول ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہاں نہ علم ہوتا ہے نہ سمجھ نہ تدبر، جو جی میں آیا ہاں کہہ دیا۔

ملا دو پیازہ کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص نے جو ملا دو پیازہ کے ساتھ مناظرہ کرنے بیٹھا تھا ملا جی کی طرف ایک انگلی سے اشارہ کیا، ملا جی نے دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا، اس نے تھپڑ دکھلا دیا انہوں نے گھونسہ دکھلایا، اس نے دوسروں سے اقرار کیا کہ ملا جی نے میرے ایسے سوالوں کا جواب دیا کہ کسی نے نہیں دیا، لوگوں نے شرح پوچھی اس نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ اللہ ایک، ملا دو پیازہ نے کہا دوسرا اس کا رسول بھی ہے، پھر میں نے اشارہ کیا کہ پنجتن پاک برحق ہیں ملا نے کہا کہ وہ سب متفق ہیں، پھر ملا جی سے پوچھا گیا کہا کہ وہ کہتا تھا میں تیری آنکھ پھوڑ دوں گا، میں نے کہا کہ میں تیری دونوں پھوڑوں گا، اس نے کہا میں تیرے تھپڑ ماروں گا میں نے کہا گھونسہ ماروں گا، بس یہ ارشادات و کنایات علوم تھے۔

گھر میں شیخ جی آنے کی حکایت

الٰہ آباد میں ایک صاحب بزرگوں کی اولاد میں تھے، بعضے لوگ جو بزرگ زادوں کی تحقیر کرتے ہیں بری بات ہے۔ ان میں بھی کچھ نہ کچھ بزرگ زادہ ہونے کا اثر ہوتا ہے یہ صاحب وکیل تھے اور یہی دلیل کافی ہے ان کے دنیادار اور غیر متقی ہونے کی مگر بزرگوں کی اولاد میں سے تھے ان کے یہاں یہ ایک عجیب رسم تھی کہ جس روز گھر میں فاقہ ہوتا تو چھوٹے چھوٹے بچے ہنستے کھیلتے، کودتے پھرتے کہ ابا جی ہمارے گھر شیخ جی آئے جنہوں نے یہ حکایت بیان کی کہ وہ ان کے یہاں کئی روز سے مہمان تھے۔ کہتے ہیں کہ گھر سے ایک روز کھانا آنے میں دیر ہوئی، یہ انتظار میں تھے کہ بچوں کو دیکھا وہ یہی کہتے پھرتے تھے یہ سمجھے کہ مہمان کی وجہ سے کھانا تکلف کا پکا ہوگا اس لیے تیاری میں دیر ہوئی مگر جب بہت دیر ہوگئی تو انہوں نے ان کے نوکر سے پوچھا کہ میاں یہ کیسے شیخ جی ہیں نہ تو خود نظر آئے اور نہ کھانا ہی آیا، اپنے ساتھ ہمیں بھی بھوکا مار دیا۔ نوکر نے کہا کہ شیخ جی کہاں ہیں، یہ شیخ جی کو فاقہ کہتے ہیں ان کے خاندان میں یہ رسم ہے۔

ف: دیکھئے دنیادار ہوکر بھی یہ حالت بھی صرف بزرگوں کی نسل کی برکت ہے تو صحبت میں کیسا اثر ہوگا جولوگ اہل اللہ کی صحبت میں نہیں رہتے ان میں واقعی بہت کمی ہوتی ہے اور ان حضرات کی صحبت کی برکت سے بڑی نفع کی چیزیں میسر ہو جاتی ہیں اور خصوصاً اس پرفتن زمانہ میں تو بزرگوں کی صحبت ہی ضروری چیز ہے۔ (الافاضات الیومیہ ص ۲۵۸)

ایک خان صاحب کے شہادت حاصل کرنے کی حکایت

لکھنؤ میں ایک خان صاحب تھے۔ عمر رسید ہو گئے تھے مگر دنیا کی تمام بازیاں ان میں جمع تھیں، ملنے والے چھوٹے بڑے ملامت کرتے کہ خان صاحب ضعیفی کا وقت آ گیا، قبر میں پیر لٹکا رکھے ہیں اب تو ان معصیتوں سے توبہ کرلو، نماز پڑھا کرو، روزے رکھا کرو، کہتے ان کے کرنے سے کیا ہوگا؟ لوگ کہتے جنت ملے گی، خان صاحب کہتے ہیں بس جنت کے لیے اتنی محنت، جنت تو ایک لمحہ میں مل جاوے گا، لوگ دریافت کرتے وہ کس طرح خان صاحب کہتے کہ کوئی موقع ہوا تو ایک ہاتھ ادھر ایک ہاتھ ادھر بس سامنے سے کائی سی پھٹتی جائے گی اور کھٹ سے جنت میں جا کھڑے ہوں گے۔ اس راز کو کوئی نہ سمجھتا، اتفاق سے مولوی امیر علی صاحب نے جب ہنومان گڑھ میں جہاد کا فتویٰ دیا اور کثرت سے تمام مسلمان میدان میں پہنچ گئے، خان صاحب کو بھی معلوم ہوا پہنچے، مولوی صاحب کے پاس اور جا کر کہا کہ مولانا ہم جیسے گنہگاروں کی بھی کچھ پرسش ہو سکتی ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ خان صاحب مانع کون چیز ہے۔ خان صاحب سر پر صافہ باندھ اور کمر سے تلوار لگا دھم سے میدان میں پہنچے اور تلوار کے ہاتھ ادھر ادھر چلاتے ہوئے ستر اسی لاشیں ڈال دیں، کسی کافر کا ہاتھ ان پر پڑا شہید ہو گئے اور کھٹ سے پلک جھپکنے میں جنت میں کھڑے ہوئے یہ تھا وہ راز جس کو کوئی نہ سمجھتا تھا۔

ف: ان خان صاحب کی قوت ایمانیہ دیکھئے کہ باوجود اس قدر موانع کے ایمان کتنا قوی تھا اس ہی لیے میں کہا کرتا ہوں کہ معاصی سے نفرت کرو مگر عاصی سے نفرت نہ کرو کبھی ایک سیکنڈ اور منٹ میں کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۶۰)

کثرت سے وساوس آنے کی حکایت

ایک ذاکر شاغل شخص خانقاہ تھانہ بھون میں مقیم تھے جو اکثر وساوس کی شکایت کیا کرتے تھے، میں ان کی تسلی کر دیتا پھر اس کا زور ہوتا میں سمجھا دیتا' یہی سلسلہ چل رہا تھا' ایک روز میرے پاس آئے' کہنے لگے اب تو جی میں یہ آتا ہے کہ عیسائی ہو جاؤں' میں نے ایک دھول رسید کیا اور کہا نالائق ابھی عیسائی ہو جا اسلام کو ایسے بے ہودوں اور ننگ اسلام کی ضرورت نہیں بس اٹھ کر چلے گئے' بس دھول نے اکسیر کا کام دیا' ایک دم وہ خیال دل سے کافور ہو گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی وسوسہ تک نہیں آیا' مزاحاً فرمایا کہ دھول سے دھول جھڑ جاتی ہے اور مطلع صاف بے غبار ہو جاتا ہے۔ یہ میرا اثر نہ تھا شرعی تعزیر کا اثر تھا۔

عشق مجازی سے نجات پائے جانے کی حکایت

ایک شخص کہیں باہر سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی خدمت میں آئے۔ وہ ایک گھوسن پر عاشق ہو گیا تھا' اس نے اپنا واقعہ بیان کیا' میں نے تدبیر بتلائی کہ نہ اس محلہ میں جاؤ نہ اس کو دیکھو اور ضروری کام کی طرف مشغول رہا کرو' کہنے لگا کہ میں تو اس کے یہاں سے دودھ خریدا کرتا ہوں حالانکہ دودھ کی مجھ کو ضرورت نہیں اس کو دیکھنے کی وجہ سے خریدتا ہوں۔ میں نے اس سے منع بھی کیا کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا' میں نے (مراد حضرت حکیم الامت ہیں) دھول رسید کی اور کہا کہ نکل یہاں سے دور ہو' جب علاج نہیں کرتا پھر مرض لے کر کیوں آیا' چلا گیا اس کے بعد مجھ کو خیال ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کیا' غیر شخص تھا تعارف تک بھی نہ تھا مگر اس وقت حق تعالیٰ نے دل میں یہی ڈالا تقریباً کوئی سال بھر کے بعد میرے فلاں دوست سے وہ شخص ملا' اس نے ان کو پہچان کر مصافحہ کیا اور یہاں کی خیریت معلوم کی۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو' کہا کہ میں وہ شخص ہوں یہ سمجھ گئے' پوچھا کہ اب اس مرض کا کیا حال ہے۔ مجھ کو دعائیں دے کر کہا کہ ان کی دھول نے سب کام بنا دیا' دھول کے لگنے کے ساتھ ہی بجائے عشق اور محبت اور رغبت کے ایک دم اس کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی۔

ف: حق تعالیٰ جس کے لیے جو مناسب جانتے ہیں بعض اوقات قلب میں وہی ڈال دیتے ہیں اور وہی نافع ہوتا ہے اس میں کسی کو کیا دخل' پھر فرمایا یہ مرض عشق صورت کا

نہایت ہی پلید ہوتا ہے' برسوں کے مجاہدہ سے بھی زائل نہیں ہوتا' ساری عمر بعضوں کی اس خباثت میں ختم ہوگئیں جس پر حق تعالیٰ اپنا فضل فرمادیں اور اپنی رحمت سے نوازیں وہی بچ سکتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۶۶)

ایک بزرگ کے اخلاص کی حکایت

مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری نہایت نیک اور سادہ بزرگ تھے مگر نہایت ہی جوشیلے اور جذبہ حق قلب میں تھا۔ ایسے بزرگوں کے اکثر دنیادار مخالف ہوا ہی کرتے ہیں۔ اہل محلّہ نے محض بہ نیت شرارت یہ حرکت کی کہ جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے تھے اس کے اور ان کے مکان کے درمیانی حصہ میں کہ بمنزلہ ساحت (میدان) مشترکہ تھا ناچ کی تجویز کی۔ ایک طوائف کو بلایا گیا' شامیانہ لگایا گیا' غرض خوب ٹھاٹ کے ساتھ انتظام ہوکر مجلس رقص شروع ہوگئی۔ مولوی صاحب مکان سے عشاء کی نماز کے لیے مسجد کو چلے۔ راستہ میں یہ طوفان بے تمیزی خیر چلے تو گئے خاموش مگر نماز پڑھ کر جو واپسی ہوئی پھر وہی خرافات موجود برداشت نہ کرسکے۔ ماشاء اللہ ہمت اور جرأت دیکھئے کہ نکال جوتا اور لے ہاتھ میں بھری مجلس کے اندر بیچ میں پہنچ کر اس عورت کے سر پر بجانا شروع کردیا۔ اہل محلّہ میں شرارت سہی مگر علم اور بزرگی کا ادب ایسا غالب ہوا کہ بولا کوئی کچھ نہیں رقص وسرود سب بند ہوگیا۔ اب لوگوں نے جن کی شرارت تھی اس طوائف سے کہا کہ تو مولوی صاحب پر دعویٰ کر اور روپیہ ہم خرچ کریں گے۔ شہادتیں ہم دیں گے' اس عورت نے کہا میں دعویٰ کرسکتی ہوں روپیہ میرے پاس ہے شہادتیں تم دے سکتے ہو مگر ایک مانع موجود ہے وہ یہ کہ مجھ کو ان کے اس فعل سے یقین ہوگیا کہ یہ اللہ والا ہے اور اس کے قلب میں ذرہ برابر دنیا کا شائبہ نہیں' اگر اس میں ذرا بھی دنیا کا لگاؤ ہوتا تو مجھ پر اس کا ہاتھ اٹھ نہیں سکتا تھا تو اس کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔ جس کی مجھ میں ہمت نہیں۔ کیسی عجیب بات کہی یہ اتنی سمجھ ایمان ہی کی برکت ہے لوگ ایسے آوارہ لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں مگر ایمان والے ہیں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے جو ایک دم اس کی کایا پلٹ کردیتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ عورت مولوی صاحب کے پاس پہنچی اور عرض کیا کہ میں گنہگار ہوں' نابکار ہوں میں اپنے اس پیشہ سے توبہ کرتی ہوں اور آپ میرا نکاح کسی شریف آدمی سے کرادیں۔

ذہانت کی عجیب مزاحیہ حکایت

ایک دفعہ حضرت مولانا نوتویؒ کی خدمت میں ایک شخص شکر لے کر حاضر ہوئے' حاضرین میں وہ تقسیم ہوگئی' پھر انہوں نے بیعت کے لیے عرض کیا۔ حضرت نے انکار فرمایا' انہوں نے عرض کیا کہ اگر بیعت نہیں کرتے تو میری شکر واپس کر دو' مولانا نے فرمایا کہ بھائی ان کی شکر لاکر دے دو' انہوں نے کہا کہ میں تو وہی شکر لوں گا۔ مولانا نے فرمایا بھائی وہ تو صرف ہوگئی' عرض کیا کہ تو مجھے بیعت کر لیجئے یا شکر میری وہی واپس کر دیجئے' آخر حضرت مولانا نے مجبور ہو کر بیعت کر لیا۔ (احسن العزیز ص۔۱۳۸)

ف: ذہانت بھی عجب شے ہے کہ جس سے ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتا ہے۔

دنیا سے پرہیز کرنے کی مزاحیہ حکایت

ایک مجذوب ننگے پھرا کرتے تھے' معتقدین نے کہا کہ کچھ باندھنا چاہیے۔ بالکل ننگا پھرنا ٹھیک نہیں' انہوں نے کہا جو کہو وہ باندھ لوں' لوگوں نے ایک لنگوٹا دیا' انہوں نے باندھ لیا چونکہ غذا اچھی کھانے کو ملتی اور ہوش وحواس درست تھے نہیں اس لنگوٹے میں بھی چکنائی لگ جاتی اس وجہ سے لنگوٹے کو چوہے کترنے لگے' ان چوہوں کو مرانے کے لیے بلیّ پالی پھر وہ باسی کھانے خراب کرنے لگی تو اس کی ضرورت سے کتا پالا' وہ کھانا خراب کرنے لگا تو اس کی حفاظت کے لیے ایک آدمی نوکر رکھا۔ پھر اس آدمی نے جب مرغن کھانے کھا کر اِدھر اُدھر پھرنے لگا تو اس کی شادی کر دی پھر اس کے اولاد ہوگئی سب مجمع ایک دن ان مجذوب کے سامنے آیا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ لنگوٹی باندھنے کی وجہ سے ہوا ہے تو انہوں نے فوراً لنگوٹی اتار پھینکی۔

فائدہ: اللہ والے دنیا میں زیادہ مشغولیت سے پرہیز کرتے ہیں۔ دنیا کی مثال جال کی طرح ہے۔

جتنا تڑپو گے جال کے اندر جال گھسے گا کھال کے اندر

بنیہ کی ذہانت کی عجیب حکایت

ایک ہیجڑا زنانے کپڑے پہن کر بنئے کی دکان پر آیا اور آکر مرمرے کھانے لگا۔ اب بنیہ سوچنے لگا کہ اس کو منع کرنے کے لیے مؤنث کا صیغہ بولوں یا مذکر۔ بہت دیر کے بعد مذکر و

مؤنث دونوں کے صیغوں کو ملا کر اس طرح بولا کہ بہت دیر سے کھار ہی ہے کھار ہا ہے نہیں مانتی نہیں مانتا' بی بی کے ایک تھپڑ ماروں گا' میاں کی پگڑی وہاں جا کر گرے گی۔ (احسن العزیز ص ۱۹۷)

ف: اس حکایت میں ذہانت اور خوش طبعی کو عجیب طریقہ سے اکٹھا کیا گیا ہے۔

اپنے دوست کو بیرنگ خط بھیجنا بے مروتی ہے

ایک شاعر کے پاس کسی نے بیرنگ خط بھیجا اور ایک آنہ محصول دلوایا۔ انہوں نے ایک پارسل محصول بھیجنے کو تیار کیا اس میں ایک بڑا پتھر رکھا اور اس کو بیرنگ روانہ کیا اور لکھا کہ آپ کے خط سے اس قدر بوجھ ہلکا ہوا جیسے کہ یہ پتھر۔ چنانچہ ملاحظہ کے لیے مرسل ہے۔

ف: مومن کو زبان کے علاوہ قلم سے بھی کسی کو دکھ نہ دینا چاہیے۔

ایک عورت کے دو خاوند کی مزاحیہ حکایت

ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا دو جگہ نکاح کیا اور ہر ایک سے یہ ٹھہرایا کہ چھ ماہ ہمارے گھر رہا کرے گی اور چھ ماہ آپ کے گھر رہا کرے گی۔ ایک عرصے کے بعد عقدہ حل ہوا کہ ایک شوہر نے ایک دولائی بہت نفیس اس بے حیا عورت کو بنادی تھی' وہ چادر اس کے شوہر ثانی کو پسند آ گئی' اس نے مانگ لی اور اس کو اوڑھ کر مجلس میں گئے۔ اتفاقاً دونوں شخص وہاں جمع ہو گئے' شوہر اول نے چادر پہچانی مگر دل میں خیال کرتے تھے کہ ممکن ہے کہ اس نے بازار سے ایسا ہی کپڑا خریدا ہو۔ بالآخر دل نہ مانا ایک تدبیر سے ان سے معلوم کیا کہ حضرت آپ نے کہاں سے یہ چھینٹ خریدی ہے مجھے بہت پسند ہے' اگر آپ پتہ دیں تو میں بھی منگالوں۔ صاحب ثانی نے کہا کہ مجھے سسرال سے ملی ہے' اس پر انہوں نے کہا مجھے ان کا پتہ دیجئے گا۔ جب پتہ معلوم ہوا تو اور بھی حیران ہوئے کہ یہ تو میرے سسرال کا ہی پتہ ہے پھر سوچے کہ ممکن ہے ان کی دوسری دختر منسوب ہو بالآخر ان سے کہا کہ تکلیف کر کے مکان دکھا دیجئے گا۔ جب وہاں پہنچے تو وہی سسرال ہے خسر صاحب کو آواز دی' جب وہ باہر تشریف لائے تو ان کا رنگ دونوں کو دیکھ کر متغیر ہو گیا' پھر تو اول شخص نے ان بڈھے پکڑ کر مرمت شروع کر دی' دوسرے صاحب سخت حیران تھے' اس پر شخص اول نے کہا آپ گھبراویں نہیں آپ بھی ایسا ہی کریں گے اور فارغ ہو کر قصہ کہا تو صاحب ثانی نے بھی مرمت کی۔

فائدہ۔دو شیخ سے تعلیم لینے والے کا یہی حال ہوتا ہے لوگ بہت سارے مشائخ سے تعلق کر لیتے ہیں پھر نہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے رہتے ہیں ان کے یہاں کی تعلیم ان سے چھپاتے ہیں اور انکے یہاں کی تعلیم ان سے چھپاتے ہیں اسی چکر میں ساری عمر گزر جاتی ہے۔ (مزید المجید ص ۳۳)

جھوٹی کراموں کی مشہوری کرنے کی مذمت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ میں چرتھاول (قصبہ ہے) گیا ہوا تھا اور گھر میں وہیں تھے ایک شخص نے میرے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ میں نے اس کو (یعنی حضرت حکیم الامت کو) عصر کے وقت تھانہ بھون میں ایک شخص کے مکان میں بیٹھا دیکھا ہے۔ فرمایا حالانکہ میں چرتھاول میں تھا' لوگوں نے میرے متعلق یہ کرامت مشہور کر دی۔ چنانچہ میں ایک شخص کا گھوڑا لے کر اور سوار ہو کر تھانہ بھون آیا اور اس صاحب خانہ سے دریافت کیا کہ فلاں دن عصر کے وقت تمہارے گھر میں کون بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مولوی محمد عمر صاحب تھے۔ میں نے ان مخبر صاحب کو بلا کر دریافت کیا کہ تم نے مجھے دیکھا تھا تو کہا جی میں نے پشت دیکھی تھی میں یہی سمجھا۔

ف: غرض یہ ہے کہ کشف و کرامات میں جھوٹ، بہت کھپتا ہے۔ اولیاء سے کرامت کا صدور برحق ہے لیکن بعض لوگ ان کی عقیدت میں اس قدر غلو کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ صاحب کرامت گزرے ہیں لیکن دو کرامتیں ان کے ساتھ جھوٹی منسوب کی گئی ہیں۔ ایک دریا سے بیڑہ نکالنے کی کہ گیارہویں والے پیر نے ایک مائی کا بارہ سال کے بعد دریا سے بیڑہ نکال دیا اس کو پیر صاحب نے اس لیے دریا میں غرق کر دیا تھا کہ وہ گیارہویں شریف کا ختم دلانا بھول گئی تھی (نعوذ باللہ) پیر صاحب پر کتنا بڑا بہتان باندھا گیا کہ پیر صاحب نماز نہ پڑھنے والے روزہ نہ رکھنے والے کو تو کچھ نہیں کہتے اور جو شخص گیارہویں نہ کرے اس کا مال و اسباب غرق دیتے ہیں۔ دوسری کرامت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک عورت پیر صاحب کے پاس آئی کہ میرا بیٹا مر گیا ہے اس کو زندہ کر دو۔ حضرت صاحب نے کہا کہ مائی اس کے مقدر میں اتنی ہی عمر لکھی ہوئی تھی اس نے کہا یہ تو مجھے بھی معلوم ہے میں تو اس لئے آئی ہوں کہ آپ اس کو از سر نو زندگی عطا کریں۔

حضرت غوث اعظم اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں وہاں سے حکم ہوا کہ تقدیر کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس پر غوث اعظم کو جلال آیا اور آپ نے قوت کشفیہ سے ملک الموت کو ٹٹولا کہ وہ کہاں

ہیں۔ آخر نظر آئے تو دیکھا کہ وہ تھیلے میں اس دن کے مردوں کی روحیں بھر کر لے جا رہے ہیں۔ ابھی تک ہیڈ کوارٹر تک نہ پہنچے تھے کہ غوث اعظم نے ان کو ٹوکا اور کہا کہ بڑھیا کے لڑکے کی روح واپس کر دو، وہ انکار کرنے لگے، آپ نے وہ تھیلا ان کے ہاتھ سے چھین کر کھول دیا۔ اس دن جتنے مردے مرے تھے زندہ ہو گئے تو غوث اعظم نے حق تعالیٰ سے کہا کہ کیوں اب راضی ہو گئے۔ ایک مردے کے زندہ کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ اب جی بہت خوش ہوا ہوگا۔ جب ہم نے سارے مردوں کو زندہ کر دیا توبہ توبہ استغفر اللہ کیا، خدا تعالیٰ کے ساتھ اس طرح کی گفتگو کرنے کی کسی کو مجال ہے۔ مگر یہ حکایات جاہلوں نے گھڑی ہیں اور ان کو بیان کرتے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) غوث اعظم وہ کام کر سکتے ہیں جو خدا بھی نہیں کر سکتا۔ (اشرف الجواب ص ۸۴)

خانسامہ اور بخیل مالک کی مزاحیہ حکایت

ایک باورچی کی حکایت ہے انہوں نے ایک بخیل کے یہاں بلا کھانے کی ملازمت کی اور یہ خیال کیا کہ کچھ نہ کچھ تو چھوڑ ہی دیا کرے گا۔ جب میاں کے سامنے کھانا لا کر رکھا تو اپنا بھی تخمینہ کر لیا کہ اتنی روٹی اور اس قدر بوٹ میرے لیے بھی بچ رہیں گے اور امیر صاحب نے حصہ مزعومہ سے تجاوز کیا تو ملازم نے سوچا کہ دو روٹی دو بوٹی تو چھوڑ ہی دیوے گا۔ جب اس سے آگے بڑھا تو فقط ایک ہڈی ہی بچ رہے گی۔ جب انہوں نے ہڈی لے کر چوسنی شروع کی تو بے ساختہ باورچی کی زبان سے نکلا کہ ہائے ہڈی بھی کھا گیا۔

ف: مطلب یہ ہے کہ لالچی سے ضبط نہیں ہو سکتا اس لیے شریعت میں بخل کی مذمت کی گئی ہے۔ یاد رکھو ایک بخل مذموم ہے اور ایک بخل محمود ہے طبیعت کا ایسا بخیل ہو جانا کہ زکوٰۃ اگر فرض ہے تو بخل کی وجہ سے ادا نہ کرے مالی حقوق لوگوں کے ہوں یا بیوی کا نان ونفقہ صاحب وسعت ہونے کی وجہ سے ادا نہ کرے ایسا بخل مذموم ہوتا ہے۔ فضول خرچی سے پرہیز کرنا اور معصیت کے کاموں میں مال خرچ کرنے سے رکنا ایسا بخل محمود بلکہ واجب ہے۔

تیل اور پانی کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ ایک گلاس میں تیل پانی اور بتی تھی ایسی صورت میں تیل اوپر رہتا ہے کیونکہ پانی وزنی ہوتا ہے پانی نے تیل سے شکایت کی اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے میں نیچے رہتا ہوں اور تو اوپر حالانکہ میں پانی ہوں اور پانی کی یہ صفت ہے کہ وہ صاف شفاف خود طاہر ومطہر روشن خوبصورت خوب سیرت غرض ساری صفتیں موجود ہیں اور تو یل خود بھی میل

اور جس پر گرے اسے بھی میلا کرے۔ کوئی چیز تجھ سے دھوئی نہیں جاسکتی۔ چاہیے یہ تھا کہ تو نیچے ہوتا اور میں اوپر مگر معاملہ برعکس ہے کہ میں نیچے ہوں اور تو اوپر۔ تیل نے جواب دیا کہ ہاں یہ سب کچھ ہے لیکن تم نے کوئی مجاہدہ نہیں کیا ہمیشہ ناز ونعم ہی میں رہے ہیں بچپن سے اب تک۔ بچپن میں فرشتے آسمان سے اتار کر بڑے اکرام سے تم کو لائے ہیں پھر جس نے دیکھا عزت کے ساتھ برتنوں میں لیا، بڑی رغبت سے نوش کیا۔ غرض ہمیشہ عزت ہی عزت اور ناز ہی ناز دیکھا، تمہاری دھوپ سے حفاظت کی جاتی ہے میل کچیل اور غبار سے حفاظت کی جاتی ہے گو اپنے مطلب کو سہی اور ہم نے جب سے ہماری ابتداء ہوئی ہے ہمیشہ مصیبتیں ہی مصیبتیں جھیلی ہیں سب سے اول تخم تھا سرسوں یا تل کا۔ سب سے اول مصیبت کا یہ سامنا ہوا کہ سینکڑوں من مٹی ہمارے اوپر ڈالی گئی، سینہ پر پتھر رکھا، پھر جگر شق ہوا۔ یہ دوسری مصیبت پڑی۔ تیسری مصیبت یہ پڑی کہ زمین کو توڑ کر باہر نکلے۔ چوتھی یہ کہ جب باہر نکلے تو آفتاب کی تمازت (گرمی) نے جگر بھون دیا۔ پانچویں مصیبت یہ کہ زیر وزبر کیا گیا اور بیلوں کے کھروں میں روندا گیا۔ اخیر میں ساتویں مصیبت تو غضب کی تھی کہ کولہو میں ڈال کر جو کچلا ہے تو جگر جگر پاش کر دیا۔ اس طرح ہماری ہستی ہوئی، عمر بھر مجاہدوں ہی میں گزری۔ سو مجاہدوں کا ثمرہ اونچا رہنا ہے اور ناز ونعم کا ثمرہ یہ نیچا رہنا ہے۔

فائدہ: ایک بزرگ درویش تھے۔ یعنی عالم پورے نہ تھے گو بے علم بھی نہ تھے۔ وعظ میں سیدھی سیدھی باتیں فرما رہے تھے اور لوگ تڑپ رہے تھے اسی مجلس میں ایک علامہ بھی حاضر تھے۔ ان کے دل میں خیال گزرا کہ یہ عجیب بات ہے ہم اتنے بڑے عالم لیکن ہمارے وعظ میں اثر نہیں اور یہ کم علم۔ مضامین بھی عالی اور دقیق نہیں لیکن ان کے وعظ میں لوگوں کی یہ حالت ہے۔ ان بزرگ کو ان کا یہ خیال مکشوف ہوگیا تھا۔ یہ حکایت بیان کر کے ان کے اس خیال فاسد کا علاج کیا جن مولانا کو یہ حکایت سنائی گئی وہ سمجھ گئے کہ یہ میرے خطرہ کا جواب ہے کہ آپ کے تو ہمیشہ ہاتھ چومے گئے۔ جب ملے اول سلام کیا گیا کیونکہ مولانا کو کبھی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ پہلے سلام کریں اور بے چارے خستہ حال شکستہ بالخصوص اس زمانہ میں دریشوں کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔ یہ وقت ہوا ہے کہ دریشوں کی قدر ہوئی ہے ورنہ جب تک اسلامی اثر غالب تھا علم ہی کا اثر عام تھا جیسے اب عام اثر دریشوں کا ہے۔ بالخصوص خلاف شرع فقیروں اور بھنگیوں کا کیونکہ جو شرع کے خلاف نہ ہو وہ تو ملا ہیں وہابی ہیں اور جتنا شریعت کے خلاف ہے بس قطب الاقطاب ہیں غوث ہیں۔ (حسن العزیز ص ۷۰)

کم فہم واعظ کی مزاحیہ حکایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک طالب علم ہمارے ہم سبق تھے۔ عورتوں نے ان کے وطن میں ان سے وعظ کے لیے کہا۔ وعظ میں آپ نے کہا کہ عورتوں کو بھی ختنہ کرانی چاہیے یہ سن کر عورتیں بہت بگڑیں اور ان کو خوب گالیاں سنائیں کہ اپنی ماں کی کرا اپنی بہن کی کرا انہیں پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔ یہ خبر دیوبند پہنچی تو میں نے کہا کہ تمہیں یہ کیا شامت سوار ہوگئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اجی میں نے تو یہ سوچا کہ معمولی مسئلے مسائل بیان کروں وہ تو معلوم ہی ہیں وہ مسئلہ بتاؤں کہ کسی کو نہ نامعلوم ہو، میں نے کہا کہ بھلے مانس یہ فعل کون سا سنت ہے۔ فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے پھر ایک غیر ضروری مسئلہ کو بیان کر کے خواہ مخواہ کیوں برائی مول لی، یہ کون سی عقلمندی تھی کہ عورتوں میں ایک ایسا مسئلہ بیان کرنے بیٹھ گئے۔

فائدہ: مقولہ ہے کہ یکم من علم را دہ من عقل می باید

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں ایک دفعہ مستورات میں میں نے وعظ اور آیت تلاوت کی۔ اس میں جب **والحافظین فروجھم** پر پہنچا تو میں بڑا پریشان ہوا کہ اس کا ترجمہ کیا کروں۔ معاً اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ اپنی آبرو کی حفاظت کرنے والے یا ناموس کہہ دیا جاوے یہ اور بھی اچھا ہے بعضے واعظوں کو دیکھا غضب کرتے ہیں صاف صاف کہہ ڈالتے ہیں۔ (حسن العزیز)

انسان اور شیطان کی دوستی کی حکایت

ایک شخص رات کو چارپائی پر پیشاب کرتا تھا۔ بیوی نے کہا کہ تو بوڑھا خرانٹ ہو کر چارپائی پر موتتا ہے اس نے کہا کہ شیطان خواب میں لے جاتا ہے اور کسی جگہ بٹھلا کر کہتا ہے کہ پیشاب کر لے، سو ایسا کراتا ہے۔ میاں بیوی مفلس بھی تھے بیوی نے کہا کہ جب شیطان سے تیری دوستی ہے وہ تو جنوں کا بادشاہ ہے اس سے مال کیوں نہیں مانگتا۔ اس نے کہا کہ آج کہوں گا۔ غرض رات کو بدستور شیطان خواب میں آیا، اس نے کہا خالی پھیکے لے جاتے ہو تم کو یہ خبر نہیں کہ ہم غریب ہیں تو کہیں سے مال دلواؤ تم کو تمام خزانوں کی خبر ہے۔ شیطان نے کہا

کہ پہلے تم نے کہا کیوں نہیں، چلو میرے ساتھ جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے لے لو یہ ساتھ ہولیا، ایک خزانہ پر لے جا کر کھڑا کیا اور وہاں سے ایک بڑا بھاری روپیہ کا توڑا کندھے پر رکھوا دیا۔ اس میں وزن تھا، زیادہ بوجھ کی وجہ سے پیشاب تو کیا پاخانہ بھی نکل گیا۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ نہ خزانہ ہے نہ روپیہ صرف پاخانہ ہے خواب میں خزانہ تھا بیداری میں پاخانہ ہوگیا۔

فائدہ: اسی طرح جب اس عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف جاؤ گے اور وہاں آنکھ کھلے گی تب معلوم ہوگا کہ وہاں جو خزانہ تھا یہاں پاخانہ ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ حالت کہ بیک بینی دو گوش۔ تن تنہا نہ کوئی یار نہ مددگار یہ تو یہاں کے متاع کی حقیقت نظر آوے گی اور جب وہاں کے درجات اور نعماء دیکھو گے تو وہی کہو گے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی اور ہم کو یہ درجہ ملتا تو کیا خوب ہوتا۔ مگر اللہ کی رحمت ہے کہ وہ اپنے اکثر بندوں کو دونوں جگہ راحت دیتے ہیں۔ اگر کسی کو تکلیف بھی ہوتی ہے تو وہ محض جسمانی تکلیف ہوتی ہے اور ان کی یاد کرنے والوں کو اس میں روحانی پریشانی نہیں ہوتی۔ (الافاضات الیومیہ ص ۱۳)

ایک طالبعلم کی ذہانت کی مزاحیہ حکایت

بازار میں ایک لونڈی نہایت حسین بک رہی تھی۔ ایک طالب علم دیکھ کر فریفتہ ہوگئے مگر کیا کریں پلے کچھ تھا نہیں اور قیمت بہت زیادہ۔ ترکیب یہ کی کہ ایک رئیس دوست سے گھوڑا جوڑا لے کر سوار ہو کر پانچ چار شاگردوں کو ساتھ لے کر رئیسانہ ٹھاٹھ سے سوداگر کی دکان پر پہنچے اور اس لونڈی کو خرید کر اسی مجلس میں آزاد کر کے نکاح کرلیا اور لے کر چل دیئے۔ بڑے آدمی سے کون کہہ سکتا ہے کہ پہلے قیمت دے دو تب بیع کروں گا۔ اب صرف روپیہ قرض رہا جب ہوگا ادا کردیں گے۔

فائدہ: ذہانت بھی عجیب چیز ہے، عجیب ترکیب سے لونڈی نکاح میں لے آیا۔

بوڑھے آدمی پر رحمت خداوندی

حضرت یحیٰی بن اکثم جو بخاری علیہ الرحمتہ کے شیخ ہیں انتقال کے بعد جب ان کی پیشی ہوئی تو حق تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ ارے بدحال بوڑھے فلاں دن یہ کیا فلاں دن یہ کیا یہ

خاموش تھے کوئی جواب نہ دیا پھر سوال ہوا کہ جواب کیوں نہیں دیتا۔ عرض کیا کہ اے اللہ کیا جواب دوں، یہ واقعات سب صحیح ہیں مگر ایک بات سوچ رہا ہوں، سوال ہوا کیا سوچ رہا ہے۔ عرض کیا کہ یہاں کا تو یہ حال سنا نہ تھا، ارشاد ہوا کیا سنا تھا؟ عرض کیا کہ اے اللہ! میں نے ایک حدیث میں پڑھا تھا:

ان اللّٰہ یستحی من ذی الشیبۃ المسلم

یعنی اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہیں اور میں معاملہ اس کے برعکس دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا کہ تم نے صحیح سنا اور صحیح پڑھا، جاؤ آج صرف بوڑھے ہونے کی وجہ سے تم پر رحمت کی جاتی ہے۔

فائدہ: جنت میں تو یہ بوڑھا ہونا بھی بڑی رحمت کا سبب ہے لوگ بوڑھوں کی قدر نہیں کرتے۔ اگر داڑھی میں سفید بال آجائے تو نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (نعوذ باللہ)

حکایت چور کی ہوشیاری کی

ایک چور کی حکایت ہے کہ وہ کسی گھر میں چوری کرنے گیا، گھر والا بہت کم سوجھ تھا اس کو کھٹکا جو معلوم ہوا تو اس نے روشنی کرنے کے لیے چقماق سے آگ جھاڑی۔ چقماق نے چنگاری دی مگر چور نے کیا کیا کہ اس کے اوپر انگلی رکھ دی وہ سمجھا کہ چنگاری از خود بجھ گئی۔ پھر دوبارہ جھاڑی پھر چور نے یہی کیا غرض گھنٹے گزر گئے اور آگ ہی نہ جلی اور چراغ روشن نہ ہوا۔ آخر وہ تھک کر بیٹھ رہا کہ خدا جانے آج چقماق کیسی آگ دیتا ہے کہ جلتی ہی نہیں۔ بس چور نے خوب فراغ کے ساتھ اپنا کام کیا، مال لے کر بھاگ گیا۔

فائدہ: یہی حالت ہمارے اعمال کی ہے کہ ان سے نور پیدا ہوتا ہے اور چنگاریاں جھڑ جاتی ہیں مگر شیطان موجود ہے انگلی سے ان چنگاریوں کو دبا دیتا ہے ورنہ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اعمال صالحہ مسلمان ہر وقت کرتا ہے تو گویا ہر وقت ایک ایک چنگاری جھڑتی ہے اگر یہ ایک ایک چنگاری بجھا دی گئی ہوتی تو اب تک تو اتنی ہو جاتیں کہ ایک عالم جل اٹھا ہوتا مگر کچھ بھی نہیں، ہنوز روز اول سے ہم سچ مچ تیلی کے بیل ہیں کہ ساری عمر چلے اور وہیں کے وہیں موجود ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ کام طریقہ سے نہیں کرتے اور اعمال کی شرائط کو پورا نہیں کرتے۔

نماز اور ذکر وغیرہ سے قلبی نور جو پیدا ہوتا ہے وہ آنکھ سے نامحرم عورتوں کو گھورنے، زبان سے لایعنی کلام کرنے اور کان سے گانا اور غیبت سننے سے جاتا رہتا ہے کوئی شخص اگر آنکھ، زبان اور کان کی حفاظت کرے وہ نور دل میں جمع رہتا ہے شریعت پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔

طالب علم اور ملاح کی حکایت

ایک نحوی کو دریا کا سفر پیش آیا۔ علم نحو سے زیادہ دلچسپی تھی۔ جاہلوں کو حقیر سمجھتے تھے جب کشتی میں بیٹھے مطمئن ہو کر ملاح سے دریافت فرماتے ہیں کہ میاں تم نے نحو بھی پڑھی ہے۔ اس نے کہا نہیں صاحب میں نے نحو نہیں پڑھی۔ فرمانے لگے کہ تو نے اپنی آدھی عمر یونہی کھوئی وہ بے چارہ یہ سن کر غمزدہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ اتفاق سے کشتی بھنور میں پڑ گئی اب اس ملاح کا موقع آیا۔ دریافت کیا مولوی صاحب آپ نے تیرنا بھی سیکھا ہے فرمانے لگے نہیں تو ملاح نے جواب دیا کہ جناب ساری عمر کھوئی کیونکہ کشتی اس بھنور میں ڈوبتی ہے۔

محوی باید نہ نحو ایں جا بداں گر تو محوی بے خطر درآب راں

افسوس علم دین اور دوسرے علوم کی اس حکایت سے حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ علم دین ہی انسان کو دین دنیا میں کامیاب کرتا ہے دوسرے علوم علم دین کے بغیر ایسے ہیں جیسے ملاح کی کشتی ڈوبنے لگی تو علم نحوی بیکار ثابت ہو۔

عالمگیر اور راجہ کے بیٹے کی حکایت

عالمگیر کے زمانہ کی ایک حکایت ہے کہ ایک راجہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس نے ایک لڑکا چھوڑا خوردسال اور راجہ کا ایک بھائی جوان تھا۔ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ عالمگیر بھائی کو راجہ بنائیں گے مگر وزیر اعظم کی رائے بیٹے ہی کو راجہ بنانے کی تھی اس لیے اس بچہ کو عالمگیر کے روبرو پیش کرنے کی رائے قائم کر کے شاید اس کو دیکھ کر عالمگیر رحم کھا کر اس کے لیے گدی تجویز کر دیں۔ اس کو اپنے ساتھ لے چلا اور تمام راستہ سکھاتا ہوا لایا کہ بادشاہ فلاں بات پوچھیں تو یوں کہنا اور اگر یہ دریافت کریں تو یوں جواب دینا۔ جب قلعہ کے دروازہ پر پہنچے لڑکے نے کہا کہ ان باتوں کے علاوہ اگر اور کچھ پوچھا تو کیا کہوں گا وزیر اس سوال سے دنگ رہ گیا اور کہا صاحبزادے جس خدا نے یہ سوال تجھے سکھلایا ہے ان باتوں کے جواب بھی

وہی خدا سکھادے گا۔ غرض عالمگیر کو اطلاع ہوئی وہ حویلی میں تھے، لڑکے کو بوجہ خورد سال ہونے کے اندر بلالیا اور اس وقت لنگی باندھے حوض کے کنارے پر غسل کے لیے کھڑے تھے لڑکے کے دونوں ہاتھ پکڑ کر حوض کے مقابل کر دیا اور کہا چھوڑ دوں لڑکا قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا کہ آپ مجھ کو ڈوبنے سے کیا ڈراتے ہیں۔ میں کیسے ڈوب سکتا ہوں آپ کی تو وہ شان ہے کہ کسی کی اگر انگلیوں بھی پکڑلیں تو وہ ڈوب نہیں سکتا اور میرے تو دونوں ہاتھ آپ کے ہاتھوں میں ہیں میں کیسے ڈوب سکتا ہوں۔ عالمگیر اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور اسی کو راجہ بنادیا اور بالغ ہونے تک وزیر کو سرپرست مقرر کردیا۔

فائدہ: دیکھئے اس واقعہ میں تعلق اور وثوق وتوکل ظاہر کرلینے سے یہ اثر ہوا حالانکہ یہ شاعرانہ نکتہ تھا اور حق تعالیٰ کے یہاں تو حقائق ہیں اور حقیقت میں وہ کیا عالمگیر تھے۔ حقیقی عالمگیر تو خدا تعالیٰ ہیں مگر اتنا معلوم ہوا کہ یہ عمل ہے کامیابی کا یعنی وثوق (بھروسہ) کرنا پس تم بھی حسن ظن اور قوت رجاء کو اپنا نقد وقت رکھو پھر ثمرہ دیکھو۔ اس لیے حدیث میں ہے: ان اللّٰہ یحب الملحین فی الدعاء کہ اللہ میاں الحاح کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ خود چاہتے ہیں کہ ہم سے کوئی لے چنانچہ روزانہ شب کے وقت شہنشاہ حقیقی آسمان اول کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کوئی ہے ایسا اور کوئی ہے ایسا جو ہم سے کچھ مانگے اس لیے بدوی خوب دعا مانگتے ہیں خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعا کرتے ہیں کہ مجھ کو بخش دے پھر کہتے ہیں ضرور بخشے گا کیوں نہیں بخشے گا جیسے کوئی لڑتا ہے یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح زاری کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (نشر الرحمۃ ص ۲۹)

جاہل حافظ کی حکایت

ایک جاہل نے کسی مولوی سے نکاح پڑھانے کے لیے کہا تھا انہوں نے واقعہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مرد وعورت میں باہم قرابت محرمیت ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ نکاح نہیں ہوسکتا، اس کی خوشامد کی مگر مولوی صاحب کیسے مانتے ہیں اس نے ایک مؤذن سے پڑھوالیا اور صبح آکر مولوی صاحب سے کہا کہ واہ تم تو بڑے عالم مشہور ہو تو تم

سے ایک نکاح نہ ہوسکا، دیکھو مؤذن نے پڑھ دیا۔

فائدہ: یہ علماء کی غلطی ہے کہ وہ لوگوں کی دل شکنی کا خیال کرتے ہیں اور جواب دینے بیٹھ جاتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ایسی وسعت اخلاق میں لوگوں کی دین شکنی ہے جو دل شکنی سے اشد ہے۔

ایک سوداگر اور طوطی کی حکایت

ایک شخص نے طوطی کو یہ جملہ سکھا دیا تھا ''دریں چہ شک'' اس میں کیا شک ہے۔ پھر بازار میں آ کر دعویٰ کیا کہ میری طوطی فارسی بولتی ہے چنانچہ ایک سوداگر نے طوطی سے پوچھا کہ کیا تیری قیمت اتنی ہے جتنی مالک بتلا رہا ہے کہا دریں چہ شک؟ (اس میں کیا شک ہے) سوداگر بہت خوش ہوا اور خرید کر گھر لایا۔ اب جو بات بھی کرتا ہے اس کے جواب میں دریں چہ شک ہی آتا ہے، کہنے لگا کہ میں بہت احمق تھا جو تجھے اتنی رقم دے کر لایا۔

فائدہ: پس جو شخص کسی عورت کی خوبصورتی ہی کو دیکھتا ہے اس میں دینداری کو نہیں دیکھتا وہ بھی اسی طرح بعد کو افسوس کرے گا۔

ایک مہستی نامی عورت کی حکایت

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے مہستی نامی عورت کی حکایت لکھی ہے۔ ایک دفعہ مہستی بیمار ہوئی تو اس کی بوڑھی ماں یوں دعا کرتی تھی کہ کاش میں مرجاؤں اور مہستی اچھی ہوجائے ایک دن اتفاق سے اس کے گھر میں ایک گائے اس حلیہ سے آئی کہ اس کے منہ میں ایک ہانڈھی پھنسی ہوئی تھی، گائے نے کسی کی ہانڈی میں منہ ڈالا تھا، پھر منہ باہر نہ نکل سکا کیونکہ وہ پھنس گئی تھی تو اب وہ ہانڈی کو لیے پھرتی تھی۔ اس بڑھیا نے جو گائے کا یہ حلیہ دیکھا تو یوں سمجھی کہ یہ وہی موت ہے جس کو میں روز بلایا کرتی تھی اب تو بڑی گھبرائی اور کہنے لگی:

گفت اے موت من نہ مہستیم پیر زال غریب محنتم

اے موت مہستی میں نہیں ہوں وہ تو تیرے سامنے پلنگ پر پڑی ہے اسے لے لے میں تو غریب محنتن بڑھیا ہوں مجھے لے کر کیا کرے گی۔

فائدہ: عام عورتیں کہا کرتی ہیں ہائے میرا بیٹا نہ مرتا میں مر جاتی یہ زبانی کلامی باتیں ہیں۔ اگر کہا جائے اچھا تمہاری جان نکال لی جاتی ہے تو کبھی رضامند نہ ہوں۔

گیارہویں پر غیر مستحقین کو بلانے کی حکایت

ایک قصبہ میں ایک شخص کے یہاں گیارہویں تھیں دس آدمیوں کی دعوت کی اور اس میں بلائے گئے کون ڈپٹی تحصیلدار، نائب تحصیلدار وغیرہ وغیرہ جب وہ کھانا کھا کر نکلے تو ایک شخص نے کہا کہ جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں وہ ان کو دیکھ لے۔

فائدہ: اہل سنت کا یہ مسلک ہے کہ مردوں کو ایصال ثواب، پہنچتا ہے۔ ایصال ثواب پہنچانے کا طریقہ یہ ہے کہ اناج پکا کر بانٹنے کے بجائے سوکھا اناج تقسیم کر دیا جائے اور اس سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ خفیہ طور پر غرباء مساکین کو نقد رقم تقسیم کر دی جاوے جو صحابہ کرامؓ کا عمل بھی ہے ریا کاری اور نمود و نمائش کی آفتوں سے بھی بچاؤ ہے۔ خفیہ صدقہ خیرات کا ثواب بھی بدرجہ اتم زیادہ ہے غرباء میں نقدی تقسیم کرنے سے یہ بھی فائدہ ہے کہ وہ اپنی اپنی ضرورت ہو آپ اس کو چاول کھلا دیتے ہیں۔ اگر نقدی دیں تو اس غریب کا کتنا فائدہ ہے لیکن آج کل ایصال ثواب مردوں کا صرف برادری کے طعنہ سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے اگر چہلم کی رسم نہ کی تو برادری ناراض ہو جائے گی۔ نام ایصال ثواب کا ہوتا ہے اور کھاتے غیر مستحقین ہیں۔ غمی کی جتنی رسومات کی جاتی ہیں ان میں مدعو زیادہ عزیز و اقرباء ہوتے ہیں مساکین تو برائے نام دو چار بلا لئے جاتے ہیں۔ یاد رکھو اخلاص نیت کے ساتھ جتنا مساکین کو ایصال ثواب کی نیت سے دے دو گے وہی پہنچے گا بقیہ مالی وسعت والے مستحقین حضرات کو کھلانے سے ثواب مردے کو نہیں پہنچے گا یہ تو وہی مثل ہوئی کہ زکوٰۃ بجائے غریب کے دینے کے صاحب نصاب کو دے دی جاوے تو ادا نہیں ہو سکتی۔

ایصال ثواب کے لیے کسی دن کا تعین کرنا بے اصل ہے اور جمعرات کے روز ارواح کا گھروں میں آنا جو ختم نہ دلائے تو روحیں روتی واپس جاتی ہیں۔ یہ بے اصل بات ہے۔ یاد رکھو! اگر روح نیک ہے تو وہ دنیا میں آتی کیوں ہے اس کو تو عالم برزخ میں ایسا رزق ملتا ہے جو دنیا والوں نے خیال و خواب میں بھی نہ دیکھا ہو جس کو جنت کا رزق ملتا ہو وہ کب دنیا کی چیزوں کا

طالب ہوگا اور جو دوزخی روح ہے اس کو کب دنیا کی سیر کے لیے اجازت ملتی ہے۔ اسی طرح فرشتے دوزخی روح کو عالم دنیا میں نہیں آنے دیتے۔ ایصال ثواب سے منع نہیں کیا جاتا بلکہ منع کرنے والا ایک صورت سے منع کرتا ہے اور دوسری صورت ثواب پہنچانے کی بتلاتا ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ جیسے حکومت حج ممبئی کے راستہ سے منع کردے اور چاٹگام سے اجازت دے دے۔ پس دوسری صورت ثواب پہنچانے کی یہ ہے کہ جتنا روپیہ رسم قل اور چہلم وغیرہ میں خرچ کرتے ہو محتاج، بیواؤں کو چھپا کر دے دو، دیکھو کتنا ثواب ہوتا ہے مگر بڑا خیال تو یہ ہے کہ برادری کیا کہے گی، چار چار دانہ برادری کو ملنے چاہئیں تاکہ شہرت ہو جاوے چاہے بھلا ایک کا بھی نہ ہو۔ یعنی مردے کو ثواب پہنچانے سے غرض نہیں برادری خوش ہو جاوے، مردے کو ثواب اس طریقہ سے زیادہ پہنچتا ہے کہ نقد رقم غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی جاوے۔

ایک دیہاتی کی حکایت

ایک شخص تھا اس کے پاس ایک گدھا تھا اور بیوی بچے اور کنبہ رکھتا تھا اس کو سفر پیش آیا اس نے تجویز کی کہ ایک جانور ہے اور کئی سوار ہیں، باری باری سب مل کے چڑھتے اترتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ پہلے وہ خود سوار ہوا اور اپنے سیانے لڑکے اور بیوی کو پیادہ لے کے چلا۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں گزر ہوا، گاؤں والوں نے اسے سوار دیکھ کر کہا کہ تجھے سوار ہوتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ بچہ پیادہ اور عورت جو قابل رحم ہے وہ پیادہ اور ہٹا کٹا ہو کے سوار ہے اس نے کہا کہ بات تو ٹھیک ہے بس خود اتر پڑا اور بیوی کو سوار کر دیا۔ دوسرے گاؤں میں پہنچا، گاؤں والوں نے دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ جورو کا غلام ہے کہ سائیس کی طرح گھوڑے کی رسی پکڑے چلا جا رہا ہے۔ ارے کم بخت تجھ پر کیا مار آئی تو نے اپنا وقار کیوں کھویا؟ اس نے کہا یہ بھی سچ آؤ اب سب مل کے سوار ہوں چنانچہ وہ اس حالت میں ایک تیسرے گاؤں میں پہنچا وہاں لوگوں نے کہا کہ ارے کیسا ظالم ہے کہ جانور پر سب کو ایک دم لاد دیا ہے۔ ارے ایک دفعہ گولی مار دے ترسا ترسا کے مارنے سے کیا فائدہ۔ اس نے کہا یہ بھی معقول، فرداً فرداً بھی بیٹھ چکے، عورت کو بھی تنہا سوار کر چکے، سب مل کر بھی بیٹھ چکے، اب صرف یہی احتمال باقی ہے کہ کوئی بھی سوار نہ ہو۔ چنانچہ سب مل کر پیادہ پا چلے اب

پانچویں گاؤں پر گزر ہوا وہاں لوگوں نے اس حالت کو دیکھ کر کہا دیکھی ناشکری۔ خدا تعالیٰ نے سواری بھی دی تو اس کی قدر نہیں، ارے اگر ایک سواری تھی تو سب مل کر باری باری چڑھتے اترتے چلے جاتے اس نے کہا کہ اب کسی طرح الزام سے نہیں بچ سکتے اب وہی کرو جو اپنے جی میں آوے اور کسی کے کہنے کی پرواہ مت کرو۔

فائدہ: کوئی کام بھی کرو اللہ کی رضا مقصود ہونی چاہیے۔ حدیث میں ہے جو شخص اللہ کو ناراض کر کے دنیا کو خوش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے حوالے کر دیتے ہیں جو شخص دنیا کو ناخوش کر کے اللہ کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کا کفیل بن جاتا ہے۔

اکبر بادشاہ کی حکایت

اکبر بادشاہ نے کسی خوشی میں اپنے بھانڈ کو ایک ہاتھی دے دیا۔ وہ کھلاوے کہاں سے آخر اس نے ایک ڈھول اس کے گلے میں ڈال کر چھوڑ دیا۔ اکبر بادشاہ نے اتفاقاً اس ہیئت میں دیکھا، پوچھا اس نے کہا حضور جب مجھ سے کھلایا نہ گیا میں نے ڈھول گلے میں ڈال کر چھوڑ دیا کہ بھائی مانگ اور کھا۔

فائدہ: اس طرح بعض لوگ مولویوں ہی سے سارے کام لینا چاہتے ہیں کہ خود ہی چندہ کرو حالانکہ مولویوں کے ذمہ صرف احکام دین کی تبلیغ چاہیے اور چندہ کا کام امراء کو کرنا چاہیے۔

ایک بے نمازی گنوار کی حکایت

ایک گنوار سے کسی مولوی نے کہا کہ اگر تو چالیس دن نماز پڑھ لے تو تجھ کو میں بھینس دوں گا۔ گنوار نے کہا بہت اچھا جب چالیس دن گزر گئے تو گنوار آیا اور کہا مولوی صاحب میں نے چالیس دن نماز پڑھ لی، بھینس دلوائیے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے تو بھینس دینے کو صرف اس واسطے کہا تھا کہ تجھ کو نماز کی عادت ہو جائے، گنوار نے کہا کہ تم جاؤ ہم نے بھی بے وضو ہی ٹرکائی تھی۔

فائدہ: پس ثابت ہوا کہ عمل کا اثر اسی وقت ہوتا ہے جب دل سے اخلاص نیت کے ساتھ کیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بزرگ کی خدمت میں سو برس بھی رہے اور اپنی اصلاح کی نیت نہ ہو تو خود بخود اصلاح نہیں ہو سکتی۔ (تذکیر الآخرہ ص ۱۸)

خواب دیکھنے کی حکایت

کسی پیر مرد کی حکایت ہے کہ مرید نے پیر سے خواب بیان کیا، دیکھتا ہوں کہ میری انگلیاں پاخانہ میں بھری ہوئی ہیں اور آپ کی انگلیاں شہد میں۔ پیر جی نے کہاہاں ٹھیک تو ہے اس میں شک ہی کیا ہے، ہم ایسے ہی ہیں اور تو ایسا ہی ہے۔ مرید نے کہا ابھی خواب پورا نہیں ہوا، یہ بھی دیکھا کہ میں تمہاری انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور تم میری انگلیاں چاٹ رہے ہو۔

فائدہ: اس حکایت سے یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ مرید تو پیر سے دین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مشابہ شہد کے ہے اور پیر مرید سے دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے کہ مشابہ پاخانہ کے ہے۔

ایک متکبر رئیس کی حکایت

ایک شخص حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے اللہ کا نام لینے والے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ متکبر رئیس کے مکان کے سامنے سے گزرے مگر غریب قوم کے تھے۔ اللہ کا نام لینے سے طبیعت میں لطافت آ ہی جاتی ہے۔ ان رئیس صاحب نے کہا کہ یہ کون ہے جو ہماری برابری کرتا ہے بڑا صاف ستھرا بن کر نکلتا ہے اور اٹھ کر غریب کے پانچ جوتے مار دیئے۔ اس نے یہ کہا کہ قیامت میں کسر نکلے گی۔ ان رئیس صاحب نے مسخرہ پن سے جوتا سامنے رکھ دیا کہ تو میرے مار لے۔ اس نے کہا کہ بھلا میری کیا مجال۔ تو آپ کیا کہتے ہیں اب بھی معلوم ہوا کہ ہم کو خدا ہی کا حکم ہے کہ تم کو مارا کریں کیونکہ دیکھ لے ہم نے تو تیرے بلا کہے جوتے مار لئے اور تو اجازت پر نہیں مار سکتا۔

فائدہ: کیا ٹھکانہ ہے اس تکبر کا یہ استدراج ہے اگر نعمتیں دلیل ہوتیں سب سے زیادہ ولی فرعون ہوتا اور اگر مصائب علامت غضب ہوتیں تو انبیاء سب سے زیادہ (نعوذ باللہ) مغضوب ہونے چاہئیں کیونکہ سب سے زیادہ مصائب انہی کو پیش آئے ہیں۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کیا تکالیف پیش آئیں تو کیا انبیاء مقبول نہیں تھے۔ خوب سمجھ لو کہ نہ دنیا کا عیش علامت ہے قرب ومقبولیت کی اور نہ اس کی تکالیف دلیل ہیں، مردودیت کی۔

جاہل بے علم کی حکایت

ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک ٹانگ ایک طرف کو اٹھا رکھی تھی، کسی نے پوچھا کہ یہ ٹانگ الگ کیسے کر رکھی تھی، کہا کہ اس پاؤں پر کچھ چھینٹ وغیرہ پڑ گئی تھیں اس لیے ناپاک تھی

اور دھونے کی فرصت نہ تھی اس لیے میں نے اس کو نماز سے خارج کر دیا۔ اسی طرح ایک جاہل امام کی حکایت ہے کہ امام نے سجدہ سہو کیا اور ظاہراً کوئی سہو نہ تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہوگئی تھی، کہتا ہے کہ پھسکی نکل گئی تھی یعنی خفیف سی ہوا خارج ہوگئی تھی اس لیے سجدہ سہو کیا۔

ایک شاعر کی حکایت

فیضی اور ابوالفضل وغیرہ شاہی دربار میں کسی اور دوسرے اہل کمال کو نہیں آنے دیتے تھے۔ ایک روز ایک شاعر جو نو وارد تھا بوسیدہ لباس پہنے شکستہ حالت میں فیضی کو سڑک پر نظر آیا فیضی کی سواری اس شاعر کے سامنے نظر آئی تو اس نے اُٹھ کر سلام کیا اور گاڑی روک لینے کا اشارہ کیا۔ فیضی نے اس کو مسافر سمجھ کر کہا کون، کہا کہا ماعز ہستم، پوچھا ماعر کدام باشد، کہا ہر کہ مصر گوید، پوچھا مصر کرا گویند۔ اس نے کہا کہ رفتم در بازار خریدم یک گنا قل اعوذ برب النا، ملک النا، الہ النا، فیضی اسے سمجھا کہ کوئی مسخر ہے۔ دربار میں نقل مجلس ہوگا۔ دربار میں حاضر کیا۔ اس حالت کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف التفات نہ کیا۔ وہ شاعر جا کر زمین پر بیٹھ گئے اور سب اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ شاعر بے تکلف بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے:

گر فرو تر نشست خاقانی | نے مرا ننگ و نے ترا ادب است
قل ھو اللہ کہ وصف خالق است | زیر تبت یدا ابی لہب است

مثال عجیب دی کہ جو مسخرہ سمجھ کر لے گئے تھے زرد پڑ گئے۔ بادشاہ نے اس شاعر کا بڑا احترام کیا۔ اسی وقت حمام بھیج کر غسل دلوا کر بدلوایا اور دربار میں جگہ دی۔ (انفاس عیسیٰ ص ۴۹۸)

کنجوس بنئے کی حکایت

ایک بنئے کی حکایت ہے وہ بیمار ہوگیا' روپیہ کثرت سے پاس تھا مگر علاج نہ کراتا تھا۔ دوست احباب کے زور دینے پر بمشکل علاج پر آمادہ ہوا مگر اس طرح سے کہ لوگوں سے پوچھا پہلے علاج کا تخمینہ کرالو' کیا خرچ ہوگا؟ چنانچہ تخمینہ کرایا گیا' طبیب کو بلا کر نبض دکھلائی' نسخہ تجویز ہوا' مدت استعمال کا تخمینہ ہوا قیمت کی تحقیق کی گئی اور حساب لگا کر بتلایا گیا کہ اس قدر صرف ہوگا کہا کہ اب دیکھو کہ مرنے پر کیا صرف ہوگا وہ بتلایا گیا اس قدر صرف ہوگا تو کہتا ہے بس اب یہی رائے ہوتی ہے مر جاویں کیونکہ علاج میں روپیہ زائد صرف ہوگا اور مرنے میں کم۔

ایک کیمیا گری سیکھنے والے کی حکایت

ایک ظریف سیاح شاہ صاحب کی نسبت ایک خان صاحب کو خیال ہو گیا کہ یہ کیمیا جانتے ہیں اور بات شروع ہوئی۔ خان صاحب! السلام علیکم! شاہ صاحب وعلیکم السلام خان صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ کیمیا جانتے ہیں شاہ صاحب ہاں جانتے ہیں۔ خان صاحب! ہم کو بھی بتلا دو شاہ صاحب! نہیں بتلاتے تمہارے باوا کے نوکر ہیں۔ پھر تو خان صاحب کو اور بھی اعتقاد زیادہ بڑھا اور منت کرنے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ خان صاحب جس طرح ہم نے سیکھی ہے اس طرح سیکھو خدمت کرو پاؤں دباؤ' حقے بھرو جو ہم کھلاویں وہ کھاؤ اور جو ہم کہیں گے وہ کرو۔ اگر کبھی مزاج خوش ہوگا اور دل میں آ جاوے گا بتادیں گے۔ خان صاحب راضی ہو گئے' رات ہوئی شاہ صاحب نے کچھ گھاس پھونس اُبال کر خان صاحب کے سامنے رکھ دیا' خان صاحب نے ایسا کھانا کب کھایا تھا' ذرا ناک چڑھانے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا اب تو اول ہی منزل ہے جب خان صاحب نے یہ رنگ دیکھا تو کیمیا سے عمر بھر کے لیے توبہ کی۔

فائدہ: جب دنیا کا کوئی ہنر بھی بغیر محنت ومشقت کے ہاتھ نہیں آتا تو دین کے لیے بھی محنت ومشقت کو برداشت کرو' دین کی طلب کا تو یہ حال ہے کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے مل جائے۔ یہ بھی گر کی بات یاد رکھو کہ جڑی بوٹیوں سے جو لوگ سونا بنانے کا دھوکہ دیتے ہیں ان کے دھوکہ میں نہیں آنا چاہیے' کئی لوگ کیمیا گری کے چکر میں عمر اور پیسہ کو بھی برباد کرتے ہیں۔ حاصل ندامت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

لاحول کا کلمہ سن کر دشمنی کرنیوالے کی حکایت

میرے ایک دوست بیان کرتے ہیں کہ میں جا رہا تھا سامنے سے ایک شخص نظر پڑے مجھے خیال ہوا کہ میرے ملنے والوں میں سے کوئی شخص ہیں۔ اس خیال کی بناء پر میں نے نہایت تپاک سے سلام کیا۔ قریب آئے تو معلوم ہوا کہ یہ تو کوئی دوسرے صاحب ہیں۔ اپنے دھوکہ کھانے پر میرے منہ سے لاحول نکل گئی۔ بس وہ شخص سر ہو گیا کہ تم نے مجھ کو شیطان سمجھا اس لیے لاحول پڑھی۔ اب یہ کتنا ہی سمجھاتے ہیں خوشامد کرتے ہیں وہ مانتا ہی نہیں بڑی

دور تک ان کے پیچھے پیچھے چلا آخر کسی گلی میں نظر بچا کر گھس کر جلدی سے نکل گئے۔

فائدہ: یہ حالت ہے ہماری دینداری کی۔ ایک گنوار نے حافظ جی کو بتلایا کہ جس رات آپ نے تراویح میں سورہ یٰسین پڑھنی ہو مجھے پہلے خبر کر دینا اس رات میں تراویح نہ پڑھوں گا۔ حافظ جی بتلانا بھول گئے' دوسرے روز خبر کی تو گنوار کو بے حد فکر ہوئی کہ میں نے سورہ یٰسین سن لی ہے میں مرجاؤں گا۔ اسی غم میں ہی موت آ گئی۔

شطرنج کھیلنے والے کی حکایت

ایک شخص شطرنج کھیل رہے تھے اور ان کا لڑکا بیمار پڑا ہوا تھا۔ اثناء شغل میں کسی نے آ کر اطلاع کی کہ لڑکے کی حالت بہت خراب ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں پھر کسی نے آ کر کہا کہ وہ مر رہا ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور یہ کہہ کر پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد کسی نے کہا کہ لڑکا انتقال کر گیا ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں۔ یہ سوال و جواب سب کچھ ہو گیا لیکن ان کو اٹھنے کی توفیق نہ ہوئی جب شطرنج بازی ختم ہوئی تو آپ کی آنکھیں کھلیں اور ہوش آیا لیکن اب کیا ہوسکتا تھا۔ فرمائیے کہ جس کھیل کا انجام یہ ہوا اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟

فائدہ: یہی حالت آج کل وی سی آر ٹیلی ویژن کی ہے گھر گھر میں یہ بیماری پھیل گئی ہے لوگوں کی اس قدر مشغولیت دیکھنے میں نظر آئی ہے کہ شطرنج کھیل سے بھی زیادہ ان کو دیکھنے کا عشق ہے۔ نئی نسل اب یہ سمجھے ہوئی ہے کہ ہم صرف دنیا میں اسی مقصد کے لیے آئے ہیں۔ وی سی آر کی کثرت سے ملک میں بے حیائی' بے پردگی' زنا کی وباء کثرت سے پھیل گئی ہے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی قدس سرہ فرماتے تھے کہ مجھے یہ تو امید نہیں کہ تم گناہ چھوڑ دو گے۔ البتہ یہ ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھ کر کرو کبھی توبہ کی توفیق ہو جاوے گی۔ افسوس ہے کہ اب بے حیائی کے کام کرنے والوں اور دیکھنے والوں کے دلوں میں گناہ کا احساس ہی ختم ہو گیا ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ کے مرید کی حکایت

حضرت معروف کرخی کی حکایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں مرید شراب خانہ میں مست پڑا ہے۔ حضرت کو غیبت کرنا اس کا برا معلوم ہوا اور اس کو سزا دینا

چاہا' زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا' فرمایا کہ جاؤ اس کو کندھے پر اٹھا لاؤ' یہ بہت چکرائے اور پچھتائے لیکن کیا کرتے پیر کا حکم تھا' شراب خانہ میں گئے اور اس کو کندھے پر لا رہے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ بھائی ان صوفیوں کا بھی کچھ اعتبار نہیں' دیکھو دونوں نے شراب پی رکھی ہے ایک کو تو نشہ ہو گیا دوسرے کو اب ہو گا۔ دونوں اپنا عیب چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

فائدہ: اس لیے حدیث شریف میں غیبت کرنے کو زنا سے اشد بتایا گیا ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ نے عملی طریقے سے غیبت سے بچنے کا علاج کیا ہے۔

لالچی پیر کی حکایت

ایک جاہل پیر کسی جگہ اپنی مریدنی کے یہاں ٹھہرے اس نے طعام کا سامان کیا تو ایک دوسری مریدنی آئی اس نے اصرار کیا کہ میرے یہاں کھانا کھا لیجئے۔ پہلی مریدنی نے کہا کہ تیرے یہاں کیسے کھا سکتے ہیں' ٹھہرے تو میرے یہاں۔ دونوں میں خوب لڑائی ہونے لگی تو پیرزادے نے کہا کہ اس میں لڑائی کی کیا بات ہے آج یہاں کھانے دو تمہارے یہاں پھر کھائیں گے تو اس نے کہا بہت اچھا مگر میں نے آج مرغ پکایا تھا' مرغ کا نام سن کر تو پیر پھسل پڑے' پہلی سے کہنے لگے کہ بی پھر تمہارا ہی کیا حرج ہے آج اسی کے یہاں کھانے دو تو پہلی مریدنی نے دوسری کو بڑی فحش بات کہی کہ جا تو پیر سے ایسا کام کرالے۔

فائدہ: آج کل پیرزادگی تو یہ رہ گئی ہے کہ اگر میں تمہارے پاس آؤں تو کیا دو گے' اگر تم ہمارے پاس آؤ گے تو کیا لاؤ گے۔ یاد رکھو! پیر اس شخص کو پکڑو جو شرع کا پابند کسی صاحب سلسلہ سے اجازت یافتہ ہو۔ بدعات اور رسومات سے پرہیز کرتا ہو اس کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم اور آخرت کی طرف رغبت زیادہ ہو۔

مسجد کو چندہ لگانے والے کی حکایت

ایک شخص ہمیشہ چندہ وصول کر کے لاتے کہ مسجد میں لگاؤں گا۔ ان کے کسی واقف کار پڑوسی نے کہا کہ کیوں جھوٹ بولا کرتے ہو تم مسجد کا چندہ خود کھا لیتے ہو مسجد میں کب لگاتے ہو' کہنے لگا! لگاتا تو ہوں اب کے دکھا دوں گا' جب چندا لائے تو ان کو ساتھ لے گئے اور روپیہ کو مسجد میں خوب رگڑا' کہا دیکھو لگایا یا نہیں؟

فائدہ: جیسے ایک شخص دودھ فروخت کرتا تھا اور قسم کھاتا تھا کہ دودھ میں پانی نہیں ملایا۔ ایک پڑوسی شخص نے جھوٹ بولنے پر اعتراض کیا تو کہا دیکھو میں نے دودھ میں پانی نہیں ملایا' میں نے تو پانی میں دودھ ملایا ہے۔ یعنی پہلے برتن میں بھر دیا اوپر دودھ ڈال دیا۔
(کلمۃ الحق ص ۱۷۹)

تحصیلدار کے تبادلہ کی عجیب حکایت

تحصیلدار رشوت خور تھے مگر ان سے سب حکام خوش تھے اس لیے باوجود لوگوں کے شاکی ہونے کے ان کی بدلی نہیں ہوتی تھی۔ ایک گنوار نے کہا کہ میں ان کی بدلی کراؤں گا۔ وہ گنوار کلکٹر کے بنگلہ پر شکایت کرنے کے لیے پہنچا' کلکٹر نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو' کہا میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ موروثی کسے کہتے ہیں مجھے کسی نے ٹھیک نہیں بتایا۔ کلکٹر نے جواب دیا کہ ۱۲ برس تک جس زمین پر کاشت کار کا قبضہ رہے تو زمیندار اس زمین کو کاشت کار سے چھڑا نہیں سکتا۔ گنوار نے کہا کہ یہ خوب سنائی مجھے یہ فکر ہو گیا کہ تحصیلدار کو گیارہ برس تو ہو گئے اگر ایک سال اور ہو گیا تو موروثی ہو جائے گا پھر نہ تیرے باپو (باپ) سے جانہ میرے باپو (باپ) سے جا۔ کلکٹر نے یہ سن کر تحقیقات کی تو واقعی رشوت لینا ثابت ہوا۔ پس ان کو تبدیل کر دیا۔

فائدہ: رشوت کا گناہ معمولی نہیں' حقوق العباد میں داخل ہے توبہ سے معاف نہیں ہوتا بلکہ صاحب حق سے معاف کرانا پڑتا ہے یعنی جس سے رشوت لی ہے اس کو واپس رقم کر دیں جن سے معاف کرانا ممکن ہو معاف کرائیں ورنہ تخمینہ سے اس کی قیمت تجویز کر کے کسی کو دے دو۔

سیاح عورت کی ہوشیاری

ایک سیاح عورت لکھنؤ میں ایک بڑے بزاز کی دکان پر آئی اور کپڑا دیکھنے کیلئے نکلوایا اور اس کپڑے کو اپنی گاڑی پر رکھوالیا اور بزاز سے کہا کہ تم بھی گاڑی پر بیٹھ کر ہمارے ساتھ چلو ہم یہ کپڑا اپنے صاحب کو دکھلالیں وہ تم کو دام دے دیں گے۔ وہ بے چارہ گاڑی پر بیٹھ کر ساتھ چل دیا' وہ عورت پہلے شفاخانہ میں سول سرجن سے کہہ آئی تھی کہ ہمارے ایک ملازم کو جنون ہو گیا ہے اور وہ حالت جنون میں یہ کہا کرتا ہے کہ دام لاؤ' دام لاؤ' میں اس کو

لاتی ہوں آپ اس کا علاج کریں۔ چنانچہ وہ عورت اس بزاز کو لے کر اب شفا خانہ پہنچی اور سول سرجن سے کچھ انگریزی میں بات چیت کر کے اپنی گاڑی میں بیٹھی اور چل دی۔ بزاز بے چارہ یہ سمجھا کہ اس نے ڈاکٹر سے داموں کی بابت کہہ دیا ہوگا۔

وہ تھوڑی دیر تو چپ بیٹھا رہا کہ اب دے دیں گے۔ جب زیادہ دیر ہوئی تو خود بے چارے نے کہا کہ ''دام لاؤ'' سول سرجن نے کہا کہ اچھا اچھا ٹھہرو اس کو دورہ جنون شروع ہو گیا چنانچہ اس نے اس بیچارہ بزاز کو زبردستی پاگل خانہ بھجوادیا' گھر پر عزیز واقارب نے یہ خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت اس کو اپنے ساتھ لے کر کہیں کو چل دی۔ اسی وجہ سے واپس نہیں ہوا' کچھ عرصہ بعد اتفاقاً کسی ضرورت سے اس بزاز کے محلّہ کا یا کوئی اور جاننے والا پاگل خانہ گیا تو اس بزاز نے اس کو اپنا سارا قصہ سنایا اور یہ کہا کہ میرے عزیز واقارب سے کہہ دینا کہ جلد مجھے آ کر اس مصیبت سے چھڑادیں۔ تب اس شخص نے جا کر بزاز کے گھر کہا اور اس کے عزیز واقارب سول سرجن کے پاس گئے اور کہا کہ صاحب وہ شخص پاگل نہیں ہے بلکہ اس عورت نے چالاکی سے کپڑا اُڑایا۔ تب اس بے چارہ بزاز کی پاگل خانہ سے رہائی ہوئی۔

فائدہ: مولانا روم فرماتے ہیں: لاجرم کید زناں باشد عظیم۔ عورتوں کا مکر بلا کا ہوتا ہے۔ عورت کی چالاکی غضب کی ہوتی ہے۔ اہل عقل کی عقلوں کو اُچک لیتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ عورت کو راز کبھی نہ دو چاہے تمہاری بیوی ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت مرزا صاحبؒ کی بچوں سے محبت کی حکایت

فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ انہوں نے ایک مرید سے کہا کہ اپنے بچوں کو دکھلاؤ' ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہ مرید پہلوتہی کرتے تھے اس وجہ سے کہ بچے شوخ ہوتے ہیں اور مرزا صاحب نازک مزاج تھے۔ آخر کار حضرت کے چند بار کے تقاضا پر ایک دن بچوں کو نہلا دھلا کر اور کپڑے پہنا کر خوب ادب سکھلایا کہ اِدھر اُدھر مت دیکھنا پست آواز سے بولنا۔

دہلی کے بچے تو ویسے ہی ہوشیار ہوتے ہیں اور پھر ان کو سکھلایا گیا اس لیے وہ خوب ٹھیک ہو گئے تب وہ ان کو لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا صاحب

نے ان بچوں کو چھیڑنا شروع کیا مگر وہ تو بندھے ہوئے تھے اس لیے ان پر اثر کچھ نہ ہوا اور بڑوں کی طرح تمیز و سلیقہ سے بیٹھے رہے۔ تب مرزا صاحب نے فرمایا کہ بچوں کو نہیں لائے' جواب دیا کہ حضرت لایا تو ہوں فرمایا کہ یہ بچے ہیں۔ یہ تمہارے بھی باوا ہیں' بچے تو وہ ہوتے ہیں کوئی ہمارا عمامہ اتارتا کوئی کچھ کرتا۔

فائدہ: حضرت والا نے فرمایا کہ اگرچہ مرزا صاحب بہت نازک مزاج تھے مگر بچوں سے کچھ تکلیف نہ ہوتی تھی۔ ناگواری تو جاننے کی ہوتی ہے نہ کہ بچوں کی جو کچھ نہیں جانتے۔

استاد اور بھینگے شاگرد کی حکایت

ایک دن استاد نے اپنے بھینگے شاگرد سے کہا کہ فلاں طاق میں ایک بوتل رکھی ہے اس کو اٹھالو۔ وہ جو پہنچا تو اس کو دو نظر آئیں۔ (شاگرد) نے کہا استاد جی وہاں تو دو بوتلیں ہیں کون سی لاؤں۔ اس نے کہا ارے احمق دو نہیں ہیں ایک ہی ہے' اس نے کہا وہاں تو دو صاف نظر آرہی ہیں' استاد نے کہا اچھا ایک کو توڑ دے اور دوسری لے آ' اب جو اس نے ایک کو توڑا دونوں غائب۔

فائدہ: اس طرح جو شخص چار سلسلوں میں کسی ایک سلسلہ کی تنقیص کرے گا وہ ان چاروں ہی سے محروم رہ جائے گا۔ بعض لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ ایک سلسلہ میں داخل ہوا اس کی رسوم کے ایسے پابند ہوئے کہ دوسرے سلسلہ کے طریق کا اختیار کرنا حرام سمجھ لیتے ہیں۔ خوب سمجھ کہ ذکر جہر نقشبندیت کے منافی نہیں اور نہ ذکر خفی چشتیت کے منافی ہے۔ مقصود دونوں کا ایک ہے دونوں کو طالب کی استعداد کے موافق جو طریقہ مفید معلوم ہو وہی بتلانا چاہیے۔ (زکوۃ نفس ص ۳۰)

چار آدمی کے سفر کرنے کی حکایت

چار آدمی سفر میں تھے۔ ایک فارسی ایک عرب' ایک ترک ایک رومی۔ کسی نے ان کو ایک درہم دیا اور سب کا جی چاہا کہ انگور کھائیں' مگر فارسی نے کہا انگور کھاؤں گا اور عربی نے کہا کہ عنب لاؤ' ایک نے کوزم کہا اور ایک نے استافیل کھانے کو کہا' ایک شخص وہاں سے گزرا جو چار زبانیں جانتا تھا' اس نے ان کے سامنے انگور لاکر رکھ دیا تو چاروں کا اختلاف ختم ہوگیا۔

فائدہ: اہل سنت کے چار امام برحق ہیں ان کا اختلاف فروعی مسائل کا وہ بھی ایک رحمت ہے کیونکہ مقصد سب کا ایک ہی ہے جس طرح کوئی حج کو پیدل جا رہا ہے کوئی بحری جہاز اور کوئی ہوائی جہاز کے ذریعے سب کا مقصد بیت اللہ شریف پہنچنا ہے۔ یہ اختلاف کفر' شرک' یا بدعت کا نہیں ہے۔

ایک گنوار کے سر میں درد تھا۔ ایک دوسرے گنوار نے کہا کہ آ میں تارا سر جھار دوں مجھے سر کے درد کی جھاڑ آتی ہے۔ وہ سر کھول کے اس کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ نے کل باللہ ھد پڑھ کر اس کے سر کو جھاڑا۔ (یہ قل ھو اللہ احد کا بگاڑا تھا) تو وہ دوسرا گنوار کہتا ہے جس کے سر میں درد تھا کہ جا ساڑے کے ساڑے تو تو ہاپچ ہی ہو گیا' ساڑے کے ساڑھے یہ خرابی ہے سالے کی جو گالی کا لفظ ہے اور ہاپچ خرابی ہے حافظ کی۔ فائدہ: سو دیکھئے اس کے نزدیک کل باللہ ھد ہی سے آدمی حافظ ہو جاتا ہے جس میں پوری قل ھو اللہ احد بھی یاد ہونا شرط نہیں۔

حریص ملاجی اور عورت کی مزاحیہ حکایت

ایک عورت نے کھیر پکا کر رکابی میں ڈال کر رکھ دی' اتفاق سے اس رکابی میں کتا منہ ڈال گیا تو اس نے مٹی کی دوسری رکابی میں اسے نکال کر اپنے لڑکے کو دی کہ مسجد کے ملا کو دے آ' وہ ملاجی کے پاس لایا تو وہ بڑے خوش ہوئے فوراً ہاتھ مارنے لگے اور ادھر ہی سے منہ مارا جدھر سے کتے نے کھائی تھی' لڑکے نے کہا کہ ادھر سے نہ کھاؤ ادھر سے کتے نے کھائی ہوئی ہے' یہ سن کر ملاجی جھلا گئے اور رکابی کو بہت دور پھینکا وہ پھوٹ گئی تو بچہ رونے لگا' ہائے میری ماں مارے گی! ملاجی نے کہا ابے مٹی ہی کی تو تھی کہنے لگا:

اجی میری ماں میرے چھوٹے بھائی کو اس میں ہگایا کرتی تھی یہ سن کر تو ملاجی کو متلی ہونے لگی کہ طرف دمظروف دونوں ہی نور بھرے تھے۔

فائدہ: آج کل ہماری حالت یہ ہے کہ اللہ نام کے لیے خراب سے خراب چیزیں تجویز کی جاتی ہیں۔ پھر غضب یہ کہ مسجد کے ملانوں کے ساتھ خود ہی تو یہ برتاؤ کرتے ہیں اور خود ہی ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ ارے بھائی جب تم اپنے آپ اچھے سے اچھا کھاؤ اور ان کو کبھی نہ پوچھو اور جو پوچھو بھی تو ایسے وقت جب کہ تم خود نہ کھا سکو تو بتلاؤ وہ حریص ہوں گے یا

نہیں؟ پھر تنخواہ ان کی ایسی قلیل مقرر کی جاتی ہے جس میں روکھی روٹی بھی وہ نہیں کھا سکتے تو پھر وہ حریص نہ ہوں تو اور کیا ہوں۔ (تفصیل الدین ص ۶۷)

اشعب طماع کی مزاحیہ حکایت

اشعب طماع کی حکایت ہے یہ معمولی شخص نہیں ہیں بڑے معتبر علماء میں سے گزرے ہیں مگر بیچارے مجبور تھے طمع کے ہاتھوں ان کی طمع کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں۔ چنانچہ ایک بار انہیں بہت سے لڑکے چھیڑ چھاڑ رہے تھے جو آدمی کسی بات میں مشہور ہو جاتا ہے قاعدہ ہے کہ اسے لوگ چڑایا کرتے ہیں۔ انہوں نے لونڈوں سے کہا کہ میاں فلانی جگہ کھانا بٹ رہا ہے یونہی جھوٹ موٹ کہہ دیا' اپنا پیچھا چھڑایا' لونڈے دوڑ کر اس طرف کو جھپٹے انہیں دوڑے ہوئے جاتا دیکھ کر آپ کیا دل میں کہتے ہیں کہ اجی شاید بٹ ہی رہا ہے اور خود بھی پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔ حضرت کو طمع کے غلبے میں یہ یاد نہ رہا کہ میں نے ہی تو ان کو بھگایا تھا۔

فائدہ: حضرت ہم ان پر تو ہنستے ہیں لیکن ہم سب مبتلا ہیں ایسے ہی عدم تدبیر میں۔ ان کی طمع تو سب کو معلوم تھی' ہمارا عدم تدبر کسی کو معلوم نہیں' ہمارے دھوکہ کا کسی کو پتہ نہیں وہ کیا عدم تدبر ہے اور ہم کیونکر دھوکہ میں آ جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم اول تو لوگوں کو اپنے جھوٹے حالات اور وضع سے اپنا معتقد بناتے ہیں۔ جب لوگ معتقد ہو جاتے ہیں تو اب ان کے اعتقاد سے خود ہی استدلال کرتے ہیں کہ ہم کچھ تو ضرور ہوں گے جبھی تو لوگ اتنے معتقد ہیں ہمارے۔ اگر ہم کچھ نہ ہوتے تو کیا سارے کے سارے بیوقوف ہیں مگر ہم واقع میں کچھ نہ ہوتے تو اتنے سارے لوگ ہمارے کیوں معتقد ہو جاتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ضرور کچھ ہو گئے ہیں اور یہ خبر نہیں احمق الناس کو ہم نے دھوکہ دے کر لوگوں کو اپنا معتقد بنایا ہے اگر ہم کوئی ترکیب نہ کرتے اور پھر بھی لوگوں کو غلطیوں میں اور تلبیس میں ڈالا۔ ہم نے تو سارا کارخانہ اور منصوبہ گانٹھا کہ کسی طرح لوگوں کو اپنا معتقد بنانا چاہیے اور جب لوگ معتقد ہو گئے تو اب ہم اس منصوبہ کو بھول گئے۔

اصل مقصود اس حکایت کے نقل کرنے کا یہ ہے کہ مطلب اور محبت وہ چیز ہے کہ امید موہوم پر بھی طالب مسرور رہتا ہے۔

اگر چہ دور افتادم بدیں امید خرسندم　　کہ شاید دستِ من بار دگر جانانِ من گیرد

''اگر چہ دور پڑا ہوں لیکن اس امید پر خوش ہوں کہ شاید ہمارا محبوب حقیقی از راہ کرم ہمارا ہاتھ دوسری بار پکڑ کر اپنی بارگاہ کی طرف جذب فرمالے۔ (رمضان فی رمضان)

بدعت پر عمل کرنے کی ایک نائی کی مزاحیہ حکایت

ایک نائی کسی کا خط لے کر ایک قصبہ میں گیا وہاں جا کر اس نے السلام علیکم کہا تو شیخ زادوں نے اسے خوب پیٹا' اس نے پوچھا کہ حضور پھر کیا کہوں؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت سلامت کہا کرو اس کے بعد نماز جمعہ کا وقت آیا تو جب امام نے کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اس نائی نے پکار کہا کہ حضرت سلامت ورحمۃ اللہ حضرت سلامت ورحمۃ اللہ۔ امام نے اسے بلا کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت میرا قصہ سن لیجئے بات یہ ہے کہ میں نے یہاں کے رئیسوں کو السلام علیکم کہہ کر سلام کیا تو انہوں نے مجھے بہت مارا اور کہا کہ حضرت سلامت کہنا چاہیے مجھے ڈر ہوا کہ اگر کہیں فرشتے بھی السلام علیکم سے خفا ہو گئے تو ان میں ایک فرشتہ ملک الموت بھی ہے وہ تو میری جان ہی نکالیں گے اس لیے میں نے نماز میں بھی حضرت سلامت ہی کہا اس پر امام صاحب نے وعظ میں ان رئیسوں کی خبر لی کہ یہ کیا واہیات ہے تم لوگوں کو طریق سنت سے منع کرتے ہو۔

فائدہ:　منشاء اس کا محض تکبر ہے جنہیں قدرت ہوتی ہے ان کا تکبر زیادہ ہو جاتا ہے اور جن کو قدرت نہیں ان کے برتاؤ سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ اپنے کو بڑا بنانا چاہتے ہیں۔ (مواعظ اشرفیہ)

جاہل گنوار کی مزاحیہ حکایت

ایک گنوار کا لڑکا کسی ملا کے پاس پڑھتا تھا۔ ایک دن وہ گنوار ملا جی سے کہنے لگا کہ میرے بیٹے کو زیادہ نہ پڑھادیجیو کہیں لوٹ پوٹ پگمبر نہ ہو جاوے (کہیں پیغمبر نہ ہو جائے)

فائدہ:　تو جس طرح اس جاہل کا خیال تھا کہ زیادہ پڑھنے سے آدمی پیغمبر ہو جاتا ہے اسی طرح آج کل لوگوں کا خیال ہے کہ بس پانچ وقت کی نماز پڑھ لینے سے آدمی جنید و شبلی ہو جاتا ہے پھر اور کسی کام کی ضرورت نہیں رہتی۔

مثل مشہور ہے کہ اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے سے نہیں گزرتا اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتا ہے ہماری حالت اس اونٹ کی سی ہو رہی ہے ایک تو خود ہم میں خناس سما رہا ہے اور اوپر سے لوگوں کی تعظیم نے ہمارا ناس کر دیا اب ہم اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ دماغ سڑا کہ حق تعالیٰ کے افعال و تصرفات میں عیب نکالتے ہیں اور اعتراض و شکوہ شکایت کرتے ہیں۔ گویا خدا نے ہماری مرضی کے خلاف کیوں کام کیا۔ (وعظ التعبہ ص ۶)

ایک اعرابی کی کتے کیساتھ دوستی کی مزاحیہ حکایت

ایک اعرابی کی حکایت ہے کہ اس کا کتا سفر میں مرنے لگا' وہ اس کے پاس بیٹھا رو رہا تھا' لوگوں نے پوچھا کیا حال ہے کہا میرا رفیق بھوک سے مرتا ہے۔ سامنے ایک تھیلا نظر آیا کسی نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ کہنے لگا روٹیاں تو پوچھا گیا کہ پھر رونے کی کیا بات ہے اس کو بھی کھلا دے نہ مرے گا' کہنے لگا کہ اتنی محبت نہیں کہ داموں کی چیز کھلاؤں اور آنسو تو مفت کے ہیں جتنے چاہوں بہا دوں۔

فائدہ: یہی مثال ہمارے بعض بھائیوں کی ہے کہ ان پر اس مصیبت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر رو لیتے ہیں آنسوؤں میں کیا خرچ ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ اعمال کی اصلاح کر لیں' آئندہ کے لیے گناہوں سے توبہ کر لیں' لوگوں کے حقوق دیدیں' تیلی کے بیل کی طرح جہاں تھے وہیں ہیں۔

گر جان طلبی مضائقہ نیست — در زر طلبی سخن دریں ست

''اگر جان مانگو تو حاضر ہے اور اگر مال مانگو تو یہ بہت مشکل ہے۔'' (وعظ التعبہ ص ۱۷)

ایک ملاح کی مزاحیہ حکایت

ایک ملاح سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے باپ کہاں مرے؟ کہا دریا میں اور ماں کہاں مری؟ کہا دریا میں' پھر کہا کہ تمہارے دادا کہاں مرے کہا دریا میں' کہا تم بڑے بیوقوف ہو کہ پھر بھی دریا نہیں چھوڑتے' ملاح نے پوچھا کہ حضرت آپ کے والد صاحب کہاں مرے کہا گھر میں' کہا دادا کہاں مرے وہ بھی گھر میں مرے اس نے کہا کہ آپ بھی بڑے بیوقوف ہیں کہ پھر اسی گھر میں رہتے ہیں۔

فائدہ: سبحان اللہ حقیقت میں خوب جواب دیا خشکی ہی میں کیا اطمینان ہے، مکان گر پڑے تو کیا ہوسکتا ہے، آگ لگ جائے تو کیا ہوسکتا ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم جو دریا سے نکلتے ہی پھر سرکشی کرنے لگے تو کیا اس سے اطمینان ہو گیا کہ ہم تم کو خشکی میں دھنسا نہیں سکتے یا ہم تند ہوا بھیج نہیں سکتے۔ اگر تم اس کو بعید سمجھتے ہو تو کیا ہم اس پر قادر نہیں ہیں کہ تم کو دوبارہ کسی ضرورت کی وجہ سے دریا میں لوٹا دیں کہ پھر سفر دریا کرو اور کشتی میں سوار ہو اور ہم تم کو غرق کر دیں۔ (التعبہ ص ۱۹)

چندہ وصول کرنے والوں کی مزاحیہ حکایت

ایک جگہ مسجد زیر تعمیر تھی، سارا کام ہو گیا تھا صرف فرش باقی تھا تو ایک بزرگ واعظ نے عورتوں میں وعظ کہنا شروع کیا، اول تو مسجد بنانے کے فضائل بیان کیے پھر کہا اس وقت ایک مسجد زیر تعمیر تھی مگر وہ پوری ہو چکی جس کی قسمت میں جتنا ثواب تھا اتنا حصہ اس نے لے لیا مگر افسوس ہے کہ بیچاری عورتیں محروم رہ گئیں۔ یہ ان کی قسمت ہے یہ غریب گھروں میں بیٹھنے والی ہیں ان کو کیا خبر کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے کیا کیا دولتیں لٹ رہی ہیں۔ واقعی بہت افسوس ہوا کہ عورتیں اس ثواب میں شامل نہ ہوسکیں۔ جب واعظ نے دیکھا کہ عورتوں پر رنج وحسرت کا کافی اثر ہو چکا تو آپ فرماتے ہیں کہ اخاہ خوب یاد آیا میاں ابھی فرش تو باقی ہی ہے اور مسجد میں اصل چیز فرش ہی تو ہے فرش ہی پر نماز ہوتی ہے در و دیوار پر تھوڑا ہی پڑھی جاتی ہے۔ واقعی عورتیں بڑی خوش قسمت ہیں کہ اصل چیز انہی کے واسطے رہ گئی، اب بیبیوں کو حصہ لینے کا خوب موقع ہے اور اے بیبیو اگر فرش تم نے بنوا دیا تو کیسا لطف کا واقعہ ہوگا کہ مرد اس پر نماز پڑھیں گے اور فرشتے ان کی نمازیں لے کر دربار الٰہی میں جائیں گے تو یوں کہیں کہ لیجئے حضور بندوں کی نمازیں اور بندیوں کی جا نمازیں۔ بس یہ کہنا تھا کہ پردہ کے پیچھے سے چھنا چھن کی آوازیں آنے لگیں، کسی نے پازیب اتار کر پھینکی کسی نے جھانو را اور کسی نے بار وغیرہ۔ بندہ خدا نے ایک شاعرانہ جملہ میں ہزاروں روپے کا زیور لے لیا۔

دوسری حکایت ایک واعظ کی ہے کہ ان کے وعظ میں ایک عورت نے اپنی ایک پازیب دی تو حرمانے لگے کہ ایک پاؤں تو جنت میں گیا، ایک پاؤں دوزخ ہی میں رہا خیال تو کیجئے یہ

کیسی ترکیبیں کرتے ہیں؟ اس بیچاری نے دوسری بھی دے دی۔ واعظ کو آگے نہیں سوجھی ورنہ یوں کہنے لگتے کہ ہائے افسوس ٹانگیں تو جنت میں گئیں مگر اوپر کا جسم جنت کے باہر ہی رہا۔

فائدہ: خیال تو کیجئے یہ کیسی ترکیبیں کرتے ہیں اور اگر کسی کو ترکیب ہی کرنا ہو تو اس کے لیے قرآن وحدیث کو کیوں آڑ بنایا جائے یہ تو بہت سخت بات ہے کہ ترکیبوں کے لیے قرآن وحدیث سے کام لیا جائے۔

حافظا مے خور درندی وخوش باش والے دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

اگر ناجائز کام کرنا ہی ہے تو ناجائز طریقے سے کرو دین کو اس کے لیے ذریعے کیوں بناتے ہو۔ غرض واعظوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اگر ان کو اپنا کوئی مطلب نکالنا ہوتا ہے تو عورتوں کو عذاب سے ڈراتے دھمکاتے ہیں اور ترکیبوں چالاکیوں سے جو کچھ ہو سکتا ہے ان سے وصول کر لیتے ہیں۔ مجھے تو یہ ترکیبیں پسند نہیں یہ تو پالیسی ہے شریعت نے ہم کو پالیسی کی تعلیم نہیں دی بلکہ حدود کے اندر رہنے کا حکم دیا ہے خواہ چندہ آئے یا نہ آئے۔ (کساء النساء ص ۱۲۔۱۳)

عورتوں سے پردہ کرانے والے پیر کی مزاحیہ حکایت

ممبئی میں سنا ہے ایک پیر صاحب ایسے تھے جو عورتوں کو زبردستی اپنے سامنے بلاتے اور کہتے تھے دیکھو جی تم ہم سے اس لیے مرید ہوئی ہو تا کہ قیامت میں تم کو بخشوائیں۔ سو جب ہم تم کو دیکھیں گے نہیں تو ہم قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے بخشوائیں گے۔ ایک شخص نے اس کے جواب میں خوب کہا کہ قیامت میں تو ننگے اٹھیں گے اور تم نے یہاں اپنی مریدنیوں کو کپڑے پہنے دیکھا ہے تو وہاں ننگیوں کو کیسے پہچانو گے لہٰذا ان کو بالکل ننگا کر کے دیکھنا چاہیے۔ بس پیر صاحب کو اس کا جواب کچھ نہ آیا اور اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

فائدہ: آج کل پیروں کے یہاں یہ آفت ہے کہ خود عورتوں کو پردہ نہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ صاحبو! یہ پیری مریدی ہے یا رہزنی اور ڈاکہ ہے۔ پیر تو خدا کا مقرب بنانے کے لیے ہوتا ہے مگر ان کی حرکتیں خدا سے دور کرنے والی ہیں۔ یہ پیر خود خدا سے دور ہیں دوسرے کو کیا مقرب بنائیں گے۔ آج کل کے پیروں کو خداوند کے حقوق کی پرواہ ہے نہ بال بچوں کی نہ اعزاء کی بس اسی کا نام فقیری رکھ لیا ہے کہ تمام اہل حقوق ضائع کر کے پیر صاحب

کے حقوق ادا کیے جائیں۔ یہ سب باتیں اللہ کے رسول کے خلاف ہیں۔ یاد رکھو! جو شریعت کے خلاف کرے گا وہ پیر نہیں ہو سکتا۔ پیر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے کہ جو تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس کی بصیرت اور تجربہ کے ساتھ مریدوں تک پہنچاتا ہے تو جو شخص منیب کے خلاف عمل و تعلیم کرتا ہے تو اس کو منیب کا نائب کہنا کہاں درست و جائز ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل۔ (کساء النساء ص ۲۲-۲۳)

ساس کو حلال کرنیوالے مولوی کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت سے شادی کی تھی پھر ساس پر دل آ گیا تو ایک غیر مقلد عالم کے پاس گیا اور کہا مولوی صاحب کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ ساس سے نکاح ہو جائے کہاں ہاں! بتلا کیا دے گا؟ اس نے کچھ سو دو سو روپے دینا چاہے' کہا اتنے میں یہ فتویٰ نہیں لکھ سکتا کچھ تو ہو۔ واقعی ایمان فروشی بھی کرے تو دنیا کچھ تو ہو۔ غرض ہزار پر معاملہ طے ہوا اور فتویٰ لکھا گیا۔ وہ فتویٰ میں نے بھی دیکھا ہے اس میں لکھا تھا کہ ساس بیشک حرام ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ساس کسے کہتے ہیں۔ ساس کہتے ہیں منکوحہ کی ماں کو اور منکوحہ وہ ہے جس سے نکاح صحیح منعقد ہوا ہو اور اس شخص کی عورت چونکہ جاہل ہے اور جاہل عورتوں کی زبان سے اکثر کلمات کفریہ نکل جاتے ہیں اس لیے ضرور ہے کہ اس کے منہ سے بھی کلمہ کفریہ نکلا ہوگا اور نکاح کے وقت اس کو کلمے پڑھائے نہیں گئے اس لیے یہ مرتدہ ہے اور مرتد کے ساتھ نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ عورت منکوحہ نہیں ہے تو اس کی ماں ساس بھی نہیں۔ پس اس کی ماں کے ساتھ نکاح درست ہے۔ رہا یہ کہ وہ منکوحہ کی ماں نہیں تو منکوحہ کی ماں تو ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حرمت مصاہریت کا مسئلہ ابوحنیفہؒ کا اجتہادی مسئلہ ہے جو ہم پر حجت نہیں۔

فائدہ: حرمت مصاہرت کو اس نے غیر مقلدوں کی مد میں اڑا دیا اور ساس کو منکوحہ کی تکفیر سے اڑا دیا اور یہ سب ترکیبیں ہزار روپے نے سکھائیں۔

جب علماء میں بھی ایسے ایسے موجود ہیں تو بیچارے دنیادار، وکلاء کا تو کام ہی چٹے بٹے لڑانا ان سے تو کوئی بات بھی بعید نہیں۔ (اصلاح ذات البین ص ٦)

ایک دین دار شخص کی کم فہمی کی مزاحیہ حکایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ وعظ میں ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ تھانہ بھون میں ایک انگریز میرے پاس مسلمان ہونے کو آیا تھا۔ اتفاق سے میں اس وقت سفر میں تھا وہ بستی میں ایک صاحب کے یہاں ٹھہر گیا تو ایک اور مسلمان صاحب اس سے ملنے آئے اور پوچھا کہ آپ کس ارادہ سے آئے ہیں؟ کہاں میں اسلام لانا چاہتا ہوں مگر مجھے چند شبہات ہیں جن کو فلاں شخص سے (میرا نام لیا) حل کرانا چاہتا ہوں۔ مسلمان صاحب کہتے ہیں کہ آپ مسلمان ہو کر کیا کریں گے؟ پس ایک بدمعاش کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ (نعوذ باللہ)

اس کے تو یہ معنی ہیں کہ (نعوذ باللہ) مسلمان سب کے سب بدمعاش ہیں اور جو کوئی اسلام لاتا ہے بدمعاشوں میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ قول کسی رند کا نہیں بلکہ ایسے شخص کی زبان سے نکلا جن کی داڑھی بھی بڑی ہے۔

فائدہ: واللہ بعضے رندان لوگوں سے ہزار درجے بہتر ہیں جن کی ظاہری وضع تو نیکیوں کی سی اور دل کی یہ حالت بس ان کی وہی حالت ہے کہ:

از بروں چوں گور کافر پر حلل　　　و اندروں قہر خدائے عزوجل

(اصلاح ذات البین ص ۸)

آج کل کے محققین کے اجتہاد کرنے کی مزاحیہ حکایت

آج کل کے محققین اور مدققین کی ایسی ہے جیسے ایک شخص گلستاں دیکھ کر اس کا محقق ہو گیا۔ اتفاق سے دو شخصوں میں لڑائی ہو گئی۔ ایک ان میں سے ان حضرت کے دوست تھے وہ پٹ بھی رہے تھے اور پیٹ بھی رہے تھے۔ آپ نے دیکھ کر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ انجام یہ ہوا کہ ان کے دوست صاحب خوب پٹے اور اپنی اس حرکت پر بڑے خوش ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے گلستان میں جو پڑھا تھا:

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست　　　در پریشاں حالی و درماندگی

آج اس پر عمل کرنے کا اچھا موقع ملا اور اپنے نزدیک دوست کا پورا حق ادا کر دیا۔

فائدہ: تو جیسے وہ گلستاں کے محقق تھے ایسے ہی یہ لوگ آج کل قرآن وحدیث کے محقق ہیں۔

ایک ان ہی میں سے ایک شخص کی حکایت ہے کہ انہوں نے امام مقیم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب امام دو رکعت پڑھ چکا آپ دونوں طرف سلام پھیر کر بیٹھ گئے۔ امام نماز میں ہے اور مقتدی پہلے ہی فارغ ہو گیا۔ میں دیکھ کر سمجھا قیام سے کوئی عذر ہو گا جو دیکھ کر نماز پڑھ رہے ہیں مگر میں نے دیکھا کہ ہر رکن میں بیٹھے ہی نظر آتے ہیں۔ اب میں سمجھا کہ آپ نے امام مقیم کے ساتھ بھی قصر کیا ہے' نماز سے فارغ ہو کر میں نے ان سے کہا کہ آپ نے پوری نماز کیوں نہیں پڑھی تو آپ فرماتے ہیں کہ میں مسافر ہوں۔

فائدہ: آج کل کے ایسے محقق ہیں جنہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ اگر امام مقیم ہو تو مقتدی مسافر کو بھی چار رکعت پڑھنی چاہیے۔

ایک بڑے لیڈر کی حکایت ہے وہ سفر میں تھے پانی ملا نہیں تیمم کا ارادہ کیا مگر کبھی کرتے ہوئے کسی کو دیکھا نہیں تھا۔ اجتہاد شروع کیا۔ تقدم تو اس جماعت کے لوازم سے ہے ہر بات میں سب سے پہلے ٹانگ اڑاتے ہیں۔ آپ نے کیا کیا کہ مٹی لے کر پہلے ہاتھ کو ملی پھر چلو میں مٹی لے کر منہ میں دی' غرض وضو کی طرح تیمم کیا۔

فائدہ: افسوس ہے کہ ان لوگوں کو دین کی تو خبر نہیں اور پھر لیڈران قوم بنے ہیں۔ (احکام جا ۱ ص ۱۲)

مار کھانے میں مزہ آنے کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص کی حکایت ہے کہ اس کی بیوی بہت حسین تھی مگر پھر بھی وہ کمبخت ایک بازاری عورت پر عاشق تھا اس کی بیوی نے خیال کیا شاید وہ کچھ مجھ سے زیادہ حسین ہو گی جو میاں کو ادھر التفات ہے اور مجھ سے بے رخی ہے۔ اتفاق سے ایک دن وہ بازاری عورت خود اس شخص کی بیٹھک میں آئی' بیوی کو بڑی حیرت ہوئی کہ میاں کو اس کی کون سی ادا بھائی ہے وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اتنے میں شوہر باہر سے آیا تو بازاری عورت نے صورت دیکھتے ہی چار جوتے لگائے کہ بھڑوے تو اب تک کہاں تھا' ہم تو انتظار میں سوکھ گئے اور تیرا پتہ ہی نہیں

جوتے کھا کر میاں صاحب ہنسے اور اس کی خوشامدیں کرنے لگے۔ بیوی نے بھی یہ انداز دیکھے تو سمجھ گئی کہ اس مرد کو مار کھانے ہی میں مزہ آتا ہے۔ اب جو شام کو مرد گھر آیا تو بیوی نے بھی چار جوتے لگائے کہ نالائق اب تک کہاں تھا دن بھر سے تیرا پتہ نہیں کہاں مارا مارا پھرتا ہے تو آپ ہنس کر فرماتے ہیں کہ بی بس تیرے اندر اسی کی کسر تھی اب میں کہیں نہ جاؤں گا اب تو گھر ہی میں دعوت موجود ہے۔

فائدہ: حضرت جیسا عشق مجازی کی یہ کیفیت ہے کہ اس سے ذلت خوشگوار ولذیذ معلوم ہوتی ہے تو عشق حقیقی کا کیا کہنا۔ مولانا رومؒ ارشاد فرماتے ہیں:

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود — گوئے گفتن بہرا و اوئے بود
ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم — مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

جب کوئی کسی پر عاشق ہو جاتا ہے تو اس کو اپنی ذلت ورسوائی میں مزا آتا ہے۔ چنانچہ عاشق اس لیے اپنی عزت وغیرہ خوشی سے قربان کر دیتا ہے۔ پس اہل اللہ کو اگر غم آخرت لذیذ ہو جائے تو لوگوں کے سخت کلمات میں مزہ آنے لگے تو کیا تعجب ہے۔ اب اس مسئلہ میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ جتنا دین کامل ہوگا اتنی ہی الفت ولطف زندگانی میں ترقی ہوگی۔ گو سامان زیادہ نہ ہو۔ (اصلاح ذات البین ص ۲۵)

جاہل درویش کی مزاحیہ حکایت

ہمارے یہاں ایک رئیس تھے' قاضی امیر احمد وہ کہتے تھے کہ میں ایک دفعہ پیران کلیر میں موجود تھا ان کو درویشوں نے پکارا "او مرغے اِدھر آ" ان کو خیال بھی نہ ہوا کہ مجھ کو کوئی پکارتا ہے۔ پھر پکارا او مرغے اِدھر آ۔ اس پر انہوں نے پیچھے دیکھا کہ آخر یہ کس کو کہہ رہے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ اب ہم تجھ ہی کو تو بلا رہے ہیں۔ ان کو غصہ تو بہت آیا مگر ضبط کر کے تماشا دیکھنے چلے گئے کہ دیکھوں کیا بات ہے جب ان کے پاس پہنچے تو کہا بیٹھ جاؤ۔ دیکھ مرشد کا نکتہ سن۔ کہنے لگے کہ جب خدا نے بندوں سے احکام کا اقرار لیا تو درویش تھے اگلی صف میں اور مولوی تھے۔ پچھلی صف میں خدا نے (نعوذ باللہ) بھنگ بوزہ کا حکم دیا تھا چونکہ مولوی دور تھے بھنگ بوزہ کا نماز روزہ سن لیا اور درویشوں نے بھنگ بوزہ ہی سن لیا۔ اس لیے ہم اس میں مشغول ہو گئے اور

وہ نماز روزہ میں مشغول ہو گئے اس کے بعد کہا جا مرشدوں کا یہ نکتہ یاد رکھنا بولنا مت۔

فائدہ: یہ تصوف کے محققین ہیں ایسے ہی لوگوں نے ناس کر رکھا ہے لوگوں کا بس یہ عوام الناس کا دیا ہوا منصب ہے کہ چند جاہل باہم جمع ہو گئے اور کسی کو پیر بنالیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے تو ایسے ہی جاہل پیر پیدا ہوں گے۔ حقیقی پیر اس طرح تھوڑا ہی بنتا ہے۔ (احکام الجاہ ص ۳۸)

دو جاہل ملنگوں کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ ایک درویش نے مولوی فیض الحسن صاحب سے کہا کہ مولوی چار میم کون سے ہیں؟ وہ اس مہمل بات کو سن کر خاموش ہو گئے۔ بقول شخصیکہ جواب جاہلاں باشد خموشی۔

درویش نے کہا کہ نہیں بتلاتا تو چوغہ مولویت کا اتار کر رکھ اس کو فقیر سے سن کہ کون سے چار میم ہیں' مولا' محمدؐ' مکہ' مدینہ یہ ہیں۔ چار میم اور اس نکتہ کو یاد رکھو بھولیو مت۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے ماموں صاحب کہتے تھے کہ ایک فقیر نے ان سے کہا تھا کہ بتلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے یا رزق کا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اس پر اس نے کہا بے پیرا معلوم ہوتا ہے اور سونٹا سر پر گھما کر (جیسے ان لوگوں کی عادت ہے) کہنے لگا دیکھ اذان میں ہے اشهدان محمد ارسول الله اس میں ان پہلے ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بعد میں ان رزق کو کہتے ہیں اس لیے رزق کا مرتبہ بڑا ہے۔ (احکام الجاہ ص ۳۶)

فائدہ:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے بناید داد دست

کئی لوگ ابلیس کی قسم کے انسان پیر بن جاتے ہیں اس لیے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔

پادری اور گنوار کے مناظرہ کی مزاحیہ حکایت

ایک گنوار کی حکایت ہے کہ وہ بازار میں سے گزر رہا تھا۔ سڑک کے کنارے پر ایک پادری کو کہتے ہوئے سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ گنوار نے آگے بڑھ کر کہا کہ تیرا خدا کتنی عمر کا ہے اس نے کہا کہ خدا کی کوئی ابتداء ہی نہیں وہ آسمان زمین سے بھی پہلے موجود تھا

اور ہمیشہ رہے گا۔ گنوار نے کہا کہ اتنی عمر میں تیرے خدا کے ایک ہی بیٹا ہوا' تیرے خدا سے تو میں ہی اچھا ہوں' اس وقت میری عمر پچاس سال سے اوپر ہے اور میرے بیس بچے ہو چکے ہیں اگر زندہ رہا تو اور بھی ہوں گے۔ اس جواب سے پادری لاجواب ہوگیا۔ لوگوں نے اسے دھمکایا کہ بیوقوف خدا کی شان میں گستاخی کرتا ہے کہا میں اپنے خدا کو تھوڑا ہی کہتا ہوں اس کے خدا کو کہتا ہوں جس کا بیٹا یہ عیسیٰ علیہ السلام کو بناتا ہے۔ (اصلاح ذات البین ص ۱۹)

نعمان خان اور عیسائی پادری کی مزاحیہ حکایت

نعمان خان ایک ان پڑھ شخص تھے مگر اہل کتاب سے مناظرہ کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ کوئی پادری کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اندھوں کو سوانکھا کرتے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اندھے کو سوانکھا نہیں کیا۔ نعمان خان نے جواب دیا کہ لاؤ یہ تو میں کردوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں' وہ پادری خود یک چشم تھا کہنے لگا اچھا تم میری دونوں آنکھوں کو برابر کردو۔ اب آپ نے کہا نبی اور امتی میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے نبی تو دوسری آنکھ کو بینا کرکے برابر کرتے مگر میں یہ کرسکتا ہوں کہ تندرست آنکھ کو بھی پھوڑ دوں اس سے دونوں برابر ہو جائیں گی اور اس کے بعد اس کی آنکھ میں انگلی دینے لگے کہ بولو پھوڑوں اس سے مجمع کو ہنسی آ گئی اور پادری کی تقریر کا رنگ اکھڑ گیا اور یہ حضرت جیت گئے۔

فائدہ: گو بات بے ڈھنگی تھی مگر آج کل مناظرہ میں اچھے رہتے ہیں کیونکہ آج کل جیتنے اور ہارنے کا مدار اس پر ہے کہ مجلس پر کسی کا اثر جم جائے اور مقابل کا رنگ اکھڑ جائے' چاہے بات معقول ہو یا نامعقول۔

جس طرح نعمان خان نے اس پادری کی دونوں آنکھیں برابر کرنا چاہیں تھیں اسی طرح آج کل لوگ اہل حق اور اہل باطل میں یوں اتحاد کرانا چاہتے ہیں کہ اہل حق بھی اپنی آنکھوں کو پھوڑنے سے لوگوں کے برابر ہو جائیں حالانکہ مقتضائے عقل یہ تھا کہ کانوں کو یہ کہا جاتا کہ تم بھی اپنی ایک آنکھ بنوا کر سوانکھوں میں داخل ہو جاؤ۔ اگر نزاع و اختلاف مطلقاً مذموم ہے اور اہل حق کو بھی اہل باطل کے ساتھ اتحاد پر مجبور کیا جاسکتا ہے تو کیا (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل

بھی موجب اختلاف شمار کیا جا سکتا ہے تو کیا (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی موجب اختلاف شمار کیا جائے گا؟ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم توحید سے تمام عرب میں ہل چل مچادی۔ اس دعویٰ کے اظہار سے پہلے مذہباً تمام اہل عرب متحد تھے مگر دعویٰ توحید کے بعد پھوٹ پڑ گئی مگر یہ اختلاف محمود تھا کہ کیونکہ ابطال باطل پر تھا معلوم ہوا کہ اختلاف مطلقاً مذموم ہے نہ اتفاق مطلقاً محمود ہے۔ (اصلاح ذات البین ص۲۰)

عورت کی تصنیف کردہ کتاب پر مصنفہ کا نام نہ لکھے جانے کی مزاحیہ حکایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی کی تصنیف کردہ کتاب میرے پاس آئی جس کو میں نے پڑھا تو وہ بہت نافع معلوم ہوئی۔ اس میں کوئی نقصان کی بات نہ تھی مگر اخیر میں مصنفہ کا پورا نام اور پتہ لکھا ہوا تھا۔ فلانی فلاں محلّہ کی رہنے والی۔ میں حیران ہوا کہ اگر تصدیق کرتا ہوں تو پورا پتہ لکھنے کے واسطے بھی سند ہوجائے گی کیونکہ نام اور پتہ وغیرہ سب لکھا ہوا ہے اور تصدیق نہ کرتا ہوں تو سوال ہوسکتا ہے کہ اس میں کون سی بات مضر ہوسکتی ہے جو تصدیق نہ کی۔ اس تردد میں تھا کہ ایک ترکیب سمجھ میں آئی وہ یہ کہ میں نے مصنفہ کا نام کاٹ کر یہ لکھ دیا ''راقمہ اللہ کی ایک بندی'' اور تقریظ میں لکھ دیا کہ یہ کتاب نہایت عمدہ ہے اور سب سے زیادہ خوبی اس میں یہ ہے کہ یہ ایک ایسی بی بی کی تصنیف ہے، جو بڑی حیادار ہیں کہ انہوں نے اپنا نام بھی اس پر نہیں لکھا۔ یہ ترکیب نہایت اچھی رہی۔ اس واسطے کہ اگر وہ میری تصدیق اپنی کتاب پر چھاپیں گی تو اپنا نام نہیں لکھ سکتیں اور اگر اپنا نام لکھیں گی تو میری تصدیق نہیں چھاپ سکتیں' میرا پیچھا چھوٹا۔

فائدہ: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عورتوں کو اپنی تصنیف پر اپنا نام لکھنے سے کیا مقصود ہے؟ اگر ایک مفید مضمون دوسری عورتوں تک پہنچانا ہے تو اس کے لیے نام کی کیا ضرورت ہے۔ مضمون تو بغیر نام کے بھی پہنچ سکتا ہے پھر نام کیوں لکھا جاتا ہے اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہوسکتی ہے کہ دوسروں سے تعلقات پیدا کرنے ہیں۔

ایک اور آفت نازل ہوئی کہ تعلیم یافتہ عورتیں اخبارات میں مضامین دیتی ہیں اور ان میں اپنا نام میاں کا نام مع پورا پتہ حتیٰ کہ محلّہ کا نام اور گلی ومکان نمبر تک ہوتا ہے۔ یہ شاید اس

واسطے کہ لوگوں کو ان سے خط و کتابت میں میل جول میں دقت نہ ہو نہ معلوم ان کی غیرت کہاں گئی۔ ان بیبیوں نے حیاء کو بالکل ہی بالائے طاق رکھ دیا اور خدا جانے ان کے مردوں کی حیا کہاں گئی' انہوں نے اس کو کیونکر گوارا کیا؟

اول تو مردوں کو بھی کہتا ہوں کہ کتاب پر نام لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مقصود خدمت خلق ہے۔ خدمت نام سے نہیں ہوتی نام لکھنے میں شہرت اور نفس پرستی کے کیا ہے مگر خیر مردوں کے لیے چنداں حرج بھی نہیں بلکہ اس میں ایک مصلحت بھی ہوسکتی ہے کہ مصنف کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے سے کتاب کا درجہ اور اس کی روایات کا درجہ متعین ہو جاتا ہے مگر عورت کے لیے تو کسی طرح بھی نام لکھنا مناسب نہیں' عورت کو تو کوئی تعلق سوائے خاوند کے کسی سے بھی نہیں رکھنا چاہیے۔ اس کا مذہب تو یہ ہونا چاہیے:

دلا رامے کہ داری دل درو بند   دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اگر تم محبوب رکھتے ہو تو دل کا تعلق اس سے رکھو اور اپنی نگاہ کو سارے عالم سے بند کر لو۔

بلکہ قرآن کریم کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جس سے نفرت پائی جائے نہ کہ محبت والفت۔

(کساء النساء ص ۴'۵)

گرو اور چیلہ کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ ایک گرو اور ایک چیلہ جا رہے تھے ایک بستی پر گزر ہوا جس کا نام ان نیاؤ نگر معلوم ہوا وہاں دیکھا کہ ہر چیز کا بھاؤ ایک ہے۔ دودھ بھی سولہ سیر کا اور گھی بھی سولہ سیر کا غلہ بھی سولہ سیر کا۔ گرو نے چیلہ سے کہا یہ جگہ رہنے کی نہیں یہ تو ان نیاؤ نگر ہے یہاں انصاف کا نام نہیں ہر چیز کا ایک ہی بھاؤ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہاں چھوٹے بڑے میں کچھ فرق نہیں۔ یہاں رہنے میں خطرہ کا اندیشہ ہے چیلہ نے کہا نہیں یہاں گھی بہت سستا ہے یہاں ضرور قیام کرو' دودھ گھی خوب ملے گا' گرو نے کہا کہ نہیں مجھے خطرہ ہے چیلہ کھا پی کر بہت موٹا ہو گیا کچھ عرصے بعد راجہ کے ایوان پر گزر ہوا' جہاں ایک مقدمہ پیش تھا' مقدمہ یہ تھا کہ دو چور چوری کرنے چلے' ایک مکان میں نقب دیا پھر ایک چور نقب لگا کے اندر گھسا' دوسرا باہر تھا' نقب

میں اوپر سے اینٹیں گر گئیں جس سے وہ چور مر گیا تو دوسرا چور مدعی تھا کہ اس کی اینٹوں سے مرا میرا دوست' اس مکان والے کو سزا ہونی چاہیے۔ راجہ نے مالک سے پوچھا ایسا کیوں بنایا اس نے کہا کہ یہ معمار کا فعل ہے' معمار کو بلا کر باز پرس ہوئی اس نے کہا گارا مزدور لاتا تھا وہ گارا پتلا تھا جس سے تعمیر مضبوط نہ ہوئی' مزدور بلایا گیا اس نے یہ کہا کہ یہ سقہ کا فعل ہے اس نے پانی زیادہ چھوڑ دیا' گارا پتلا ہو گیا' سقہ کو بلا کر پوچھا' اس نے کہا اس وقت ایک مست ہاتھی بھاگا ہوا آتا تھا' میں بدحواس ہو گیا' پانی زیادہ آ گیا' فیل بان بلایا گیا اس نے کہا میری خطا نہیں ایک عورت میرے ہاتھی کے سامنے آ گئی اس کے زیور کی جھنکار سے میرا ہاتھی بدک گیا' اس عورت کو بلایا گیا عورت نے کہا میری خطا نہیں سنار کی خطا ہے اس نے زیور میں باجا ڈال دیا' سنار کو بلایا گیا سنار کے پاس کچھ معقول عذر نہ تھا وہ خاموش ہو گیا' اس غریب کو پھانسی کا حکم ہو گیا۔ پھانسی کا پھندا اس کے گلے سے بڑا تھا' اطلاع کی گئی کہ اس کے گلے میں پھندا نہیں آیا بڑا ہے' حکم ہوا اچھا سنار کو چھوڑ دو کسی موٹے آدمی کو پھانسی دے دو وہاں سارے مجمع میں یہ چیلا سب سے موٹا تھا' اس کو پھانسی کے واسطے لے گئے۔ چیلہ بڑا گھبرایا اور گرو سے کہا مجھے بچاؤ' کہا میں نے نہ تجھ سے کہا تھا کہ یہ جگہ رہنے کی نہیں' دودھ گھی کھانے کا مزہ اور دیکھ' کہا میری توبہ اب تو مجھے بچالو' پھر ایسی مخالفت نہ کروں گا' گرو نے پھانسی والوں کو کہا اس کو چھوڑ دو مجھے پھانسی دے دو' چیلہ نے دیکھا کہ میری خاطر خود گرو پھانسی پر چڑھنے کو تیار ہو گیا' اس کے دل نے گوارہ نہ کیا کہ میں زندہ رہوں اور گرو کو میری وجہ سے پھانسی آئے اس نے کہا کہ ہرگز نہیں مجھے پھانسی دو' گرو کہتا تھا مجھے پھانسی دو' اس کی اطلاع راجہ کو ہوئی اس نے گرو کو بلایا اور پوچھا تم کس واسطے جھگڑ رہے ہو اس نے کہا حضور مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ گھڑی ایسی ہے کہ جو اس وقت پھانسی پائے گا سیدھا بیکنٹھ جائے گا' اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مجھے پھانسی مل جائے' راجہ نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو بس ہم کو پھانسی دے دو۔ چنانچہ راجہ کو پھانسی دے دی گئی اور سارا جھگڑا ہی ختم ہو گیا' گرو نے چیلہ سے کہا کہ بس اب یہاں سے چل دو یہ جگہ رہنے کے قابل نہیں ہے۔

فائدہ: یہ حکایت یونہی ایک مثل سی معلوم ہوتی ہے مگر اس میں بدنظمی' بے انصافی کا فوٹو خوب کھینچا گیا ہے تو آج کل لوگوں نے خدا تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) ان نیاؤ نگر کا راجہ سمجھ لیا ہے کہ نامناسب اور خلاف مصلحت کام کرتے ہیں اس مضمون کو آج کل یوں بیان کیا جاتا

ہے کہ خدا کی ذات بڑی بے پروا ہے۔

جس موقع پر یہ جملہ استعمال کیا جاتا ہے کفر کا مستلزم ہے مگر یہ دیوبندی علماء کا حوصلہ ہے کہ ان پر کفر کا فتویٰ نہیں دیتے کیونکہ ان کو اس کفر ہونے کی خبر نہیں، نہ کفر کی نیت ہے صاحبو! خدا تعالیٰ کا بے پروا ہونا بھی صحیح ہے مگر بے پروا کے دو معنی ہیں ایک احتیاج دوسرے توجہ اور رعایت۔ پس خدا تعالیٰ اس بے پروا معنی کے تو ہیں کہ کسی کے محتاج نہیں اور اس معنی کے بے پروا نہیں کہ کسی کی مصلحت کی رعایت نہیں کرتے بلکہ وہاں مراعات مصالح کامل طور پر ہے مگر اس کی ضرورت نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے افعال کی تم کو مصلحت بھی بتلائیں اور نہ ہم کو انتظار ہونا چاہیے ہمارا مذہب تو یہ ہے۔ (اکبر الاعمال ص ۱۱)

ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود

اکبر اور بیربل کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ اکبر نے بیربل سے کہا کہ یہ مشہور ہے کہ تین ہٹیں بہت سخت ہیں، راج ہٹ، تریا ہٹ، بال ہٹ۔ یعنی بادشاہ کی ہٹ، عورت کی ہٹ اور بچوں کی ضد۔ تو ان میں بادشاہ اور عورت کی ضد کا سخت ہونا تو مسلم ہے کیونکہ وہ عاقل ہیں ممکن ہے کوئی ایسی ضد کریں جو پوری نہ ہو سکے مگر بچوں کی ضد کا پورا کرنا کیا مشکل ہے؟ بیربل نے کہا حضور سب سے زیادہ مشکل یہی ہے البتہ عاقل کے لیے آسان! اکبر نے کہا یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ بیربل نے کہا اچھا ہم بچہ بنتے ہیں اور بچوں کی طرح ضد کرتے ہیں اور آپ ہماری ضد پوری کریں، کہا بہت اچھا، اب بیربل رونے لگا، اکبر نے کہا کیا ہے کیوں روتے ہو! کہا ہم تو ہاتھی لیں گے اکبر نے فیل خانے سے ایک ہاتھی منگوا دیا کہ لو وہ پھر رونے لگا کہا اب کیا چاہتے ہو! کہا ہم تو کلھیا لیں گے، اکبر نے ایک کلھیا منگوا دی وہ پھر رونے لگا، کہا اب کیا چاہتے ہو، کہا اس ہاتھی کو کلھیا میں رکھ دو، اب تو اکبر بہت گھبرایا کہ یہ ضد کیونکر پوری ہو، کہا واقعی میں سمجھ گیا کہ بالک ہٹ بہت سخت ہے مگر تم نے جو کہا تھا کہ عاقل کو آسان ہے تو عاقل یہاں کیا عقل چلائے گا۔ بیربل نے کہا حضور عاقل کو واقعی آسان ہے۔ اکبر نے کہا اچھا اب ہم بچہ بنتے ہیں تم ہماری ضد پوری کرو چنانچہ اکبر نے بھی یہی سبق دہرایا کیونکہ ان کو تو

ایک ہی سبق یاد تھا پھر جب اکبر نے ہاتھی مانگا تو بیربل نے بازار سے مٹی کا ننھا سا ہاتھی منگوادیا اور جب کلھیا مانگی تو بڑی سی کلھیا منگادی' جب ہاتھی کو کلھیا میں رکھنے کو کہا اس نے آسانی سے رکھ دیا اور کہا حضور آپ نے جو بچہ کی ضد پر فیل خانہ سے ہاتھی منگوایا یہ غلطی تھی' بچوں کے لیے انہی کے مذاق کا ہاتھی منگوانا چاہیے۔ غرض مٹی کا ہاتھی بھی بچوں کے نزدیک ہاتھی ہی ہے۔ نام اس کا بھی ہاتھی ہے مگر حقیقت میں ہاتھی نہیں۔

فائدہ: جیسے مٹی کا ہاتھی بھی نام کا ہاتھی تو ہے مگر کام کا ہاتھی نہیں اس طرح ذکر میں دو درجے ہیں جو ذکر حقیقی ہے وہ اور ہے اور صورت ذکر اور ہے۔ ذکر حقیقی سارے معاصی سے بچنے کو اور تمام اوامر کے بجالانے کو مستلزم ہے اور وہ بہت سہل و مختصر ہے۔ صورت ذکر توجہ و طفیلی نماز نہیں پڑھتے' ان کو صورت ذکر حاصل ہے حقیقی ذکر حاصل نہیں۔ (اکبر الاعمال ص ۱۷)

سست اور کاہل دو احدی کی مزاحیہ حکایت

ایک حکایت مشہور ہے کہ دو احدی ایک جگہ رہتے تھے۔ دونوں میں باہم یہ عہد ہوا تھا کہ ایک دن ایک لیٹا رہے' دوسرا اس کی حفاظت کرے اور دوسرے دن دوسرا لیٹا رہے۔ پہلا اس کی حفاظت کرے۔ ایک دن ایک لیٹا ہوا تھا کہ ایک سوار پاس سے گزرا اس نے آواز دی میاں سوار یہاں آنا اس نے پاس آ کر کہا کیا ہے کہا میرے سینے پر جو بیر رکھا ہوا ہے یہ ذرا میرے منہ میں ڈال دے۔ سوار نے کہا کمبخت میں گھوڑے سے اتروں تو ڈالوں تو خود اپنے ہاتھ سے نہ ڈال لے۔ کہا اجی! اب ہاتھ کون ہلائے اور منہ تک اسے کون لے جائے' سوار نے اس کے ساتھی سے جو بیٹھا ہوا تھا کہا کہ تو ہی اس کے منہ میں ڈال دے۔ وہ جھلا کر کہتا ہے جناب مجھ سے ایسی بات نہ کہیے گا آپ کو واقعہ معلوم نہیں کل میرے لیٹنے کی باری تھی یہ بیٹھا ہوا تھا' میں نے جمائی لی اس وقت ایک کتا میرے منہ میں پیشاب کر گیا' اس کمبخت نے اس کو ہٹایا تک نہیں' اب میں اس کو کیوں بیر کھلاؤں۔ سوار نے دونوں پر لعنت بھیجی اور چل دیا۔

فائدہ: جیسے ان بیوقوفوں نے اپنی کاہلی سے ایک آسان کام کو مشکل بنالیا تھا ایسے ہی ہم لوگوں نے بھی آسان کو مشکل بنا رکھا ہے ہم لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ذاکر وہ ہے جو بیوی بچوں کو چھوڑ دے' اچھے سامان کو راحت کے اسباب کو چھوڑ دے۔ یہ بالکل غلط

ہے البتہ غیر ضروری کام کے لیے اہتمام وفکر کرنا یہ بے شک برا ہے کیونکہ خدا سے غافل کرنے والا ہے۔ اگر بدوں اہتمام کے حاصل ہوتو وہ برا نہیں۔ (اکبرالاعمال ص ۱۸)

ایک افیونی کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ ایک افیونی کی ناک پر مکھی بیٹھی تھی وہ اڑاتا تھا اور وہ پھر آ کر بیٹھ جاتی۔ بعض مکھی لیچڑ ہوتی ہے کہ تنگ کر دیتی ہے۔ افیونی نے کیا تدبیر کی کہ استرہ لے کر ناک کاٹ ڈالی کہ جاؤ ہم نے اڈہ ہی نہیں رکھا' اب کہاں بیٹھے گی مگر مکھی کے لیے اب پہلے سے بھی اڈہ بن گیا کیونکہ خون چوسنے کو ملا اور شاید اب پہلے سے زیادہ مکھیوں کا لشکر جمع ہو گیا۔

فائدہ: یہی حالت ان ذاکروں کی ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر خدا تو ان سے نہ ملا ہاں یہ نقصان مزید ہوا کہ اپنی دنیا بھی بے حلاوت کر لی اور پریشانی بڑھالی۔ جیسے ایک شخص نے روپیہ قرض لے کر مکان بنایا تھا ایک تو یہ حماقت کی پھر جب قرض خواہ نے تقاضا زائد کیا تو آپ نے غصہ میں آ کر مکان ہی گرادیا کہ جاؤ ہم وہ مکان ہی نہیں رکھتے جو تمہاری رقم سے بنایا تھا۔ اس حرکت سے قرض تو بجنسہ باقی رہا' ہاں ایک نقصان اور ہو گیا کہ مکان بھی نہ رہا۔ (ایضاً ص ۲۲)

ہندو طبیب اور بادشاہ کے لڑکے کی مزاحیہ حکایت

دیو بند کی حکایت ہے کہ شاہ دہلی کے شہزادے نے روزہ رکھا تھا' روزہ کشائی کی بڑی تقریب دھوم دھام سے کی جارہی تھی کہ عصر کے وقت لڑکا پیاس سے بے تاب ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں تو روزہ توڑتا ہوں سب کو فکر ہوئی کہ ایسی تدبیر ہو کہ روزہ بھی رہے اور بچہ کو تکلیف بھی نہ رہے۔ اطباء کو جمع کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ دیندار تھا۔ اگر آج کل کے نئی روشنی والوں کی طرح بے دین ہوتا تو کہہ دیتا کہ روزہ توڑ دو' روزہ میں کیا رکھا ہے مگر اس نے روزہ کا احترام کیا۔ غرض اطباء نے تدبیریں سوچیں کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ یہ ہندو طبیب بھی حاضر تھا اس نے کہا ایک تدبیر میری سمجھ میں آئی ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں اس کو اجازت دی گئی تو اس نے کہا جلدی سے لیموں منگا لیجئے اور بچوں سے کہا اس کے سامنے تراش کر چاٹیں اور چٹخارہ لیتے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شہزادے کے منہ میں لعاب کا دریا بہنے لگا' میں نے علماء سے سنا ہے کہ لعاب نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ شہزادہ اس لعاب کو نگلتا رہے گا اور

پیاس بجھ جائے گی علماء نے اتفاق کیا اور اس طرح شہزادے کا روزہ پورا ہو گیا۔

فائدہ: صاحبو! غضب ہے کہ کھٹائی اور مٹھائی کے نام میں اثر ہو کہ نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور خدا کے نام میں اثر نہ ہو۔ (اکبرالاعمال ص ۲۵)

میلا د کرتے ہوئے پرانا کرتا پھاڑ ڈالنے کی مزاحیہ حکایت

کانپور میں ایک صاحب نے آ کر ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اور عین بیان کے اندر پرانا کرتا پھاڑ ڈالا اور گھر سے نیت ہی کر کے آئے تھے ویسے تو ان لوگوں نے نیا کرتا نہیں دینا ان سسروں سے اس ترکیب ہی کیساتھ وصول کیا جائے۔ آخر گھر والوں کو شرم سے نیا کرتا بنانا پڑا۔

فائدہ: یہ لوگ صاحب بطن ہیں صاحب باطن نہیں، عقل بڑی بھاری نعمت ہے مستی اور سکر وغیرہ کوئی کمال نہیں اسی لیے انبیاء علیہم السلام ایسا وجد جس میں اچھل کود پھاند اور عقل مغلوب ہو جاوے نہ ہوتا تھا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ جن کو سکر و وجد ہوتا ہے وہ کچھ بھی نہیں مکار ہیں ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ کے بندے سب یکساں نہیں سب کو مکار نہ سمجھنا چاہیے۔

مکن عیب درویش حیران و مست   کہ غرق است ازاں میزند پاؤ دست

حیران و مست درویش کی عیب جوئی مت کرو اس لیے کہ وہ محبوب کی محبت میں غرق ہے اس وجہ سے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ آگے اس کے حد بتاتے ہیں:

بہ تسلیم سرور گریباں برند   چو طاقت نماند گریباں درند

کہ اول تو ضبط کر کے سر جھکا لیتے ہیں مگر جب طاقت نہ رہے اس وقت بے اختیار ہو کر گریبان پھاڑ ڈالتے ہیں یہ نہیں کہ جان بوجھ کر ایسا کریں۔ (وحدت الحب ص ۲۰)

ہر وقت بناؤ سنگھار فیشن دار کپڑوں کی فکر میں رہنے والوں کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص کچہری میں ملازم تھے وہ پرانے زمانہ سے سیدھے سادھے مسلمان تھے عمامہ جلدی جلدی باندھ لیا کرتے تھے تو وہ خراب بندھتا تھا اور جتنے کچہری والے تھے آئینہ سامنے رکھ کر کچہری میں باندھ کر آتے تھے تو ان کے عمامے تو خوبصورت بندھے ہوتے تھے ایک مرتبہ حاکم نے کہا کہ منشی جی آپ کو عمامہ باندھنا نہیں آتا' دیکھئے اور سب کیا خوبصورت عمامہ باندھ کر آتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ جناب یہ لوگ اپنی بیبیوں سے

بندھواتے ہوں گے میں خود باندھ لیتا ہوں اگر یقین نہ آئے تو سب سے کہئے کے عمامے اتار کر پھر باندھیں اگر خراب باندھیں تو سمجھئے کہ یہ خود نہیں باندھتے۔ حاکم نے سب کے عمامے کھلوا کر از سر نو باندھنے کا حکم دیا ان صاحب نے تو ویسا ہی باندھا جیسا ہمیشہ باندھتے تھے اور لوگوں کا بہت خراب بندھا کیونکہ آئینہ تو سامنے تھا ہی نہیں حاکم نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ واقعی یہ لوگ اپنی بیویوں سے بندھوا کر آتے ہیں' سب لوگوں کو بڑی شرمندگی ہوئی۔

فائدہ: غرض بعضے آدمی بناؤ سنگھار میں ہی کھپے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے افکار لاحق ہو جاتے ہیں کیونکہ اول تو اس کے لیے آمدنی بہت چاہیے اس کی فکر پھر خود بھی ہر وقت کا جنجال غرض فکر ہی فکر ہے۔ خصوصاً بعضے آدمی وضع اور فیشن ہی کے فکر میں رہتے ہیں یہاں تک کہ بعض لوگوں کی حالت دیکھی گئی ہے کہ ہر کام کے لیے الگ لباس مقرر ہے کھانے کا الگ' سواری کا الگ' کچہری میں جانے کا الگ' پاخانہ میں جانے کا الگ' لباس کیا ہوا' ایک وبال جان ہو گیا۔ ایک شخص کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی پکارتا تو آئینہ دیکھ کر بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر نکلتے تھے۔ افسوس یہ لوگ آزادی کا دعویٰ کرتے ہیں مگر آزادی کا نام ہی نام ہے ورنہ ان کو آزادی کہاں نصیب۔ یہ تو ہر وقت افکار کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں' آزادی اہل اللہ کو ہے۔ (الدین الخالص ص ۸۷)

ایک بزرگ کا گدھے پر پان کی پیک ڈالنے کی مزاحیہ حکایت

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ ایک دن جا رہے تھے ہولی کا دن تھا' ہندو آپس میں ایک دوسرے پر رنگ ڈال رہے تھے' بازار میں ہر شے رنگین نظر آتی تھی انہوں نے ایک گدھے کو دیکھا کہ اس پر رنگ نہیں ہے تو ہنس کر کہا تجھے کسی نے نہیں رنگا' تجھ کو میں رنگ دوں اور پان کی پیک اس پر ڈال دی' جب مر گئے تو کسی پر مکشوف ہوا کہ ان کی نسبت حکم ہوا کہ ان کو ہولی والوں میں لے جاؤ کیونکہ انہوں نے گدھے پر پان کی پیک ڈال کر ہولی والوں میں شرکت کی تھی۔

قائدہ: تو صاحبو! پان کی پیک ڈالنا چھوٹی بات نہیں اس میں تشبہ بالکفار تھا جو بڑی بات ہے تو بعضی بات ظاہر میں چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے مگر اس کا منشا بڑا ہوتا ہے' عوام

اس کو نہیں سمجھتے اس لیے خدا تعالیٰ کے معاملات میں بھی ایسے لوگوں سے سخت غلطی ہوتی ہے کہ بعض امور عظیمہ کو چھوٹا سمجھ کر اس پر دلیر ہو جاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ خدا کی ذات بہت ہی بے پرواہ ہے۔ ان کے یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر گرفت نہیں ہوتی۔ سو یہ سخت غلطی ہے، جس کو تم چھوٹی سمجھتے ہو ممکن ہے کہ واقع میں بہت بڑی ہو۔ (الدین الخالص ص ۲)

دیہاتی گنوار اور آنریری مجسٹریٹ کی مزاحیہ حکایت

ایک صاحب رئیس دیہاتی گنوار جاہل آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے، کام تو جانتے نہ تھے ایک دوسرے آنریری مجسٹریٹ کے یہاں کام سیکھنے پہنچے، اتفاق سے، جس وقت پہنچے تو دو درخواستیں پیش ہوئیں۔ اس میں پہلی منظور کرنے کے قابل تھی اور دوسری منظور کرنے کے قابل نہ تھی انہوں نے پہلی کو دیکھ کر کہا منظور اور دوسری کو دیکھ کر نامنظور کہا۔ بس آپ نے کہا یہی آنریری مجسٹریٹی ہے تو یہ کیا مشکل ہے۔ آئے اور اجلاس کیا درخواستیں پیش ہوئیں، پہلی کو کہا منجور (منظور)، دوسری کو نامنجور (نامنظور)، اس تمام درخواستوں پر منجور نامنجور کہتے رہے یہ آنریری مجسٹریٹ تھے۔

فائدہ: جب ایسے ایسے جاہل سید القوم (قوم کے سردار) بنیں تو وہ رعایت مصالح کیا کریں گے اتفاق کیسے ہوگا، دوسروں کو اپنا ہمسر سمجھو، کمتر نہ سمجھو تو اتفاق ہو اور یہ تواضع سے ہو سکتا ہے اور تواضع بزرگوں کی صحبت سے ملتی ہے۔

قال را بگذار مردِ حال شو   پیش مردے کاملے پامال شو

قال کو چھوڑ و حال پیدا کرو یہ حال جب پیدا ہوگا کہ کسی مرد کامل کے پاؤں میں جا کر پڑو۔ (الوقت ص ۲۰)

عارضی اور حقیقی تواضع کرنے کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ ایک بلی کو بادشاہ نے سکھلایا تھا کہ اگر اس کے سر پر شمعدان رکھ دیا جاتا تو وہ خاموش بیٹھی رہتی تھی بادشاہ بہت خوش تھے کہ بلی نے بالکل اپنی خصلت چھوڑ دی۔ وزیر نے کہا حضور اس سے اس کی خصلت نہیں چھوٹی بلکہ کوئی بات نئی پیش آئی جس سے اس

کی خصلت کا چھوٹنا یا نہ چھوٹنا ظاہر ہوتا۔ اس کے سامنے چوہا چھوڑ کر دیکھئے پھر دیکھیں یہ کیسے اس طرح بیٹھی رہتی ہے۔ چنانچہ اس کے سامنے چوہا چھوڑا گیا وہ شمعدان چھوڑ کر دوڑی چوہے کے پکڑنے کو۔

فائدہ: اس تواضع کی بھی ایسی ہی مثال ہے جو کسی بزرگ تربیت اور صحبت سے حاصل نہ کی جائے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ تمہاری تواضع کی ایسی ہی مثال ہے کہ گوبر ہے کہ پانی کی تہہ میں بیٹھ جاتا ہے بظاہر نظر پانی نہایت صاف وشفاف نظر آتا ہے لیکن اگر ذرا بھی ہل جائے تو تمام گوبر ظاہر ہو جائے۔

دریائے فراواں نشو د تیرہ بسنگ　　　　عارف کو برنجد تنک آب است ہنوز

یعنی بڑا دریا پتھر سے گدلا نہیں ہوتا جو عارف کو رنجیدہ ہو وہ ہنوز تھوڑے پانی کے مشابہ ہے کہ ذرا سی چیز کے پڑنے سے گدلا ہو جاتا ہے تو آپ کی تواضع مصنوعی تواضع ہے کہ ابھی اگر کوئی ذرا خلاف مرضی کوئی بات کہہ دے پھر دیکھئے آپ کیسا بھڑکتے ہیں۔ (الوقت ص ۴۰)

جاہل بے علم کی مزاحیہ حکایت

سہارن پور میں ایک جاہل آیا تھا اس کو ناز تھا کہ میں عالم ہوں چنانچہ جمعہ کی نماز کے بعد اس نے خود ہی اعلان کیا کہ بھائیو اواج (وعظ) ہوگی۔ آپ کی لیاقت کا حال تو لوگوں کو ان دو لفظوں ہی سے معلوم ہو گیا مگر تماشا دیکھنے کے لیے لوگ بیٹھ گئے کہ دیکھیں بھائی اواج کیسی ہوتی ہے۔ وعظ تو بہت سنے مگر اواج کبھی نہ سنی تھی۔ تھوڑی دیر بعد واعظ صاحب ممبر پر پہنچے اور تین مرتبہ لیش لیش پڑھ کر اس کی تفسیر بیان کی۔ اے محمد اے محمد (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں تجھے نہ پیدا کرتا تو نہ عرش کو پیدا کرتا نہ کرسی کو نہ آسمان کو نہ زمین کو۔ بھائیو آدھی اواج آج ہو گئی ہے۔ آدھی کل کو ہوگی۔ ہارے تھکے ہیں خرچ پاس نہیں کچھ ہماری مدد کرو۔ بس وعظ ختم ہوا۔ اول تو اس نے لیس کو شین سے پڑھا پھر اس کی تفسیر کیسی خوبصورت کی۔ اس مجمع میں ایک نابینا عالم بھی تھے جن کا نام مولانا سعید الدین تھا اور لوگ ان کے علم وفضل کے معتقد تھے۔ انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ ذرا ان مولانا کو میرے پاس لانا۔ چنانچہ لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ غرض اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں

لے کر دریافت فرمایا کہ مولانا آپ کی تحصیل کہاں تک ہے۔ تو واعظ صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری تحصیل ہاپوڑ۔ مولانا سعید الدین صاحب سمجھ گئے کہ بے چارہ پاگل جاہل ہے۔ اس کو تحصیل کے معنی بھی معلوم نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ پوچھتا ہوں کہ تم نے کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے۔ کہنے لگا ہم نے پڑھا ہے ہرنی نامہ' وفات نامہ' معجزہ آل رسول ﷺ' ساپن نامہ اور تو کیا جانے اندھے۔ مولانا سعید الدین صاحب نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ اس کو کچھ نہ کہو جانے دو بے چارہ معذور ہے۔

رسومات مرگ پر کفن کا چادرہ لینے کی مزاحیہ حکایت:

کیرانہ میں ایک شخص کا انتقال ہوا تو کفن کا چادرہ لوگوں نے قبرستان کے تکیہ دار کو نہ دیا کسی دوسرے غریب کو دے دیا۔ وہ تکیہ دار جھگڑنے لگا کہ یہ تو میرا حق ہے۔ لوگوں نے کہا بھائی ہمیشہ تم کو دیا جاتا ہے آج اس غریب کو دینے دو۔ تو وہ تکیہ دار کیا کہتا ہے کہ واہ حضور خدا خدا کر کے تو یہ دن آتا ہے اسی میں آپ ہمارا حق دوسروں کو دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کمبخت کیا تو اس دن کا متمنی رہتا ہے کہ کوئی مرے تو تجھے کپڑا ملے جو یہ دن تیرے لیے خدا خدا کر کے آتا ہے۔ وہ بات بنانے لگا مگر دل کی بات زبان پر آ ہی گئی۔

فائدہ: میں تو کہا کرتا ہوں کہ جب محلّہ میں کوئی رئیس بیمار ہوتا ہے تو مسجد کے مؤذن تو اس کی صحت کی ہرگز دعا نہ کرتے ہوں گے۔ وہ تو یہ چاہتا ہوگا کہ اچھا ہے یہ مرے تو تیجے دسویں چالیسویں کو فاتحہ کا کھانا خوب فراغت سے ملے گا کیونکہ خوشی میں ان کو کون پوچھتا ہے۔ ایسے ہی مواقع میں پوچھا جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان مواقع کے منتظر رہیں گے۔ (تفصیل الدین ص ۶۷)

کم عقل انسان کا خاموش رہنا ہی بہتر ہے

حکایت نمبر ا: امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا تھا کہ مجلس املا میں سب لوگ سوال کرتے ہیں' تم کچھ سوال نہیں کرتے۔ اس نے کہا ان شاء اللہ تعالیٰ اب سوال کیا کروں گا۔ چنانچہ ایک دن حضرت امام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ روزہ غروب کے ساتھ فوراً افطار کرنا چاہیے تو وہ طالب علم پوچھتے ہیں کہ حضرت اگر کسی دن غروب ہی نہ ہو تو 'امام یوسف نے فرمایا کہ بس خاموش ہی رہیں آپ کو بولنے کی ضرورت نہیں۔

غیر شرعی رسومات کی مزاحیہ حکایت

بلند شہر میں ایک رئیس زادے کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے اعزہ چاروں طرف سے جمع ہو گئے اور ایک بارات سی آ گئی۔ رئیس زادے نے سب کے لیے عمدہ کھانے پکوائے۔ جب کھانا چنا گیا تو اس نے مہمانوں سے کہا کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ پہلے میری بات سن لیجئے پھر کھانا شروع کیجئے گا۔ سب لوگ ہاتھ روک کر بیٹھ گئے۔ اس نے سب کو مخاطب کر کے کہا آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اس وقت مجھ پر کیسا سانحہ گزر رہا ہے۔ اس وقت میرے والد ماجد کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ باپ کا سایہ اٹھ جانے سے کیسا صدمہ ہوتا ہے تو کیا یہی انصاف ہے کہ مجھ پر تو یہ مصیبت گزرے اور تم آستین چڑھائے مرغن کھانے کو تیار ہو گئے۔ کیوں صاحب یہی ہمدردی ہے بس مجھ کو جو کہنا تھا کہہ چکا' اب کھانا شروع کیجئے۔ بھلا اب کون کھانا کھاتا جب سر پر جوتیاں پہلے ہی پڑ گئیں۔ سب لوگ دستر خوان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور رئیس زادے نے غرباء کو بلا بھیجا کہ بیٹھو کھاؤ تمہارے کھانے سے میرے باپ کی روح کو ثواب پہنچے گا اور یہ برادری کے کھاتے پیتے لوگ آستین چڑھا کر بیٹھ گئے ہیں ان کے کھانے سے ان کو کیا ثواب ملتا اور میری رقم بھی برباد ہو جاتی۔ غرض غریبوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور دعا دیتے ہوئے چلے گئے۔ اس کے بعد برادری کے چند معزز لوگ اس طرف جا کر بیٹھے اور غمی کی رسوم میں مشورہ کرنے لگے۔ سب نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ واقعی یہ یہ رسمیں بالکل عقل کے خلاف اور شریعت کے خلاف تو ہیں ہی ان سب کو یک لخت موقوف کر دینا چاہیے۔ کسی نے ان رئیس زادے سے کہا کہ میاں جب تم کو کھلانا منظور نہ تھا تو پہلے ہی سے یہ بات کہہ دی ہوتی۔ اتنا انتظام ہی تم نے کیوں کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں یہ انتظام نہ کرتا اور کھانا تیار کرنے سے پہلے یہ بات کہتا لوگ یوں سمجھتے کہ اپنی بچت کے لیے یہ بات کی ہے۔ اب کسی کا یہ منہ نہیں رہا کہ مجھے یہ الزام دے سکے کیونکہ میں نے کھانے ایسے عمدہ تیار کرا دیئے تھے۔

۱۔شیطان کو جوتوں کے ساتھ پٹائی کرنے کی حکایت

ایک شخص جب حج کو گیا تو کنکریاں مارتے وقت ایک لمبا جوتا لے کر ان تین پتھروں میں سے ایک پتھر کو خوب پیٹ رہا تھا اور شیطان کو کہہ رہا تھا کہ کم بخت فلاں دن تو نے مجھ سے یہ گناہ کرایا تھا اور فلاں رات کو تو نے مجھے زنا میں مبتلا کیا تھا اور چوری کرائی تھی۔ (مواعظ)

فائدہ: کئی شخص اپنی کم علمی کی وجہ سے ہر گناہ کی ذمہ داری شیطان پر ہی ڈالتے ہیں حالانکہ تمام گناہ شیطان ہی نہیں کراتا نفس بھی برابر کا شریک ہے۔جس کو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب فرماتے ہیں:

شیطان و نفس دونوں ہیں دشمن تیرے مگر　　دشمن وہ دور کا ہے یہ دشمن قریب کا
نفس و شیطان ہیں خنجر در بغل　　وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل

۲۔شریر بچوں کی حکایت

ایک مرتبہ حضرت میاں جیؒ (یہ بزرگ بچوں کو کلام پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے) ان کے پاس پتاشے آئے۔ان کو خیال ہوا کہ کھلے رکھوں گا تو لڑکے کھا جائیں گے اس لیے بدھنے (یعنی لوٹا) میں بھر کر اس کا منہ آٹے سے بند کر دیا۔ایک وقت جو میاں جی کہیں گئے تو لڑکوں نے مشورہ کر کے بدھنے (لوٹا) کی ٹونٹی میں سے پانی بھرا اور خوب شربت بنا کر پیا۔

فائدہ: جس طرح بچوں میں دو خصلتیں ہوتی ہیں شریر پن اور بھولا پن۔اسی طرح نفس شریر بھی ہے اور بھولا بھی۔اس کو بہلا پھسلا کر جو چاہو اس سے کام لے سکتے ہو۔جیسے کسی بزرگ کا واقعہ ہے کہ اس کے نفس کو حلوہ بہت مرغوب تھا تو اپنے نفس سے کہتے کہ دس رکعتیں پڑھ پھر حلوا کھا لینا۔دس رکعتیں پڑھ کر پھر حلوا کھلا دیتے۔ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور پھر اس سے خوب کام لو۔

مزدور خوش دل کند کار بیش

(تسہیل الواعظ ص ۲۰۸)

۳۔ یک چشم شخص کی حکایت

ایک یک چشم شخص کی مشہور حکایت ہے کہ وہ دہلی گیا۔ سیر کے لیے چاندنی چوک میں نکلا۔ اتفاق سے آپ کی گردن مڑ نہ سکتی تھی۔ اس لیے جاتے وقت صرف ایک طرف کی دکانیں نظر آئیں۔ دوسری جانب کی نظر نہ آئیں۔ جب وہاں سے واپس ہونے لگا تو دوسری جانب کی نظر آئیں۔ ان کو دیکھ کر آپ فرماتے ہیں کہ دلی کے لوگ بھی ستم کے لوگ ہیں۔ ابھی دکانیں دائیں جانب تھیں ابھی ہمارے لوٹنے سے پہلے ان کو بائیں جانب اٹھا کر رکھ دیا۔

فائدہ: اس طرح ہمارے بھائیوں نے بھی شریعت کو صرف ایک طرف سے دیکھا ہے۔ اس لیے وہ اپنے کو دوسروں کی تہذیب میں محتاج سمجھتے ہیں ورنہ اگر پورے طور سے دیکھتے تو شریعت میں وہ اعلیٰ درجہ کی تہذیب ہے کہ دنیا میں کسی قوم کے اندر بھی ایسی تہذیب نہیں۔ (تسہیل المواعظ ص ۱۹۹)

۴۔ مٹی کے سونا ہو جانے کی حکایت

کانپور میں دو آدمیوں نے کہیں سن لیا تھا کہ شب برأت میں جو دعا مانگی جاوے قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ دونوں ایک مٹی کا ڈھیلا لے کر بیٹھے اور اس پر ایک رومال ڈال دیا اور دعا مانگنی شروع کی کہ یااللہ! یہ مٹی سونا ہو جاوے۔ تمام رات دعا کرتے رہے جوں جوں صبح ہوتی تھی شوق بڑھتا جاتا۔ بمشکل صبح پکڑی اور جلدی سے کھولا دیکھیں تو وہی مٹی۔ ساری آرزوئیں خاک ہوگئیں اور دل مر گیا کہ شب قدر بھی خالی گئی۔ طرح طرح کے شیطانی خیال آئے کہ دعا کو ویسے بھی سنا کرتے تھے کہ قبول ہوتی ہے اور آج تو شب قدر تھی۔ اسی فکر میں بیٹھے تھے خیریت ہوئی کہ بندۂ خدا ایک درزی پہنچ گیا جو علم والوں کی صحبت پائے ہوئے تھا۔ ان سے پوچھا کیسے ست ہو۔ انہوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا بھائی شکر کرو اس میں کچھ حکمت ہوگی۔ ایک ذرا سی بات تو مجھ کو معلوم ہوتی ہے کہ اللہ میاں تمہارے بدخواہ نہیں۔ اگر وہ سونے کا نکلتا تو تم دونوں میں لڑائی تو ابھی ہوتی پھر جانے کہاں تک طول کھینچتا ممکن ہے ڈھیلا کسی تیسرے کا ہو جاتا۔ دونوں کی تسکین ہوگئی۔

فائدہ: غرض یہ ہے کہ موہوم سونے کے لیے تو اتنی محنت کی کہ کہیں سونے کا گھڑا نظر پڑ جائے تو جانے کیا ہو۔ آج کل سب نے یاد کرلیا ہے اتفاق اتفاق یہ خبر نہیں کہ اتفاق کیسے ہوتا ہے۔ اتفاق ہوتا ہے خواہش نفسانی روکنے سے۔ غرض ساری برائیوں کی جڑ خواہش نفسانی ہے اور یہی روکنے کی چیز ہے۔ (وعظ حاضری کا خوف ص ۶۷)

۵۔ عشق مجازی میں مبتلا ہونے والے کی حکایت

ایک شخص کی حکایت ہے (یہ بزرگ ہیں پہلے حالت ایسی ہی تھی بعد میں بزرگ ہوئے) وہ یہ کہ ایک عورت سے عشق تھا۔ بڑی آرزوؤں کے بعد ایک دن شام کو کہیں بات کرنے کا موقع مل گیا اور صورت یہ تھی کہ کھڑکی کے نیچے بات کرنے کھڑے ہوئے تھے۔ ایسے محو ہوئے کہ تمام رات گزر گئی۔ جب مؤذن نے صبح کی اذان دی تو کیا کہتے ہیں بھلے مانس تجھے بھی آج ہی عشا کی اذان سویرے کہنی رہ گئی تھی۔ کسی نے کہا جناب خبر بھی ہے صبح ہوگئی۔ منہ پھیر کر دیکھا تو واقعی صبح تھی۔ دل پر اثر ہوا بہت اثر ہوا۔ (تسہیل المواعظ)

فائدہ: جب عشق مجازی کا یہ حال ہے تو حقیقی عشق کی حالت کا کیا پوچھنا۔ جن اللہ والوں کو عشق حقیقی کی دولت ملی ہے ان پر اعتراض حماقت کی دلیل ہے۔

۶۔ ایک لالچی ہندو کی حکایت

ایک لڑائی میں بہت آدمی مارے گئے تھے۔ اس میدان میں ہزاروں مردے پڑے ہوئے تھے۔ ایک صاحب ان میں ایسے بھی پڑے تھے کہ وہ مرے تو نہ تھے مگر زخم ایسے لگے تھے کہ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ اتفاق سے ہندو لشکر پاس سے ہو کر گزرا۔ انہوں نے آواز دی کہ بھائی ذرا سنتے جاؤ تمہارے کام کی بات ہے۔ بنیے نے تھوڑی دور کھڑے ہو کر پوچھا کیا ہے۔ کہا میں تو اب مر ہی جاؤں گا میری کمر میں ایک ہمیانی (بٹوا) ہے اسے تم کھول لو تمہارے ہی کام آجائے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو اور کسی کے ہاتھ پڑ جاوے۔ بنیے لالچی ہوتے ہی ہیں یہ آگے بڑھے جب خوب قریب پہنچ گئے تو اس زخمی نے پورے زور سے ان کی ٹانگ میں تلوار ماری کہ ہڈی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے کہا کم بخت تو نے یہ کیا کام کیا۔ کہا ہمیانی

کہاں سے آئی۔کوئی ہمیانی بھی کمر سے باندھ کے لڑائی میں آتا ہے۔ہم اس میدان میں رات کو اکیلے پڑے رہتے دوسرا یت کے لیے تمہیں بھی بلالیا تو وہ بنیا کیا کہتا ہے کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے۔

فائدہ: یہی حال ہے ان اعتراض کرنے والوں کا کہ نہ خود چلیں نہ اور کو چلنے دیں۔بعض لوگوں کی تو یہاں تک عادت ہے کہ خواہ مخواہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔خود کوئی ٹھیک تدبیر نہیں بتلاتے اور دوسروں کی تدبیر سے جو کام ہو اس میں عیب چھانٹتے ہیں۔ان کی حالت مندرجہ ذیل حکایت سے خوب معلوم ہوگی جن کو عقل دی گئی ہے وہ نرے عیب پر نظر نہیں کرتے جہاں عیب و ہنر دونوں پاتے ہیں۔ہنر کی طرف دیکھتے ہیں اور عیب کو چھپا دیتے ہیں یا درستی کر دیتے ہیں۔(قرآن کے حقوق ص ۱۱۷)

بہروپیا کی مزاحیہ حکایت

جب عالم گیر بادشاہ ہوئے تو شاہی قاعدہ کے موافق ہر ایک کو انعام دیا۔بہروپیا بھی آئے لیکن عالم گیر ایک مولوی آدمی تھے اس لیے ان کو دینا ناجائز سمجھا مگر صاف منع بھی نہ کر سکے۔اس لیے مناسب سمجھا کہ کسی عمدہ حیلہ سے ان کو ٹال دی جاوے۔ایک بہروپیا آیا ،عالم گیر نے کہا کہ جب ایسی شکل میں آؤ گے کہ ہم تمہیں پہچان نہ سکیں۔اس وقت انعام دیں گے وہ طرح طرح کی شکلیں بدل کر آنے لگے مگر عالم گیر نے پہچان لیا لیکن جب ملک دکن کے فتح کرنے کے لیے عالم گیر نے سفر کیا تو عالم گیر کا سفر میں یہ طریقہ تھا کہ راستہ میں جس صاحب کمال کو سنتے تھے اس سے جا کر ملتے تھے۔ایک مقام پر سنا کہ یہاں ایک درویش بڑے باکمال ہیں۔اول وزیر کو ملنے کے لیے بھیجا۔وزیر نے ہر طرح ان کو جانچا وہ ہر بات میں پورے اترے۔آکر عالم گیر سے بہت تعریف کی اور کہا کہ ان کو تکلیف دینا بے ادبی ہے۔آپ خود تشریف لے جا کر ان سے ملیے۔عالم گیر خود گئے اور مل کر بہت خوش ہوئے اور رخصت ہوتے وقت ایک توڑی اشرفیوں کا پیش کیا۔درویش نے لات ماری اور کہا کہ مجھ کو بھی اپنی طرح دنیادار سمجھتا ہے۔عالم گیر پر اس کا بہت اثر ہوا اور اس توڑا کو اٹھالیا اور اسے لے کر چلے۔راہ میں وزیر تک اس درویش کا ذکر رہا۔جب لشکر میں پہنچے تو سامنے

سے دیکھا کہ وہ بزرگ بھی تشریف لا رہے ہیں اور بادشاہ کو جھک کر سلام کیا اور انعام مانگا۔ عالمگیر حیرت میں ہو گئے اور غور کر کے پہچانا تو وہ بہروپیا تھا۔ پس اس کو کچھ انعام دیا اور یہ پوچھا کہ میں نے مان لیا کہ تو بہت بڑا ہوشیار ہے مگر یہ بتلا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اس وقت بہت سا روپیہ لیتا تو نے قبول نہ کیا اور اب اس سے بہت کم روپیہ ہنسی خوشی لے لیا۔ اس نے کہا جو نقل میں نے کی تھی وہ لینا اس نقل کے خلاف تھا اس لیے نہیں لیا۔

فائدہ: تو صاحبو! ہم لوگ تو اس نقال سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ہم سے تو نقل بھی دین کی نہیں ہوتی۔ (تسہیل المواعظ جلد اول)

شاہ ابوالمعالیؒ اور شاہ بھیکؒ کی حکایت

شاہ بھیکؒ صاحب اور شاہ ابوالمعالیؒ کی حکایت ہے کہ شاہ ابوالمعالیؒ کسی بات پر شاہ بھیکؒ صاحب سے خفا ہو گئے اور انہیں علیحدہ کر دیا۔ یہ جنگلوں میں روتے پھرتے تھے۔ برسات آئی حضرت کا مکان گر پڑا۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا ایک تو آدمی تھا وہ سب کام کر لیتا تھا آپ نے اسی کو نکال دیا۔ حضرت نے فرمایا میں نے ہی نکالا ہے تم بلا لو۔ میں تم کو منع نہیں کرتا۔ بی بی صاحبہ نے شاہ بھیک صاحبؒ کو بلا بھیجا ان کی تو عید آ گئی سنتے ہی آ موجود ہوئے۔ بی بی صاحبہ نے مکان کی حالت دکھلائی وہ فوراً جنگل پہنچے اور لکڑی مٹی جمع کر کے مرمت میں لگ گئے یہاں تک کہ سارا دن مکان ٹھیک ٹھاک کر کے چوکس کر دیا اور چھت پر مٹی کوٹنے لگے۔ اتنے میں حضرت ابوالمعالیؒ صاحب گھر میں تشریف لائے اور کھانا کھانے بیٹھ گئے اور چھت پر سے مٹی کوٹنے کی آواز سن کر مہربانی کا جوش آیا اور اٹھ کر صحن میں آئے اور ان کو ٹکڑا روٹی کا دکھلایا کہ لو وہ وہیں سے کود پڑے حضرتؒ نے لقمہ ان کے منہ میں دیا اور سینہ سے لگا لیا۔ بس سارا کام ایک لمحہ میں بن گیا۔

فائدہ: حضرت حکیم الامت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ لحمہ بھی غفلت مت کر خاص طور پر رمضان شریف میں تو جاگ کر عبادت کر لو۔ ان کی رحمت پر نظر کریں تو ایک دم بھی اُدھر سے غفلت نہ کریں اور بے فکر نہ ہوں کیونکہ خدا جانے کس وقت اللہ تعالیٰ مہربانی سے ہم پر توجہ کریں پھر اگر اس وقت ہم ان سے بے فکر ہوئے اور دنیا میں ہمارا خیال ہو تو کیسی خرابی کی

بات ہوگی۔ اس وقت افسوس کر کے کہو گے کہ بڑی خوش قسمتی سے (رمضان شریف) کا موقع ملا تھا۔ پھر وہ ہماری غلطی سے جاتا رہا' میاں وہاں تو جس کا کام بھی بنا ہے ایک لمحہ میں بن گیا۔ ان کی ایک لمحہ کی مہربانی ہمارے لیے بہت ہے مگر بہت دن اس لیے لگ رہتے ہیں کہ ہمیں خبر نہیں کہ کس لمحہ میں مہربانی کی نگاہ پڑے گی۔ (تسہیل المواعظ ص ۲۰۲)

غفلت چھوڑنے کا سبق اس حکایت سے ملتا ہے۔ (جامع)

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں   دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دنیا ہے یہ بستی نہیں   جائے عیش وعشرت و مستی نہیں

ایک چور کا بادشاہ کی لڑکی پہ عاشق ہو جانا

ایک چور بادشاہ کی لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا۔ ایک روزی چوری کرنے کے ارادہ سے بادشاہ کے یہاں گیا۔ وہاں بادشاہ اور بیگم میں اسی لڑکی کی شادی کی نسبت بات ہو رہی تھی۔ وہ بادشاہ کو کہہ رہا تھا کہ میں تو اس کی شادی عابد وزاہد پرہیزگار سے کروں گا یہ چور صاحب چوری تو بھول گئے اور بہت غنیمت جانا کہ آج خوب کام بنا۔ وہاں سے آ کر ایک مسجد میں جا بیٹھے اور دن رات عبادت کرنا شروع کر دی۔ اس کا شہرہ ہو گیا کہ ایک بڑے عابد صاحب تشریف لائے ہیں۔ اُدھر بادشاہ نے آدمی مقرر کر رکھے تھے چنانچہ خبر ملی کہ ایک عابد صاحب فلانی مسجد میں قیام رکھتے ہیں ان سے زیادہ متقی و عابد کوئی نظر نہیں آتا۔ بادشاہ نے خاص وزیروں کو ان کے پاس پیغام دے کر بھیجا اور یہاں کام ہو چکا تھا۔ انہوں نے توجہ بھی نہ کی' وزیر نے نہایت ادب سے پیغام بادشاہی سنایا' انہوں نے کہا اصل میں نیت تو میری بری تھی مگر حق تعالیٰ نے اپنا فضل کیا۔ اب مجھے نہ آپ کی بیٹی کی ضرورت ہے نہ آپ کے لاؤ لشکر کی' بس تشریف لے جائیے اور میرا وقت ضائع نہ کیجئے۔

فائدہ: اطاعت ایسی چیز ہے کہ بعض وقت گو اس میں اچھی غرض نہ ہو مگر انجام کار اسی سے درست ہو جاتا ہے۔ کسی بزرگ سے کسی نے کہا دیکھئے صاحب فلاں شخص دکھلاوے کا ذکر کرتا ہے۔ بزرگ نے کہا کہ تو تو دکھلاوے کا بھی نہیں کرتا' وہ دکھلاوے کا ذکر کرتا تو ہے کبھی نہ کبھی ذکر میں جگہ لر ہی لے گا اور تجھ سے کیا امید ہے۔ (حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب مہاجر مکیؒ) فرماتے تھے کہ عبادت اول ریا ہوتی ہے۔ چند روز میں عادت ہو جاتی ہے پھر عبادت میں اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ مجذوبؒ فرماتے ہیں:

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن　　پہلے عادت پھر عبادت ہوگئی
درد میں پیدا حلاوت ہوگئی　　دے گئی ان کو شکر رنجی مزا

(تسہیل المواعظ جلد اول ص ۵۹)

ایک دیہاتی کا ریل میں سفر کرنا

ایک دیہاتی نے ریل کا سفر کیا اور ایک من بورا اپنے ساتھ لیا' جب اسٹیشن پر پہنچا تو ریلوے ملازموں نے ٹکٹ کے ساتھ اسباب کی بلٹی بھی مانگی' اس نے بلٹی کی جگہ بھی اپنے اسی ٹکٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ریلوے ملازم نے اس کو سمجھانے کے لیے کہا کہ تمہارا اسباب پندرہ سیر سے زیادہ ہے اور پندرہ سیر سے زیادہ اسباب بغیر محصول دیئے نہیں لے جا سکتے کیونکہ ریلوے قانون یہی ہے اس لیے ایک بلٹی اس اسباب کی بھی ہونی چاہیے۔ یہ سن کر وہ دیہاتی کہتا ہے کہ پندرہ سیر سے یہ خالص وزن مراد نہیں ہے بلکہ اتنا وزن مراد ہے جس کو ایک آدمی اٹھا سکے اور چونکہ ہندوستانی لوگ پندرہ سیر ہی اٹھا سکتے ہیں اس لیے خاص وزن لکھ دیا ہے اور ہم ایک من اٹھا سکتے ہیں اس لیے ہمارے لیے ایک من کا وہی قانون ہوگا جو تمہارے پندرہ سیر کے لیے ہے۔

فائدہ: خیر یہ حکایت تو لطیفہ ہے لیکن ہم کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیا وہ ٹکٹ کلکٹر اس دیہاتی کے جواب کو مان لے گا' ہرگز نہیں بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دے گا تو جیسا اس دیہاتی نے قانون کا غلط مطلب نکالا اور اس کو بدلنا چاہا اس طرح قرآن کا غلط مطلب نکالتے ہیں اور زور دے کر کہا جاتا ہے کہ قرآن کا یہی مطلب ہے حالانکہ وہ مطلب نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا یا نہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سمجھا یا نہ خدا تعالیٰ نے' پھر وہ مطلب کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ صاحبو! وہ مطلب ایسا ہی ہوتا ہے جیسے اس دیہاتی نے قانون کا مطلب بیان کیا تھا۔ (تسہیل المواعظ جلد اول ص ۲۵۷)

بیوقوف عالم کی حکایت

ایک رئیس صاحب نے داڑھی منڈا رکھی تھی۔ ایک عالم نے ان پر اعتراض کیا۔ اس سے اس رئیس پر بہت اثر پڑا' اتفاق سے مجمع میں ایک دوسرے صاحب بھی بیٹھے تھے اور یہ

بھی مولوی کہلاتے تھے، آپ فرماتے ہیں کہ داڑھی ہرگز نہ رکھنی چاہیے کیونکہ اس میں جوئیں پڑ جاتی ہیں اور وہ زنا کرتی ہیں۔

فائدہ: فرمایئے اس رئیس کی نظر میں کیا وقعت اور عزت ان مولوی صاحب کی رہی ہوگی اور زیادہ سبب ان بری باتوں کا یہ ہے کہ اکثر گھٹیا خاندان کے لوگ عربی پڑھتے ہیں اس وجہ سے مولوی ہوکر بھی بری عادتیں ان میں باقی رہتی ہیں۔ (تسہیل المواعظ ص ۲۷۱)

علامہ تفتازانی کی حکایت

علامہ تفتازانی ایک بڑے بھاری عالم تھے ان کا قصہ لکھا ہے کہ جب امیر تیمور لنگ بادشاہ کے دربار میں آئے تو امیر تیمور چونکہ لنگڑا تھا اس وجہ سے پیر پھیلائے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے بھی پیر پھیلا دیئے۔ امیر تیمور کو برا معلوم ہوا اور کہا کہ مجھے تو عذر ہے کہ میرے پیر میں لنگ (لنگڑاپن) ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی عذر ہے کہ مجھ میں ننگ آتی ہے یعنی اس سے کہ بادشاہ تو پیر پھیلائے بیٹھے اور میں پیر سکیڑ کر بیٹھوں۔

فائدہ: پس عالم تو وہ ہے جس کو علم میں کمال حاصل ہو اور کمال کا اثر ہے بے پروا ہونا جس میں کمال ہوگا وہ ضرور بے پروا ہوگا۔ دیکھئے بڑھئی، راج، لوہار جب اپنے کام میں کاری گر ہو جاتے ہیں اور کمال حاصل ہو جاتا ہے تو کیسے بے پروا ہو جاتے ہیں تو علم کیا ان ذلیل کاموں کے برابر بھی اثر نہیں رکھتا۔ ضرور رکھتا ہے اور یقینی بات ہے کہ جس میں بے پروائی نہیں ہے اس کے کمال میں کمی ہے۔ (تسہیل المواعظ ص ۲۷۱ جلد اول)

ایک کم سمجھ طالب علم کی حکایت

ریاست رام پور سے ایک طالب علم نے میرے پاس (مراد حضرت حکیم الامت قدس سرہ ہیں) خط بھیجا کہ مجھ کو فلاں شبہ ہے اس کے لیے کوئی دعا بتلا دیجئے۔ میں نے لکھا کہ لاحول پڑھا کرو چند روز کے بعد وہ مجھ سے ملے اور پھر شکایت کی۔ میں نے پوچھا اس سے پہلے میں نے کیا بتلایا تھا کہنے لگا لاحول پڑھنے کو بتلایا تھا، سو میں پڑھتا ہوں۔ اتفاقیہ بات میں نے دریافت کیا کہ کس طرح پڑھا کرتے ہو کہنے لگے کہ یوں پڑھا کرتا ہوں لاحول لاحول لاحول۔

فائدہ: جیسے یہ طالب علم لاحول پڑھنے کے یہ معنی سمجھے ہیں کہ صرف لاحول کو پڑھ

لیا جائے حالانکہ لاحول تو ایک پورے کلمہ کا نام ہے یعنی "**لاحول ولا قوۃ الا باللہ**" اس طرح ان لوگوں نے (مراد وہ لوگ ہیں جو رسول پر ایمان لانے کو ضروری نہیں سمجھتے) لا الہ الا اللہ پڑھنے کے معنی یہ سمجھے کہ صرف لا الہ الا اللہ ہی پڑھا جاوے حالانکہ لا الہ الا اللہ سے وہی مراد ہے جس کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو جس کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جن میں پورا کلمہ مذکور ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے **الایمان شھادت ان لا الہ الا اللہ محمداً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)**

ترجمہ: ایمان یہ ہے کہ گواہی دینا اس بات کی سوائے اللہ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور گواہی دینا اس بات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ محمد رسول اللہ ماننا ضروری ہے۔ اس کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ (تسہیل المواعظ جلد اول ص ۲۹۱)

غمی کی غیر شرعی رسومات کرنے والوں کی حکایت

قصبہ کیرانہ کے رہنے والے ایک حکیم صاحب فرماتے تھے کہ میرے پاس ایک گوجر آیا اس کا باپ بیمار ہو رہا تھا' کہنے لگا کہ حکیم صاحب جس طرح ہو سکے اب کی مرتبہ اس کو اچھا ہی کر دیجئے کیونکہ قحط بہت ہو رہا ہے اگر بڈھا مر گیا تو مرنے کا ایسا غم نہیں مگر چاول بہت مہنگے ہیں۔ (غیر شرعی رسومات کو کس طرح پورا کروں گا) ان کو کس طرح کھلاؤں گا۔

فائدہ: دین میں تنگی نہیں ہے لیکن ہم لوگوں نے خود غیر شرعی رسومات داخل کر کے شریعت کو مشکل بنا دیا ہے جیسے مرگ کی رسومات' تیجہ' نواں' چالیسواں وغیرہ کی شریعت میں کچھ اصل نہیں۔ اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ مالی کمزوری کی وجہ سے جب ان غیر شرعی رسوم پر عمل نہیں ہوتا تو شریعت پر الزام لگاتے ہیں کہ شریعت پر چلنا مشکل ہے۔

بے علم احمق انگریز کی حکایت

میرے بھائی (مراد حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے بھائی ہیں) ریل میں سوار تھے ایک تفسیر کی کتاب ان کے ہاتھ میں تھی ایک صاحب بہادر بھی اسی درجہ میں سوار تھے بھائی سے کہنے لگے کہ اس کتاب کو دیکھ سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا دیکھئے! آپ نے رومال سے تفسیر کو اٹھا کر دیکھا

تو اول الو نکلا۔ صاحب بہادر نے بہت دیر تک اس کو سوچا جب سمجھ میں نہ آیا تو بھائی سے پوچھتے ہیں یہ کیا ہے آلو بھائی نے تفسیر ہاتھ سے لے لی اور کہا کہ یہ آپ کے دیکھنے کی نہیں ہے۔

فائدہ: بعض لوگ قرآن پڑھنے کو ضروری خیال نہیں کرتے، کہتے ہیں قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ فرماتے ہیں اگر ان لوگوں کی رائے قبول کر لی جاوے کہ قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں تو یہی روز بد دیکھنا پڑے گا کہ آپ بھی اس انگریز کی طرح الٓو کو آلو پڑھنے لگیں گے۔ میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جب تک کسی پڑھے ہوئے سے قرآن نہ پڑھا جائے۔ اس وقت تک ممکن ہی نہیں کہ الٓر یا اس کے مثل دوسرے الفاظ صحیح پڑھ لئے جائیں۔ (تسہیل المواعظ ج ا ص ۳۲۱)

امیر کو مفلس بنا دینے کی حکایت

قصبہ بگھرہ وہاں ایک رئیس تھے جنہیں مالدار ہوئے زیادہ زمانہ گزرا تھا انہوں نے اپنے لڑکے کی شادی کی برادری کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ موقع بہت اچھا ہے یہ شخص بہت بڑھ گیا ہے۔ اس کو اپنے جیسا مفلس بنانا چاہیے چنانچہ دو چار آدمیوں نے اتفاق کر کے ان کو یہ رائے دی اس شادی میں طائفہ کو ضرور بلانا چاہیے اور کہا کہ میاں کیا روز روز یہ موقع آتا ہے چنانچہ طائفہ کو بلایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ کما کر جمع کیا تھا، سب کھو کر بیٹھ رہے، برادری نے جب دیکھا کہ یہ بھی ہماری طرح کنگال ہو گیا ہے تو بہت خوش ہوئے۔

فائدہ: واقعی آج کل لوگوں کی وہ حالت ہے کہ کسی کو اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتے۔ کسی کبڑے سے کسی نے پوچھا تھا کہ تیری کیا آرزو ہے اس نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ یہ سب لوگ کبڑے ہو جائیں تا کہ میں بھی ان کو دیکھ کر ہنسوں۔ (شادی بیاہ وغیرہ میں انسان) جتنا بھی زیادہ خرچ کرتا ہے۔ برادری زیادہ عیب نکالتی ہے اور ظاہر میں ہمدردی بھی کرتی ہے تو دل میں اس کے بگاڑنے اور نقصان پہنچانے کی فکر ہوتی ہے۔ (تسہیل المواعظ ص ۴۴۵ ج ا)

بی بی تمیزہ کی مزاحیہ حکایت

ایک آوارہ عورت تھی بی بی تمیزہ اس کو کسی بزرگ نے نماز کا پابند کر دیا تھا اور وضو بھی سکھلا دی وہ سمجھتے تھے کہ نماز کی بدولت یہ بدکاری بھی چھوڑ دے گی، پانچ چھ ماہ کے بعد جوان

بزرگ کو دوبارہ اُدھر آنے کا اتفاق ہوا تو پوچھا بی بی نماز پڑھا کرتی ہو کہنے لگی جی ہاں انہوں نے کہا وضو بھی کیا کرتی ہو کہنے لگی آپ وضو کرا کے تو گئے تھے بس اسی وضو سے نماز پڑھ لیتی ہوں۔

فائدہ: تو جیسے اس بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ وہ نہ سونے سے ٹوٹتا تھا نہ بدکاری سے ایسی ہی آج کل کی بزرگی بھی ہے کہ کسی طرح ٹوٹتی ہی نہیں بس عوام بزرگی اسی کو سمجھتے ہیں کہ ظاہری حالت کو درست کر لیں رہا باطن اس کی جو حالت بھی ہو پروا نہیں۔ (تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۴۷۹)

حضرت بہلولؒ کی حکایت

حضرت بہلولؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کا کیسا مزاج ہے کہنے لگے اس شخص کے مزاج کی کیا کیفیت پوچھتے ہو کہ دنیا کا ہر کام اس کی خواہش کے موافق ہوتا ہے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے فرمایا اس لیے کہ دنیا کا کوئی کام خدا کی خواہش کے خلاف نہیں ہوتا اور میں نے اپنی خواہش کو بالکل خدا کی خواہش میں فنا کر دیا تو میری خواہش کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا کیونکہ جو کام خدا کی خواہش کے موافق ہوگا وہ میری خواہش کے موافق ہوگا۔

فائدہ: پس راحت واطمینان کا راز یہ ہے کہ اپنا ہر کام (اللہ والوں) نے حق تعالیٰ کو سونپ دیا ہے اپنی کوئی رائے نہیں لگاتے اس لیے جو کچھ ہوتا ہے اس سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی۔ (تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۵۰۵)

شیخ چلی کی مزاحیہ حکایت

شیخ چلی مزدوری پر تیل کا گھڑا سر پر اٹھائے لیے جا رہا تھا اپنے ذہن میں یہ خیال پکا رہا تھا کہ یہ تیل کا گھڑا جو مزدوری پر لے جا رہا ہوں اس کو پہنچا کر مجھے پیسے ملیں گے ان پیسوں سے یوں مالدار ہو جاؤں گا۔ پہلے مرغی لوں گا' پھر بچے نکال کر ان کو فروخت کر کے بکری خرید کر پھر بھینس لوں گا' پھر بیاہ کر لوں گا' پھر خوب اولاد ہوگی' وہ مجھ سے پیسے مانگے گی میں کہوں گا ہشت' اس کہنے سے آپ کا سر ہل گیا اور گھڑا گر گیا۔ مالک بہت جھلایا سخت ناراض ہوا تو آپ کہتے ہیں کہ تیرا ایک گھڑا ہی گیا میرا تو سارا کنبہ برباد ہو گیا۔

فائدہ: صاحبو! اس حکایت پر تو ہم ہنستے ہیں مگر درحقیقت ہم خود اپنے اوپر ہنستے ہیں کیونکہ ہم سب اسی بلا میں پھنسے ہوئے ہیں کہ ہر وقت یہ دھن لگایا کرتے ہیں کہ اس روپیہ سے

یوں تجارت ہوگی اتنا نفع اس میں ہوگا یوں ہم بینک میں روپیہ داخل کریں گے اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہر تمنا پوری ہوتی نہیں اخیر میں شیخ چلی کی طرح ہر شخص کا گھڑا پھوٹ جاتا ہے۔

ہر وقت بغل میں کتا رکھنے والے احمق شخص کی حکایت

ایک صاحب کتا بغل میں دبائے بیٹھے تھے کسی نے کہا اس میں کیا مصلحت ہے، کہنے لگا تاکہ موت کا فرشتہ پاس نہ آئے کیونکہ فرشتے کتے سے بھاگتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو کوئی بات نہیں، آخر دنیا میں کتے بھی تو مرتے ہیں فرشتہ ان کی جان نکالتا ہے وہی تمہاری بھی نکالے گا۔

فائدہ: حدیث میں ہے کہ جہاں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے لیکن عزرائیل علیہ السلام کے متعلق گمان کرنا کہ وہ بھی نہ آئیں گے حماقت ہے۔

اللہ والوں کو غلطی سے متنبہ کرنے کی حکایت

مولانا اسماعیل شہیدؒ کے پیر ایک دن صبح کی نماز میں بوجہ شادی ہونے کے ذرا دیر سے پہنچے تو ان کے مرید مولوی عبدالحئ صاحب نماز کے بعد وعظ فرمانے بیٹھ گئے اس میں یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ جورو کی بغل میں پڑے رہتے ہیں اور تکبیر اولیٰ قضا ہو جاتی ہے۔ جناب سید صاحب نے نہایت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔

فائدہ: اہل حق کی یہی پہچان ہوتی ہے کہ بڑوں کو بھی شریعت کی بات بتلا دے مگر ادب کو نہ چھوڑے۔ مولوی عبدالحئ صاحب کی نصیحت کا گو یہ طرز ظاہر میں ادب کے خلاف تھا مگر اس طرز سے کہنے کی اس لیے جرأت کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ سید صاحبؒ کو برا نہ معلوم ہوگا بلکہ خوش ہوں گے ان کو خوش کرنے کو بے ادبی اختیار کی۔ (تسہیل المواعظ ص ۵۲۵)

یقین کیساتھ عمل کرنے والے جاہل شخص کی حکایت

ایک مولوی صاحب وعظ میں بسم اللہ کی فضیلتیں بیان فرما رہے تھے کہ بسم اللہ پڑھ کر جو کام کریں وہ پورا ہو جاتا ہے۔ ایک جاہل گنوار نے سنا اور کہا کہ یہ ترکیب تو اچھی ہاتھ آئی مجھے ہر روز کشتی کے پیسے دینے پڑتے ہیں اب سے بسم اللہ کہہ کر پار اتر جایا کریں گے۔

روزمرہ پیسے تو نہ دینا پڑیں گے۔ چنانچہ مدتوں وہ اسی طرح آتا جاتا رہا' اتفاق سے ایک روز مولوی صاحب کی دعوت کی اور گھر لے جانے کے واسطے ان کو ساتھ لیا۔ راستے میں وہی دریا ملا۔ مولوی صاحب بولے کہ کیسے آؤں' اس نے کہا کہ بسم اللہ پڑھ کر آ جایئے میں تو ہمیشہ بسم اللہ ہی پڑھ کر اتر جاتا ہوں' مولوی صاحب کی تو ہمت نہ ہوئی مگر اس نے ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ان کو بھی پار اتار دیا۔

فائدہ: یہ یقین ہی کی قوت تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہ کام آسان کر دیا۔ اسی وجہ سے بعض بزرگ تعویذ دیتے وقت کہہ دیتے ہیں کہ اس کو کھولنا مت ورنہ اثر نہیں ہوگا۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ کھول کر دیکھنے سے وہی معمولی کلمہ سمجھ کر دیکھنے والے کا عقیدہ کمزور ہو جاتا ہے۔ (تسہیل المواعظ)

ایک غیر مقلد اور نواب صدیق حسن کی حکایت

نواب صدیق حسن صاحب کے بیٹے کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک روز بھوپال میں وہ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے اور ایک غیر مقلد ان کے پاس کھڑے ہوئے تھے' یہ خیال کر کے کہ صاحب زادے صاحب بہت خوش ہوں گے اس نے زور سے آمین کہی' صاحب زادے صاحب نے بعد نماز کے ان سے کہا کہ آپ سے مجھے کام ہے ذرا مجھ سے مل کر جایئے گا۔ وہ خوشی خوشی انتظار میں بیٹھ گئے کہ دیکھئے کیا انعام ملتا ہے۔ تھوڑی دیر میں صاحب زادے صاحب مسجد کے باہر تشریف لائے اور وہ صاحب سامنے آئے کہ حضور کیا ارشاد تھا' صاحب زادے صاحب نے ان کے ایک دھول زور سے جمائی اور فرمایا کہ زور سے آمین کہنا تو ضرور حدیث شریف میں آیا ہے مگر یہ بتلا کر آمین کی اذان کس حدیث میں آئی ہے جو تو نے اس زور سے کہی کہ پاس والے بھی گھبرا اٹھے' معلوم ہوتا ہے صرف مخالفت بھڑکانے کے لیے ایسا کرتے ہوئے اس لیے یہ سزا دی گئی ہے۔

فائدہ: حضرات ہماری سب ہی حالتیں بگڑ رہی ہیں ہر چیز میں زیادتی یا کمی ہو رہی ہے عوام کی شکایات کیا کریں۔ (تسہیل المواعظ ص ۱۴۱ ج ۱)

غیب کی باتیں معلوم ہو جانے والے شخص کی مزاحیہ حکایت

کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ دعا کرانا چاہی کہ مجھے کل کی بات معلوم ہو جائے کرے کہ میری تقدیر میں کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نصیحت کی کہ اس کو جانے دے اس خیال میں نہ پڑ اس نے نصیحت نہ مانی اور اصرار کیا۔ انہوں نے دعا کردی اور وہ قبول ہوگئی۔ چنانچہ اس کو معلوم ہوا کہ کل کو میرا گھوڑا مر جائے گا' اس نے فوراً بازار میں جا کر بیچ ڈالا اور بہت خوش ہوا' پھر معلوم ہوا کہ کل کو میرا غلام مر جائے گا وہ اس کو بھی بیچ آیا اور بہت خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو میں مر جاؤں گا۔ اب بہت پریشان ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے جا کر عرض کیا کہ کیا کروں' وحی آئی کہ اس سے کہہ دو کہ تجھ کو منع کیا تھا کہ اس خیال میں نہ پڑ کہ کل کی بات معلوم ہو جایا کرے تو نے نہ مانا' آخر تو نے اس کا نتیجہ دیکھا اصل یہ ہے کہ تیرے گھر پر ایک بلا آنے والی تھی ہم نے چاہا جانور پر پڑ جائے تو نے اس کو جدا کر دیا' ہم نے چاہا کہ غلام پر پڑ جائے تو نے اس کو بھی جدا کر دیا اب تو ہی رہ گیا۔ اگر تجھ کو پہلے سے آئندہ کی خبر نہ ہوا کرتی تو گھوڑا اور غلام کیوں بیچا جاتا اور تو موت کے منہ میں کیوں پڑتا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنی مصلحت انسان نہیں سمجھتا۔ دیکھئے اس شخص کو کل کی بات معلوم کر لینے سے کیسی پریشانی اٹھانا پڑی۔ (تسہیل المواعظ ص ۵۴۷ ج ۱)

لیلیٰ مجنوں کی مزاحیہ حکایت

مجنوں کی حکایت ہے کہ وہ جنگل میں اکیلا بیٹھا ہوا زمین پر انگلیوں سے کچھ لکھ رہا تھا۔ ایک شخص کا اس طرف سے گزر ہوا تو اس نے پوچھا کہ میاں مجنوں یہ کیا کر رہے ہو یہ خط کس کے پاس لکھ رہے ہو کہا لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں تا کہ دل کو کچھ تسلی ہو۔

فائدہ: پس جب مجنوں کا لیلیٰ کے عشق میں یہ حال تھا تو مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے بھی کم ہے۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ عشق میں مجنوں سے بھی کم ہیں وہ تو لیلیٰ کے نام کی مشق ہی کو بڑا مقصود سمجھ رہا ہے مگر یہ لوگ دوسری چیزوں کی تلاش میں ہیں۔ (تسہیل المواعظ ص ۵۵۱ ج ۱)

دو بھائیوں کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص جب کہیں جاتا تھا تو اپنے اسباب کو بڑے پیر صاحب کے سپرد کر جاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے بھائی نے اللہ کے سپرد کر دیا' اتفاق سے اس روز چوری ہوگئی' جب وہ آیا تو اس نے کہا کہ تو نے ان کے ناحق سپرد کیا وہ تو ادھر کا ادھر کیا ہی کرتے ہیں اور پھر ان سے تو کوئی باز پرس نہیں کر سکتا' بڑے پیر صاحب کے سپرد کرتے تو وہ خدا کی باز پرس کے خیال سے اچھی طرح حفاظت کرتے۔

فائدہ: الغرض یہ سب باتیں اس وجہ سے ہیں کہ خدا سے تعلق کم ہے اس تعلق کو بڑھاؤ اور یہ بڑھتا ہے علم و عمل اور اصلاح سے غرض طریق تو یہ ہے مگر اب تو خدائے تعالیٰ سے ایسی بے تعلق ہے کہ گویا ان کے ہاتھ کوئی کام ہی نہیں سمجھتے۔ بہت سے بدعقیدہ تو یہاں تک بڑھ گئے ہیں خدا کی پناہ۔ (مواعظ حقوق و فرائض ص ۵۱۴)

کم فہم طالب علم کی مزاحیہ حکایت

ایک طالب علم تھے' کتابیں پڑھ کر اپنے گھر چلے تو استاد سے پوچھا کہ حضرت یہ تو آپ جانتے ہیں کہ مجھے آتا جاتا خاک بھی نہیں مگر وہاں لوگ عالم سمجھ کر مسائل پوچھیں گے تو کیا کروں گا' استاد تھے بڑے ذہین انہوں نے کہا کہ ہر سوال کے جواب میں یہ کہہ دیا کرنا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور واقع میں کوئی مسئلہ مشکل سے ایسا ہوگا جس میں اختلاف نہ ہو سوائے عقائد توحید و رسالت وغیرہ تو ہر بات کا یہی جواب دے دینا کہ اس میں اختلاف ہے تھوڑے ہی دنوں میں لوگوں میں ان کی ہیبت بیٹھ گئی کہ بڑا عالم تبحر ہے بڑا وسیع النظر ہے مگر فوق کل ذی علم علیم۔ کوئی صاحب پرکھ گئے کہ اس نے سب کو بنا رکھا ہے (یعنی دھوکہ دے رکھا ہے) اس شخص نے آکر کہا مولانا مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے انہوں نے کہا فرمائیے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں آپ کی کیا تحقیق ہے' کہنے لگے اس میں اختلاف ہے بس آپ کی قلعی کھل گئی۔

معقولی طالب علم کی حکایت

کسی معقولی طالب علم سے مسئلہ پوچھا کہ گلہری کنویں میں گر پڑی ہے پاک کرنے کے لیے کتنے ڈول نکالے جاویں۔ یہ بے چارے نری معقولی جانتے تھے فقہ کی خبر نہ تھی اب

آپ نے اپنا جہل چھپانے کے لیے اس سے پوچھا کہ گلہری جو گری ہے دو حال سے خالی نہیں یا خود گری یا کسی نے گرادی۔ پھر اگر خود گری ہے تو دو حال سے خالی نہیں ہے' دوڑ کے گری یا آہستہ اگر کسی نے گرائی ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا آدمی نے گرائی یا جانور نے اور ہر ایک کا جدا حکم ہے تو اب بتلاؤ کیا صورت ہے سائل نے پریشان ہو کر کہا صاحب اس کی خبر نہیں کہنے لگے پھر کیا جواب دیں۔

فائدہ: اور یہ جھوٹ بولا کہ ہر شق کا جدا حکم ہے۔ جدا حکم کیا ہوتا سب کا حکم ایک ہی ہے وہ بے چارہ گھبرا کے چل دیا ان کی منطق کا کیا جواب دیتا تو یہ محض ترکیبیں ہیں اور یہ بھی بعضوں کو آتی ہیں اور بعضوں کو نہیں آتیں وہ کیا کرے گا کہ غلط سلط مسئلہ بتا دے گا۔

(الدعوۃ الی اللہ ص ۴۰)

توکل کی حقیقت نہ سمجھنے والے بیوقوف کی حکایت

ایک شخص نے کسی واعظ سے سن لیا کہ سب کو خدا دیتا ہے خدا ہی پر توکل اور بھروسہ رکھنا چاہیے۔ بس یہ سن کر جنگل میں جا بیٹھے اب ہم بھی توکل کریں گے کیا خوب سمجھے توکل کو اب ایک وقت گزرا دوسرا وقت گزرا کہیں کھانے کا پتہ نہیں۔ وہاں ایک کنواں بھی تھا اتفاقاً ایک مسافر آیا' کنویں پر بیٹھا اور سڑک کی طرف منہ کر کے بیٹھا ان کی طرف منہ بھی نہیں کیا اور کھایا پیا چلتا بنا۔ دوسرا آیا وہ بھی کھا پی کر یہ جا وہ جا۔ اب جب کئی وقت گزر گئے اور انہیں بھوک کی تاب نہ رہی تو سوچا کیا کروں' آخر ایک اور مسافر آ کے بیٹھا اور وہ بھی کھا پی کر چلنے کو ہوا تو ان متوکل نے کھنکھارا اس نے منہ پھیر کر دیکھا تو بے حد پریشان صورت اس کو ترس آیا اور روٹیاں حوالہ کیں۔ اب یہ کھا کے مولوی صاحب کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ آپ نے وعظ میں توکل کے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ بہت ٹھیک ہے مگر اس میں ایک بات چھوڑ دی وہ یہ کھنکھارنا بھی پڑتا ہے۔

فائدہ: تو یہ کیسا وعظ ہے کہ ایک بات کہی اور ایک بات چھوڑ دی جس سے عمل کرنے والے کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا تو حضرت پہلے امتحان تو دیجئے پھر ثمرہ دیکھئے یہ دشواریاں تو امتحان کی ہیں جب امتحان میں کامیاب ہوئے تو پھر انعام لو۔

کروں گا جمع میں ناکام تدبیر و توکل کو
بس اب جوڑوں گا میں تقدیر سے تدبیر کے ٹکڑے

عطر فروش لڑکی کی مزاحیہ حکایت

کسی عطر فروش کی لڑکی چمڑے رنگنے والوں میں بیاہی گئی ایک دن اتفاق سے ساس بہو میں لڑائی ہوئی، ساس نے کہا کہ ایسی ست اور کاہل بہو سے پالا پڑا ہے کہ تکے پر سے بھی نہیں ہلتی۔ (یعنی اتنی ست ہے کہ اگر پاخانہ کرنے لگ جائے تو وہیں رہ جاتی ہے، بہو نے کہا واہ مجھے کاہل نہ کہنا میں نے تو اتنا بڑا کام کیا ہے کہ آج تک تم میں سے کسی سے بھی نہ ہو سکا۔ ساس نے کہا کہ کون سا کام کیا؟ بہو نے کہا کہ میرے آنے سے تمہارے گھر کی ساری بدبو جاتی رہی ورنہ پہلے گھر کیسا سڑا ہوا تھا، یعنی اس کا دماغ بھی اس بدبو کا عادی ہو گیا تو یہ سمجھیں کہ بدبو جاتی رہی۔

فائدہ: تو ایسے ہی ہم ہیں کہ غیر خدمت کو خدمت سمجھ رہے ہیں ورنہ کیا ہماری خدمت۔ اس طرح حق تعالیٰ کی عبادت کو آپ بڑی خدمت سمجھتے ہیں اگر غور کیا جائے تو خود ہماری وہ خدمت ہی پسند کے قابل نہیں۔ دیکھ لیجئے ہمارا کوئی روزہ اور کوئی نماز بھی مکروہات سے خالی ہے پھر جو آپ کا یہ نماز روزہ انہوں نے لے لیا تو ان کا احسان ہے۔ اس حکایت میں اپنی خدمت پر ناز نہ کرنے کا سبق ملتا ہے۔ (الدعوۃ الی اللہ ص ۳۲)

بادشاہ اور بیوقوف بدوی کی حکایت

ایک مرتبہ عرب میں قحط پڑا اور پانی تک بالکل خشک ہو گیا۔ ایک بدوی تھا اول تو وہ یوں بھی معاش نہ رکھتا تھا پھر اس پر قحط کی وجہ سے اور بھی تنگی میں مبتلا ہو گیا اس کی بیوی نے کہا آخر گھر میں کب تک بیٹھو گے کہیں نکلو کچھ کماؤ۔ اس نے کہا جب مجھ کو کوئی ہنر نہیں آتا تو کہاں جاؤں اور جا کر کیا کروں گا۔ بیوی نے کہا خلیفہ بغداد کے پاس جاؤ اور حاجت پیش کرو اور حاجت کے لیے کسی ہنر کی ضرورت نہیں اس نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر خلیفہ کے پاس جانے کے لیے کچھ تحفہ چاہیے سو تحفہ کیا لے جاؤں کہنے لگی یہ گاؤں میں جو تالاب خشک ہو گیا ہے اور ایک گڑھے میں کچھ پانی رہ گیا ہے بس اس کا پانی لے جاؤ۔ بھلا ایسا پانی خلیفہ کو کہاں نصیب۔ وہ یہ سمجھتی تھی کہ بغداد میں بھی ہمارے گاؤں کی طرح پانی نہ رہا ہوگا۔ سچ کہا واقعی

خلیفہ کو ایسا سڑا ہوا پانی کیوں ملنے لگا۔ غرض وہ پانی اس نے ایک گھڑے میں بھرا' یہ سر پر رکھ کر سیدھا بغداد خلیفہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو خلیفہ تک پہنچا دیا گیا سر پر سڑے ہوئے پانی کا گھڑا جس کا بیوی نے خوب اچھی طرح منہ بند بھی کر دیا تھا اور جاتے ہی گھڑا خلیفہ کے تخت پر رکھ دیا۔ خلیفہ نے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگا **ھذاء ماء الجنة** یہ جنت کا پانی ہے خلیفہ نے حکم دیا کھولو' کھولا گیا تو سارا دربار گندے پانی کی بدبو سے سڑ گیا مگر خلیفہ ایسا کریم النفس تھا کہ ناک بھوں بھی نہیں چڑھائی۔ خلیفہ کی تہذیب کے اثر سے سارا دربار خاموش رہا۔ خلیفہ نے خدمت گار کو حکم دیا کہ لے جاؤ اسے ہمارے خاص خزانہ میں رکھو اور ان کا گھڑا خالی کر کے اشرفیوں سے بھر دو اور ان کی خوب خاطر مدارت کرو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب رخصت کا وقت قریب آیا حکم ہوا کہ واپسی میں انہیں دجلہ کے راستہ سے ان کے گھر روانہ کردو' اشرفیوں سے گھڑا بھرا جانا اولئک **یبدل الله سیاتھم حسنات** کا تو مصداق تھا ہی مگر اس نے جو دجلہ دیکھا اور اس کے پانی کی لہریں اور ٹھنڈی ہواؤں کا لطف نظر آیا پھر تو اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا (یعنی دل میں بے حد شرمندہ ہوا) کہ جس کے قبضہ میں اتنا بڑا دریا ہے اس کے دربار میں میں نے یہ ہدیہ پیش کیا۔

فائدہ: پس اسی طرح ہماری آپ کی عبادت ہے آپ جس وقت آخرت میں خزائن اعمال انبیاء کے دیکھیں گے تو آپ کے اپنے اعمال پر نظر کر کے شرم آوے گی۔ آج کل اکثر کی یہ حالت ہے کہ ذرا سا کام کیا اور اشتہاروں اور اخباروں میں اپنی مدح کے مضمون دوسروں کے نام سے چھپوار ہے ہیں۔ بہر حال ہم کیا اور ہماری خدمت ہی کیا' اول تو جو خدمت ہے وہ بھی واقع میں انہیں کی توفیق ہے۔ (الدعوۃ الی اللہ ص ۲۹۔۳۰)

ایک جنٹلمین تعلیم یافتہ کی حکایت

ایک جنٹلمین کی حکایت ہے کہ رمضان میں ایک دوست ان سے ملنے گئے تو دیکھا وہ بے تکلف ناشتہ کر رہے' سگریٹ پی رہے ہیں' کہا کیا آپ رمضان میں ایسا کرتے ہیں' کہنے لگا رمضان کیا ہوتا ہے کہا ایک مہینہ کا نام ہے تو جنٹلمین نے مہینوں کی گنتی شروع کی جنوری' فروری' مارچ' اپریل' مئی' جون' جولائی کہا ان میں تو رمضان کا نام کہیں بھی نہیں اور جو نمبر دو

کے جنٹلمین ہیں ان کے یہاں رمضان آتا تو ہے مگر بلائے بے درماں کی طرح آتا ہے کیونکہ وہ سارے سال تو مشغول رہتے ہیں، جنوری، فروری میں رمضان کی خبر ان کو ایک دم ہو جاتی ہے کہ آج رمضان آ گیا تو وہ گھبرا کر کہتے ہیں کہ ابھی ابھی تو گیا تھا ابھی پھر آ گیا۔

فائدہ: صاحبو! مسلمانوں کو تو شمسی حساب میں ایسا غلو نہ چاہیے کہ سال بھر میں اسلامی مہینوں کی خبر نہ ہو۔ (التحصیل والتسہیل ص۲۲)

سلیقہ سے خدمت نہ کرنے والے شخص کی حکایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں ایک شخص مجھ کو پنکھا جھلتے تھے مگر جھلنا جانتے نہ تھے کبھی سر میں مار دیا کبھی کان میں لگ گیا، کبھی ٹوپی اڑا دی مگر چونکہ ان سے بے تکلفی نہ تھی لحاظ کے مارے میں نے کچھ نہ کہا اور اتنی دیر صبر کیا وہ اپنے دل میں یہ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بڑا احسان کیا جو ان سے پنکھا جھلوایا۔ اب دیکھ لیجئے کہ واقع میں احسان کس کا زیادہ ہے سچ تو یہ ہے کہ احسان میرا ہی ہے کہ ان کی خاطر میں نے تکلیف برداشت کر لی اور ناراضی ظاہر نہیں کی۔

فائدہ: اسی طرح حق تعالیٰ کی عبادت کو آپ بڑی خدمت سمجھتے ہیں اگر غور کیا جائے تو خود ہماری خدمت ہی پسند کے قابل نہیں۔ دیکھ لیجئے ہمارا کوئی روزہ اور کوئی نماز بھی مکروہات سے خالی نہیں۔ پھر جو آپ کا یہ نماز روزہ انہوں نے لے لیا تو ان کا احسان ہوا کہ اس پر سزا نہیں دی تو ان کی عنایت تو بھول گئے اپنا احسان جتلانے لگے۔ (الدعوۃ الی اللہ ص۳۳)

امامت کیلئے دو اماموں کے جھگڑنے کی مزاحیہ حکایت

دو شخص عیدگاہ کی امامت کے مدعی تھے دونوں جا کے مصلے پر کھڑے ہو گئے بعض مقتدی ایک کی طرف تھے اور بعض دوسرے کی طرف۔ گویا کچھ ان کے ووٹ دینے والے تھے اور کچھ ان کے غرض تمام صفوف میں دونوں کے معتقدین کا مجمع خلط ملط تھا ایک نے اللہ اکبر کہا تو دوسرے امام کے مقتدی یہ سمجھے کہ ہمارا امام کہہ رہا ہے اور جب دوسرے امام نے کہا اللہ اکبر تو پہلے کے مقتدی سمجھے ہمارا امام کہہ رہا ہے۔ غرض بڑی پریشانی ہر جزو میں رہی، قومہ

رکوع سجدہ قعدہ سب میں یہی لطف رہا۔ ایک امام نے الحمد ختم کر لی تو اب دوسرے کا انتظار ہے کہ یہ سورت چھوٹی پڑھتا ہے یا بڑی اگر بڑی پڑھے گا تو میں چھوٹی شروع کر دوں گا کہ پہلے رکوع میں جاسکوں اور اگر چھوٹی سے چھوٹی شروع کرے گا تو میں جلدی جلدی ختم کر کے رکوع کر دوں گا۔ بہر حال اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک رکوع میں پہنچا تو دوسرے کے بعض مقتدی غلطی سے رکوع میں جھک گئے تو پاس والا اس کے کہنی مارتا ہے کہ یہ ہمارا امام نہیں ہے وہ بے چارہ پھر کھڑا ہو گیا۔

فائدہ: جھگڑے کا کسی جگہ اگر امکان بھی نہ ہو تو بدخصلت انسان وہاں بھی جھگڑا پیدا کر لیتا ہے تو دیکھئے یہاں ان لوگوں نے نماز میں بھی جدال (جھگڑا) کھڑا کر لیا۔ (الدعوۃ الی اللہ)

ایک ہوشیار باراتی کی حکایت

تھانہ بھون سے قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر ایک بارات گئی مگر طے شدہ تاریخ سے ایک روز بعد میں پہنچی، لڑکی والے بہت بگڑے کہ قرارداد کے خلاف کیا انتظام میں ابتری ہوئی کیا نقصان ہوا۔ یہ دیکھ کر باراتی گھبرا گئے، باراتیوں میں ایک ظریف بھی تھے وہ بولے کہ بھائی ہم تھانہ بھون سے تو اسی مقررہ دن یعنی بدھ کو چلے تھے لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آج بدھ نہیں جمعرات ہے، لڑکی والوں نے کہا کہ تھانہ بھون سے یہاں تک کا راستہ چند گھنٹوں میں قطع ہو جاتا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہاں سے بدھ کو چلے اور یہاں جمعرات کو پہنچے ظریف صاحب نے فرمایا تو پھر زمین کا ہیر پھیر معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے کہا اس کا کیا مطلب یہ ہوسکتا ہے۔ ظریف صاحب نے کہا کہ اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو تھانہ بھون جا کر دریافت کر لیجئے، وہاں ہر شخص آج بدھ ہی بتائے گا، بس یہ صرف زمین ہی کا پھیر ہے یہ سن کر سب ہنس پڑے اور ناراضی ختم ہو گئی۔

فائدہ: اس طرح شیطان اور نفس نے بھی ہم کو خواہشات نفسانی کے پھیر میں لگائے رکھا ہے باوجود کہ شیطان ازلی دشمن ہے پھر بھی انسان اس کے پھیر میں آجاتا ہے اس کو اپنا دشمن نہیں جانتا۔ (جامع) (اسعد الابرار ص ۱۴)

ہچکیوں کے بند ہونے کی مزاحیہ حکایت

ایک طبیب کے پاس ایک شخص آیا کہ فلاں شخص ہچکیوں کا علاج کرتے کرتے تھک گیا ہے مگر ہچکیاں بند نہیں ہوتیں انہوں نے اس کو دیکھ کر بتایا کہ بھائی اب یہ مریض بچے گا نہیں، نسخہ وغیرہ لکھ کر کیا کروں کسی نے ان کی یہ رائے مریض تک پہنچادی وہ فکر میں پڑ گیا اور فوراً ہچکی بند ہوگئی، طبیب کو اس کی اطلاع ہوئی، انہوں نے کہا کہ اب اطمینان رکھو اچھا ہوگیا۔ مریض کو بھی اس کی اطلاع ہوئی اور فوراً ہچکیوں کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا، طبیب کو دوبارہ اطلاع دی گئی انہوں نے کہا کہ میں نے مریض کی خاطر سے ایسا کہہ دیا تھا ورنہ حقیقتاً اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ مریض کو پھر خبر ہوئی اور موت کا یقین آ گیا اور اس کے ساتھ ہی ہچکیاں بند ہوگئیں کیونکہ پھر طبیب نے امید کی بات نہیں کہی۔

فائدہ: واقعی ہچکیوں کے دفع کرنے کی یہ آسان ترکیب بہت کارآمد سمجھی جاتی ہے کہ مریض کے خیال کو کسی دوسری طرف متوجہ کر دیا جائے اور کسی فکر میں مشغول کر دیا جائے اس ترکیب سے ہچکی فوراً بند ہو جاتی ہے۔ عوام میں یہ مشہور ہے کہ مریض سے کہتے ہیں کہ سوچو تم کو کون یاد کرتا ہے تو حقیقتاً یہ بھی اسی علاج (تبدیل خیال) کا ایک جزو ہے ان باتوں سے آدمی دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ (اسعد الابرار ص ۱۰۱)

حضرت سید حسنؒ اور ان کی اہلیہ کی حکایت

سید حسنؒ صاحب کو یہ کمال حاصل تھا کہ وہ بیداری ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیتے تھے مگر یہ بزرگ زیارت کرانے کے لیے دو ہزار روپیہ نقد لیتے تھے جو اس قدر روپیہ پیش کرتا وہی اس دولت عظمیٰ سے مشرف ہوتا تھا وہ اس رقم میں سے اپنے لیے کچھ بھی نہیں رکھتے تھے بلکہ سب فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی بیوی نے کہا کہ مجھے بھی زیارت کرادو، فرمایا اچھا دو ہزار روپے لاؤ، انہوں نے کہا کہ میرے پاس کہاں ہیں پہلے تم مجھ کو دے دو پھر میں تم کو دے دوں گی، فرمایا نہیں اپنے ہی پاس سے دو کیونکہ بیوی کی تجویز کردہ صورت میں اصل مقصود یعنی مجاہدہ کیسے ہوتا ان کے دل پر اس رقم کے دینے کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا اور جب مجاہدہ نہ ہوتا تو تصفیہ (یعنی قلب کی صفائی جو مجاہدہ

سے پیدا ہوتی ہے نہ ہوتی) اس طرح کشف کی قابلیت بھی پیدا نہیں ہوتی اس لیے انکار کردیا، وہ بے چاری یہ صاف جواب سن کر بہت مغموم ہوئیں، پھر فرمایا کہ اچھا ہم تمہاری خاطر سے ایک صورت دو ہزار روپے کے قائم مقام کیے دیتے ہیں تم نہا دھو کر سرمہ مسی لگاؤ۔ اچھے کپڑے اور زیور پہنو بالکل دلہن بن جاؤ وہ کہنے لگیں میں بوڑھی ہو کر یہ کام کیسے کروں اور دلہن کیسے بنوں۔ اگر میں ایسا کروں تو غارت ہو جاؤں۔ غرض عورتوں کی عادت کے موافق اپنے آپ کو بہت کچھ برا بھلا کہا۔ سید حسن صاحب نے فرمایا کہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں اگر زیارت مقصود ہے تو ایسا ہی کرو تم جانو۔ شوق عجب چیز ہے مجبوراً دلہن بن کر بیٹھیں اور یہ باہر جا کر ان کے بھائی کو بلا لائے کہ دیکھو تمہاری بہن کو بڑھاپے میں کیا خبط سوجھا ہے دلہن بن کر بیٹھی ہے وہ لاحول پڑھ کر چلے گئے۔ بس بیوی نے رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ روتے روتے بیہوش ہو گئیں اس حالت میں ان کی طرف توجہ فرمائی اور زیارت کرادی۔

فائدہ: اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رقم لینے سے مقصود صرف مجاہدہ تھا اور چونکہ بیوی میں مجاہدہ کی یہ صورت ناممکن تھی اس لیے ان سے رونے کا مجاہدہ کرایا۔

ہر دلعزیز شخص کی مزاحیہ حکایت

ایک آدمی ہر دلعزیز تھا یعنی ہر شخص کو خوش رکھنا چاہتا تھا ایک مرتبہ دریا پر پہنچا دیکھا کہ دریا کے دونوں کناروں پر دو معذور شخص بیٹھے ہیں۔ رو رہے ہیں ایک اس طرف آنا چاہتا ہے دوسرا اس طرف جانا چاہتا تھا یہ شخص قریب والے کو کندھا پر بٹھا کر دریا میں اُتر گیا، بیچ میں پہنچ کر خیال کیا کہ یہ تو آدھی دور آ گیا اب دوسرے کا حق ہے اب اس بے چارے کو بیچ میں چھوڑا دوسرا کو لائے جب وہ بیچ تک پہنچا دیکھا کہ وہ پہلا ڈوب رہا ہے اب دوسرے کو چھوڑا اس کو بچانے آئے مگر وہ پہنچنے سے پہلے ہی ڈوب چکا تھا، اب دوسرے کو دیکھا کہ وہ ڈوب رہا ہے اس کو بچانے کو چلے وہ بھی ڈوب چکا تھا اس بزرگ نے دونوں کو ڈبو دیا اور پریشانی مفت میں اٹھائی۔ (اسعد الابرار ص ۱۷)

فائدہ: ثابت ہوا کہ کسی کو نفع پہنچانے کے لیے عقل کی بھی ضرورت ہوتی ہے، بے عقل آدمی اگر کسی کو فائدہ پہنچانا چاہے تو اپنی بے عقلی کے سبب نقصان پہنچا دیتا ہے۔

دوسرے ساتھیوں سے خدمت کرانے والے رفیق کی حکایت

دو رفیق سفر میں ہمراہ ہوئے' کہیں منزل پر ٹھہرے تو ایک رفیق نے کہا کہ بھائی کنوئیں سے پانی میں بھروں' لکڑی تم جنگل سے لے آؤ' اس نے کہا بھائی مجھ سے کچھ نہ ہوگا خیر اس نے خود ہی دونوں کام کر لیے اب کہا مسالہ تم پیس لو کھانا میں پکالوں گا' کہنے لگا یہ بھی مجھ سے نہ ہوگا' اس نے یہ بھی کرلیا۔ اب جب کھانا پک گیا تو اس نے کہا اچھا آؤ کھالو' کہنے لگے اب ہر بات میں تمہاری کہاں تک مخالفت کروں لاؤ کھالوں۔

۲۔ ایک قصائی مر گیا تھا اس کی بیوی برادری کے سامنے اپنے خاوند کو یاد کر کے رونے لگی کہ ہائے اب اس کی دکان کون چلائے گا تو ایک صاحب بولے میں چلاؤں گا' ہائے اس کے کپڑوں کو کون پہنے گا وہی بولا میں پہنوں گا' کہا اس کی چھریاں کون لے گا' وہ بولا میں لوں گا' اس نے کہا ہائے اس کا قرضہ کون ادا کرے گا تو کہنے لگا بولو بھئی! اب کس کی باری ہے کیا سب کام میں اکیلا ہی کروں۔ (حقوق وفرائض) مواعظ ۲۶۷)

فائدہ: تو ایسے جنٹلمین بھی چاہتے ہیں کہ سب کام تو مولوی کر لائیں اور یہ خالی حکومت کرنے بیٹھے رہیں۔ دیکھو سارا کام سرمایہ کا ہے اور سرمایہ جمع کرنا مولویوں کا کام نہیں' مولویوں کا کام وعظ کہنا ہے اور رؤسا کا کام چندہ جمع کرنا پھر دونوں مل کر کام کریں گے کام تو اس طرح ہوتا ہے باقی باتیں بنانا سب کو آتی ہیں۔

میاں جی کی مزاحیہ حکایت

ایک گاؤں کا آدمی باہر جا کر چار پانچ سو روپیہ کا ملازم ہوگیا تھا اس کے گھر پر ایک میاں جی بچوں کو پڑھانے کو نوکر تھے وہی سارے گاؤں میں خط پڑھنا جانتے تھے اس شخص کا خط آیا کہ میں اتنے کا ملازم ہوگیا ہوں تو گھر والوں نے میاں جی کے پاس خط بھیج دیا کہ ذرا اس کو پڑھ دو کیا لکھا ہے میاں جی خط کو دیکھ کر رونے لگا تو خط لانے والا گھبرا گیا کہا میاں جی خیر تو ہے کیا لکھا ہے کہا ایسی بات لکھی ہے جس پر مجھے رونا چاہیے اس نے دوڑ کر گھر میں خبر کی تو اس کی بیوی نے دروازہ پر بلا کر پوچھا کیا بات ہے خیر تو ہے میاں جی نے کہا بتلاؤں گا مگر تو بھی رو وہ بھی رونے لگی' اتنے میں محلّہ والے آگئے کہ یہ کیا معاملہ ہے میاں جی نے کہا تم بھی

روؤ' وہ بھی رونے لگے پھر پوچھا میاں جی آخر بتاؤ تو سہی کیا لکھا ہے کوئی مر گیا ہے یا بیمار ہوگیا ہے کہا نہیں اس میں لکھا ہے کہ میں پانچ سو روپے کا نوکر ہوگیا ہوں' لوگوں نے کہا لاحول ولاقوۃ پھر رونے کی بات ہے یا خوشی کی۔

میاں جی نے کہا یہ رونے ہی کی بات ہے مجھے تو اس لیے رونا چاہیے کہ اب یہ مجھے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے نوکر رکھے گا کسی انگریزی جاننے والے ماسٹر کو بلاوے گا اور بیوی کو اس واسطے رونا چاہیے کہ اب وہ اس گاؤں کی عورت کو کیوں اپنے نکاح میں رکھے گا' بس اسے طلاق دے کر کوئی شہر کی تعلیم یافتہ عورت لائے گا اور گاؤں والوں کو اس لیے رونا چاہیے اب وہ سال بھر کے بعد آتے ہی اپنا گھر بہت عالی شان بنائے گا جن میں غریبوں کے مکانات جبراً معمولی داموں میں خرید خرید کر ملائے جائیں گے۔

فائدہ: واقعی باتیں تو میاں جی نے معقول کہیں آج کل زیادہ مال و دولت حاصل کر کے لوگ یہی حرکتیں کرتے ہیں اس واسطے بھی لوگوں کو فکر ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ ہم سے بڑھا ہوا نہ ہو۔ (مواعظ حقوق و فرائض نمبر ۳۷۶)

ایک واعظ کی مزاحیہ حکایت

قصبہ بوڑھانے میں ایک واعظ صاحب آئے تھے جو آٹھ سے لے کر پانچ روپیہ تک کا وعظ کہتے تھے میں نے کہا کسی نے ان کے دونوں وعظ سنے بھی ہیں کہ کیونکر یہ فرق ہوتا ہے؟ (میں سے مراد حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ ہیں) ایک شخص نے کہا میں نے دونوں وعظ سنے ہیں ایک بھٹیار نے ایک مرتبہ آٹھ آنے والا وعظ کرایا تھا تو بہت دھیمی آواز میں اور نہایت مختصر بیان میں ختم کر دیا نہ شعر پڑھے نہ روئے۔ اس نے کہا مولوی جی تھوڑا سا اور کہہ دو تو کہتے ہیں کہ کیا تو آٹھ آنہ میں جان لے گا اور جو پانچ روپیہ والا وعظ تھا اس میں خوب چلا چلا کر شعر پڑھے اور روئے بھی۔

فائدہ: غرض بغیر علم کے تقریر اور نظمیں سکھلانے کا یہ اثر ہوتا ہے۔

زیاں می کند مرد تفسیر داں　　　　که علم و عمل می فروشد بناں

جو شخص تفسیر و حدیث نہیں جانتا اسے تو حق ہی نہیں اگر اس حالت میں انہیں تقریر

سکھادی گئی یا نظمیں یاد کرادی گئیں تو پھر ان سے محنت نہیں ہوگی بلکہ مولود شریف اور معراج شریف پر نذرانے ٹھہرا ٹھہرا کر کمائیں گے اور کھائیں گے۔ (حقوق وفرائض ص ۵۰۵)

ہرن کے ایک ہاتھ سے نکل جانے کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص کی حکایت مشہور ہے کہ اس کو الفاظ کی آمد کم تھی اکثر باتوں کو اشارہ سے بتلایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک دن وہ ہرن گیارہ درہم کا خرید لایا کسی نے پوچھا کتنے میں لائے تو عدد کے الفاظ تو یاد نہ رہے اپنے ہرن کا رسہ بائیں ہاتھ میں پکڑ کر دائیں ہاتھ کی پانچ انگلیاں کھڑی کیں پھر منہ میں رسہ تھام کو پانچ انگلیاں وہ کھڑی کیں اب ایک رہ گیا اس کے لیے زبان باہر نکال دی، وہ ہرن بھاگ گیا۔

فائدہ: واقعی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وضع الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے اور بہت بڑا انعام ہے اگر دلالت لفظیہ نہ ہوتی تو مصیبت ہوجاتی۔ (حقوق وفرائض ص ۲۴۷)

ایک شاعر کے شاگرد کی حکایت

دہلی میں ایک لڑکا ایک شاعر سے شعر گوئی سیکھتا تھا۔ کبھی کبھی استاد اس کو اپنی غزل یا قصیدہ لکھواتا اور یہ کہہ دیتا تھا کہ اس غزل کا فلاں شعر ایک ہزار روپے کا ہے اس قصیدہ کا مطلع ایک لاکھ روپے کا ہے شاگرد بہت خوش ہوتا اور شوق سے استاد کے اشعار لکھتا رہتا۔ ایک دن اس کی ماں نے کہا کہ اتنا بڑا ہوگیا ہے کیا کرتا ہے نہ کچھ کماتا ہے نہ کام کرتا ہے لڑکے نے کہا اماں جان! تم بے فکر رہو، میرے پاس بڑا خزانہ جمع ہوگیا ہے استاد نے مجھے ایسے ایسے اشعار لکھوائے ہیں جن میں کوئی ایک ہزار روپے کا ہے کوئی لاکھ روپے کا ہے ماں نے کہا اچھا ہم کو ہزار لاکھ کی تو ضرورت نہیں آج سالن پکانے کے لیے ترکاری کی ضرورت ہے، دو پیسے کے آلو لادے، لڑکے نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے ابھی لاتا ہوں یہ کہہ کر وہ بازار گیا اور کنجڑے سے دو پیسے کے آلو مانگے اس نے پیسے مانگے آپ نے کہا پیسے تو نہیں ہیں، ہم تم کو سو روپے کا ایک شعر دیتے ہیں، دکاندار ہنسنے لگا اور کہا جاؤ شعر تو شاعروں کو سناؤ ہمارے پاس تو پیسہ لاؤ گے تو آلو ملیں گے۔ لڑکا بہت مایوس ہوا اور غصہ میں بھرا ہوا استاد کے پاس پہنچا کہ لیجئے اپنی بیاض مجھے آپ کی شاگردی کی ضرورت نہیں آپ نے مجھے بہت دھوکا دیا کہ یہ شعر ہزار کا ہے دو ہزار

کا ہے لاکھ روپے کا ہے' بازار میں تو دو پیسہ میں قبول نہیں کرتا' استاد ہنسا اور کہنے لگا صاحبزادے تم کون سے بازار میں گئے تھے ترکاری کی منڈی میں' استاد نے کہا یہی تو تمہاری غلطی ہے وہ بازار اس کی قیمت دینے والا نہیں' اس کا بازار دوسرا ہے اچھا آج بادشاہ کے ہاں مشاعرہ ہے' بڑے بڑے شعراء قصائد لکھ کر لے جائیں گے تم ہمارا فلاں قصیدہ لے کر جاؤ اور کہہ دو میں نے یہ قصیدہ بنایا ہے پھر دیکھو اس کی قیمت کیا ملتی ہے۔ چنانچہ لڑکا استاد کے کہنے سے دربار شاہی میں پہنچا۔ بڑے بڑے شعراء کے مجمع میں ایک نوعمر بچے کو دیکھ کر بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہ بچہ کس لیے آیا ہے' لڑکے نے عرض کیا کہ حضور میں بھی ایک قصیدہ لکھ کر لایا ہوں جس کو بارگاہ عالی میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے اجازت دی کہ بہت ہی اچھا پہلے تم ہی اپنا قصیدہ سناؤ اس نے اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا تو اس کی فصاحت و بلاغت سے بادشاہ اور تمام درباری دنگ رہ گئے کہ یہ عمر اور یہ کلام' جب ہر شعر پر خوب داد مل چکی تو بادشاہ نے دس ہزار روپیہ نقد اور بیش قیمت جوڑا اور ایک قیمتی گھوڑا مع ساز و سامان کے انعام دیا۔ اب اس کی آنکھیں کھلیں کہ واقعی استاد سچا تھا میری ہی نادانی تھی کہ ان جواہرات کو ترکاری کے بازار میں لے گیا۔ دیہاتی گنوار ان کی قدر کیا جانیں۔

فائدہ: صاحبو! یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو اپنی باطنی دولت اور علم و معرفت کی قیمت دنیا کے بازار میں ڈھونڈتے ہیں اور جب اہل دنیا کے بازار میں ان کے کمال کی قدر نہیں ہوتی تو دل گیر و رنجیدہ ہونے لگتے ہیں۔ ارے ذرا ٹھہرو ایک دوسرا بازار آنے والا ہے وہاں تمہارے اس جوہر کی قیمت ملے گی۔ صاحبو! یہ علم معرفت واللہ ثم واللہ وہ چیز ہے کہ

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ ‏ ‏ ‏ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

مگر یہاں اس کی قیمت اس لیے ظاہر نہیں ہوتی کہ یہاں اس کا بازار نہیں۔

(حقوق و فرائض ص ۷۵۲)

نصیحت نہ ماننے والے بیوقوف امیر کی حکایت

مولانا نے مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے ایک بدوی اونٹ پر سوار تھا' تجارت کا مال لا رہا تھا مگر اتنا بیوقوف تھا کہ ایک گون (یعنی تھیلا) خالی ہو گیا تو آپ نے وزن پورا کرنے کے لیے اس کے مقابل دوسرے گون (تھیلا) کو بالوں سے بھر دیا۔ ایک شخص نے راستہ

میں اس کی یہ حرکت دیکھ کر کہاں میاں اونٹ کو بوجھ سے کیوں مارتے ہوایک گون (تھیلا) کا سامان دونوں گونوں (دونوں تھیلوں) میں بھرلوں' اونٹ کو راحت ہوگی اور تمہاری منزل بھی جلد قطع ہوجائے گی یہ تدبیر سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور تدبیر بتانے والے کا بہت شکریہ ادا کیا اور بالوں کو پھینک کر ایک گون کے سامان کو دونوں گونوں میں تقسیم کردیا اس کے بعد مشورہ دینے والے کے حال پر رحم کیا اس کو پیادہ پا دیکھ کر اپنے ساتھ اونٹ پر سوار کیا مگر اس کی حالت دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے جوتا بھی ٹوٹا ہوا ہے بدوی کو حیرت ہوئی کہ میں تو بیوقوف اور مال دار اور یہ شخص اتنا عاقل اور تنگ دست۔ پھر خیال ہوا کہ شاید سفر میں کپڑے ساتھ نہ ہوں گے گھر سے نکلے ہوئے کو مدت زیادہ ہوگئی ہوگی' اس واسطے یہ حال ہے اور اپنے گھر پر میری طرح بلکہ مجھ سے بھی زیادہ مال دار ہوگا' دریافت کرنا چاہیے۔ چنانچہ گفتگو شروع ہوئی ادھر ادھر کی باتیں کرکے بدوی نے مسافر سے دریافت کیا کہ تمہاری مالی حالت کیسی ہے؟ کتنے اونٹ ہیں کتنے گھوڑے ہیں نقد کتنا ہے۔ مسافر نے ہر بات کا نفی میں جواب دیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں' یہ سن کر بدوی بولا' معلوم ہوتا ہے تیری عقل منحوس ہے کہ تجھ کو افلاس میں مبتلا کر رکھا ہے' میں ایسے منحوس کو اپنے اونٹ پر بٹھلانا نہیں چاہتا کہ کہیں وہ نحوست مجھ کو نہ لگ جائے یہ کہہ کر اونٹ پر سے اتار دیا' پھر کہنے لگا ایسے منحوس کی رائے پر عمل کرنا پسند نہیں کرتا کہیں تمہاری عقلی تدبیر میرے حق میں منحوس نہ ہوجائے مجھے میری حماقت ہی مبارک رہے۔ یہ کہہ کر دونوں گونوں کا سامان ایک ہی کرلیا اور دوسرے کو بالوں سے بھر کر رکھ لیا اور اونٹ پر سوار ہوگیا۔

فائدہ: اسی کے متعلق شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

اگر روزی بدانش در فزو دے — زنا داں تنگ تر روزی نبودے

بنا واں آنچناں روزی رساند — کہ دانا اندراں حیراں بماند

یعنی اگر عقل پر روزی کا مدار ہوتا تو بیوقوف تو بھوکوں مرجائیں مگر مشاہدہ یہ ہے کہ بعض دفعہ بلکہ زیادہ تر نادانوں کو اس قدر مال و دولت مل جاتا ہے کہ عقلمند کو اس پر حیرت ہوجاتی ہے۔

رضينا قسمة الجبار فينا — لنا علم وللجهال مال

فان المال يفنى عنقريب — وان العلم باق لا يزال

کہ ہمارے لیے علم اور جاہلوں کے لیے مال کیوں کہ مال بہت جلد ختم ہو جانے والی شے اور علم کبھی زائل نہ ہوگا۔ (حقوق وفرائض ص ۷۴۹)

مولوی کا نفس بھی مولوی ہوتا ہے

میں زمانہ طالب علمی میں (مراد حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ ہیں) ایک بار میرٹھ گیا۔ وہ زمانہ نوچندی کے میلہ کا تھا' میرا بچپن تھا اس لیے میں بھی میلہ دیکھنے چلا گیا' جب میلہ سے واپس آیا تو حافظ عبدالکریم صاحب رئیس کے صاحب زادہ غلام محی الدین مرحوم نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی صاحب نوچندی کے میلہ میں جانا کیسا ہے میں نے کہا جائز نہیں ہے' ہاں اگر کوئی اس غرض سے جائے کہ اس کو فتویٰ دینے کے لیے تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ عوام کے سامنے اس کے مفاسد بیان کر سکے تو ایسے شخص کو جانا جائز ہے۔ صاحبزادہ صاحب بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ مولوی گناہ بھی کرتے ہیں تو اس کو جائز کر لیتے ہیں مجھے اس تاویل کے بعد تاویل سے ایسی نفرت ہوگئی ہے کہ اس سے زیادہ نفرت کسی چیز سے بھی نہیں۔

فائدہ: اور اس تاویل سے مراد وہ تاویل ہے جس سے اپنے نفس کی نصرت مقصود ہو۔ عارف شیرازی اسی کو فرماتے ہیں:

ترسم کہ صرفہ یزوروز باز خواست   نان حلال شیخ بہ نان حرام ما

یعنی اندیشہ ہے کہیں قیامت میں ہمارا نان حرام شیخ کے نان حلال پر غالب نہ آ جائے کیونکہ ہم تو حرام کو حرام جانتے ہیں اور وہ حرام کو تاویل سے حلال بنا کر کھاتے ہیں۔
(حقوق وفرائض ص ۲۷۷)

نیک دل پٹھان اور بدمزاج شخص کی حکایت

کانپور کے ضلع میں ایک قصبہ ہے ''بارہ'' وہ پٹھانوں کی بستی ہے وہاں کے پٹھان بہت شریف ہیں مگر آخر تو رئیس ہیں کبھی کسی غیر کو کچھ کہہ لیتے ہیں۔ ایک پٹھان نے کسی جولاہے سے تمسخراً پوچھا کہ میاں جی کس حال میں ہو کہا خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے کو جولاہا بنا دیا جس سے مجھ کو کوئی کچھ کہہ لیتا ہے کوئی دو چار ڈنڈے لگا دیتا ہے تو قیامت کے دن مجھے کسی کی نماز ملے گی کسی کے روزے ملیں گے۔ پٹھان نہیں بنایا اگر پٹھان

ہوتا تو قیامت میں دوسرے لوگ میرے سب اعمال لے جاتے اور میں مفلس بن کر کھڑا رہ جاتا تو میں اس بات پر خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے پٹھان نہیں بنایا۔ یہ جواب سن کر کوئی دوسرا ہوتا تو نہ معلوم اس جولاہے کی کیا گت بناتا مگر وہاں کے پٹھان شریف ہیں انہوں نے کچھ نہیں کہا نہ برا مانا۔ (مواعظ اشرفیہ)

ایک قاری کے شاگرد کی مزاحیہ حکایت

ایک قاری صاحب نے اپنے شاگردوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ہر بات قرأت سے کیا کرو' ایک دفعہ حقہ پیتے ہوئے قاری صاحب کے عمامہ پر چنگاری گر پڑی' شاگرد نے قاری صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر **اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم** قرأت کے ساتھ پڑھ کر نہایت ترتیل سے کہا جناب قاری صاحب جناب قاری صاحب آپ کے عمامہ شریف پر آگ کی ایک چنگاری گر پڑی ہے اور ہر جگہ خوب مد کھینچا اتنی دیر میں عمامہ کئی انگل جل گیا۔ (التحصیل والتسہیل ص ۲۸۰)

فائدہ: کئی قاریوں کو فن تجوید پر اس قدر ناز ہوتا ہے کہ عامی شخص کو وہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ایک صوفی کی واصل بحق ہو جانے کی حکایت

ایک شخص ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر کہا کرتا تھا کہ اے اللہ! مجھے کھینچ' کسی ظریف نے سن لیا اس نے اس کے ساتھ دل لگی کی کہ اگلے دن اندھیرے سے اس درخت پر ایک رسی لے کر جا بیٹھ' جب رات کو وہ شخص آیا اور وہی دعا شروع کی کہ اے اللہ! مجھے کھینچ لے تو اس ظریف نے دبی زبان سے کہا کہ اے میرے بندے آج میں تجھے کھینچتا ہوں' یہ رسی اپنے گلے میں ڈال لے وہ بڑا خوش ہوا کہ اب مجھے معراج ہو گی رسی کا پھندا فوراً گلے میں ڈال لیا اور ظریف نے کھینچنا شروع کیا جب ایک بالشت زمین سے اٹھا اور پھندے سے گلا گھٹنے لگا تو فوراً کہتا ہے کہ اے اللہ! مجھے چھوڑ میں نہیں کھنچتا' اس نے رسی چھوڑ دی اور اس نے فوراً پھندا گلے سے نکال کر اپنے گھر کا رستہ لیا پھر ساری عمر اس درخت کے نیچے جانے کا نام نہیں لیا۔

ف: بس یہی حالت آج کل کے طالب علموں کی ہے کہ جب تک تکلیف نہ ہو حتیٰ کہ

عمل میں بھی کچھ مشقت نہ ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت وعشق کا دعویٰ ہے اور جہاں کچھ تکلیف یا مشقت ہوئی سارا عشق رخصت ہوا حالانکہ ان کو تو جان دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب کا شعر ہے:

متاعِ جانِ جاناں دینے پر بھی سستی ہے

مگر اب سالک سالک نہیں ہونا چاہتے مالک ہونا چاہتے ہیں اس لیے سہولت کے طالب ہیں۔ (التحصیل والتسہیل ص ۲۸۲)

قومِ لوط اور شیطان کی چال بازی کی مزاحیہ حکایت

شیطان لوط کی قوم میں ایک شخص کے پاس خوبصورت لڑکے کی صورت بن کر باغ میں آیا کرتا تھا' انگور توڑ توڑ کر کھا جاتا۔ باغ والا اس کو دھمکاتا مارتا تھا مگر یہ باز نہ آتا تھا۔ ایک دن اس نے تنگ آ کر اس سے کہا کہ کم بخت تو نے میرے باغ کا یہ پیچھا کیوں لے لیا ہے سارے درخت برباد کر دیئے تو مجھ سے کچھ روپے لے لے اور میرے باغ کا پیچھا چھوڑ دے۔ شیطان بصورت امرد نے کہا کہ میں اس طرح باز نہ آؤں گا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے درختوں کا ناس نہ کروں تو جو بات میں کہوں اس پر عمل کرو اس نے کہا وہ کیا بات ہے ابلیس نے اس کو کہا کہ میرے ساتھ تو برا فعل کیا کر پھر میں تیرے باغ کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ پہلی بار تو اس نے جبراً وقہراً اپنے باغ کے بچاؤ کے لیے یہ فعل کیا پھر خود اس کو مزہ پڑ گیا وہ اس کی خوشامدیں کرنے لگا تو روز آیا کر اور جتنے انگور چاہے کھالیا کر پھر اس نے دوسرے آدمیوں کو اس کی اطلاع دی اور لوگ یہ فعل کرنے لگے پھر کیا تھا عام رواج ہو گیا اس کے بعد شیطان تو غائب ہو گیا لوگوں نے لڑکوں کے ساتھ یہ فعل کرنا شروع کر دیا' خدا تعالیٰ کو یہ فعل بہت ہی ناگوار ہے چنانچہ لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کو اس فعل سے روکو ورنہ سخت عذاب آئے گا' انہوں نے بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے آخر عذاب نازل ہوا اور سب کے سب تباہ ہو گئے۔

فائدہ: آج کل امارد کے ساتھ ابتلاء بہت زیادہ ہے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو شہوت بالرجال سے پاک وصاف ہیں مگر ان میں۔ی نظر کے مرض میں اکثر مبتلا ہیں

حالانکہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ زنا آنکھ سے بھی ہوتا ہے۔ پس مردوں کو بنظر شہوت دیکھنا بھی حرام ہے اس میں بہت کم لوگ احتیاط کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات قسم کے گنہگاروں پر ساتوں آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ یہ لعنت بھی اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ملعون کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔ سات قسم کے لوگوں میں سے اغلام کرنے والا ملعون ہے یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ (ترمذی)

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

عشقہائے کز پئے رنگ بود　　　عشق نبود عاقبت ننگے بود

جو شخص رنگ وروپ ظاہری پر ہوتا ہے اس کا انجام ذلت اور بدنامی اور رسوائی ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ اپنے دربار سے نکالنا چاہتے ہیں اس کو محبت امارد میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ محبت فعل اختیاری نہیں مگر اس کے اسباب اختیاری ہیں یعنی ان کو دیکھنا ان سے اختلاط کرنا وغیرہ اختیاری امور پر پکڑ ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب بے ریش خوب صورت لڑکے کو خطاب کرتے ہیں:

خط نکلنے کو ہے اب اے شاہِ حسن　　　کر لے کچھ دن حکمرانی اور ہے
آکے خط کر دے گا پردہ دری　　　کچھ دنوں کی لن ترانی اور ہے

یعنی اے لڑکے تیرے چہرے پر ابھی داڑھی کا خط نکلنے والا ہے یہ خط آکے تیرے چہرے کے حسن کی سب پردہ دری کر دے گا۔ آگے فرماتے ہیں:

ظاہری حسن بتاں پہ نگاہِ عشق نہ جا　　　یہ نار ہے نار ہے نور نہیں نور نہیں

حضرت عارف باللہ مولانا حاجی محمد شریف قدس سرہ فرماتے ہیں۔ حقیقی محبت کے لائق اللہ ہی کی ذات ہے اور دنیا سے رخصت ہو کر ان کے روبرو جانا ہے مگر وہ سوال کریں گے کہ حرام محبت کیوں کی تھی تو کیا جواب دیں گے اور کیا منہ دکھائیں گے اور جو چیز مر کر گل سڑ جائے' کیڑے پڑ جائیں ایسی شکل بگڑ جائے کہ ہر کوئی نفرت کرنے لگے وہ محبت کے لائق کیسے ہو سکتی ہے۔

دنگا فساد کرانے میں شیطان کی عجیب چال

شیطان کو کسی نے کہا تھا کہ تو بڑا ملعون ہے' گناہ کراتا ہے اس نے کہا میں کیا گناہ کراتا ہوں میں تو ایک ذرا سی بات کرتا ہوں لوگ اس کو بڑھا دیتے ہیں دیکھو میں تم کو تماشا دکھلاتا ہوں۔ ایک دکان پر پہنچا' ایک انگلی شیرہ کی بھر کر دیوار کو لگا دی' اس پر ایک مکھی آ بیٹھی' ایک چھپکلی اس پر جھپٹی اس پر دکاندار کی بلی دوڑی اس پر ایک خریدار کا جو کہ فوجی سوار تھا کتا لپکا' دکاندار نے اس کتے کے ایک لکڑی ماری' سوار کو غصہ آیا اس نے دکاندار کے ایک تلوار ماری' بازار والوں نے انتقام میں سوار کو قتل کر ڈالا' فوج میں خبر ہوئی فوج والوں نے بازار کو گھیر کر قتل عام شروع کرا دیا' بادشاہ وقت نے فوج سے ان ظالموں کو سزا میں قتل کر دیا' ایک گھنٹہ میں تمام شہر میں خون کے ندی نالے بہہ گئے' شیطان نے کہا دیکھا میں نے کیا کیا تھا اور لوگوں نے اس کو کہاں تک پہنچا دیا۔

فائدہ: اس طرح وہ لوگ جو افیون کا نشہ کرتے ہیں یہ بھی شیطان کا شیرہ ہے جب تک اپنے پاس روپیہ رہتا ہے اس کو خرید کر کھاتے ہیں جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو اثاث البیت بیچ کر چلاتے ہیں جب وہ بھی ختم ہو گیا تو بیوی کا زیور پھر جائیداد اور گھر غرض سب اڑا دیتے ہیں ہر نشے کا انجام برا ہے۔

افیون سے توبہ کرنے والے شخص کی حکایت

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک گاؤں کا رہنے والا مرید ہونے کے لیے آیا۔ حضرت نے کلمات بیعت کے جن کا کہ حاصل معاصی سے توبہ ہے کہلا دیئے' جب توبہ کر لی تو کہتا ہے کہ مولوی جی افیم سے توبہ کرائی ہی نہیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ تو افیون کھاتا ہے' اچھا یہ بتلا کتنی کھاتا ہے۔ جس قدر کھاتا ہو میرے ہاتھ پر رکھ دے مگر اس نے جیب میں سے افیون کی ڈبیہ نکال کر دور پھینکی کہ مولوی جی توبہ ہی کر لی تو اب کیا کھاویں گے گھر گیا تو دست شروع ہوئے اس نے مولانا سے کہلا بھیجا کہ حضرت دعا کیجیو اچھا ہو جاؤں چند روز کے بعد تندرست ہو کر پھر آیا' دو روپیہ حضرت کی خدمت میں پیش کیے' حضرت نے بعد انکار کے اس کے اصرار سے قبول فرمائے۔ کہتا ہے حضرت جی یہ تو آپ نے پوچھا ہی نہیں کہ یہ روپے کیسے ہیں؟ کہا افیم کے ہیں پوچھا افیم کے کیسے کہنے لگا کہ میں دو روپیہ ماہوار کی افیون کھاتا

تھا جب میں نے افیون چھوڑی تو میرا نفس بہت خوش ہوا کہ دو روپیہ بچیں گے میں نے کہا میں تیرے لیے نہیں بچاؤں گا میں یہ دو روپیہ اپنے پیر کو دوں گا۔

فائدہ: اس شخص کی قوت علمی و عملی پر غور فرمائیے کہ کس درجہ کی تھی قوت علمی تو فہم اس بات کا کہ نفس کے خلاف کرنا چاہیے اور عملی قوت یہ کہ ایک دم سے ایک مدت کی عادت کو جو سالہا سال کے مجاہدہ سے بھی چھوٹتی نہیں چھوڑ دی۔ بہرحال یہ نفس کے حیلہ حوالے ہیں جب آدمی دل سے ہمت کرتا ہے اور قصد کرتا ہے کسی کام کے چھوڑنے کا تو حق تعالیٰ ضرور امداد کرتے ہیں۔

حضرت شیخ احمد خضرویہ کی حکایت

حضرت شیخ احمد خضرویہؒ بہت مقروض تھے مگر آمدنی بہت تھی لوگ معتقد تھے نذرانے بہت آتے تھے اس لیے کوئی شخص قرض دینے سے انکار نہ کرتا تھا' جب وہ مرنے لگے تو سب لوگوں کو اپنے اپنے روپیہ کی فکر ہوئی اور انہوں نے گھر پر آ کر تقاضا شروع کیا کہ آپ تو مر رہے ہیں ہماری رقم کہاں ہے؟ آپ خاموش ہو کر منہ ڈھانک کر لیٹ گئے' فرمایا خدا پر نظر رکھو' اتنے میں ایک حلوائی کا لڑکا حلوا بیچتا ہوا سامنے سے گزرا' آپ نے اسے بلایا اور سارا حلوا خرید کر لوگوں کو کھلا دیا' لڑکے نے دام مانگے تو آپ نے فرمایا کہ بھائی یہ لوگ بھی اپنے دام مانگ رہے ہیں تو بھی ان کے ساتھ بیٹھ جا یہ سن کر لڑکے نے رونا شروع کیا کہ ہائے مجھے تو میرا باپ مار ڈالے گا' لڑکے کے رونے کو دیکھ کر سب لوگوں کو شیخ پر غصہ آیا کہ بھلا ان بزرگ کو مرتے مرتے بھی قرض کرنے کی کیا ضرورت تھی مگر ان کو کیا خبر تھی کہ انہوں نے قرض خواہوں کی ضرورت سے یہ کام کیا تھا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کسی امیر کا ایک خادم ایک سینی میں اشرفیاں لے کر حاضر ہوا اور حضرت شیخ سے عرض کیا کہ فلاں امیر نے یہ ہدیہ خدمت والا میں ارسال کیا ہے آپ نے اسے قبول فرمایا' دیکھا تو بالکل قرض کے برابر تھا اسی وقت سب قرضہ ادا فرما دیا' اب تو لوگ بڑے معتقد ہوئے کہ واقعی مقبول بندے ہیں۔ کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے حلوائی کے لڑکے کو حلوا بلا ضرورت کیوں خرید فرمایا تھا' اس سے تو بڑی ذلت ہو رہی تھی' فرمایا کہ یہ سارے قرض خواہ جب یہاں آ کر بیٹھے' میں نے دعا کی اے اللہ! میرا قرضہ مرنے سے پہلے اتار دیں' ارشاد ہوا کہ ہمارے یہاں کچھ کمی نہیں مگر اس وقت کوئی رونے والا ہونا چاہیے اور ان میں کوئی رونے والا نہیں ہے' میں نے یہ رونے کی ترکیب کی تھی۔

فائدہ: اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں:

تانہ گرید کودک حلوا فروش بحر بخشائش نمی آید بجوش

تانہ گرید طفل کے جوشد لبن تانہ گرید ابر کے خند د چمن

گر تو خواہی کز بلا جان و آخری جان خود در تضرع آوری

در تضرع باش تا شادان شوی گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی

ترجمہ: جب تک حلوا فروش لڑکا نہ رویا بخشش کا دریا جوش میں نہ آیا' جب تک بچہ نہیں روتا ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہیں جوش مارتا۔ جب تک ابر نہ برسے چمن سرسبز نہیں ہوتا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ بلا سے جان تمہاری چھوٹ جائے تو جان سے گریہ زاری کروتا کہ تم کو خوشی حاصل ہو۔ گریہ کروتا کہ وہاں ہنسنے والے ہو۔

پشت پر شیر کی تصویر بنوانے والے کی حکایت

ایک شخص ایک گودانے والے کے پاس گیا کہ میری پشت پر شیر کی تصویر بنادے۔ اس نے اپنا کام شروع کیا اور ایک جگہ سوئی کو لگایا اس نے آہ کی اور اس نے پوچھا کیا بنارہے ہو' کہا منہ بنارہا ہوں' کہنے لگے یہ شیر کھاوے پیوے گا تھوڑا ہی جو اس کو منہ کی ضرورت ہے بس منہ کو رہنے دو' اس نے دوسری جگہ سوئی کی نوک کو چبھویا' آپ نے پھر آہ کی کہ اب کیا بنارہے ہو کہا دم بنارہا ہوں' کہنے لگا بعضے دم کٹے بھی شیر ہوتے ہیں' دم کی ضرورت نہیں کچھ اور بناؤ' اس کو رہنے دو اس نے تیسری جگہ سوئی کو چبھویا اس نے پھر آہ کی کہ اب کیا بنارہے ہو آنکھیں' بولا اس کو آنکھوں کی کیا ضرورت ہے' کوئی دیکھنا تھوڑا ہی رہ گیا ہے۔ اس نے چوتھی جگہ سوئی کو چبھویا آپ نے پھر آہ کی کہ اب کیا بنارہے ہو۔ کہا شکم کہنے لگا ارے بیوقوف اسے شکم کی کیا ضرورت ہے کچھ کھانا پینا تھوڑا ہی ہے تو مصور نے جھلا کر سوئی پھینک دی اور کہنے لگا:

شیر بے گوش و سر و شکم کہ دید ایں چنیں شیرے خدا ہم نا فرید

شیر بے دم اور پیٹ کا کس نے دیکھا ہے ایسا شیر خدا نے بھی پیدا نہیں کیا جس کے نہ شکم ہو نہ منہ نہ دم ہو نہ آنکھیں۔ جب تجھ کو سوئی کی تکلیف پر صبر نہیں تو شیر کی تصویر ہی کیوں بنواتا ہے۔ جا اپنا کام کر

چوں نداری طاقت سوزن زدن　　　　بس تو از شیر ژیاں کم دم بزن

یعنی جب تم میں سوئی چبھنے کی طاقت نہیں ہے تو تم شیر ہونے کا دعویٰ مت کرو۔ صاحب! اگر علم حقیقی اور علم نافع حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا تو یہی راستہ ہے یہی طریقہ ہے نشتر اور زخم کھانے پڑیں گے یعنی اپنی طرف سے اس کے لیے آمادہ ہونا پڑے گا باقی اس کا میں اطمینان دلاتا ہوں کہ جب تم اپنی طرف سے ہر طرح ذلت اور رسوائی کے لیے آمادہ ہو جاؤ گے اللہ تبارک وتعالیٰ غیب سے تمہاری مدد فرماویں گے۔

امراء اور حکام کا اثر عوام پر زیادہ ہوتا ہے

ایک بزرگ بھوپال میں تھے۔ نواب صاحب کی بیگم ان کی زیارت کو آئیں۔ جب بیگم صاحبہ واپس ہونے لگیں تو انہوں نے ان کی جوتیاں جھاڑ کر سیدھی کر دیں۔ انہوں نے کہا توبہ توبہ آپ نے بزرگ ہو کر مجھ کو گنہگار کو شرمندہ کیا۔ انہوں نے فرمایا تم مجھ سے زیادہ بزرگ ہو۔ بیگم صاحبہ نے پوچھا کس طرح' انہوں نے کہا کہ میں مدت سے کوشش کرتا ہوں کہ بیوہ عورتیں نکاح کر لیں مگر کچھ اثر نہیں ہوتا' تم ایک دفعہ اعلان کر دو تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بکثرت نکاح ہوئے۔

فائدہ:　سو یہ کاہے کا اثر ہے امیری کا۔ غرض امراء حکام کا اثر علماء اور فقراء سے بھی زیادہ ہوتا ہے میرے ایک دوست کہتے تھے کہ مردم شماری کے زمانہ میں میں نے اپنے ایک ملنے والے سے کہا جو اسی کام پر تعینات ہے　کہ بڑا ثواب کا ہوگا اگر تم اس وقت میں ایک کام کر دو وہ یہ کہ جب کسی مسلمان کے یہاں مردم شماری کرنے جاؤ تو جہاں اور خانہ پریاں کرتے ہو یہ بھی پوچھ لیا کرو کہ نمازی ہے یا نہیں؟ انہوں نے ایسا ہی کیا' حضرت صرف اسی پوچھنے کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں آدمی نمازی ہو گئے' جیسے ایک صاحب سب انسپکٹر صاحب تھے' اپنے علاقہ میں جو بے نمازی ملتا جھوٹ موٹ اس کا نام نوٹ بک میں لکھ لیتے' زبان سے کچھ نہ کہتے' اس کا یہ اثر تھا کہ تمام علاقہ کے آدمی نمازی ہو گئے۔ (الظاہر ص ۱۷)

ایک گنوار جولاہے کا قصہ ہے کہ اس کا لڑکا انگریزی پڑھتا تھا کسی نے پوچھا کہ تمہارا لڑکا انگریزی پڑھتا ہے اب کتنی لیاقت ہو گئی؟ کہنے لگا کہ کھڑے کھڑے موتنے لگا ہے اب ذرا سی

کسر باقی رہ گئی ہے! فائدہ۔ بس کھڑے ہو کر موتنے لگنا اس کے نزدیک بڑی لیاقت تھی کہ اس کے بعد کامل لیاقت میں ذرا ہی سی کسر رہ جاتی ہے۔ شاید وہ کسر یہ ہو کہ کھڑا کھڑا ہگنے بھی لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ اوچھا آدمی ذرا سی بات میں اترانے لگتا ہے کہ جو بات کسی درجہ میں قابل فخر نہیں ہوتی وہ اسی پر ناز کرنے لگتا ہے اور یہ ساری خرابی جہل کی ہے ان لوگوں کو اصلی کمالات کی خبر نہیں۔

موروثی پیر کی حکایت

ایک حکایت یاد آئی کہ گوجر کے یہاں ایک میراثی پیر آیا۔ گوجر بولا کہ اب کے تو بہت دبلے ہو رہے ہو؟ پیر صاحب بولے تم نماز نہیں پڑھتے تمہارے بدلے میں پڑھتا ہوں' تم روزہ نہیں رکھتے میں ہی رکھتا ہوں' علیٰ ہذا سب اعمال' پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ پل صراط پر جو کہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے تمہارے عوض چلنا پڑتا ہے تو کہاں تک دبلا نہ ہوں۔ گوجر بولا! بہت ہی کام کرنا پڑتا ہے جا میں نے فلاں کھیت تجھے دے دیا' پیر خوش ہوئے کہا کہ قبضہ کرادے وہ ساتھ چلا۔ دھانوں کی پتلی پتلی ڈولیں ہوتی ہیں ایک جگہ پیر صاحب پھسل کر گر پڑے' گوجر نے ایک لات دی کہ تو پل صراط پر کیا چلتا ہوگا' جھوٹا ہے میں ایسے جھوٹے کو کھیت نہیں دیتا' اب وہ کھیت بھی چھین لیا اور چوٹ بھی لگی۔

فائدہ: یہی حال آج کل جاہل پیروں کا ہے کہ خود تو خدا سے دور ہیں اور مریدوں کو بھی خدا سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

(مواعظ اشرفیہ)

اِمثال عبرت

توجہ وتبلیغ توجہ الی الحق سے مانع نہیں

انبیاء علیہم السلام کو جو توجہ الی الخلق ہوتی ہے وہ چونکہ بامر خدا ہے۔ لہٰذا اس امتثال کی وجہ سے اس توجہ الی الخلق میں خود توجہ الی اللہ موجود ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اُمت کی طرف جو متوجہ ہوتے ہیں اور ان کو پیغام پہنچاتے ہیں۔ سو اسی لیے کہ اس توجہ وتبلیغ کا ان کو حکم ہے اور اس کا امتثال ان پر واجب ہے۔ حضرت انبیاء کی اس توجہ الی الخلق کے ساتھ توجہ الی اللہ کی مثال یہ ہے کہ اگر تم کسی آئینہ کی طرف اس لیے متوجہ ہو کہ اس میں تمہارے محبوب کا عکس نظر آ رہا ہے جب کہ کسی وجہ سے خود اس کے عین کو نہ دیکھ سکو۔ تو گو ظاہراً تمہاری توجہ آئینہ کی طرف ہے لیکن عین یہ توجہ عین محبوب کی طرف توجہ ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے تمام خلائق مرآت ہیں جس کی طرف متوجہ ہونے سے مقصود ان کا عین توجہ الی الحق ہے پس ان کے لیے توجہ الی الحق سے مانع نہیں۔

(ایضاً ص ۱۵، س ۱۷)

قرآن قانون الٰہی کا نام ہے

قانون شاہاں میں تجارت اور زراعت سے بحث کی جاتی ہے مگر اس طرح کہ کون سی تجارت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے تاکہ امن قائم رہے۔ یہ کسی قانون میں نہیں ہے کہ تجارت اس طرح کرنی چاہیے اور نفع کی فلاں فلاں صورتیں ہیں اور اگر قانون کی کتاب میں ساری باتوں کا ہونا ضروری ہے تو بتلائیے قانون گورنمنٹ میں یہ سب چیزیں کہاں ہیں؟ بس قرآن بھی ایک قانون ہے امن اور تجارت کا اور وہ بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں امن قائم رہے اور آخرت میں نجات ہو۔

غرض قرآن ایک قانون ہے تو بڑے ظلم کی بات ہے کہ حکام ظاہری کے قانون میں

ان مسائل سائنس کو تلاش نہ کیا جائے اور خدا تعالیٰ کے قانون میں ان تمام باتوں کو تلاش کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں۔

(ضرورت العلم بالدین جلد ۳ وعظ دوسرا ص ۳۳ س ۱۲)

آخرت میں خریداری کا سکہ دنیا میں ہے

اگر کسی عمدہ بازار میں کسی مفلس کو بھیج دیا جائے تو اس کو انتہائی پراگندگی ہوگی جدھر نظر پڑے گی اچھی اچھی قیمتی چیزیں نظر آئیں گی اور ساتھ ہی ساتھ اپنا افلاس اور تہی دستی بھی یاد آئے گی۔ اس لیے حسرت بھی بڑھتی جائے گی۔ بالخصوص جب کہ بازار جاتے وقت اس سے کہا گیا ہو کہ کچھ نقد لیتے جاؤ اور وہ چھوڑ کر چلا گیا ہو۔ بس یہی حالت میدان قیامت میں ان لوگوں کی ہوگی (جو دنیا میں غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں) اور وہ ایسا وقت ہوگا کہ سوائے اس سکہ کے اور کوئی سکہ کام نہ دے گا کیونکہ کوئی چیز یہاں سے ساتھ ہی نہ جائے گی۔ (ایضاً ص ۳۹)

بغیر سمجھے رٹنا مفید

اسکولوں میں لڑکوں کو اقلیدس پڑھائی جاتی ہے۔ بیس لڑکوں میں ایک ہی بمشکل ایسا ہوتا ہوگا کہ مسائل اقلیدس کو سمجھ سکے لیکن امتحان کے زمانہ میں بغیر سمجھے ہی اس کو رٹ لیتے ہیں اور اسی کی بدولت پاس ہوجاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر سمجھے محض رٹ لینا بھی مفید ہے۔ (ایضاً ص ۴۰ س ۱۴)

اصلاح کیلئے صحبت کی ضرورت

ایک مریض کسی طبیب کے پاس آئے اور اپنی حالت بیان کر کے حکیم سے کہا میں آپ کے پاس تو رہ نہیں سکتا نہ میں وقتاً فوقتاً آ کر آپ کو اپنی حالت کی اطلاع کر سکتا ہوں آپ میری حالت کے مناسب کئی نسخے مجھے لکھ دیجئے۔ جوں جوں میری حالت متغیر ہوتی جائے اور مرض میں کمی یا بیشی ہو میں اس کے مناسب نسخوں کو بدل کر استعمال کرتا جاؤں۔ پس اس صورت میں اگرچہ طبیب کتنا ہی ماہر ہو اور کتنے ہی غور و غوض سے نسخوں کی تجویز کرے لیکن اس مریض کی حالت اس مریض کے برابر نہیں ہوسکتی جو کہ روزانہ طبیب کے پاس آتا ہے اپنی حالت بیان کرتا ہے۔ پچھلا نسخہ دکھلاتا ہے اور روزانہ اس میں تغیر و تبدل

کمی بیشی کرا کر لے جاتا ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ پہلی صورت میں تمام تغیرات کے لیے طبیب نے نسخے لکھ دیئے لیکن تغیرات کی تعیین اوران کا فہم۔ یہ محض مریض کی رائے پر رہا جو کہ ''رائے العلیل'' ہونے کی وجہ سے نا قابل اعتبار ہے۔ ممکن ہے کہ زیادتی صفرا کی ہو اور وہ سودا کا ہیجان سمجھ جائے اور چستی سنبھالے کی ہو اور وہ مرض کی کمی سمجھ جائے۔ (وعظ احکام العشر الاخیر دعوات جلد۲ وعظ نمبر۶ ص۳۳ س۱۴)

عالم غیب کی وسعت

عالم غیب میں اس قدر وقعت ہے کہ یہ عالم دنیا اس سے وہ نسبت رکھتا ہے جو سوئی پر لگا ہوا ایک قطرہ سمندر سے نسبت رکھتا ہے۔ یعنی یہ عالم اس کے سامنے مثل ایک قطرہ کے ہے اور وہ اس کے اعتبار سے مثل سمندر کے ہے۔ اہل کشف نے لکھا ہے کہ دونوں عالموں میں وہی نسبت ہے جو کہ رحم مادر اور عالم دنیا میں ہے۔ بچہ اول مادر رحم میں رہتا ہے اور اس کے لیے وہ ایک عالم ہوتا ہے اور اس سے اس قدر مانوس ہوتا ہے کہ اگر شاید وہاں سے اس کی رائے لے کر عالم دنیا میں لایا جائے تو وہ کبھی گوارا نہ کرے اور مچل جائے لیکن اگر اس کو کسی طرح وہاں سے نکال لیا جائے جیسا کہ اسی طرح لایا جاتا ہے اور عالم دنیا میں وہ یہاں کی چہل پہل' یہاں کی آبادی اور معموری دنیا کو دیکھے تو عالم رحم اس کو بالکل ہیچ اور عدم معلوم ہونے لگے۔ اسی طرح اہل دنیا جو کہ اس عالم میں محبوس اور اسیر ہیں جنہوں نے آنکھ کھولنے کے وقت سے آنکھ بند کرنے تک اس کے سوا اور کسی عالم کو دیکھا ہی نہیں' جب ان سے اس عالم کو چھوڑ دینے اور دوسرے عالم میں چلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ سخت پریشان ہوتے ہیں۔ ان کا دل مضطرب ہوتا ہے اور وہ کسی طرح اس عالم کی جدائی کو گوارا نہیں کرتے۔ (ایضاً ص۵ س۱۳)

اُمور خواب میں توجیہ

اگر خواب میں کوئی اپنے کو ماں کے ساتھ صحبت کرتے دیکھ لیتا ہے تو بیدار ہو کر بے حد پریشان ہوتا ہے اور اپنے کو لعنت ملامت کرتا ہے حالانکہ تعبیر اس خواب کی بری نہیں۔ تعبیر یہ ہے کہ ایسا شخص متواضع اور منکسر المزاج ہوگا کیونکہ خواب میں معانی اپنے مناسب صورتیں اختیار کرتے اور اس میں متمثل ہوتے ہیں اس قسم کے خواب میں ''ماں'' سے مراد ''زمین''

ہوتی ہے باعتبار اپنی صفت خاکساری کے اور صحبت سے مراد تلبیس۔ پس یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اس شخص کو صفت خاکساری سے تلبیس اور تعلق ہوگا۔ (ایضاً ص ۱۰ اس ۲)

کلام اللہ کی آفتاب سے حسّی مثال

یہ بھی دیکھو کہ اس آفتاب کے نور نے تمہارے قلوب کو کیا روشنی بخشی ہے اور تم کو کسی خطہ کی حالت سے نکالا ہے۔ تمہارے اعتبار سے کیا نافع ہوا ہے ورنہ اگر اس کلام الٰہی کو صرف حق تعالیٰ ہی سے تعلق رہتا تم سے تعلق نہ ہوتا تو تم اس سے کیسے مستفیض ہوتے۔ غور کرو اگر آفتاب دنیا چند روز تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے اور تم اس زمانہ میں بیمار بھی ہو یا مثلاً ایک ماہ تک لگاتار بارش رہے اور گھڑی بھر کو بھی بادل نہ ہٹے تو تمہاری کیا حالت ہوگی؟ آخر یہ اس قدر پریشانی کیوں ہے۔ محض اس وجہ سے کہ خدا نے تم کو ایک نور دیا تھا جو برائے چندے تم سے لے لیا گیا ہے اور پھر خدا کا فضل دیکھو کہ نور بھی کسی چیز سے دیا جو کہ تم سے لاکھوں کوس دور مگر اس کی شعاعیں ہیں کہ تم کو منور کر رہی ہیں اور تم طرح طرح کے فائدے اس سے حاصل کر رہے ہو اور اگر شعاعیں نہ ہوتیں تو گو نور کا آفتاب کے ساتھ پھر بھی تعلق ہوتا.......... مگر چونکہ تم تک نہ پہنچتا اس لیے تم اس کے فیض سے محروم رہتے۔ اسی طرح کلام اللہ صفت قدیم ہے کہ وہ مثل آفتاب کے ہے اور اس کے لیے کچھ شعاعیں ہیں جو تم پر قابض ہو رہی ہیں جن کو کلام لفظی کہا جاتا ہے۔

صاحبو! اگر آفتاب ہوتا اور یہ شعاعیں نہ ہوتیں تو ہم اس کے فیض سے کس طرح فیضیاب ہوتے۔ علیٰ ہذا کلام نفسی کے لیے کلام لفظی کی شعاعیں نہ ہوتیں تو ہم اس صفت کے فیضان سے کس طرح فیض حاصل کرتے۔ (ایضاً ص ۱۲ اس ۱۶)

بارش کم ہونے کی وجہ

میں نے اخبار میں ایک ڈاکٹر کا قول دیکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ بارش اس لیے کم ہوتی ہے کہ درخت کٹ کٹ کر کم رہ گئے ہیں تو بارش کثرت سے ہونے کی صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں درخت کم ہیں بہت کثرت سے درخت لگائیں جائیں۔ اس ڈاکٹر نے تو خدا جانے اس کی وجہ کیا سمجھی ہوگی لیکن راز اس میں یہی ہے کہ جب درخت نہ رہے تو بارش کی ضرورت نہ

رہی اور جہاں درخت بکثرت ہیں وہاں بارش کی کیا ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ رہی زراعت کی ضرورت اس کا کام نہروں سے نکالنے لگے ہیں تو بارش سے اس کا بھی تعلق کم ہوگیا۔ غرض فلسفہ بھی اس کو مانتا ہے اور ہم تو مانتے ہی ہیں۔ (تعلیم البیان دعوت جلد۵ ص ۱۱س ۱۴)

ہر حکم کا ثبوت قرآن سے مانگنا

اب تو غضب یہ ہے کہ بعض لوگ ڈاڑھی منڈانی حلال بھی سمجھنے لگے ہیں اور جب اس کی بابت ان سے گفتگو کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ قرآن میں اس کی حرمت دکھلایئے اور یہ سوال آج کل ایسا عام ہوا ہے کہ ہر شخص ہر بات کو قرآن سے مانگنے لگا ہے۔ میں اس جواب کا فیصلہ کن علمی جواب دیتا ہوں یہ کوئی لطیفہ نہ ہوگا بلکہ قابل غور جواب ہوگا لیکن اول ایک شرعی اور تمدنی قاعدہ بیان کرتا ہوں۔ تمدنی قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عدالت میں ایک ہزار کا دعویٰ پیش کرے اور اس کی شہادت میں دو شاہد ایسے پیش کردے جن میں مدعا علیہ کوئی نقص یا کوئی عیب نہ نکال سکے تو مدعا علیہ پر ڈگری ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد مدعا علیہ کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ ان گواہوں کو تسلیم نہ کرے اور یہ کہے کہ میں تو دعوے کو اس وقت تک تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ خود صاحب جج اور مجسٹریٹ ضلع آکر گواہی نہ دیں اور اگر مدعا علیہ ایسا کہے تو عدالت اس کو کہے گی کہ دعوے کے اثبات کے لیے مطلق شاہد کی ضرورت ہے۔ شاہد خاص کی ضرورت نہیں یا تو ان گواہوں میں کلام کرو یا دعویٰ تسلیم کرو۔ (وعظ طریق النجات دعوات جلد۵ ص ۲۲س ۶)

دین میں تنگی نہیں

فرض کرو کہ ایک شخص مریض ہوا اور وہ کسی طبیب کے پاس گیا اور نسخہ دریافت کیا اور حکیم صاحب نے نسخہ لکھا لیکن اتفاق سے مریض ایسی جگہ رہتا ہے کہ اس جگہ کوئی دوا دستیاب نہیں ہوتی۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے پرہیز بتایا اور اتفاق سے اس گاؤں میں صرف وہی چیزیں ملتی ہیں جن کی ممانعت کی گئی ہے اور جن چیزوں کی اجازت ہے ان میں سے ایک چیز بھی نہیں ملتی۔ اگر یہ مریض حکیم صاحب کے نسخہ کو دیکھ کر اور پرہیز کو سن کر یہ کہنے لگے کہ طب میں نہایت تنگی ہے کیونکہ دوائیں وہ بتائیں جن میں سے ایک بھی میسر نہیں آتیں، غذائیں وہ تجویز کیں جو گاؤں بھر میں بھی نہیں اور جتنی چیزیں کھانے کی ہیں وہ سب ممنوع کہ نہ بینگن

کھانا نہ آلو کھانا نہ بھینس کا گوشت کھانا اور اس کے ساتھ ہی حکیم صاحب کو بھی اپنے جہل کی وجہ سے برا بھلا کہنے لگے تو عقلاء اس کو کیا جواب دیں گے۔ یہی جواب دیں گے کہ طب میں تو ذرا بھی تنگی نہیں اس شخص کے گاؤں میں تنگی ہے کیونکہ طب میں تنگی تو اس وقت سمجھی جاتی جب کہ دو چار چیزوں کی اجازت ہوتی اور باقی سب چیزیں ممنوع ہوتیں اور جب کہ بیس کی اجازت ہے اور صرف چار کی ممانعت تو طب میں تنگی ہرگز نہیں بلکہ اس شخص کے گاؤں میں تنگی ہے کہ اس میں صرف وہی چیزیں منتخب ہوکر آتی ہیں جو کہ سراسر مضر ہیں تو علاج اس کا یہ نہیں ہے کہ حکیم صاحب کا نسخہ ردی کر دیا جائے اور اس پر عمل نہ کیا جائے بلکہ علاج یہ ہے کہ اپنے گاؤں کی اصلاح کی جائے وہاں کی تجارت کو وسعت دی جائے لوگوں کو مفید چیزیں فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے۔ (وعظ طریق النجات دعوات جلد ۵ ص ۵ س ۱۱)

محبوب حقیقی کی معیت

دیکھئے اگر کوئی محبوب اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دے اور اس کے درمیان میں کھانے کا وقت آ جائے اور محبوب کہے کہ اگر بھوک لگی ہو تو جا کر کھانا کھالو کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ عاشق اس وقت اٹھنے اور کھانا کھانے کو گوارا کرے گا؟ ہرگز نہیں تو جب محبت کی یہ حالت ہوتی ہے تو شیخ کے فاقہ پر کیا تعجب ہے۔ وہ حضرت حق محبوب حقیقی سے معیت رکھتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

گفت معشوقے بعاشق کاے فتا ۔۔۔ تو بغربت دیدہٴ بس شہرہا
پس کدامی شہرہا زانہا خوشتر است ۔۔۔ گفت آں شہریکہ دروے دلبر است

آگے مولانا فرماتے ہیں:

ہر کجا دلبر بود خرم نشیں ۔۔۔ فوق گردون ست نے قعرِ زمیں
پس کدامی شہراز انہا خوشتر است ۔۔۔ جنت است آں گرچہ باشں قعرِ چاہ

تو اگر محبوب کنوئیں کے اندر ہو وہ بھی جنت ہے تو جب محبوب مجازی کی معیت کی یہ حالت ہوتی ہے تو محبوب حقیقی کی معیت اگر میسر ہو جائے تو کیا حالت ہوگی۔ (وعظ ایضاً ص ۱۹ س ۱۱)

مثال:

مثلاً گورنمنٹ کا قانون ہے کہ کوئی شخص بغیر لائسنس کے بارود اور چھرے نہیں بیچ سکتا۔ اس قانون کو سن کر اگر احمق یہ کہنے لگے کہ گورنمنٹ کے قانون میں بڑی تنگی ہے کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم چھرے اور بارود خوب فروخت کیا کریں لیکن قانون لائسنس کو بیچ لگاتا ہے تو عقلاء اس کو یہی جواب دیں گے کہ قانون مصلحت عامہ کی بناء پر مقرر ہوا کرتا ہے نہ کہ مصلحت خاصہ کی بناء پر کیونکہ اگر مصلحت خاصہ کی رعایت کی جائے اور ہر شخص کو بندوق و بارود رکھنے کی اجازت دی جائے تو امن عام میں خلل پڑ جائے اور جس شخص کا جو جی چاہے سو کر دے۔ بیسیوں خون روزانہ ہوا کریں تو امن عام کا مقتضیٰ یہی تھا کہ ایسا جکڑ بند کیا جائے کہ عام طور پر اجازت نہ ہو۔ اگرچہ کسی خاص شخص کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر کسی خاص شخص کا چال چلن اچھا ہو اور اس سے کسی قسم کا اندیشہ نہ ہو اور وہ لائسنس بھی حاصل کر لے تو اس کو اجازت ہو جائے گی تو معلوم ہوا کہ قانون مصلحت عامہ کی بناء پر مقرر کیے جاتے ہیں۔

اب جو لوگ شریعت پر اعتراض کرتے ہیں وہ غور کر کے دیکھیں کہ شریعت کے کسی قانون میں بھی مصلحت عامہ فوت ہوئی ہے ہاں مصالح خاصہ بعض جگہ فوت ہو جاتے ہیں جہاں ان کی رعایت کرنے سے مصالح عامہ میں خلل ہونے والا ہوتا ہے اور ان ہی پر نظر کر کے لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۸، س ۸)

لغو توجیہات

بعض لوگ حکم شرعی ہونے سے تو انکار نہیں کرتے لیکن یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو دنیادار لوگ ہیں ہم سے شریعت پر کیسے عمل ہو سکتا ہے میں ان لوگوں کو کہتا ہوں کہ اگر خدا کے احکام پر عمل کرنا نہیں چاہتے تو خدا تعالیٰ کا دیا ہوا رزق بھی چھوڑ دو۔ یہ کیا شریعت پر عمل تو کریں مولوی اور خدا کا دیا ہوا کھاؤ، پیو تم لوگ (وعظ ایضاً ص ۹، س ۱۰)

قلب سلیم کی ضرورت

اگر قلب سلیم ہے تو روپیہ ہونا نہ ہونا دونوں مضر نہیں اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو روپیہ کا نہ ہونا تو کم مضر ہوتا ہے اور روپیہ کا ہونا زیادہ مضر ہوتا ہے۔ روپیہ اور قلب سلیم کی مثال

بالکل تلوار اور ہاتھ کی سی ہے کہ تلوار کاٹتی ہے لیکن اس وقت جب کہ ہاتھ بھی ہو اور اس میں قوت بھی ہو اور اگر ہاتھ نہیں یا ہاتھ ہے مگر قوت نہیں تو نری تلوار کیا کام دے سکتی ہے بلکہ بعض اوقات خود اپنے ہی زخم لگ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر قلب سلیم نہ ہو تو ہزار روپیہ کیا کام دے سکتا ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۲ اس ۸)

دنیاوی اُمور میں علماء کا عمل دخل

علماء سے اس کی امید نہ رکھیں کہ وہ دنیا کے کاموں میں آپ کی اعانت کریں اور ان کی تدابیر آپ کو بتائیں، دنیا کا کام آپ کا کام ہے علماء کا نہیں۔ علماء سے اس کی امید رکھنا ایسا ہے جیسے کوئی چمار حکیم عبدالمجید صاحب سے جوتے گنٹھوانے کے کام میں مدد چاہنے لگے۔ مثلاً اگر حکیم عبدالمجید صاحب کے پاس کوئی دق کا مریض جائے اور نسخہ لکھ دیں۔ نسخہ لے کر مطب سے باہر آئے تو ایک چمار ملے اور وہ مریض سے پوچھے کہ تم کہاں گئے تھے اور وہ بتائے اس پر چمار کہنے لگے کہ حکیم عبدالمجید ہی عجیب بے خبر آدمی ہیں کہ ان سے اتنا نہ ہوا کہ اس نسخہ میں جوتے گنٹھوانے کو لکھ دیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کی حالت سے بالکل بے خبر ہیں تو ساری دنیا اس چمار کو احمق بنائے گی اور کہے گی کہ حکیم عبدالمجید صاحب کا یہ کام نہیں کہ وہ جوتی گانٹھنے کی ترکیب بتائیں یا اس کام کے چلنے میں مدد دیا کریں۔ حکیم عبدالمجید کا کام امراض کے لیے ادویہ تجویز کرنے کا ہے تو علماء کو بھی حکیم عبدالمجید ہی سمجھنا چاہیے کہ ان کا کام امراض باطن کے لیے نسخے تجویز کرنے کا ہے نہ کہ دنیا کے کاموں میں تجاویز بتلانے کا۔ اگر حکیم صاحب پر جوتی سلوانے کو نہ بتلانے کا الزام صحیح ہے تو علماء پر بھی صحیح البتہ حکیم صاحب کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اگر جوتی سینے سے پہننے والے کے پیر میں زخم نہ پڑے اور پیر کے لڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو جوتی پہننے سے منع نہ کریں ورنہ منع کرنا ضرور ہوگا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۴ اس ۲)

گناہوں سے بچنا عظمت الٰہی کا تقاضا ہے

اب معلوم کرنا چاہیے کہ ہر نعمت کے کچھ حقوق ہوتے ہیں اس نعمت کا حق کیا ہے جو ہم کو ادا کرنا چاہیے ان حقوق کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ دیکھو جو شخص کسی حاکم سے ہمکلام ہوتا ہے وہ کیا انداز اختیار کرتا ہے، وہ یہ کرتا ہے کہ اس حاکم کے خلاف مزاج

وطبیعت نہیں کرتا ہے بدن پر کپڑے ہر وقت صاف رکھتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ حاکم کی طبیعت مجھ سے مکدر ہو جائے منہ کو صاف رکھتا ہے کہ بدبو نہ آنے لگے الفاظ کی رعایت رکھتا ہے کہ کوئی بے ادبی کا کلمہ نہ نکل جائے۔ چنانچہ ان امور میں اگر کچھ فروگذاشت ہو جاتی ہے تو دھکے دے کر نکال دیا جاتا ہے اس لیے اس کو ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ اس طور سے رہنا چاہیے کہ حاکم خفا نہ ہو جائے جب کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ قرآن پڑھنا' دعا کرنا' ذکر کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی ہے اور یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر ظاہری صورت شکل اور لباس پر نہیں ان کی نگاہ قلب پر ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

ان اللّٰہ لاینظر الیٰ صورکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم

تو کیا یہ شرم کی بات نہیں اور کیا قابل ترک نہیں کہ قلب میں معصیت کی نجاست لے کر اللہ تعالیٰ سے باتیں کیا کرو۔ یہ بے حیائی نہیں ہے کہ جس منہ سے جھوٹ بولو غیبت کرو پھر اسی منہ سے اللہ کا ذکر کرو۔ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ ایک ہی چمچہ سے فیرینی اور اسی سے گوہ نکالو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نعمت کی قدر نہیں جانی۔ وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ

علماء کی بے وقعتی کا بہانہ

علماء کی بے وقعتی کے متعلق بعضے یہ عذر کرتے ہیں کہ صاحب ہم نے وعظ سنا اور معتقد بھی ہوئے مگر اخیر میں جو مولوی صاحب نے سوال کر دیا تو سارا اعتقاد ڈھل گیا۔

مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حکیم عبدالعزیز صاحب وغیرہ سب کو اس وجہ سے چھوڑ دے اور سب کی برائیاں شروع کر دے کہ اس نے عطائیوں کو دھوکہ دیتے ہوئے دیکھا تھا تو آپ اس کو صاحب الرائے سمجھیں گے اور کیا آپ نے بھی سب ہی حاذق اطباء کو چھوڑ دیا ہے تو جن کی حکایتیں آپ نے یاد کر رکھی ہیں وہ واقع میں اناڑی عطائی ہیں۔ افسوس! عطائیوں کے پھیل جانے سے آپ نے اطباء کو نہ چھوڑا مگر چند سائلوں کی وجہ سے محقق مولویوں کو چھوڑا۔ (وعظ ضرورت العلماء دعوات جلد۵ ص ۱۰۱)

اعتقاد کیساتھ اطاعت کی ضرورت

اس وقت مولوی کے ساتھ تمہارا جو خشک اعتقاد ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے مشہور ہے دو کنجوس تھے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تم کھانا کیونکر کھاتے ہو اس نے کہا کہ بھائی! ہر مہینے

ایک پیسے کا گھی لے آتے ہیں اور سامنے رکھ کر اس کو خطاب کرتے ہیں کہ میں تجھ کو کھا جاؤں گا پورا مہینہ یوں ہی کاٹ دیتے ہیں۔ اخیر میں اس کو کھا لیتے ہیں وہ بولا تم بڑے فضول خرچ ہو،ہم تو روٹی پکا کر جس گلی میں گوشت بھنے کی خوشبو آتی ہو وہاں کھڑے ہو جاتے ہیں اور روٹی کھاتے ہیں تو یہ دونوں گھی گھی کے معتقد تھے اور ایک گونہ تلبیس بھی تھا لیکن ان کو اس کا کیا نفع ہوا ایسے ہی آپ کو نرے اعتقاد سے اور محض ادب و تعظیم سے کیا نفع ہوگا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۱ س ۱۰)

اُخروی عذاب

اگر کوئی شخص دردِ گردہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے اور اس کے ازالہ کی کتنی تدبیریں کرتا ہے حالانکہ دردِ گردہ کا مآل اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ زندگانی کا خاتمہ کر دے اس کے بعد پھر ابدالآباد تک اس سے نجات خود بخود ہو جاتی ہے۔ برخلاف اس اُخروی تکلیف کہ اگر یہ شروع ہو گئی تو بالکل ختم نہ ہوگی اور یا اگر شمہ ایمان کی وجہ سے ختم بھی ہوئی تو خدا جانے کتنی مدت کے بعد جہاں کا ایک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے۔

(وعظ آثار المحبۃ دعوات ص ۹ س ۲۱)

کمالِ اتباع کی ضرورت

صاحبو! ظاہر ہے کہ حسین وہ شخص کہلائے گا کہ اس کی آنکھ، ناک، چہرہ سب خوبصورت ہوں ورنہ اگر کسی کی آنکھیں تو نہایت اچھی ہوں اور ناک بالکل خراب چپٹی ہو یا برعکس ہو یا دانت باہر کو نکلے ہوئے ہوں تو وہ حسین نہ کہلائے گا۔ بس اسی طرح دین بھی ایک حُسن معنوی ہے تو حسین معنوی یعنی دیندار بھی اسی کو کہیں گے جو تمام وجوہ دین و انواع عمل کا جامع ہو اور جس نے ایک کو لیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ مثلاً اعمال جوارح کو تو لے لیا اور اعمال قلب کو اور اعمال لسان کو چھوڑ دیا یا اعمال قلب کو لے لیا اور دوسرے دونوں کو چھوڑ دیا، اعمال لسان کو لے لیا اور بقیہ دونوں کو چھوڑ دیا۔ وہ شخص ہرگز اس حسن معنوی کے ساتھ متصف نہ سمجھا جائے گا۔ (عمل العلماء، دعوات جلد ۸ ص ۱۲ س ۵)

گناہوں کے ذریعہ علاج

اگر عجب پیدا ہوتا ہے تو اس کا علاج کسی معصیت سے کیا جاتا ہے اور مصلحت یہ سمجھی جاتی ہے کہ ایسا کرنے سے ہم اپنی نظروں میں ذلیل رہیں گے اور اس سے عجب کی جڑ کٹ

جائے گی۔ صاحبو! یہ ایسا علاج ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے بدن سے پاخانہ کو بذریعہ پیشاب دھونے لگے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۶ س ۱۲)

اصلاح باطن میں مشائخ کی ضرورت

بچے کی پرورش کہ بدوں ماں باپ کی مدد واعانت کے وہ پرورش نہیں پاسکتا لیکن اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی تو اگر وہ بچہ بڑا ہو کر کہنے لگے کہ میں بغیر کسی مدد کے اتنا بڑی قوی الجثہ ہو گیا ہوں تو جس طرح اس کا یہ قول غلط اور قابل مضحکہ ہے اسی طرح اس راہ کے قطع کرنے والے کا قول بھی بالکل غلط ہوگا۔

بات یہ ہے کہ بعض مرتبہ ظاہر ایک شخص کو کسی کے سپرد نہیں کیا جاتا لیکن واقع میں بہت سے حضرات بامر خداوندی اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور وہ اس کو غلطیوں میں پھنسنے سے بچاتے ہیں اور قطع راہ میں مدد فرماتے ہیں۔ بہرحال اس جزو کی بھی سخت ضرورت ہے لیکن اس پر اسی وقت عمل کرنا مناسب ہے کہ جب کتب درسیہ سے فارغ ہو چکے اور اساتذہ اُدھر متوجہ ہونے کی اجازت دے دیں اور اگر اساتذہ ختم درسیات کے بعد بھی چندے درسیات ہی میں مشغول رہنے کا حکم فرمائیں تو ان کے ارشاد پر عمل کرے اور جب تک کافی مناسبت نہ ہو جائے تو چند روز ان کے پاس رہ کر اصلاح باطن کرے اور پھر درس وتدریس کا شغل بھی جاری کر دے یہ ہے تدبیر خشوع کے پیدا ہونے کی چونکہ اس کا اہتمام بہت ضروری تھا اس لیے اس وقت اس کو عرض کیا گیا۔ (وعظ ایضاً ص ۲۹ س ۱۰)

ذکر کرتے ہوئے ثمرات کی ہوس

بہت لوگ براہ ہوس اس لیے ذکر وشغل کرتے ہیں کہ ہم خدا کے محبوب ہو جائیں ان کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص اندھا گنجا لنجا بدصورت ہو اور وہ یوں چاہے کہ فلاں محبوب جو حور تمثال ہے مجھ پر عاشق ہو جائے ایسے شخص کو تو عاقل لوگ احمق کہیں گے ایسے ہی جو ذاکر یوں چاہے کہ میں بالمعنی المتعارف محبوب بن جاؤں ذرا وہ اپنے کو تو یہ دیکھے کہ مجھ میں اور حق تعالیٰ میں کیا نسبت ہے بخدا اگر اپنی حالت منکشف ہو جائے تو اسی پر تعجب ہو کہ مجھ کو اس کی کس طرح اجازت ہوگی کہ میں اس کو نظر محبت سے دیکھوں، جب محبّ ہونے کی بھی

صلاحیت نہیں تو محبوب ہونے کے لیے تو ذرا منہ دھو رکھے اپنے محبّ ہونے کے قابل بھی نہ ہونے کے باب میں خوب کہا گیا ہے:

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود   کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روے

اور

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم   گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

اس بدصورت کو تو محبوب اگر ایک نظر دیکھنے کی بھی اجازت دے دے تو اسی پر متعجب ہونا چاہیے کہ مجھ میں کون سی بات ہے کہ محبوب نے مجھ کو اپنے دیکھنے کی اجازت دے دی۔

تاریخ شب قدر میں اختلاف کی حقیقت

ایک صاحب کہنے لگے کہ شب قدر میں فضیلت ہے تو کہاں کی شب قدر میں ہندوستان کی یا لندن کی کیونکہ غروب ہر جگہ کا مختلف ہے۔ مولانا احمد حسن صاحبؒ نے خوب جواب فرمایا کہ بعض مراسم میں کچہری دس بجے ہوتی ہے تو کہاں کے دس بجے ہوتی ہے تو کہاں کے دس بجے مراد ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے یا لندن کے جو جواب اس کا ہے وہی اس کا ہے کہ ہر جگہ کی شب قدر میں فضیلت ہے۔ خدا تعالیٰ کے یہاں کیا کمی ہے جب یہاں غروب ہو یہاں کے لیے اور جب وہاں غروب ہو وہاں کے لیے۔ (وعظ ایضاً ص ۲۱ س ۱۴)

خدا کی ذات بے مثال ہے

ہماری مثال عدم احاطہ حقیقت میں ایسی ہے جیسے کہ ایک پانی کا کیڑا انسان کی مصنوعات ریل اور تار وغیرہ کو دیکھے اور ان کی ناتمام حقیقت دریافت کرکے اندازہ کرے کہ جس نے یہ بنایا ہوگا وہ کس قسم کا ہوگا کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں کی حقیقت کو دریافت کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس مثال سے بھی بالاتر ہیں لیکن تقریب فہم کے لیے اس مثال کے ضمن میں اس کو ظاہر کیا گیا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم   وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر   ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

ایک وقت میں ایک ہی کام ممکن ہے

آپ برائے طعن مولویوں سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپاہج ہو جاتے ہیں۔

صاحبو! بیشک اپاہج ہیں اور کیوں نہ ہیں جب خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان میں طاقت ہی نہیں کہ دوسرے کام کریں مگر طاقت سے مراد شرعی طاقت ہے کہ ان کو اجازت نہیں کہ یہ دوسرے کام میں لگیں۔

اس مسئلہ کو میں ایک مثال دے کر زیادہ واضح کرتا ہوں۔ ہمارے اطراف میں ایک صاحب نے جو کہ سرکاری ملازم تھے ایک مطبع کر لیا شدہ شدہ حکام کو اس کی خبر ہوئی تو ان کے نام ایک پروانہ آیا کہ یا تو نوکری سے استعفیٰ دے دو ورنہ مطبع بند کر دو۔ آخر اس حکم کی کیا وجہ۔ وجہ یہی ہے کہ مطبع کرنے کی صورت میں وہ نوکری کا کام پورے طور سے انجام نہیں دے سکتے تھے۔ اب تو غالباً تسکین ہوگئی ہوگی۔ (وعظ فضائل العلم والخشیۃ دعوات جلد۳ ص ۲۶ س ۳)

نعمت خداوندی کے مقابلے میں سلطنت کی حیثیت

ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے پوچھا کہ اگر تم اتفاقاً شکار میں نکل جاؤ اور تن تنہا رہ جاؤ اور اس وقت تم کو شدت سے پیاس لگے کہ تمہارا دم نکلنے لگے اس وقت اگر کوئی شخص تمہارے پاس ایک پیالہ پانی لائے اور نصف سلطنت اس کی قیمت بتائے تو تم اس کو خرید لو گے کہ نہیں اس نے کہا کہ ضرور خرید لوں گا۔ پھر ان بزرگ نے کہا کہ اور اگر اتفاق سے تمہارا پیشاب بند ہو جائے اور کسی طرح ادرار نہ ہو اور ایک شخص اس شرط پر کہ بقیہ نصف سلطنت اس کو دے دو پیشاب اتار دینے کا وعدہ کرے تو تم کیا کرو۔ اس نے کہا کہ میں بقیہ نصف بھی اس کو دیدوں تو ان بزرگ نے کہا کہ آپ کی سلطنت کی یہ قیمت ہے کہ ایک پیالہ پانی اور ایک پیالہ پیشاب جس کے لیے آپ اس قدر منہمک ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۳۵ س ۱۱)

اطاعت رسول کی حکیمانہ ترغیب

طبعی گرانی کی ہی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اول دلائل حضور کی اطاعت کے واجب ہونے کے بیان فرما دیئے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے یہاں مثلاً کوئی مہمان

آ رہا ہو اور کسی کو قرینہ سے معلوم ہو کہ اگر اس کو خبر ہو گی تو گراں گزرے گا تو اس کی گرانی دفع کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ تم کو خبر بھی ہے تمہارے یہاں کون آ رہا ہے، تمہارے یہاں وہ شخص آ رہا ہے جو تم کو روپیہ بھیجتا ہے اور رفیع القدر ہے اور تم اس پر عاشق ہو۔ (وعظ شروط الایمان دعوات جلد ۶ ص ۲۱۴ س ۲)

اصل دولت راحت قلب ہے

اگر ایک شخص کے یہاں مال و دولت حشمت و شوکت سب کچھ ہو اور اس کو پھانسی کا حکم ہو جائے اور اس کے مقابلہ میں ایک شخص فرض کیا جائے کہ جس کے پاس ایک پیسہ نہیں ہے اور مزدوری کر کے اطمینان کے ساتھ اپنا پیٹ پالتا ہے اس سے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کی تمام دولت تم کو ملے گی اور اگر بجائے اس کے تم پھانسی پر چڑھ جاؤ اور یہ اقرار کر لو کہ قاتل میں ہوں وہ ہرگز منظور نہ کرے گا اور کہے گا کہ میں دولت کو لے کر کیا چولہے میں ڈالوں گا۔ جب میری جان ہی نہ ہو گی تو ایسی دولت کو کیا کروں گا اور اس دولت مند سے اگر پوچھا جائے کہ تم کو خلاصی ہو جائے گی مگر اس شرط سے کہ اس شخص کا فقر و فاقہ تم کو ملے گا تو وہ خوشی سے راضی ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کامیابی کی حقیقت مال و جاہ و صحت نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کی اطمینان اور راحت قلب ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر اہل اللہ پر فقر و فاقہ اور مصائب خواہ کسی قدر رہوں ان کا قلب پریشان نہیں ہوتا اور نافرمان کو کتنی ہی عیش و عشرت ہو لیکن اس کا قلب ہمیشہ پریشان ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۲۲۴ س ۱۴)

انبیاء علیہم السلام اور اہل اللہ کا مقصود دولت نہیں ہوتی

میں ایک قصہ عرض کرتا ہوں کہ اس سے آپ کو کلام اللہ کی شوکت وصولت کا اندازہ ہوگا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و دعوت اسلام شروع فرمائی اور بتوں کی مذمت کی اور لوگ مسلمان ہونے لگے تو ایک روز رؤسا مکہ جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ انہوں نے ہمارے مجمع کو پریشان کر دیا اور ہمارے معبودوں کی توہین کی۔ کیا تدبیر کی جائے کہ یہ باز آ جائیں اور اس فتنہ کو سکون ہو۔ ایک شخص نے بیڑا اٹھایا کہ میں ان کو کسی طرح لالچ دے کر راضی کر لوں گا۔ آئندہ سے وہ رک جائیں گے وہ احمق یہ سمجھا تھا کہ جیسے

لوگ طالب زر یا دنیا ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی ہوں گے آج کل بھی لوگ بزرگوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور بعض لوگ بزرگوں سے اس لیے تعلق پیدا کرتے ہیں کہ ان کے ذریعے سے روپیہ ہاتھ آجائے گا یا کوئی عورت مل جائے گی اور یہ غور نہیں کرتے کہ جب اس شخص نے دنیا کو اپنے لیے پسند نہیں کیا تو دوسروں کے واسطے کہاں سے لائیں گے۔ واللہ! بڑا ظلم وستم ہے کہ اہل اللہ کے سامنے دنیوی اغراض پیش کی جائیں۔ اہل اللہ کی خدمت میں دنیوی مقاصد لے جانے کی ایسی مثال ہے جیسے کسی جوہری کے پاس چارپائی بننے کے لیے جائیں یا سنار کے پاس کھرپے لے جائیں کہ اس کو سان پر رکھ دے۔ اہل اللہ طبیب روحانی ہیں وہ امراض باطنی کے معالجہ کے لیے ہیں ان سے یہی کام لینا چاہیے۔ آج کل یہ حالت ہے کہ کوئی نمک پڑھواتا ہے کہ میرا فلاں عورت سے نکاح ہو جائے' کوئی تعویذ لکھواتا ہے کہ میرا مقدمہ فتح ہو جائے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

حدیث میں ہے: "ارحموا ثلثة" تین آدمیوں پر رحم کرو یعنی تین آدمی رحم کے قابل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے "عالم يلعب به الجهال" یعنی وہ آدمی جس کے ساتھ جہلاء تمسخر کرتے ہوں اور یہ بھی تمسخر ہے کہ اس سے دوسرا کام لیا جائے جوہری کے پاس کھرپا درست کرانے کے لیے لے جانا اس کے ساتھ ظاہر ہے کہ تمسخر کرنا ہے۔

اسی طرح اس شخص نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی سمجھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپ کا مقصد کیا ہے اگر مال مطلوب ہے تو ہم چندہ جمع کر کے آپ کو بہت سا مال جمع کر دیں اور اگر جاہ مقصود ہے تو ہم سب مل کر آپ کو سردار بنالیں اور اگر عورتیں مرغوب ہیں تو قریش کی خوبصورت عورتیں آپ کے لیے حاضر ہیں مگر کیا ٹھکانہ تحمل کا کہ آپ یہ سن کر ساکت رہے جب وہ سب تقریر ختم کر چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں بجز اس کے کچھ نہیں فرمایا کہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر یہ آیتیں تلاوت فرمائیں:

حمٓ تنزيل من الرحمٰن الرحيم. كتب فصلت آيته الخ

جب آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے

فان اعرضوا فقل انذرتکم صعقة مثل صعقة عاد و ثمود

یعنی اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں جو مثل کڑک عاد وثمود ہے۔ اس کلام کی شوکت و دبدبہ نے وہ اثر کیا کہ گھبرا گیا اور کہا میں سن نہیں سکتا اور وہاں سے بھاگا اور آ کر رؤسا مکہ سے کہا کہ میری حالت تو اس شخص کے پاس جا کر عجیب ہوئی اور تمام قصہ بیان کیا اور کہا کہ جب آپؐ نے فان اعرضوا الخ آیت پڑھی تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ مجھ پر اب بجلی گری اور اگر تھوڑی دیر بیٹھا رہتا تو میں اپنے دین کو جواب دے چکا تھا۔

فرمائیے یہ کیا اثر تھا کلام الٰہی کی تو قوت تھی ہی لیکن پڑھنے والے خود عامل تھے۔ زیادہ اثر اس کا بھی تھا پس نری اپنی تربیت کو کافی سمجھنا نادانی ہے۔ (وعظ اختیار خلیل دعوات جلد ۶ ص ۱۸۹ س ۸)

محقق کی نظر اہل حقیقت پر ہوتی ہے

اہل دنیا کوتاہ نظری دکھلاتے ہیں اس کی یوں مثال سمجھو کہ ایک شخص قلم سے لکھ رہا ہے۔ چند چیونٹیوں نے دیکھا ایک نے کہا کہ یہ نقوش خود بخود ہو رہے ہیں۔ دوسری جو اس سے وسیع النظر تھی اس نے کہا کہ نہیں بلکہ قلم چل رہا ہے۔ تیسری اس سے بھی وسیع النظر تھی اس نے کہا کہ قلم خود نہیں چل رہا ہے بلکہ وہ انگلیوں میں ہے انگلیاں اس کو چلا رہی ہیں جو ان میں سب میں محقق تھی اس نے کہا کہ انگلیاں خود بخود نہیں چل رہیں بلکہ ایک قوت ارادیہ ان کو چلا رہی ہے اب بتلایئے کہ ان میں محقق کون ہے ظاہر ہے کہ جس نے قوت ارادیہ کا پتہ چلا لیا وہ محقق ہے باقی سب کوتاہ نظر ہیں۔ ایک بزرگ کہتے ہیں:

قال الجدار للوتد لم تشقنی　　　قال الوتدا نظر الی من یدقنی

(الاتعاظ بالغیر دعوات ج ۴ ص ۶ س ۱۰)

تکلیف کے احساس کی نوعیت

بعض نصوص میں ہے کہ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسا زندہ کی ہڈی توڑنا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فعل سے روح کو کچھ الم ہوتا ہے مگر جس قسم کے الم روح کے متعلق مع الجسم کی حالت میں ہڈی توڑنے سے روح کو ہوتا ہے وہ الم نہیں ہوتا۔

اس کو ایک مثال کے ضمن میں سمجھنا چاہیے مثلاً زید کے بدن کو اگر مارا جائے تو اس کو تکلیف

ہوگی اور زید کی رضائی اتار کو چولہے میں رکھ دی جائے تب بھی تکلیف ہوگی مگر دونوں تکلیفیں جدا جدا ہیں۔ پس روح کے مفارق ہونے کے بعد روح کو ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسے رضائی جلانے سے زید کو ہوئی اور اس تکلیف کی وجہ بھی وہی تعلق سابق ہے جو بدن کے ساتھ اس کو تھا وہ تعلق اس کو متحضر تھا اس لیے تکلیف ہوتی ہے۔ (وعظ غض البصر دعوات جلد۲ص۳۴ ص۲ س۱۵)

احکام میں حکمت کا مطالبہ قلت عظمت کی علامت ہے

مثلاً ایک شخص کسی طبیب کے پاس گیا اور جا کر مرض کی تشخیص کرائی اور نسخہ لکھوایا تو اس موقع پر آپ نے کسی کو نہ دیکھا ہوگا کہ اگر اجزاء نسخہ کی حکمت و علت اس کی سمجھ نہ آئی ہو تو اس نے طبیب سے دریافت کیا ہو یا اس کے ساتھ الجھنے لگا ہو کہ یہ اوزان خاص کیوں رکھے گئے۔ واللہ! کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو زبان سے کبھی نہیں کہتے کیونکہ جانتے ہیں کہ ہمارے ہی فائدہ کے لیے اس نے نسخہ تجویز کیا ہے ایسا نہ ہو کہ چون و چرا کرنے سے کبیدہ خاطر ہو کر ہم کو نکال دے اور پھر کبھی گھسنے نہ دے۔

تو صاحبو! اگر احکام خداوندی کی قدر بھی دلوں میں نہ ہو تب بھی اس لیے ان کو تسلیم کرلو کہ وہ صرف تمہارے ہی فائدہ کے لیے تجویز کیے ہیں ایسا نہ ہو تمہارے اعراض سے خدا تعالیٰ خفا ہو جائیں اور تم پر کوئی مصیبت آن پڑے۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم   بلکہ تابر بندگان جودے کنم

تو اگر احکام خداوندی کی وقعت گورنمنٹ کے احکام کے برابر ہی نہیں ہے تو حکیم ہی کا سا برتاؤ کیا ہوتا اور جب یہ بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ احکام خداوندی کی اتنی بھی قدر نہیں۔ (وعظ ایضاً ص۹ س۹)

اصل چیز طلب میں لگنا ہے

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ اصلاح کی نیت سے جاتے ہیں لیکن عجلت پسند ہونے کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ دو ہی دن میں جلدی اصلاح ہو جائے ان لوگوں کی بالکل وہی مثال ہے کہ "الحائک اذا صلی یومین انتظر الوحی" ایسے لوگوں کے جواب میں ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کیا کم فائدہ ہے کہ تم کو خدا کا نام لینے کی توفیق ہوگئی اور فرمایا کرتے تھے کہ بھائی اگر واقعی کچھ بھی حاصل نہ ہو تو بھی طلب نہ چھوڑنی چاہیے۔

یا بم اور ایا نہ یا بم جستجوئے میکنم ۔۔۔ حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

عشق میں تکلیف محسوس نہیں ہوتی

مثلاً آپ کسی پر عاشق ہوں اور آپ چلے جارہے ہوں کہ پیچھے سے کسی نے ایک گھونسا بڑے زور سے ایسا رسید کیا کہ بڑی تکلیف اور اذیت ہوئی پیچھے پھر کر جو دیکھا تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ گھونسا مارنے والا وہ شخص ہے جس کے دیکھنے کی برسوں سے تمنا تھی اور غیبت میں جس کا نام لے لے کر دل کو تسلی دیا کرتا تھا۔ جیسے ایک حکایت ہے:

دید مجنوں راں کسے صحرا نورو رد ۔۔۔ بیابان غمش بشتہ فرو
ریگ کاغذ بدو انگشتان قلم ۔۔۔ مے نمودے بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنوں شیدا چیست ایں ۔۔۔ می نویسی نامہ بہر کیست ایں
گفت مشق نام لیلیٰ میکنم ۔۔۔ خاطر خود را تسلی میکنم

جس کا نام ہی بجائے مسمّی کے تھا اب وہ سامنے جلوہ افروز ہے۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس حالت میں کیا اس کو گھونسا کی تکلیف ہوگی۔ اگر عشق میں سچا ہے تو یوں کہے گا کہ ایک گھونسا نہیں تم میرے دس گھونسے لگا لو مگر میرے سامنے رہو جس کو تو اس کی تکلیف ضرور ہوگی لیکن قلب تو یہی کہے گا:

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من ۔۔۔ دل فدائے یار دل رنجانِ من

اور یہ کہے گا:

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ۔۔۔ سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کیوں ہے محض اس لیے کہ محبوب کی جانب سے ہے۔

از محبت تلخہا شیریں شود

جب مخلوق کی محبت میں یہ حالت ہے تو

عجب داری از سالکاں طریق ۔۔۔ کہ باشندز بحر معنی غریق
خوشا وقت شوریدگانِ غمش ۔۔۔ اگر ریش بینند و گر مرہمش
گدایانے از پادشاہی نفور ۔۔۔ با میدش اندر گدائی صبور
دمادم شرابِ الم دَر کشند ۔۔۔ وگر تلخ بینند دم دَر کشند

جب کہ تمہارا ہی جیسا آدمی جو تمہارے مثل خون اور کھال اور گوشت اور پوست سے بنا ہے تمہاری یہ حالت بنا دیتا ہے تو صاحبو! محبوب حقیقی کے عشق میں تو یہ اثر کیسے نہ ہوگا۔

عشق کا لفظ خدا اور رسول کیلئے استعمال کرنا

اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عشق کا لفظ استعمال کرنا بے ادبی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص وائسرائے کی تعریف کرنے لگے اور یہ کہے کہ ان کو کانسٹیبل کے بھی اختیارات حاصل ہیں تو اگرچہ واقعہ کے اعتبار سے یہ صحیح ہے لیکن یہ مدح سخت ہجو اور بے ادبی ہے بلکہ بعض اوقات ایسے امر کی نفی بھی موہم نقص ہو جاتی ہے۔

شاہ را گوید کسے جو لاہا نیست　　　این نہ مدح است ایں مگر آگاہ نیست

تو جس کی نفی بھی مدح نہ ہو اس کا اثبات تو کیسے مدح ہو جائے گا وہ تو اور بھی زیادہ قدح ہوگا تو لفظ عشق کو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہ استعمال کرنا چاہیے۔ قرآن وحدیث میں بھی اس کو استعمال نہیں کیا گیا ہے ہاں شدت حُب کا لفظ آیا ہے۔

مقام صحابہ تک پہنچنے کی تمنا

اگر ہم اس مقام پر پہنچنا چاہیں جس پر صحابہؓ تھے (یعنی باعتبار عطا کے کیونکہ وہ جاہ تو ہم کو کہاں نصیب) تو صورت یہ ہے کہ ہم ان سے وابستگی اطاعت کی پیدا کر لیں کہ اس کی بدولت انہیں کے ساتھ ساتھ لگے چلے جاویں جیسے کہ ایک انجن پشاور سے چلے اور کلکتہ پہنچے اور ایک ٹوٹی ہوئی گاڑی بھی کلکتہ پہنچنے کی متمنی ہو تو اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ اس انجن کے ساتھ اپنی زنجیر ملا دے تو اب ہمارا بھی یہی کام ہونا چاہیے کہ ہم صحابہؓ کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔

ناجائز دنیا کمانے کی ممانعت

اگر مولوی جائز طریقوں سے دنیا کمانے کو منع کریں تو بے شک الزام ہے لیکن اگر دین میں خرابی آنے لگے گی تو وہ ضرور منع کریں گے اور یہ منع کرنا واقع میں ترقی سے روکنا نہیں ہے۔ صاحبو! اگر ایک شخص جیب میں اشرفیاں بھرے اور جب جگہ رہ جائے اور اوپر سے کوڑیاں بھرنے لگے اور کوڑیوں کو ٹھونس کر بھرنے کی وجہ سے جیب پھٹنے لگے کہ

اشرفیاں نکلنے لگیں اور یہ حالت دیکھ کر کوئی شخص اس کو اس طرح کوڑیاں بھرنے سے منع کرے تو اس کو مانع ترقی کہا جاوے گا ہر گز نہیں وہ کوڑیاں کس کام کی جو اشرفیاں کھو کر حاصل کی گئی ہوں۔ پس جب آپ کا دین کہ اشرفیوں سے زیادہ قیمتی ہے برباد ہو رہا ہے تو دنیا کی چند کوڑیاں جمع کر کے آپ کو کیا فلاح ہو گی تو اس حالت میں مولوی ضرور منع کریں گے اور اگر یہ امر آپ کی سمجھ میں آ جائے گا تو آپ بھی کہنے لگیں گے:

مبادا دل آں فرو مایہ شاد　　　　که از بہر دنیا دہد دیں بہ باد

ہم کو یہ بھی جائز ہے کہ ہم آپ کو آپ کے دنیاوی نقصانات سے بھی بچا دیں لیکن ہم اس کو اپنا منصب نہیں سمجھتے اس لیے دوسرے مشاغل دینیہ کے غلبہ سے قصداً ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم　　　　الا حدیث یار کہ تکرار میکنم

دیکھئے انگریزوں کا فتویٰ ہے کہ ہر کام کے لیے ایک جماعت رہنی چاہیے تو اس فتویٰ کے مطابق مولویوں کو صرف دین کے کام کے لیے رکھو۔

جس کا کام اسی کو ساجھے

کوئی رسالہ خوان نعمت دیکھ کر بھی گلگلہ نہیں پکا سکتا تو جب صرف فنون دنیویہ بھی بدوں صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتے تو فنون شرعیہ تو کیسے حاصل ہو سکتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میرے بچپن میں ایک وکیل صاحب میرے یہاں مہمان ہوئے' میں نے ان سے ترجمہ قانون لے کر دیکھا اور اپنے نزدیک اس کو سمجھا پھر میں نے وکیل صاحب سے پوچھا کہ اس کے معنی یہی ہیں جو میں نے سمجھے' کہنے لگے نہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں اور ان کے بیان کرنے کے بعد وہی معنی صحیح معلوم ہوئے جو انہوں نے بتلائے تھے۔ تو دیکھئے اردو ہماری مادری زبان ہے مگر چونکہ اس فن سے واقفیت نہ تھی اس لیے صحیح معنی سمجھ میں نہ آئے۔

حدود و قیود کا لحاظ رکھنا

بعض دفعہ ایک مسئلہ کے ساتھ دوسری قیود جو اس مقام پر مذکور نہیں ہوتی ہیں بلکہ دوسری جگہ مذکور ہوتی ہے تو ایسے مقام پر بوجہ عدم استحضار و عدم مہارت مجھ سے فروگذاشت

ہوتی۔ میں مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ لفظ اختاری کنایات میں سے ہے اس کو باب الکنایات میں دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ لغزش ہوئی کہ وہ یہ سمجھے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو بہ نیت طلاق یہ لفظ کہہ دے تو طلاق ہو جائے گی۔ حالانکہ ایک تو یہ مسئلہ باب تفویض طلاق میں سے ہے اور دوسرے باب کنایات سے تو باب کنایات میں تو یہ لکھا ہے کہ یہ کنایہ ہے اور باب تفویض میں یہ لکھا ہے کہ وقوع طلاق کی شرط یہ ہے کہ عورت اخترت نفسی بھی کہے اور اگر عورت کچھ نہ کہے تو مرد کے صرف ''اختاری'' کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی اس لیے میں نے ان شافعی المذہب سے انکار کر دیا اور مولوی طیب صاحب عرف شافعی کا نام بتلا دیا کیونکہ دیانت کی بات یہی تھی۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ہیں کہ جب تک کامل شیخ اس کو غوامض پر مطلع نہ کرے اس وقت تک وہ حل نہیں ہوسکتیں اس لیے صحبت کی حاجت ہوئی۔

دینداروں پر تکلیف کی حقیقت

شاید کوئی یہ کہے کہ ہم بہت دینداروں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اکثر تکلیف میں رہتے ہیں مثلاً ان کی آمدنی کم ہوتی ہے اور خرچ زیادہ ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ تکلیف جسم پر ہے روح پر نہیں اور پریشانی ہوتی ہے روح کی تکلیف سے۔ پس اس کی مثال دلدادگانِ شریعت کے اعتبار سے ایسی ہے جیسے کسی عاشق سے کوئی مدت کا بچھڑا ہوا محبوب ملے اور دور ہی سے دیکھ کر یہ محبّ اس کو سلام کرے اور اس کو گلے سے لگانے کا متمنی ہو اور اس کی عین تمنا کے وقت وہ محبوب دوڑ کر گلے سے لگا لے اور اس قدر زور سے دبائے کہ اس کی ہڈیاں بھی ٹوٹنے لگیں۔ اب میں اہل وجدان سے پوچھتا ہوں کہ اس دبانے سے عاشق کو کچھ تکلیف ہوگی یا نہیں؟ یقیناً تکلیف ہوگی لیکن یہ ایسی تکلیف ہے کہ ہزاروں راحتیں اس تکلیف پر قربان ہیں۔ اگر عین اس تکلیف کی حالت میں محبوب کہے کہ اگر تجھ کو کچھ تکلیف ہو تو چھوڑ دوں اور یہ تیرا رقیب جو سامنے موجود ہے اس کو اس طرح سے دبا دوں تو وہ کیا جواب دے گا؟ ظاہر ہے کہ جواب دے گا کہ

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کہے گا کہ

اسیرت نخواہد رہائی زبن
شکارت نجوید خلاص از کمند

اہل اللہ کے بارے میں رائے قائم کرنے میں جلدی کرنا

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو اکثر لوگ خشک مزاج بتلاتے تھے کیونکہ یا تو کبھی ملے نہیں اور یا اگر ایک دو دفعہ ملے تو اتفاق سے ایسے وقت ملے کہ مولانا کسی دوسرے شغل یا احتساب میں مشغول ہوئے۔ بس اس ایک جلسہ میں دیکھ کر عمر بھر کے لیے ایک غلط حکم کر دیا اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص سنے کہ فلاں جج صاحب بڑے خوش خلق ہیں اور یہ سن کر ان سے ملنے کو عدالت میں جائے اور اتفاق سے ایسے وقت میں پہنچے کہ صاحب جج دو آدمیوں کو جبس دام کا حکم سنا رہے ہوں اور دو کو پھانسی کا حکم سنا رہے ہوں تو یہ شخص یقیناً اس جج کو نہایت درجہ خونخوار سمجھے گا لیکن عقلمند آدمی کہے گا کہ بھائی تم نے عدالت میں دیکھا اور اتفاق سے اس وقت سنگین مقدمات پیش تھے ذرا ان کے بنگلہ پر تو جا کر دیکھو۔ اسی طرح بزرگوں کے پاس ایک وقت جا کر دیکھا اور کہہ دیا کہ نہایت خشک ہیں۔

صاحبو! کم از کم ایک ہفتہ تک تو رہ کر دیکھ لو اگر پھر بھی سوائے اپنے کوئی پسند نہ آئے تو ہم اس کا علاج نہیں کر سکتے۔

دنیا کے زہر سے بچنے کا منتر سیکھنا

اگر کسی شخص کو سانپ کے پکڑنے اور اس کے زہر کے اثر نہ کرنے کا منتر یاد کرا دیا گیا ہو تو وہ سانپ کو بے کھٹکے پکڑ سکتا ہے اگرچہ سانپ اس کے ہاتھ میں ہو مگر وہ ہر طرح سے مطمئن رہتا ہے۔ دنیا اگرچہ سانپ کے مثل تھی لیکن صحابہؓ کو اس کا منتر یاد تھا۔ یعنی ذکر اللہ یہ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے تھے۔ ایسی حالت میں ان کو دنیا سے کیا ضرر ہو سکتا تھا بخلاف ہم لوگوں کے کہ منتر تو یاد نہیں اور سانپ کو پکڑنا چاہتے ہیں۔

مغلوب الحال ہونا کمال نہیں

سمجھ لو کہ ہدایہ و کنز وغیرہ میں جو جو چیزیں حلال لکھی ہیں وہ بلاشبہ حلال ہیں اس میں ذرا شک نہیں۔ بات یہ ہے کہ اہل باطن جو مغلوب الحال تھے یہ ان کی حکایتیں ہیں عوام کے سامنے ان کو بیان کر دیا یہ تو وہی مثل ہو گئی کہ ایک شخص کو پیچش کا عارضہ تھا حکیم صاحب نے

اس کے لیے دہی خشکہ تجویز فرمایا اور ایک شخص کو ضعف دماغ تھا اس کے لیے مقوی چیزیں۔ گوشت، گھی، یخنی، دودھ، قورمہ تجویز کیا۔ اب اگر پیچش والا سن کر اس پر عمل کرنے لگے تباہ نہیں ہوگا تو کیا ہوگا، مرے گا اسی طرح جو حالات بیان کیے تھے سچ تھے لیکن یہ کس کے تھے۔ اہل باطن کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہر سچی بات بیان ہی کر دی جائے لوگ تو سمجھتے ہیں کہ یہی خشوع ہے اور یہی بڑا کمال ہے کہ تیر بھی لگے تو خبر نہ ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ نماز کو زیادہ طویل کروں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان ہو جائے گی۔ اب بتلائیے یہ کمال کی حالت ہے یا وہ

خشوع کیلئے محویت ضروری نہیں

تیر کی بھی خبر نہ ہونا ایک حالت ہے جسے استغراق ومحویت کہتے ہیں لیکن وہ خشوع نہیں ہے یہ تو ایسی بات ہوئی جیسے ایک مرتبہ مقدمہ پیش ہوا، مدعا علیہ نے گواہی پر جرح کی کہ نماز نہیں پڑھتا اس نے کہا کہ واہ صاحب میں تو حج بھی کر آیا ہوں۔ قاضی نے اس سے پوچھا کہ اچھا بتلا زمزم کیا چیز ہے اور عرفات کیا چیز ہے اس نے جواب دیا زمزم ایک بوڑھا آدمی ہے اور عرفات ایک باغ ہے جس میں وہ بوڑھا بیٹھا ہوا ہے۔ قاضی نے کہا کہ غلط کہتا ہے فضول بکتا ہے ہم نے خود حج کیا ہے۔ زمزم ایک کنوئیں کا نام ہے اور عرفات ایک جنگل ہے اس نے کہا کہ جب میں گیا تھا اس وقت یہی تھا آپ کے جانے کے وقت بدل گیا ہوگا۔

خودرائی مضر ہے

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے بیوی بچوں کو تباہ کر رکھا ہے اور غلطی میں مبتلا ہیں۔ دائمی حضور قلب اور خشوع کے پیچھے حق تلفیاں کرتے ہیں۔ یہ امر نہایت نازیبا ہے کہ کسی نے نوکر سے کہا کہ ہم بھوکے ہیں، کھانا لاؤ، وہ بجائے کھانے کے دوڑ کر برف سے ٹھنڈا کر کے پانی لے آیا اور اسی پر اصرار کرتا ہے کہ نہیں جناب! پانی ہی پی لیجئے بہت ٹھنڈا ہے کھانا نہ کھائیے تو ایسے نوکر سے مالک خوش ہوگا یا ناراض۔ جیسے کہ ایک صاحب کا نوکر تھا اس نے مانگا خلال، وہ اٹھا لایا بانس، مانگا لحاف وہ اٹھا لایا گھوڑے کا چار جامہ اور اصرار کرتا ہے کہ اسی کو اوڑھ لو یہ گستاخی ہے

کہ نہیں۔ یہ ساری خرابیاں خودرائی کی ہیں خودرائی بھی بڑی مضر شے ہے۔

فکر خود داری خود در عالم رندی نیست کفراست دریں مذہب خود بینی وخودرائی

قوت خیالی کے کرشمے

مثلاً آپ نے دوسر کا آدمی کبھی نہیں دیکھا ہوگا لیکن یہ قوت متفکرہ ایک دھڑ اور دوسر کو جوڑ کر خیالی صورت بنا کر سامنے کھڑا کر دیتی ہے اور انسان کو معلوم ہونے لگتا ہے کہ دوسر کا آدمی ہوسکتا ہے بہرحال ایک ایک خیال کو دفع کرنا بہت دشوار اور بڑی ہی مصیبت ہے کبھی بھول کر بھی خیالات دفع کرنے کے پیچھے مت پڑو۔ (اشرف المواعظ حصہ اول ص ا۷ س ۹)

نماز میں متوجہ ہونے کا طریقہ

اب نماز میں متوجہ ہونے کی صورت اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی کہ ذکر اللہ کی طرف برابر توجہ رہے یعنی جو کچھ پڑھا جائے پہلے سوچ لو پھر زبان سے نکالو یہ نہیں کہ ریل گاڑی ہے جہاں ڈرائیور نے چلادی اور گاڑی اُڑی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ اسٹیشن آ گیا اور ڈرائیور نے روکی تو تھمی اس طرح سے اپنے اندر کی ریل گاڑی کو اگر ہم چلائیں گے تو لڑے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارے قوائے محمودہ کے مسافر پاش پاش ہو جائیں گے اور زمین باطن میں ہلچل پڑ جائے گی۔ دنیاوی ریل کے لڑنے کا حال تو اسی وقت آنکھ سے نظر آ جاتا ہے ہماری اندرونی ریل کے لڑنے کا حال قیامت میں کھلے گا۔ (وعظ ایضاً ص ۲۷ س ۱۵)

تکمیل معرفت

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ بھائی اگر آدم علیہ السلام جنت سے نہ نکلتے تو ان کی اولاد میں سے کوئی نہ نکلتا جو ممانعت ان کو ہوئی تھی چونکہ وہ شجرہ قابل نہی تھا وہ ہی ممانعت ان کی اولاد کو بھی ہوتی اور ظاہر ہے کہ اس ممانعت کے خلاف بھی بہت لوگ کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ نکالے جاتے اور اخراج ایسی حالت میں ہوتا کہ جنت خوب آباد ہوتی وہاں اس کے ماں' باپ' بھائی' بیٹے' بیوی سب ہی ہوتے ان سب سے علیحدہ کر کے اس کو دنیا میں بھیجا جاتا تو جنت میں ایک کہرام مچ جاتا تو وہ جنت مثل دوزخ کے ہو جاتی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے وہاں سے سب کو رخصت فرمادیا یہ مصلحت تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے حق میں ہے کہ جنت میں تکلیف ہونے سے سخت تکلیف ہوتی۔ باقی خود حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں جو حکمت تھی اس کو حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عارفوں کے لیے بڑی نعمت معرفت ہے اور معرفت کی دو قسمیں ہیں ایک علمی اور عینی ،معرفت علمی تو یہ ہے کہ صفات کمال اور اس کے آثار کا علم ہوجائے اور معرفت عینی یہ ہے کہ اس صفت کے اثر کا مشاہدہ ہوجائے تو اس وقت آدم علیہ السلام کو معرفت علمی تو حاصل تھی لیکن معرفت عینی صرف بعض صفات کی حاصل تھی جیسے کہ منعم کہ اس صفت کا اس وقت مشاہدہ ہورہا تھا لیکن بعض صفات کا مشاہدہ اس وقت نہ تھا مثلاً تواب کہ اس صفت کی معرفت علمی تو حاصل تھی باقی معرفت عینی حاصل نہ تھی اور معرفت عینی افضل ہے معرفت علمی سے تو جنت سے علیحدہ کر کے خدا تعالیٰ کو حضرت آدم علیہ السلام کی تکمیل عرفان کی مقصود تھی پس یہ اخراج حقیقت میں عقوبت نہ تھی تکمیل تھی اور بعض قرائن سے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کا کچھ پتہ بھی چل گیا تھا۔

چنانچہ ایک حدیث ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی ناک میں روح داخل ہوئی تو آپ کو چھینک آئی۔ ارشاد ہوا کہ کہو الحمدللہ اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ کہو ''یرحمک اللہ'' تو بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ اسلام روئے اور کہا کہ دعاء رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لغزش ضرور ہوگی اور توبہ کے بعد رحمت ہوگی اور اس کمال رحمت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اتنا بخار چڑھتا تھا جتنا دو آدمیوں کو چڑھتا تھا کیونکہ جس اسم کا یہ مظہر ہے اس کی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علیٰ وجہ الکمال عطا فرمائی تھی۔ (اشرف المواعظ وعظ النور ص ۹۵ س ۸)

قرب خداوندی کیلئے اتباع صحابہؓ کی ضرورت

صحابہؓ کو علم خالص تھا اسی وجہ سے ہماری سعادت کاملہ یہی ہے کہ صحابہؓ کا اتباع کریں ایک نظیر سے اس واقعہ کی کہ ہم صحابہؓ کے نقش قدم پر کیوں نہ چلیں اور ان کی زندگی ہماری رہنما کیوں ہے۔ تحقیق نہایت دلنشین مثال سے ہوسکتا ہے دنیا جانتی ہے کہ ریل کس طرح چلتی

ہے ریل۔ کے چلنے میں محرک اول انجن ہے ہر گاڑی میں انجن نہیں ہوتا بلکہ اگر ہر گاڑی میں انجن ہوتا تو شاید ریل چلتی بھی نہیں بلکہ ساری گاڑیوں کے لیے ایک ہی انجن ہوتا جو سب کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ حرکت اولیہ ایک چیز میں ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو مرتبط کردیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ریل گاڑی میں ہوتا ہے کہ انجن صرف متحرک اولاً ہوتا ہے اور ساری گاڑیوں کو کالکا سے کلکتہ تک لے جاتا ہے جب ایک انجن متحرک اولاً بہت سی گاڑیوں کو ہزار ہا کوس لے جاتا ہے تو کون سے تعجب کی بات ہے۔ اگر ایک شخص صحابہؓ سے تعلق رکھنے والا خدا تک پہنچ سکے جو شخص پہنچنا چاہے صحابہؓ کے انجنوں سے مرتبط ہو جائے۔

دست برپائے کبوتر زود ناگاہ رسید　　بود مورے ہوسے درشت کہ در کعبہ رسد

(وعظ تذکرۃ الآخرۃ حصہ اول ص ۱۰۷س۲)

وجود باری تعالیٰ کی دلیل

بدوی نے استدلال کیا ہے: "**البعرة تدل على البعير والاثر يدل على المسير فالسماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج كيف لا يدلان على اللطيف الخبير**" یعنی مینگنی اونٹ کا پتہ دیتی ہے تو یہ تمام چیزیں جو کائنات میں نظر آتی ہیں خدا کے وجود پر کیسے دلیل نہ ہوں گی۔ (ایضاً ۱۱۵س۱)

کسب دنیا کی حد

کسب دنیا جائز ہے اور حب دنیا ناجائز۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک تو پاخانہ میں بضرورت طبیعت بیٹھنا اور ایک پاخانہ کو پیارا سمجھ کر اس میں جی لگا کر بیٹھنا اول صورت جائز دوسری ناجائز۔ (ایضاً ص ۱۱۷س۲۲)

مومنوں کا جہنم میں جانا تزکیہ کیلئے ہوگا

کفار کے بارے میں ارشاد ہے: "**لايكلمهم الله يوم القيمة ولايزكيهم**" یعنی اللہ تعالیٰ کفار سے قیامت کے روز نہ کلام فرمائیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے مفہوم مخاطب تمام علماء کے نزدیک موقع وعید میں معتبر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ آیت کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور مسلمانوں سے کلام بھی فرمائیں گے اور ان کو پاک بھی کریں گے۔ اس

کی ایسی مثال ہے کہ دو شخص بادشاہ کی ملاقات کے لیے جائیں ایک تو نہا دھو کر پاکیزہ لباس پہن کر عطر لگا کر حاضر ہو کر بادشاہ سے سلام عرض کیا' بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو کرسی پر بٹھلاؤ اور دوسرا شخص بدتمیز' بدسلیقہ' بے ادب ہے' نجاست اور چرکین سے آلودہ' نہ غسل کیا نہ کپڑے بدلے' بدن میں سے بو آ رہی ہے ہر چند اس کو کہا گیا کہ میاں غسل کرو' کپڑے بدل لو مگر اس بھلے آدمی نے ایک کی نہ سنی اور لٹھ کی طرح بھوت سا بنا ہوا آ کر کھڑا ہو لیکن چونکہ بادشاہ کو اس سے محبت ہے گو اس کو خبر بھی نہیں کہ بادشاہ کو مجھ سے محبت ہے ورنہ اگر خبر ہوتی تو ایسی حالت میں نہ آتا اس لیے بادشاہ نے یہ حکم تو نہیں دیا کہ اس کو جیل خانہ لے جاؤ۔ گو یہ مستحق اسی کا تھا اس لیے کہ اس نے اجلاس شاہی کی حقیقت میں اہانت کی ہے کیونکہ اس حالت میں اس قابل کہاں ہے کہ یہ دربار شاہی میں حاضر ہو مگر چونکہ بادشاہ کو اس سے محبت بھی ہے اس لیے بجائے اس کے کہ اس کو کرسی پر جگہ دی جائے یا اس کو جیل خانہ بھیجا جائے اس کے بین بین یہ حکم دیا کہ اس کو حمام میں لے جا کر خوب نہلاؤ۔ وہاں شاہی حمامی موجود ہیں انہوں نے مل دَل کر نہلانا شروع کیا۔ ان حضرت نے نہانے میں بڑے نخرے کیے اور کہنا شروع کیا کہ ہائے مرا ہائے رے جلا لیکن انہوں نے اس کی ایک نہ سنی وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہے نادان اگر ہم نے ذرا کمی کی تو میلا کچیلا رہے گا اور دربار کے لائق نہ ہوگا۔

طفل می لرزد زنیشِ احتجام　　　مادر مشفق ازاں شد شاد کام

دیکھو! احتجام یعنی پچھنے لگنا تو سخت چیز ہے بچوں کی تو جب حجامت بنتی ہے وہ کس قدر شور مچاتے ہیں لیکن ان کے شور مچانے سے یہ نہیں کرتے کہ حجامت ان کی نہ بنوائی جائے۔ مجھ کو یاد ہے کہ میں نے بچپن میں بال رکھ لیے تھے ایک ہماری تائی یعنی بڑی چچی تھیں انہوں نے ہم کو اولاد کی طرح پرورش کیا تھا۔ سر دھلوانے سے ہم بہت بھاگتے تھے وہ یہ ترکیب کیا کرتی تھیں کہ کھلی بگھو کر رکھ لیتی تھیں جب میں گھر آتا تو دوڑ کر میرے سر پر لیپ دیتی تھیں' نہلاتی تھیں' اب ان کی قدر ہوتی ہے۔

بہرحال جو شخص بے حس ہوتا ہے اس کو تمیز صفائی کی نہیں ہوتی۔ پس جب نہا دھو کر صاف بھلے مانسوں کی شکل ہوا اب دربار شاہی کے لائق ہو کر آیا تو اس کو بھی کرسی ملے گی۔

اس وقت اس کو معلوم ہوتا ہے کہ واقعی میں اس وقت یہاں کے قابل نہ تھا۔ اب بتلائیے کہ یہ رحمت ہے یا نہیں۔ (سلسلہ حسن الموعظت وعظ دوم عمل الذرہ ص ۳ س ۱۷)

مسلمانوں کا دوزخ میں جلنا

بعض حضرات محققین نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کا باعث حقیقت میں عتاب نہیں تھا بلکہ جس درخت سے کھانے کی ممانعت فرمائی گئی تھی اس کی خاصیت یہ تھی کہ اس کے کھانے سے فضلہ پیدا ہوتا تھا جب آدم نے اس کو کھایا تو استنجے کی ضرورت ہوئی اور وہ محل اس کا تھا نہیں اس لیے نکلنے کا حکم ہوا اس لیے کہ جنت میں بم پولیس تو تھے نہیں یہاں دنیا میں پاخانہ پھرنے آئے تھے۔

واقع میں حقیقی عتاب اس کا سبب نہ ہوا تھا۔ مثلاً یہاں جامع مسجد میں کسی کو پاخانہ کی ضرورت ہو تو اس کو یہاں سے نکالیں گے اس لیے کہ مسجد پاخانہ کی جگہ نہیں ایسے ہی جنت گندگی جگہ نہیں اور اس پر ایک مقولہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا یاد آ گیا۔ فرماتے تھے کہ آدم کا نکلنا واقع میں رحمت ہے کیونکہ اگر آدم نہ نکلتے اور ان کی اولاد ہوتی تو اولاد میں سے ضرور ایسے ہوتے کہ نکلتے۔ اس لیے کہ جب آدم ہی سے اس کے کھانے سے صبر نہ ہوا تو اولاد سے تو بطریق اولی نہ ہوتا پھر اگر اولاد میں سے نکلتے تو ایسی حالت میں نکلتے کہ جنت بھری ہوئی ہوتی وہ نکلنے والا کسی کا بیٹا ہوتا کسی کا باپ ہوتا کسی کی ماں ہوتی اس کے نکلنے سے ایک کہرام مچ جاتا اور جنت جنت نہ رہتی بلکہ زحمت ہو جاتی۔ حق تعالیٰ کی عجیب رحمت ہے کہ آدم علیہ السلام کو یہاں بھیج دیا اور اولاد کو حکم ہوا کہ پاک ہو کر ہمارے پاس آ دیں۔

چنانچہ ارشاد ہے: ''ومن تزکیٰ فانما یتزکیٰ لنفسہ'' پس جس نے ان اوامر کو سمجھ لیا اور گناہوں اور شوائب نفس سے غسل کر کے پاک ہو گیا اور تقویٰ کا لباس پہنا وہ پھر جنت میں جو ہمارا اصل ٹھکانہ ہے چلا جائے گا اور جس نے غسل نہ کیا اور نہ کپڑے بدلے تو اس کو حمام ضرور کرایا جائے گا تا کہ جنت میں جانے کی اہلیت اس میں ہو جائے۔ پس مسلمانوں کے لیے دوزخ میں جانا بھی فضل ہوا۔ (وعظ عمل الذرہ ص ۵ س ۲)

تکالیف مسلمان کیلئے باعث رحمت ہیں

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی تو قہر ہوتا ہے بصورت لطف جیسے کفار پر ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو یہ ہرگز تمنا نہ ہونی چاہیے کہ ہم بھی بڑے عہدے حاصل کریں ہم بھی فٹن پر سوار ہوں یہ فٹن نہیں فتن ہے جس کا نام لوگوں نے ترقی رکھا ہے۔ یہ فی الحقیقت قہر ہے جس کی صورت لطف کی ہے اور کبھی لطف ہوتا ہے بصورت قہر۔ جیسے مقبولین کے مصائب اسی طرح اہل ایمان کی جو شکستگی اور پستی کی حالت ہے یہ لطف ہے گو صورت قہر ہے۔ پس اس شکستگی کو دل و جان سے اختیار کرنا چاہیے۔ مولانا فرماتے ہیں:

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من　　　　دل فدائے یار دل رنجانِ من

یعنی جو آپ کی طرف سے ناخوشی پیش آوے وہ میرے لیے پسندیدہ ہے میرا دل میرے یار دل رنجان پر فدا ہے۔

دل رنجان سے معلوم ہوا کہ دل کو رنج ضرور ہوتا ہے اور ایسے ہی ناخوش سے بھی معلوم ہوا کہ مصیبت جو پیش آتی ہے وہ رنج ہے لیکن چونکہ اس کی نسبت آپ کی طرف ہے اس لیے وہ مجھ کو خوش معلوم ہوتی ہے۔ عارف کامل کی یہی شان ہوتی ہے کہ رنج کی بات سے اس کو رنج ہوتا ہے لیکن اس سے وہ راضی ہے اور اس سے کوئی تعجب نہ کرے کہ رنج اور رضا کیسے جمع ہو گئے۔ دیکھو کریلوں کے اندر مرچیں بہت ڈالی جائیں تو ان کو کھاتے بھی ہیں اور سی سی بھی کرتے جاتے ہیں اور ناک سے اور آنکھوں سے پانی بھی بہتا جاتا ہے اور مزہ بھی آ رہا ہے۔ پس لذت اور کلفت دونوں جمع ہو سکتی ہیں۔

یار گو دل رنجان ہیں مگر اپنے کمالات سے ایسے ہیں کہ دل ان پر فدا ہے۔ الحاصل! کلفت دنیا میں ہو یا آخرت میں وہ مسلمانوں کے لیے رحمت ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۶ س ۳)

اعتقاد اور علم کیلئے عملی اظہار کی ضرورت

اس آیت کے دو جزو ہیں۔ اول "**فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ** اور دوسرے **و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ**.

ان لوگوں کی دونوں پر نظر نہیں یہ بات نو ٔیں کہ اس مضمون کا ان کو اعتقاد نہیں ہے۔

اعتقاد اور علم تو ہے لیکن عمل سے ان کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس طرف التفات نہیں ہے اس سے غفلت ہے میں اس کا نام غفلت رکھتا ہوں۔ حضرات صوفیہ اسی کا نام جہل رکھتے ہیں لیکن چونکہ جہل کے لفظ سے بگڑتے ہیں کیونکہ اپنے کو عالم اور معنی شناس جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ذی علم ہیں جاہل کدھر سے ہیں اس لیے میں نے اس لفظ کو چھوڑ کر اس کو غفلت سے تعبیر کیا ہے۔ حضرات صوفیہ اس کو جہل کہتے ہیں۔

ہمارے علم کی ایسی مثال ہے جیسے میرے ایک دوست تھے انہوں نے گاؤں میں جا کر وعظ کہا اور وعظ میں یہ کہہ دیا کہ بے نمازی سور اور کتے سے بدتر ہے۔ گاؤں کے لوگوں نے جب سنا تو لٹھ لے کر مارنے کے لیے مستعد ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی بتاؤ تو سہی مجھ سے کیا قصور ہوا' کہنے لگے کہ تجھے خبر نہیں تو نے ہم کو آج وعظ میں سور اور کتے سے بدتر کہا۔ ان مولوی صاحب نے کہا کہ بتلاؤ تو میں نے کیا کہا تھا انہوں نے کہا کہ تو نے یہ کہا تھا کہ بے نمازی سور اور کتے سے بدتر ہے۔ مولوی صاحب بولے کہ میں نے تو بے نمازیوں کو کہا ہے تم کو تو نہیں کہا' تم تو بے نمازی نہیں ہو' آخر کبھی تم نے عید بقر عید کو تو نماز پڑھی ہوگی؟ گاؤں والوں نے کہا کہ ہاں عید تو ضرور پڑھتے ہیں۔

مولوی صاحب نے کہا کہ بس عید کی نماز تم نے پڑھ لی تو تم بے نمازی کہاں رہے لفظ نمازی تم پر صادق ہے اس وقت ان کی جان بچی۔ پس جیسے گاؤں کے لوگ تھے ایسے ہی اس عقیدہ کے عالم ہیں۔ مدرسہ میں ایک دفعہ جلالین شریف میں اس آیت کے معنی پڑھ لئے پھر خبر بھی نہیں لی اور نہ اس سے کام لیا جیسے کسی جگہ لوگ عید کا چاند دیکھ رہے تھے ایک گنوار نے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے اس سے پوچھا گیا کہ نماز بھی پڑھتا ہے تو اس نے کہا کہ نواج (نماز) کی تو یوں سن ایک مولوی مارے (ہمارے) گام ما (گاؤں) میں آیا تھا اس نے یہ کہا تھا کہ جو کوئی نماز نہ پڑھے اس کے جنازہ کی نماز نہیں ہوتی۔ اس بکہت (وقت) ایک بر (ایک بار) پڑھ لی تھی پھر تو مہاری (ہماری) توبہ ہے ایسے ہی ہم لوگوں نے ایک دفعہ کتاب میں یہ عقیدہ **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ** الخ پڑھ لیا پھر کبھی بھول کر بھی یاد نہیں آیا۔

بتلائیے! جب اس عقیدہ کے موافق عمل نہ ہوا تو اس عقیدہ سے کیا نفع ہوا اس کی تو ایسی

مثال ہے جیسے صندوقچے میں روپیہ رکھ کر بھول گئے پھر اس کو یاد نہیں کیا اگر کہو کہ ہم کو تو یہ عقیدہ یاد ہے بھولے نہیں تو جناب ایسے یاد ہونے سے کیا فائدہ ہے۔ یہ یاد کرنا ایسا ہے جیسے روپیہ صندوقچے ہی میں رکھا ہے اور اس سے کام نہ لیا جائے یاد ہونے کے معنی تو یہ ہیں کہ وہ روپیہ نکال کر بازار میں اس کو بھنا کر کام میں لایا جائے ایسے ہی اس عقیدہ کے تمہارے ذہن میں ہونے سے کچھ نفع نہیں۔ جب تک کہ اس کا یقین مؤثر ہو کر ہماری حالت کو نہ بدل دے۔

افسوس ہے کہ ہمارے اندر دولت موجود ہے اور ہم محروم ہیں ہماری وہی حالت ہے جیسے مولانا فرماتے ہیں:

یک سبد پرناں ترا بر فرق سر　　　　تو ہمی جوی لب ناں در بدر

اور ہمارے علم کی وہی مثل ہے جیسے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "**مثل الحمار یحمل اسفارا**" ہم بوجھ میں لدے پڑے ہیں اور ہم کو خبر نہیں کہ ہمارے اوپر کیا چیز ہے ہمارے کام نہیں آتا۔ ہمارے چاروں طرف پانی ہے اور ہم پیاسے ہیں۔

تابزانوائے میاں قعر آب　　　　وز عطش وز جوع گشتستی خراب

(وعظ ایضاً ص ۷ س ۱۱)

ریا کی حقیقت

مثلاً کسی کو بتلا دیا ذکر جہر کرو اس نے ذکر جہر شروع کیا۔ اگلے وقت وسوسہ ہوا کہ کسی نے مجھے دیکھ لیا ہے ریا ہوگئی۔ شیخ سے جا کر عرض کیا کہ حضرت جی اگر ارشاد ہو تو آہستہ آہستہ کر لیا کروں، جہر سے کرنے میں تو ریا ہوتی ہے وہ ریا کس چیز کو سمجھا ہے، وسوسہ ریا کو ریا سمجھ گیا اس لیے کہ ریا تو وہ ہے جو قصداً ہو اور ریا کار تو اہتمام کیا کرتا ہے دکھانے کا۔ ہاں یہ صورت ریا ہے مگر حقیقت میں ریا نہیں یا یوں کہو کہ اصلی ریا نہیں، ریا کی جھلک ہے ایسی مثال ہے جیسے کسی آئینہ کے اوپر مکھی بیٹھ جائے تو وہ حقیقت میں تو اوپر بیٹھی ہے لیکن اس کا عکس آئینہ کے اندر بھی ہے پس اسی طرح ریا قلب کے اندر نہیں ہے قلب سے باہر ہے۔ اس کی جھلک اندر پڑتی ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۶ س ۱۶)

مثال

حدیث شریف میں آیا ہے: "**لعن اللّٰہ السارق یسرق البیضۃ فتقطع یدہ ویسرق الحبل فتقطع یدہ**" یعنی اللہ چور پر لعنت کرے بیضہ چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اس حدیث کے شراح نے مختلف توجیہیں کی ہیں اس لیے کہ حبل اور بیضہ کے سرقہ میں کسی کے نزدیک قطع نہیں ہے اس لیے کہ ان چیزوں کی قیمت نصاب سرقہ کے برابر نہیں ہے۔ چنانچہ بعض نے کہا کہ بیضہ کے معنی متبادر نہیں ہیں بلکہ دوسرے معنی خود مراد ہے اور حبل سے کشتی کا لنگر مراد ہے کہ اس کی قیمت قدر نصاب قطع کو پہنچ جاتی ہے۔ بعض نے اور توجیہات کی ہیں۔

ہمارے مولانا استاذنا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس حدیث کے معنی نہایت لطیف بیان فرمائے کہ اس میں کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے وہ یہ ہیں کہ قلیل کثیر کی طرف مفضی ہوجاتا ہے اول بیضہ اور رسی چرایا تھا پھر حوصلہ ہوا کہ بڑی چیز چرانے لگا حتیٰ کہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو مطلب یہ ہوا کہ چور کی بھی کیا بری اوقات ہے کہ اس نے اول بیضہ چرایا تھا جس پر قطع کا شبہ بھی نہ تھا مگر اس کی بدولت آج یہ نوبت آئی حاصل یہ ہے کہ چھوٹا گناہ بڑھ کر بڑا ہوجاتا ہے۔

اس واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے: "**انتم تخافون المعاصی ونحن نخاف الکفر**" یعنی تم لوگ تو معاصی سے ڈرتے ہو اور ہم کفر سے ڈرتے ہیں اس لیے کہ گناہ کی سرحد کفر کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ رفتہ رفتہ کفر کی نوبت آجاتی ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۳ س ۱۷)

علم سے عمل ہی مقصود ہے

یاد رکھو کہ علوم کی مثال ہتھیاروں جیسی ہے اگر ان سے کام نہ لیا جائے یعنی عمل نہ کیا جائے تو بیکار ہیں۔ اسی طرح علم پر ناز کرنا لاحاصل ہے اگر کسی نے نماز کے اندر حضور قلب کے طریقہ یاد کر لئے اور دوسروں کو بتا کر وہ خوش ہوتا ہے اور خود اس کی نماز خطرات اور وساوس کا مجموعہ ہے تو اس علم سے کیا نفع ہے جیسے کوئی حلوا پکانے کی ترکیب یاد کرلے اور دوسروں کو بتا کر خوش ہو کہ ہم چاہیں تو حلوا پکا سکتے ہیں اور خود کبھی پکا کر نہیں کھاتا تو اس کو کیا حاصل ہے۔

یاد رکھو! علم اور شے ہے قدرت اور شے اور دوسروں کو تعلیم دینا دوسری شے ہے اور اس

پر عمل کرنا اور چیز ہے۔ دوسروں کو طریقہ بتا کر اس کو کافی سمجھنا ایسا ہے جیسے دوسروں کو کھلا کر اپنے پیٹ بھرنے کی امید کرنا۔ پس یہ علوم کمال نہیں ہیں۔ گو بعض علوم کمال بھی ہیں لیکن یہاں گفتگو ان علوم میں ہے جو اشغال کے ثمرات و برکات ہیں۔ سو یہ علوم کمالات مقصودہ سے نہیں گو محمود ہیں اور پھر اگر کمال بھی ہوں تو وہ اسی وقت تک باقی رہیں گے جب تک کہ ان اشغال کا اثر ہے اگر چندے ان اشغال سے غفلت رہی تو وہ بھی رخصت ہو جائیں گے۔

چنانچہ بہت لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں جو دولت مند ہونے کے بعد بالکل مفلس اور کورے رہ گئے اس لیے کہ انہوں نے شغل چھوڑ دیا اور مشائخ نے فرمایا ہے "**من لا ورد له لا وارد له**" غرض ترقی نہ ہونا حرمان ہے اور جو حاصل ہو چکا ہے اس کا ضائع ہونا خسران ہے اور اس میں خواص تک مبتلا ہیں عوام کی تو کیا شکایت ہے۔ (وعظ الخضوع ص ۵ س ۲)

تدبیر و دعا کرنا جائز ہے

اگر تدبیر پر یہ شبہ ہو کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کو ایک گونہ رائے دینا ہے سو جان لینا چاہیے کہ تدبیر کرنا درخواست کے مرتبہ میں ہے درخواست کرنا اور شے ہے اور رائے دینا دوسری شے۔ مثلاً سرکار سے ہم درخواست کریں کہ فلاں جگہ پل بناؤ تو یہ جائز ہے اور اگر بلا استفسار تجویز کریں اور رائے دیں تو گستاخ بنیں گے اور یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ دعا کرنا کیوں مشروع ہوا حالانکہ اس میں بھی یہی شبہ ہوتا ہے کہ دعا کرنے والا گویا یوں کہتا ہے کہ یوں ہو تو مناسب ہے۔ بات یہ ہے کہ تجویز کرنا ہے برا اور دعا تو اپنی ایک خواہش اور حاجت اور افتقار ظاہر کرنا ہے اور اسی کے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہے اگر ایسا نہ ہوگا تو اس پر بھی راضی ہوں گے اور اسی کو حکمت کے موافق سمجھیں گے۔ اس نکتہ کو مہمل چھوڑنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے دعا چھوڑ دی ہے ہاں جن پر کوئی حال غالب ہے وہ معذور ہیں اگر حال غالب نہ ہو تمکین کی حالت ہے تو سمجھے گا کہ دعا رضا کے خلاف نہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۷ س ۱)

عمل پر اجر کی ہوس

ہمارے اعمال کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی نمک حرام باورچی کھانا روزمرہ بگاڑ دیا کرے اور آقا اس کو بجائے سزا کرنے کے اس کا قصور معاف کر دیا کرے اور وہ بزعم خود یہ

سمجھ کر کہ میں نے کھانا پکایا ہے یہ کہے کہ کچھ دلوایئے آقا جواب دے گا کہ کس بات کا مانگتا ہے۔ ارے! اسی کو غنیمت سمجھ کہ میں نے سزا نہیں کی۔ یہی حالت ہمارے اعمال کی ہے کہ جب وہ موافق شرائط کے نہیں ہوتے تو گویا ہم بگاڑ رہے ہیں۔ پھر انعام کی توقع کیسی۔ البتہ ہم کو اس شکر کے طور پر یہ کہنا چاہیے کہ ہم کو عمل کی توفیق ہوئی۔ (وعظ ایضاً ص ۶ س ۸)

حقیقت کی بجائے افواہ پر یقین

ہماری مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شخص باہر پردیس میں تھے ان کے گھر سے کوئی نائی آیا اس نے یہ خبر دی کہ آپ کی بیوی بیوہ ہوگئی' سنتے ہی رونے بیٹھ گئے' یاروں' دوستوں نے سمجھا کہ ان کے گھر کوئی موت ہوگئی یہ سمجھ کر تعزیت کے لیے جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہوا' فرمایئے تو سہی! کہنے لگے کہ گھر سے خبر آئی ہے کہ ہماری بیوی بیوہ ہوگئی' لوگوں نے کہا کہ آپ بھی بڑے بے وقوف ہیں آپ تو خود زندہ بیٹھے ہیں پھر بیوی کے بیوہ ہونے کے کیا معنی' کہنے لگے کہ یہ تو صحیح ہے لیکن نائی معتبر ہے:

گو کہ میں جانتا ہوں اے بھائی　　لیکر آیا ہے معتبر نائی

(وعظ ایضاً ص ۶۹ س ۲۰)

اعمال کے باوجود انوار کا فقدان

مولاناؒ نے ہمارے ان حسنات کی مثال لکھی ہے کہ کسی کے یہاں چور آیا وہ شخص آہٹ پاکر اٹھا اور چاہا کہ چقماق سے روشنی کرے۔ (چقماق ایک پتھر ہے جس کے رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی ہے' پہلے زمانہ میں دیا سلائی کا کام اس پتھر سے لیا جاتا تھا) چنانچہ چقماق رگڑا اور کسی سوختہ میں آگ لی وہ چور بھی پاس ہی تھا جب اس چقماق سے کچھ آگ جھڑتی تھی چور اس پر انگوٹھا رکھ کر بجھا دیتا تھا وہ تنگ ہوگیا اور چقماق کو چھوڑ کر لیٹ رہا۔ چور اسباب لے کر چل دیا۔ اس مقام پر مولاناؒ نے لکھا ہے کہ اے شخص! تیری نیکیاں ہی مثل اس چقماق کے ہیں کہ نور اُن میں پیدا ہوتا ہے لیکن چور یعنی نفس و شیطان ہر وقت تیرے قریب ہیں وہ تجھ سے معصیت کرا دیتے ہیں۔ پس جو نور ان حسنات سے پیدا ہوا تھا وہ گم ہو جاتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ حسنات کو غلبہ نہیں ہوتا ہے۔

پس اس تقریر سے معنی "ان الحسنات یذھبن السیئات" کے بر تفسیر اذہاب کے اذہاب ملکہ کے ساتھ واضح ہوگئی کہ حسنات سے مراد وہ ہیں کہ جن میں بالمعنی المذکور صلاحیت ہو اور سیئات وہ ہیں جن کے ساتھ اعتراض بمعنی ندامت بھی ہو۔ اس وقت وہ اذہاب ضروری ہے۔

اسی طرح "ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشآء والمنکر" کے معنی بھی روشن ہوگئے کہ مقصود یہ ہے کہ جو صلوٰۃ صلاحیت کے ساتھ موصوف ہو وہ فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔ الحاصل نیکیاں بے اثر یا ضعیف الاثر نہیں ہیں۔ بعض آدمی جو یہ سمجھ کر اور مایوس ہو کر اعمال صالحہ چھوڑ بیٹھتے ہیں ان کی سخت غلطی ہے اعمال صالحہ کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے گناہ ہو جائے تو اس کا معالجہ کرنا چاہیے اور نیکیوں میں جو نیت پہلے مذکور ہو چکی ہے وہ کرتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ ہی کو غلبہ ہو جائے گا۔ (وعظ ایضاً ص ۶ ۷ س ۱۳)

بعض مندوب اعمال کی بوجہ مفسدہ ممانعت

مثلاً کسی نے نکاح کیا اور اس کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ لڑکا مرتد ہوگیا تو دیکھ یہ نکاح سبب بعید اس کے ارتداد کا ہے لیکن اس سببیت کی وجہ سے نکاح کو حرام نہ کہا جائے گا۔ شریعت میں بہت وسعت اور رحمت ہے۔ پس غالب حالات میں جو شے بلاواسطہ سبب معصیت ہو معصیت ہے۔

بہت لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں عوام تو ہیں لیکن خواص میں بھی بہت ناواقف ہیں حالانکہ یہ مسئلہ خود قرآن سے ثابت ہے اور اگر بالفرض قرآن سے یہ مسئلہ ثابت بھی نہ ہوتا تو فقہ سے تو ثابت ہے ہی۔ چنانچہ فقہاء نے صاف لکھا ہے کہ جو مندوب و مباح سبب ہو جائے معصیت کا وہ ممنوع ہے۔ چنانچہ فقہاء نے بہت سی ایسی چیزوں کو کہ بظاہر وہ سنت ہیں محض اس بناء پر منع کیا ہے کہ وہ امر سبب بن گیا ہے معصیت کا چنانچہ سجدہ شکر کو مکروہ کہا ہے حالانکہ ثابت ہے کہ احیاناً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ شکر کیا ہے۔

جیسا حدیثوں میں خر ساجداً صاف وارد ہے۔ گو اس میں تاویل صلی صلوٰۃ کی گئی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ تاویل ہے بعید۔ سیدھی بات یہی ہے کہ آپ نے کبھی سجدہ شکر

کیا ہے اور اکثر نہیں کیا۔ پس فقہاء نے اس سے سمجھا ہے کہ سجدہ شکر مقاصد دین سے نہیں ہے فی نفسہ مندوب ہے لیکن مفسدہ یہ دیکھا کہ اس کو ضروری سمجھنے لگیں گے اور اس کو اپنی حد پر نہ رکھیں گے اس لیے اس کو مکروہ ٹھہرا دیا۔ (وعظ ایضاً ص ۸۷ س ۱۱)

اپنے مقام سے مطلع ہونا ضروری نہیں

حضرت نجم الدین کبریٰ کو اپنی حالت معلوم نہ تھی کہ میں کس مرتبہ میں ہوں اور اس پر تعجب نہ کرنا چاہیے۔ اگر کسی بچہ کے نام دس ہزار روپے بینک میں جمع کر دیئے جائیں اور اس کو اطلاع نہ ہو تو دیکھئے وہ بچہ دولت مند ہے اور اس کو کچھ خبر نہیں کہ میری ملک میں اس قدر روپیہ ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۸۵ س ۲۴)

مخلوق کسی چیز کی مستحق نہیں

دیکھئے اگر کسی کو دس روپیہ ماہوار ملتے ہیں تو ان پر شکر نہیں کرتا اور اگر کہیں سے زائد مل جائے تو اس کو رحمت حق تعالیٰ کی جانتا ہے اس پر شکر کرتا ہے۔ یہ صاف دلیل ہے اس کی کہ ان دس روپیوں کا اپنے کو مستحق سمجھتا ہے۔ (وعظ السرور ص ۱۳ اس ۱۳)

احکام شرعیہ میں دشواری کی وجہ

دراصل ذات حکم میں تو کوئی دشواری نہیں مگر ہم نے اپنی اغراض فاسدہ کی وجہ سے خود اپنی حالت ایسی بگاڑ لی اور قوم نے متفق ہو کر شریعت کے خلاف عادتیں اختیار کر لیں کہ وہ رسم عام ہو گئی۔ اور ظاہر ہے کہ جب اس رسم کے عام کے خلاف کوئی حکم شرعی پر چلنا چاہے گا تو ضرور اس کو اس آسان اور بے ضرر حکم میں دشواری پیدا ہو گی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو دو پیسہ کا نسخہ لکھ دے مگر مریض چونکہ ایسے گاؤں میں رہتا ہے جہاں کے لوگوں کی نادانی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ اس قسم کی ضروری اور مفید چیزوں کی رغبت نہیں رکھتے وہ چیزیں وہاں نہیں آتیں اور نہیں مل سکتیں اس دو پیسہ کے نسخوں کو وہاں نہیں پی سکتا۔

اب فی نفسہ نسخہ گراں نہیں کمیاب نہیں مگر اس گاؤں والوں نے خود اپنا دستور بگاڑ رکھا ہے۔ اس واسطے وہاں نہیں مل سکتا۔ اس صورت میں ہر عاقل یہی کہے گا کہ علاج بالکل

آسان ہے مگر یہ قصور اس جگہ کے رہنے والوں کا ہے کہ ایسی معمولی چیزیں بھی نہیں مل سکتیں' ایسا ہی ہمارا حال ہے کہ مجموعہ قوم نے مل کر ایسی حالت بگاڑ دی ہے کہ اب احکام شرعیہ کے بجالانے میں دشواری پیدا ہوگئی ہے۔ (سیرت الصوفی ص ۴۴ س ۱۷)

درود شریف ہر حال میں مقبول ہے

درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول ومحبوب ہیں آپ پر بے کسی کی درخواست کے بھی رحمت فرماتے ہیں۔ سو جب کسی نے آپ پر رحمت کرنے کی درخواست کی تو یہ گویا اس شخص کی خیر خواہی ظاہر ہوئی جس سے یہ بھی مقبول ہوگیا۔

اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص ہر عید پر اپنے لڑکے کو کچھ انعام دیا کرتا ہے تو وہ تو دے ہی گا۔ اگر کسی شخص نے اس کو انعام دینے کی نسبت کہہ بھی دیا تو وہ شخص اس کہنے کی وجہ سے اس کہنے والے پر بھی مہربان ہو جائے گا اور یہ سمجھے گا کہ اس کو ہمارے لڑکے سے محبت ہے اس لیے درُود شریف ضرور قبول ہوتا ہے اور طفیل میں یہ شخص بھی۔ جب درُود شریف قبول ہوگا تو اس کے ساتھ دعا بھی ضرور قبول ہوگی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کہ کھانڈ کے چنے کے اندر چنا ہوتا ہے اور اوپر کھانڈ لپٹی ہوتی ہے اس مٹھائی کے سبب وہ چنے بھی مٹھائی کے حساب میں بکتے ہیں کیونکہ اس پر کھانڈ لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اس واسطے وہ اسی حکم میں ہوگئے اسی طرح وہ دعا بھی گویا درُود شریف کے حکم میں ہوگئی یا جیسے پتے مٹھائی کے ساتھ جاتے ہیں اور پھر ان کو کوئی واپس نہیں کرتا۔ (وعظ ایضاً ص ۴۸ س ۱۱)

جمالِ حق دیکھنے والوں کی اقسام

آئینہ کے دیکھنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ضرورت سے خریداری وغیرہ کے صرف آئینہ کو دیکھتے ہیں اس کی موٹائی' چوڑائی' شفافیت پر ان کی نظر ہوتی ہے یہ مثال ہے محجوبین غافلین اہل صورت کی اور وہ کہ صرف اس چیز کو دیکھتے ہیں جو کہ آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اور آئینہ کو نہیں دیکھتے۔ یہ مثال ہے غیر کاملین مغلوب الحال لوگوں کی یہ غلبہ

حال ہے مظہر کو نہیں دیکھتے صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں اور ایک جو آئینہ اور صورت منعکس دونوں کو دیکھتے ہیں اور دونوں کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اس کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ یہ مثال ہے انبیاء علیہم السلام اور عارفین کاملین کی کہ حقوق حق کی رعایت کے ساتھ حقوق عباد کی رعایت بھی ان کے نصب العین رہتی ہے۔ یہ لوگ جامع ہیں:

بہر کف جام شریعت بر کفِ سندان عشق　　　　ہر ہوسناکے نداند جام وسندانِ باختن

(وعظ ایضاً ص ۱۵ س اخیر)

ماہر کی رائے ہی معتبر ہوتی ہے

دیکھو اگر کوئی انجینئر کسی سرکاری عالی شان قیمتی عمارت کے گرانے کا حکم دے دے اور اس عیب ونقصان کی تفصیل نہ بیان کرے تو وہ عمارت فی الفور گرادی جاتی ہے ذرا تامل نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کو ماہر ومعتبر سمجھ کر اس کی اس تجویز کو باوقعت سمجھا جاتا ہے اور بڑے سے بڑا فاضل دل میں یوں جان لیتا ہے کہ جس بات کو انجینئر کی عقل اور نظر معلوم کر سکتی ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آسکتی۔

افسوس! علماء کو اتنا بھی نہیں سمجھا جاتا جتنا کہ انگریز ڈاکٹر اور انجینئر کو سمجھتے ہیں۔ احکام کا آسان اور دلائل کا مشکل ہونا ایسا ہے جیسا اقلیدس کا یہ دعویٰ سمجھنا تو چنداں دشوار نہیں کہ مثلث کے تین زاویے مل کر تین قائموں کے برابر ہوتے ہیں مگر اس کی دلیل ہر شخص کو آسان نہیں بجز اس کے جو اس کے مبادی جانتا ہو۔ بعض اس سے بڑھ کر شریعت میں ترمیم کی رائے دیتے ہیں اگر ایسے رائے دینے والوں کی باتیں مانی جائیں تو شریعت تو تمام مٹ کر رہ جائے اور سوائے کفر اور دہریت کے اسلام کا نام بھی باقی نہ رہے۔ (وعظ حقوق المعاشرت ص ۸۲ س ۶)

حضوری طاعت کیساتھ معتبر ہے

کبھی حضور برنگ غیبت ہوتا ہے کبھی غیبت برنگ حضور ہوتا ہے کبھی قرب بصورت بعد ہوتا ہے کبھی بعد بصورت قرب ہوتا ہے اس کی مثال ہمارے معاملات دنیوی میں ایسی ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جو بادشاہ وقت سے دور ہے مگر بادشاہ نے اس کو کسی عہدہ جلیل القدر اور خطابات اعزاز سے نواز رکھا ہے اور شب وروز شاہی الطاف وعنایات اس پر متوجہ ہیں تو

گویہ شخص صورتاً بادشاہ سے بعید ہے مگر فی الحقیقت قریب ہے اور ایک شخص وہ ہے جو جرائم شاہی کا مرتکب ہے۔ جس کی وجہ سے بادشاہ اس سے سخت ناراض ہے اور حکم ہے کہ جہاں اس کو پاؤ گرفتار کرلو۔ چنانچہ حسب الحکم شاہی وہ بادشاہ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ پس یہ شخص گو ظاہراً قریب ہے مگر واقع میں بعید اور مردود ہے۔ (وعظ الاخلاص حصہ اول ص ۹۹ س ۱۳)

احکام کی علّت پوچھنا بے ادبی ہے

جب تمام احکام فقہیہ کا احکام الٰہی ہونا معلوم ہو چکا۔ اب اس میں بھی چون و چرا کرنا اور اس کی علت دریافت کرنا نہایت بے ادبی ہے ہاں طالب علم اگر مستفیدانہ علت سے سوال کرے تو کچھ حرج نہیں۔ مثلاً طبیب نے مریض کو ایک نسخہ لکھ کر دیا اگر مریض دریافت کرنے لگے کہ جناب آپ نے گل بنفشہ کا وزن ۵ ماشہ کیوں لکھا ہے طبیب غصہ ہوگا اور اس کو کان پکڑ کر نکال دے گا اور اگر کوئی طالب علم جو اس فن کو حاصل کرنے آیا ہے سوال کرے اس کے سوال کرنے سے خوش ہوگا اور بیان کرے گا۔ پس عوام الناس کا علل و اسرار سے سوال کرنا ایک بے ہودہ حرکت ہے اور اگر معاندانہ سوال کرے تو سخت بے ادبی ہے اور قریب بہ کفر ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۰۱ س ۹)

احکام شریعت کے ماخذ چار اصول میں منحصر

اصول شرعیہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع و قیاس۔ ان کا دلائل ہونا دلائل عقلیہ و سمعیہ سے جب طے ہو چکا ہے پھر خاص قرآن یا حدیث سے دلیل مانگنا چہ معنی۔ ہم جب دعویٰ کریں گے کہ یہ حکم شرعی ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ "**فھٰذا الحکم ثابت اما بالقرآن او السنة او الاجماع او القیاس** پھر ان ادلہ اربعہ" میں سے جس دلیل سے ہم ثابت کردیں گے حکم شرعی ہونا اس حکم کا ثابت ہوجائے گا۔ سائل کا یہ منصب نہیں کہ یہ کہے کہ صرف قرآن و حدیث سے ثابت کرو اور ایسا سائل درپردہ مدعی اس امر کا ہے کہ قرآن و حدیث کے سوا اور کوئی دلیل حجت نہیں جیسے کوئی شخص ہزار روپے کا دعویٰ عدالت میں دائر کرے اور گواہ پیش کرے تو مدعا علیہ کو یہ منصب نہیں ہے کہ کہے کہ میں ان گواہوں کی گواہی تسلیم نہیں کرتا جب تک فلاں فلاں گواہی نہ دیں گے میرے نزدیک حکم ثابت نہ ہوگا۔ عدالت سے سوال ہوگا کہ

ان گواہوں میں تمہارے نزدیک کوئی جرح مدعا علیہ ہے کہ جرح کچھ نہیں معتبر ہیں مگر میں تو فلاں فلاں کی گواہی تسلیم کروں گا۔ اس کی یہ بکواس ہرگز معتبر نہ ہوگی اور عدالت سے انہی گواہوں پر فیصلہ ہوگا۔ تاوقتیکہ کوئی جرح ثابت نہ کیا جائے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۰۳ اس ۱۵)

ایک دو باتیں جاننے سے مہارت حاصل نہیں ہوتی

ایسے لوگوں کی بالکل وہ مثال ہے کہ کسی بندر کے ہاتھ کہیں سے سونٹھ کی گرہ آ گئی تھی وہ پنساری بن بیٹھا۔ ذخیرہ توکل یہ ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ دیکھ لیا پس اس پر جوش اجتہاد ہے۔ (ایضاً ص ۱۱ اس ۱۰)

حظوظ نفسانیہ وحرام سے بچنے کا طریقہ

تخریب بدن کا مطلب یہ ہے کہ حظوظ نفسانیہ کو چھوڑو۔ حرام کو بالکلیہ اور مباح کو انہماک کے درجہ میں۔ صاحبو! اس میں ہرگز شک نہ کرو آزمانے ہی کے لیے چند روز تک کر دیکھو۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　　آزموں را یک زمانے خاک باش

یہ ہے طریق استعمال کا اب یہ بات رہی کہ اس معالجہ کو اس مرض کے ازالہ میں دخل کیا ہوا اور یہ کیونکر مؤثر ہے۔ سو اول تو سوال ہی لغو ہے کیونکہ ممکن ہے اس میں بالخاصہ یہ اثر ہے جیسے مقناطیس میں جذب آہن کا اثر ہوتا ہے۔ دوسرے اگر یہ مؤثر بالکیفیت ہو تو ہم نے جاننے کا کب دعویٰ کیا ہے۔ تیسرے اگر جانتے بھی ہوں تو کیوں بتلائیں کیونکہ مریض کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں کہ گل بنفشہ کیوں مؤثر ہے اور اس کا کیا مزاج ہے۔ دیکھو! اگر کوئی بادشاہ کسی کو کچھ روپیہ عطا فرمائے اور وہ سوال کرے کہ یہ روپیہ ٹکسال میں کس طرح بنتا ہے تو اس کو گستاخ اور بے ادب سمجھا جائے گا لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی میں بتلائے دیتا ہوں۔

بات یہ ہے کہ نفس کو عبادت کا کرنا سخت دشوار معلوم ہوتا ہے اور تو یہ خصوص نفلیں پڑھ کر یہ ایک گراں عبادت ہے۔ پس جب کوئی شخص یہ التزام کر لے گا کہ جب گناہ ہو جایا کرے تو ہر دفعہ توبہ بھی کیا کرے اور اس کے لیے وضو کیا کرے اور نفلیں پڑھا کرے تو نفس اس سے سخت پریشان ہوگا اور آسانی صلح اس پر کر لے گا کہ اب میں گناہ نہ کروں گا۔ اس کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے شریر لڑکا کہ کسی طرح نہ مانتا ہو لیکن جب اس کے لیے میاں جی

یہ تجویز کردیں کہ اس کے گلے میں اتنا بھاری پتھر ڈالو کہ اس سے اٹھ ہی نہ سکے تو وہ فوراً سیدھا ہو جاتا ہے۔ نفس اور شیطان عبادت سے گھبراتے ہیں۔ دوسری مثال اس کی ایسی ہے جیسے بچے کے دودھ چھڑانے کے وقت اکثر چھاتیوں کو ایلوا لگا دیتے ہیں کہ جب وہ دودھ پینے کا ارادہ کرتا ہے فوراً ہی تلخی منہ میں پہنچتی ہے۔ پس وہ دودھ ہی چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح چونکہ عبادت بھی نفس کو سخت بار اور ناگوار ہوتی ہے اس لیے اس کی ناگواری کے اندیشہ سے وہ اپنی مرغوب چیز یعنی معصیت کو چھوڑ دیتا ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۲۳ س ۱۱)

اصلاح کیلئے تدبیر کی ضرورت

جب ان کاموں کا مدار تدبیر پر ہے تو پھر دعا کا ان میں کیا دخل اور اثر ہوا۔ سو اثر یہ ہوا کہ تدبیر میں برکت ہوگئی اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے زراعت کہ اگر کوئی تخم پاشی ہی نہ کرے اور دعا کرے کہ غلہ پیدا ہو جائے تو عادۃً ہرگز پیدا نہ ہوگا اور خرق عادت میں کلام نہیں مگر وہ دائم نہیں تو وہاں اس کی ضرورت ہے کہ تخم پاشی کر واس کے بعد دو حالتیں ہیں پیدا ہونا یا نہ پیدا ہونا جو معلق ہے مشیت کے تو یہاں تعلق مشیت کے لیے دعا کی جائے گی کہ آپ اپنی مشیت سے غلہ پیدا کردیں اور یہی حالت ہے اپنی اصلاح اعمال اور ترک معاصی کی۔ ہر مقام پر نری دعا کو کافی سمجھنا سخت غلطی ہے۔ آج کل بھی اصلاح چاہتے ہیں مگر تدبیر نہیں کرتے صرف دعا پر اکتفا کرتے ہیں۔

تو صاحبو! تدبیر کرو کامیابی ہوگی ورنہ دوسری ایسی مثال ہے کہ اگر کوئی شخص کمر بند کھول کر کھڑا ہو جائے اور دعا کرے کہ کمر بند بندھ جائے تو ہرگز بھی نہ بندھے گا۔ اب آپ نے سمجھ لیا کہ دعا کا کیا اثر ہے اور یہ بھی معلوم کرلیا کہ وہ بعض جگہ ناکافی ہے۔ (وعظ تیسرا الاصلاح ص ۷ س ۶)

استعمال کے بعد رائے قائم کرنا

دیکھو! اگر طبیب کوئی علاج بتلائے تو اول اس کو برتا جاتا ہے۔ پھر اس کی نسبت مفید یا غیر مفید ہونے کی رائے قائم کی جاتی ہے یہ نہیں کہ اس کو سنتے ہی رد ہی کردیا جائے۔

(وعظ ایضاً ص ۹ س ۱۶)

رسوخ کے بعد عمل کا آسان ہو جانا

ہر عمل کے دو مرتبہ ہیں ایک تو یہ کہ اس کو تکلیف سے کیا جائے یا اتفاقاً صدور ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کا ملکہ ہو جائے اول کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بچہ اتفاق سے ایک جیم نہایت اچھی لکھ دے تو یہ ملکہ نہیں بلکہ اتفاق ہے۔ میرے ایک عزیز نے ایک مرتبہ بے ساختہ ایک شعر لکھ دیا تھا جو کہ نہایت ہی لاجواب تھا لیکن ایک کے بعد پھر دوسرا باوجود تعب کے بھی نہ لکھ سکے وہ شعر یہ تھا:

نظر جب سے آئی نہیں تیری صورت   عجب قابل دید ہے میری صورت

تو یہ شعر تو اتنا عجیب ہے کہ لاثانی ہے مگر چونکہ ان کو فن میں علماً و عملاً ملکہ نہیں تھا اس لیے خود اس کی بھی خبر نہ تھی کہ یہ شعر ممتنع النظیر ہے چنانچہ جب دوسرے شعر سے عاجز ہو کر تنگ ہو گئے تو اپنے استاد سے جا کر عرض کیا انہوں نے کہا کہ ظالم اس میں تیری میری قافیہ ہے تو یہ قافیہ کہاں سے لائے گا۔ علیٰ ہذا میرے ایک دوست نے اپنے ایک وعظ میں لکھنؤ کے ایک سقہ کا ایک مصرعہ سنایا تھا اس کے سامنے کسی نے بارش کے وقت ایک مصرعہ پڑھا تھا "اگر یونہی پانی برستا رہے گا" تو اس سقہ نے فوراً دوسرا مصرعہ کہا

تو کاہے کو گلیوں میں رستہ رہے گا

تو یہ سب اتفاقیات ہیں یا اسی طرح کوئی تکلف کر کے کہہ دے تو وہ ہر دفعہ نہ کہہ سکے گا۔ اسی طرح اعمال حسنہ کبھی تو تکلف سے ادا ہوتے ہیں جیسے بعض کو نماز کی عادت نہیں ہوتی مگر مارے باندھے پڑھتے ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ مرحوم ایک مرتبہ تہجد کے وقت مسجد میں تشریف لائے سب پڑے سوتے تھے آپ نے ان کو ڈانٹا کہ کم بخت پڑے سوتے ہیں اور تہجد نہیں پڑھتے تو سب کے سب خوف سے اٹھ کر بے وضو ہی پڑھنے لگے لیکن چونکہ عادت نہ تھی بس ایک ہی دن میں ختم بھی کر دی یا جیسے ساڈھورہ کے ایک پیرزادہ کا واقعہ ہے کہ ان کو ایک مولوی صاحب نے زبردستی نماز میں کھڑا کیا' نیت بندھوائی تو ان پیرزادے نے نیت میں یہ بھی کہا کہ نماز ظہر کی منہ طرف قبلہ کے' ظلم اس مولوی صاحب کا' واقعی بعض لوگ تو ظلم ہی سے نماز پڑھتے ہیں۔

چنانچہ مسلمانوں کے بعض کالج ایسے بھی ہیں کہ وہاں کے اکثر طالب علم ظلماً ظلمی نماز پڑھتے ہیں تو یہ عمل تکلف سے تھا اور ایک عمل ہوتا ہے ملکہ کے بعد جس سے قلب میں خود تقاضا نیکی کا پیدا ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا گناہ سے بچنا بھی کہ اس میں کبھی تو ملکہ کا درجہ ہوتا ہے اور کبھی محض تکلف سے اجتناب ہوتا ہے تو صدور بھی دو طرح کا ہوا اور اجتناب بھی دو طرح ہوا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۳اس ۳)

کہ دراز دور دیدم رہ و رسم پارسائی ‏ ‏ ‏ ‏ صنمارہ قلندر سزاوار بمن نمائی

یعنی وہ محبت و عشق کا رستہ دکھا دے جس سے عمل پر رسائی ہو اور یہ تکلف اور ملکہ میں۔ (وعظ ایضاً ص ۱۴اس ۹)

دعا کی عدم قبولیت میں مصلحت

بعض دفعہ دعا اس وجہ سے قبول نہیں ہوتی کہ درحقیقت وہ دعا اس کے لیے بہتر نہیں ہوتی اور خلاف حکمت ہوتی ہے اس سے ترحماً قبول نہیں فرماتے اس کی ایسی مثال لیجئے جیسے بچہ انگارے کو اچھا سمجھ کر منہ میں ڈالنے لگے تو شفیق ماں باپ اس کو منع کرتے اور ہاتھ سے چھین لیتے ہیں۔

آں مصلحت تو از بہتر داند ‏ ‏ ‏ ‏ آنکس کہ تو نگرت نمے گرداند

چنانچہ حکایت ہے کہ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ دعا کرائی تھی کہ کل کی بات معلوم ہو جایا کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نصیحت کی کہ اس کو جانے دے اس نے نصیحت نہ مانی اور اصرار کیا تو انہوں نے دعا کر دی اور قبول ہو گئی اس کو معلوم ہوا کہ کل کو میرا گھوڑا مر جائے گا۔ اس نے فوراً بازار میں جا کر بیچ ڈالا اور خوش ہوا۔ پھر معلوم ہوا کہ کل کو میرا غلام مر جائے گا اور بہت خوش ہوا۔ پھر معلوم ہوا کہ کل کو میں مر جاؤں گا بہت پریشان ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے جا کر عرض کیا کہ کیا کروں' وحی آئی کہ اس کو کہہ دو تجھ کو اس کشف راز سے منع کیا گیا تھا تو نے نہ مانا۔ آخر تو نے دیکھا کہ اصل یہ ہے کہ تیرے گھر پر ایک بلا آنے والی تھی ہم نے چاہا کہ جانور پر پڑ جائے تو نے اس کو جدا کر دیا' ہم نے چاہا کہ غلام پر پڑ جائے تو نے اس کو بھی جدا کر دیا اب تو ہی رہ گیا کہ اگر تجھ کو پہلے سے آئندہ کی خبر نہ ہوا کرتی تو گھوڑا اور غلام کیوں بیچا جاتا اور تو معرض ہلاکت میں کیوں پڑتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بعض مصلحت انسان نہیں سمجھتا تو اس معلوم ہونے پر اس کو بہت پریشانی اٹھانا پڑی تھی۔ یہاں سے ذاکرین شاغلین کے واسطے بھی نصیحت نکلتی ہے کہ جو حالت غیر اختیاری اللہ تعالیٰ فرمائیں اسی کو اپنے لیے غنیمت جانے اور اپنی خواہش سے کسی پسندیدہ حالت کی تمنا نہ کرے۔

بدر وصاف ترا حکم نیست دم درکش   کہ ہرچہ ساقی می ریخت عین الطاف ست

(وعظ مھمات الدعاء ص ۳۸ س ۱۹)

نسبت کیساتھ عمل کی ضرورت

برکت کی مثال چٹنی اور مربے کی سی ہے جو کہ جزو بدن ہوتی ہے مربے اور چٹنی معین ہضم طعام ضرور ہیں لیکن غذا بھی ہونی چاہیے اور اگر غذا نہ ہو صرف مربے اور چٹنی مہمان کے سامنے رکھ دیں اور روٹی وغیرہ کچھ نہ ہو تو کیا اس سے کام چل سکتا ہے۔

پس اسی طرح انتساب الی الانبیاء والاولیاء باعث برکت فی الاعمال ہے نہ کہ نجات کے لیے انتساب ہی کافی ہو اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص بیٹی کو خطاب کر کے فرمایا:

یا فاطمہؓ انقذی نفسک من النار فانی لا اغنی عنک من اللّٰہ شیئاً.

یعنی اے فاطمہؓ! اپنا نفس آگ سے بچاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ یعنی اگر تمہارے پاس اعمال کا ذخیرہ نہ ہوگا تو میں کچھ کام نہ آؤں گا اور اس کی نفی نہیں کہ اعمال کے ہوتے بھی میں باعث ترقی درجات نہ ہوں گا یا شفاعت نہ کروں گا۔ بزرگوں کے تعلق نسبتی کا باعث ترقی درجات ہونا خود منصوص ہے۔

(اخلاص وعظ ہشتم حصہ دوم ص ۱۱۸ س ۲)

کام چلانے کی فاسد نیت

بعض اوقات نیت اچھی نہیں ہوتی مگر فرضی نیت تصنیف کرتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریا کار نہ ہو مگر یہ نیت ایسی ہے کہ ایک مسافر کا اسباب بندھا رکھا ہے ٹکٹ اسٹیشن سے لانے کو آدمی بھیج رکھا ہے اور کوئی صاحب اس سے کہیں کہ تم امام بن کر پوری نماز پڑھا دو اور اس کے لیے قیام کی نیت کر لو۔ (وعظ ایضاً ص ۱۲۳ س ۱۸)

منزل تک رسائی تدریجاً ہوتی ہے

اتقوا اللّٰہ حق تقتہ تو منتہائی سلوک ہے یعنی مقصود سلوک کا یہ ہے کہ حق تقویٰ حاصل ہوا اور اتقوا اللّٰہ مااستطعتم میں ابتداء سلوک کو بیان فرمایا ہے کہ اس میں شیئاً فشیئاً کوشش کی جاتی ہے۔

ان دونوں امروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی امر کرے کہ چھت پر چڑھو اور وہ گھبرا جاوے کہ میں کیسے جاؤں تو اس کو کہا جائے گا کہ زینے پر بقدر استطاعت ایک ایک درجہ طے کر کے پہنچ جاؤ۔

دوسری مثال یہ ہے کہ کوئی کہے کہ علاج کر کے اپنا بخار دور کرو اور وہ گھبرا جائے کہ کیا کوئی دوا ایسی ہے کہ آج ہی بخار جاتا رہے تو اس کو کہا جائے گا کہ تھوڑی تھوڑی دوا پیا کرو بخار جاتا رہے گا۔ اسی طرح مطلب حق تعالیٰ کا یہ ہے کہ بقدر استطاعت تقویٰ کرتے رہو یہاں تک کہ حق تقویٰ حاصل ہو جائے۔ (وعظ ایضاً ص ۱۲۴ س ۸)

صوفیاء کے اشعار کا غلط مطلب سمجھنا

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید — کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

اس شعر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ شیخ کے حکم سے شراب اس قدر پیو کہ سجادہ بھی آلودہ ہو جائے۔ اس لیے کہ ہر جگہ ترجمہ حقیقی نہیں مراد ہوا کرتا جیسا کہ کسی کی حکایت ہے کہ ایک مقام پر دو شخصوں کی آپس میں لڑائی ہو رہی تھی اور آپس میں مار پٹائی کی نوبت آ گئی ان میں سے ایک کا کوئی دوست وہاں آ نکلا اس نے آ کر اپنے دوست کے دونوں ہاتھ زور سے پکڑ لیے اب وہ کچھ نہ کر سکا' مقابل نے اس کو خوب فراغت سے مارا کوٹا' لوگوں نے پوچھا میاں تم نے یہ کیا حرکت کی تو وہ کہتا ہے کہ میں نے شیخ سعدیؒ کے قول پر عمل کیا ہے:

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست — در پریشان حالی و در ماندگی

اس سے زیادہ پریشانی کی حالت کیا ہوگی۔ اسی لیے میں نے اس حالت میں اس کے ہاتھ پکڑ لیے تو اس جاہل نے گیرد دست دوست کے حقیقی معنی لیے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہاں حقیقی مراد نہیں بلکہ دست گرفتن سے اعانت کردن مراد ہے آج کل چونکہ

اصطلاحات سے واقفیت نہیں ہے اس لیے حافظ صاحبؒ کے اشعار کو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں اور مئے اور لونڈی وغیرہ سے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں حالانکہ اس شعر کے اندر بھی اگر غور کیا جائے تو خود اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب خلاف شرع امر کا حکم نہیں فرماتے اس لیے کہ آگے فرماتے ہیں کہ:

سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

جب کہ وہ سالک طریق ہے تو خلاف شریعت کے کیسے بتلائے گا۔ خلاصہ مطلب شعر کا یہ ہے کہ تربیت کے دو طریق ہیں ایک جذب دوسرا سلوک جذب یہ ہے کہ طالب پر ذکر و فکر کے ذریعے سے غلبہ محبت کا کیا جاوے اور اعمال زائدہ میں کم لگایا جاوے اور اس طریق محبت کے ذریعے سے اس کو مقصود تک پہنچایا جائے۔ دوسرا طریق سلوک وہ ہے کہ تلاوت قرآن اور نوافل وغیرہ میں زیادہ مشغول کیا جائے۔

پس مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص طریق سلوک کو اپنی استعداد کے مناسب سمجھ کر پسند کرے اور شیخ اس کے لیے طریق جذب کو پسند کرے تو اس کو خطاب کر رہے ہیں بمے سجادہ الخ مے سے مراد عشق و محبت ہے یعنی اے طالب! تو اپنی رائے کو دخل مت دے بلکہ شیخ نے جو تیرے لیے طریق محبت کو تجویز کیا ہے اسی کو اختیار کر۔ دوسری جگہ حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں:

فکر خود رائے خود در عالم رندی نیست کفر است دریں مذہب خود بینی و خودرائی

پس اتباع شیخ کے ساتھ اعتماد بھی ہونا ضروری ہے اس زمانہ میں اعتقاد بہت کم رہ گیا ہے۔ شیخ کی بعض سرسری تجویز پر یہ سمجھتے ہیں کہ شیخ کو ہمارے حال پر توجہ نہیں ہے یہ ہماری طفل تسلی کر دیتے ہیں۔

سو خوب سمجھ لو کہ جس مریض کو طبیب پر اور طبیب کے نسخہ پر بھروسہ نہ ہو اس کو کبھی شفا نہ ہوگی۔ طبیب پر بھروسہ ہونا چاہیے اور شفا میں تاخیر ہونے سے گھبراوے نہیں۔ انشاء اللہ ضرور شفا ہوگی۔ (وعظ ایضاً ص ۱۳۰ اس ۱۳)

تھوڑے ذکر و فکر پر بزرگی کا دعویٰ

عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے کہ اگر کوئی عورت ذرا نماز اور تلاوت کی پابند ہو جاتی ہے تو اپنے کو رابعہ سمجھنے لگتی ہے اور ہر ایک کو حقیر سمجھتی ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ ان کی کسی

نے تربیت نہیں کی' کتابیں پڑھ پڑھ کر دیندار ہو جاتی ہیں۔

پس ان کی ایسی مثال ہے جیسے کتب طب دیکھ کر دوا دو یہ کھانے لگے اور بتانے لگے. بجائے نفع کے خوف ضرر غالب ہوگا۔ جب تک طبیب کی رائے سے دوا نہ کھائے کچھ نفع نہ ہوگا۔ اسی طرح چونکہ عورتوں کے اخلاق کی تربیت نہیں ہوتی اور کسی مربی سے رجوع نہیں کرتیں اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے کر لیتی ہیں اس لیے اپنے کو باکمال سمجھنے لگتی ہیں۔ ایک لڑکی کا کسی شخص سے نکاح ہوا وہ لڑکی نماز روزہ کی پابند تھی اور شوہر اس قدر پابند نہ تھا اور آوارہ سا تھا تو وہ لڑکی کہتی ہے کہ افسوس میں ایسی پرہیزگار اور ایسے شخص کے جال میں پھنس گئی میری قسمت ڈوب گئی حالانکہ بیوقوف یہ نہیں سمجھی کہ اگر ہم نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا' تلاوت کی تو اپنا کام کیا' دوسرے پر کیا احسان کیا' کوئی دوا پی کر فخر کرتا ہے کہ میں بڑا بزرگ ہوں دوا پیا کرتا ہوں۔ اسی طرح یہ سب طاعات اپنا ہی نفع ہے اور اس سے اپنا ہی حق ادا کر رہا ہے۔ (اصلاح النساء ص ۱۳۶ س ۸)

خالق ومخلوق کا فرق

اس آیت میں توحید کو بیان فرماتے ہیں اور اس کی توضیح کے لیے ایک مثال دیتے ہیں کہ تم خدا کی مملوک کو خدا کے برابر کیسے قرار دیتے ہو حالانکہ تمہارا ایک غلام ہو تو کیا تم ان کو اپنے برابر سمجھ لو گے یعنی حظوظ اور انتفاعات کے حاصل کرنے میں تم ان کو اپنے برابر نہیں سمجھتے۔ (وعظ احسان التدبیر دعوات جلد ۵ ص ۳ س ۲۰)

بدعت کی مذمت کی وجہ

اگر کوئی صاحب مطبع گورنمنٹ کے قانون کو طبع کرے اور اخیر میں ایک دفعہ کا اضافہ کر دے اور وہ ملک وسلطنت کے لیے بھی بے حد مفید ہو تب بھی اس کو جرم سمجھا جائے گا اور یہ شخص مستوجب سزا ہوگا۔ پس جب قانون دنیا میں ایک دفعہ کا اضافہ جرم ہے تو قانون شریعت میں ایک دفعہ کا اضافہ جس کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں کیونکر جرم نہ ہوگا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۲ س ۱۲)

ایک مثال کی اصل وجہ تسمیہ

ایک مثل قریب المعنیٰ مشہور ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ "حلوا خوردن را روئے باید" اور یہ بھی کہتے ہیں کہ "یہ منہ اور مسور کی دال" اس دوسری مثال کی اصل ایک دوست نے عجیب

بتلائی کہ ''یہ منہ اور منصور کی دار'' یعنی منصور کے منہ سے جو انا الحق نکلا جس سے وہ دار پر چڑھائے گئے ہر منہ اس کلمہ کے لائق نہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۱۸ س ۱۰)

شرعی احکام میں حدود کا لحاظ رکھنا

صاحبو! اگر کوئی شخص ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھنے لگے تو اس کو کیوں منع کیا جاتا ہے آخر پانچویں رکعت بھی تو نماز ہی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی طبیب پانچ ماشہ گل بنفشہ تجویز کرے تو دس ماشہ استعمال کرنے سے کیوں روکتے ہو۔ زائد پانچ ماشہ بھی تو گل بنفشہ ہی ہے اس کے بھی تو وہی خواص ہیں صرف اسی لیے منع کیا جاتا ہے کہ یہ تحدید طبی سے زائد ہے اور تحدید سے آگے بڑھنا ممنوع ہے۔ پس تحدیدات شریعت کی آپ کے نزدیک اتنی وقعت نہیں ہے پانچویں رکعت پڑھنے والا اس لیے بدعتی ہے کہ وہ حد مقررہ سے آگے بڑھ گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ہر نیک کام کرنے کی علی الاطلاق اجازت نہیں ہے بلکہ اس شرط سے اجازت ہے کہ حدود کے اندر رہو اور اگر تم کو حدود کی اطلاع نہیں ہے تو تم کو اس کہنے کا کیا مجاز ہے کہ یہ نیک کام ہے اور یہ بد ہے یہ حق علماء کا ہے یہ انبیاء علیہم السلام کا تھا کہ کم علم یا بے علم لوگ علماء کے سامنے مسائل شریعت میں ایسے ہی ہیں جیسے کسی وکیل کے سامنے ایک دیہاتی آدمی جس طرح ایک دیہاتی کسی وکیل کے سامنے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس طرح کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اسی طرح آپ کو بھی یہ حق نہیں اور جس طرح وہ ہر کام میں وکیل سے مشورہ کرنے کا محتاج ہے اسی طرح آپ بھی ہر مذہبی کام میں مشورہ علماء سے کرنے کے محتاج ہیں۔ پس طریقہ اس کا یہ ہے کہ جو کام کر و اول علماء سے پوچھ لو اور اگر کوئی عالم شفیق بھی ہوں تو ان سے وجہ بھی پوچھ لو اور اگر وجہ نہ بتلائیں تو سعادت مندی یہ ہے کہ اس کو اپنے فہم سے باہر سمجھ کر خاموش رہو اور اگر بیان کر دیں تو ان کا احسان سمجھو۔ (ایضاً ص ۲۱ س ۱۶)

آخرت قابل ترجیح ہے

آخرت کے مقابلہ میں دنیا کیا چیز ہے جب جنت کی فراخی کا وعدہ ہو گیا تو دنیا کی کیا رغبت رہنا چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں تم کو ایک روپیہ دوں گا تو اس کو پھر پیسے کی کیا تمنا رہے گی۔

اب اس مثال کے بعد یہ دیکھئے کہ ان دونوں میں کیا نسبت ہے سو حدیث میں ہے دنیا بمقابلہ آخرت ایسی ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک سوئی کے ناکہ پر لگا ہوا قطرہ کہ اگر جزو لایتجزی ثابت ہو جائے تو وہ ہی ہو تو اس پانی کو سمندر کے ساتھ جو نسبت ہے وہی نسبت ہے دنیا کو آخرت کے ساتھ تو دنیا میں مال و جاہ نہ بھی حاصل ہوا اور اس آیت میں وہ نہ بھی مراد ہو تو کیا حرج ہے اور یہ بالکل اخیر درجہ کی بات ہے ورنہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ یہاں بھی فراخی ہوتی ہے۔ (وعظ العلم ص ۱۴ اس ۱)

اہل اللہ کو تکلیف میں بھی مزہ آتا ہے

دیکھو! اگر ایک شخص کا محبوب مدت کا بچھڑا ہوا اچانک مل جائے اور اس عاشق کو بہت زور سے اپنی بغل میں دبائے حتیٰ کہ اس کی ہڈیاں بھی ٹوٹنے لگیں تو بظاہر یہ نہایت تکلیف میں ہے لیکن قلب کی یہ حالت ہے کہ جی چاہتا کہ اور دبائے تو اچھا ہے اور اگر محبوب کہے کہ تکلیف ہوتی ہو تو چھوڑ دوں تو جواب میں کہے گا:

اسیرت نخواہد رہائی زبند — شکارت نجوید خلاص از کمند

اور اگر وہ کہے کہ اگر تم کو دبانے سے تکلیف ہو تو تم کو چھوڑ کر تمہارے اس رقیب کو اسی طرح دباؤں تو کہے گا:

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت — سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور کہے گا:

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے — یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

حتیٰ کہ اگر اس کا دم بھی نکل جائے تو اس کے لیے عین راحت ہے حالانکہ بظاہر یہ نہایت ہی تکلیف میں ہے کہ اگر کسی اجنبی کو علاقہ محبت معلوم نہ ہو اور اس کی خبر ہو تو وہ بہت ہی رحم کھائے اور محبوب سے سفارش کرے لیکن عاشق کو یہ رحم اور سفارش بے رحمی اور عداوت نظر آئے گی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس سفارش کا اثر یہ ہے کہ محبوب چھوڑ کر ابھی علیحدہ ہوا جاتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہو گیا ہے وہ آپ کی اس خیر خواہی کو کہ ہائے اللہ والے بڑی مصیبت میں ہیں ان کو اس سے نکلنے کی تدبیر بتلائیں نہایت ناگوار سمجھتے ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۱۸ اس ۱۰)

باطنی علوم جاننے کی ضرورت

بعض لوگ امراض قلبی اور امراض باطنی کے علاج کرنے پر آمادہ ہیں۔ وعظ و نصیحت کرنے پر مستعد حالانکہ خود نہیں سمجھتے ان کی تو ایسے شخص کی مثال ہے جس نے نہ طب پڑھی نہ مطب کیا اور علاج کرنے لگا۔ علاج کے لیے پہلے طب پڑھنا ضروری ہے اور پھر مطب کرنا بھی لازمی ہے بغیر اس کے قابلیت علاج نہیں آسکتی ایسے ہی مدارس کی نسبت کسی نے کہا ہے:

ایها القوم الذی فی المدرسه　　کل ما حصلتموه وسوسه

علم نبود غیر علم عاشقی　　مابقی تلبیس ابلیس شقی

جس طرح کنز و ہدایہ ضروری ہے ویسے ہی ابو طالب کی قوت القلوب اور امام غزالی کی اربعین اور شیخ شہاب الدین کی عوارف کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔ یہ تو گویا طب پڑھنا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے:

قال را بگذار و مرد حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو

کیسی ناانصافی ہے کہ جب دس برس علم ظاہری کی تحصیل میں صرف کیے تو دس ماہ تو باطن کی اصلاح میں صرف کرو اور اس کا یہی طریق ہے کہ کسی کامل کی صحبت میں رہو۔ اس کے اخلاق و عادات عبادات کو دیکھو۔ (مواعظ اشرفیہ نمبر اول در کانپور ۱۳۲۲ھ ص ۱۰ اس ۱۶)

مثال

منکر (انکار) کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی مادرزاد عنین لذت جماع کا انکار کرے یا کوئی مادر زاد اندھا کہے کہ لوگ جس کو دیکھنا کہتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں ہے حالانکہ ایسے واقعات ثابت ہوئے ہیں۔ امام مالکؒ حدیث کا بیان کر رہے تھے ان کی آستین میں کہیں سے ایک کم بخت بچھو گھس گیا تھا وہ ڈنگ مارتا تھا جس کے صدمہ سے ان کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا لیکن اف نہیں کرتے تھے اور برابر حدیث شریف کا بیان کرتے تھے۔ حتیٰ کہ گیارہ بار اس نے نیش زنی کی۔ (وعظ ایضاً ص ۱۲ اس ۱۵)

شرع میں مستحبات کا درجہ

مستحب کے لیے واجبات ترک ہونے لگیں گے تو بجائے ثواب الٹا وبال ہو جائے گا۔ مثلاً اگر کسی کی بیوی آٹے کے لیے پیسے دے کہ آٹا لے آؤ بچے بھوکے ہو رہے ہیں اور وہ لگے رہیں خشوع حاصل کرنے میں جس کی وجہ سے بچے بھوکے مریں تو ایسا خشوع

موجب قرب نہیں ہوسکتا بلکہ خدا سے دوری کا باعث ہوگا۔ (وعظ ایضاً ص ۱۷ س ۱۹)

احکام مقصود بالذات ہیں

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ احکام مقصود بالذات نہیں ہیں صرف مصالحہ خاصہ سے حکم کر دیا ہے مثلاً جماعت کی فضیلت مطابق واقع کے نہیں ہے صرف ترغیبات ثواب کا وعدہ ہوگیا ہے اس لیے یہ سن کر کہ بغیر جماعت کے بھی نماز ہو جاتی ہے خوش ہو جاتے ہیں۔

خیال کیجئے! کہ تاجر بازار میں بیٹھ کر دو چند نفع کے ساتھ فروخت کر سکتا ہے اور گھر پر فروخت کرنے سے تھوڑے سے نفع سے فروخت کر سکتا ہے پھر گھر پر کسی کو فروخت کرتے دیکھا ہے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ یہ کفر خفی ہے۔ (یعنی احکام کا جو مقصود بالذات نہ سمجھا بلکہ مصالح خاصہ سے سمجھا۔ ۱۲ ظہور) (وعظ ایضاً محلّہ کرول مراد آباد ص ۲ س ۱)

علم فقہ کی ضرورت

حدیث شریف کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اگر چہ وہ ظاہراً غیر قرآن ہیں لیکن واقع میں ان کی شرح میں جس طرح فقہ ظاہراً غیر قرآن و حدیث ہے لیکن درحقیقت وہ قرآن و حدیث ہی ہے۔

دوسری صورت میں مثال اس کی یہ ہے کہ کسی طبیب کے یہاں مختلف نسخوں سے متفرق علاج ہوتے ہیں ان کو کسی نے ترتیب دے کر کتاب کو مطب کی صورت میں کر دیا تو اس شخص نے اس پر دو تصرف کیے ایک تو ان معالجات کو ترتیب امراض کر دیا پہلے سر کے امراض کے نسخے لکھے اور پھر حلق کے اور پھر معدہ و جگر وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ ان امراض کے متعلق قواعد کلیہ بھی بیان کر دیے تو اس شخص نے کچھ اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا بلکہ یہ کلیات بھی وہ ہیں کہ طبیبوں کے علاجوں سے مستنبط ہوتے ہیں ان کو اس نے بیان کر دیا اسی طرح فقہ ہے۔ (اشرف المواعظ حصہ اول وعظ دوم مراد آباد دور مسجد شاہی ص ۳ س ۱۱)

اپنے عیوب سے بے خبری

ہم لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو پھانسی کا حکم ہوگیا ہو اور ایک اس کے عزیز کا مقدمہ دیوانی میں پیش ہو تو اس کے اوپر افسوس کرے اور اپنی مصیبت کو بھول جائے دوسروں کے ذرا

ذرا سے عیبوں پر نظر ہے اور مجمعوں میں بیان کیے جاتے ہیں اور اس سے بڑے بڑے عیبوں میں خود مبتلا ہیں۔ (وعظ اشرف المواعظ حصہ اول چوتھا ول ضلع مظفر نگر ص ۲۸ س ۹)

منکرات میں ابتلا کا بہانہ

غیبت سننے سے جب منع کیا جاتا ہے تو بعض شخص یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ صاحب اگر ہم کسی کی بات نہ سنیں تو اپنے دل میں وہ برا مانے لیکن اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص اوپر سے کسی شخص پر پیشاب کر دے اور وہ اس خیال سے کہ اگر میں ہٹوں گا تو یہ برا مائیں گے پڑا ہوا پیشاب کراتا رہے لیکن دیکھا جاتا ہے کہ اس طرح سے کوئی اپنے اوپر پیشاب کرنے سے کبھی راضی نہ ہوگا۔ پھر غیبت تو اس سے بھی زیادہ ناپاک ونجس ہے پیشاب سے اگر کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے تو اس سے دل ناپاک ونجس ہو جاتا ہے مگر گناہوں میں مزا پانا دل کی بیماری کی علامت ہے جیسے سانپ کے کاٹے ہوئے کو نیم کے پتے میٹھے معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ مٹھائی موت کا پیام لاتی ہے۔ (وعظ ایضاً ص ۳۶ س ۷)

ضرورت اور موقع کے مناسب وعظ کہنا

اگر طبیب مریض کو غیر موسم آم میں کہے کہ دیکھو ترش آم نہ کھانا تو یہ حکم یعنی آم ترش کی ممانعت طبا فی نفسہ ضروری ہے لیکن اس وقت اس کا ممانعت کرنا بالکل امر زائد ہے اس وقت تو اس چیز سے منع کرنا چاہیے جو موجود ہو اور مضر ہو۔ اسی طرح ناصح کو حق یہ ہے کہ جس وقت مرض پائے اس کی اصلاح کے متعلق بیان کرے اور اگر چند امراض ہوں تو ان میں اہم کو مقدم کرے اور استیعاب کے ساتھ احکام بیان کرنا اس وقت ہوگا جب کہ کوئی طالب علم مخاطب ہو مثلاً ''ہدایہ'' میں پڑھتے پڑھتے کتاب الحج ماہ ربیع الثانی میں آئے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ اس وقت اس کی کیا ضرورت ہے اس کی ضرورت تو ماہ ذی الحجہ میں اور وہ بھی جب کہ کوئی حج کو جانے لگے اس وقت ہوگی کیونکہ اس وقت صاحب فن بننا مقصود ہے مجھ کو ہمیشہ اسی قاعدہ کی وجہ سے ان مضامین کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا کرتا ہے جو اس وقت ضروری ہوں۔ (وعظ ذم ہوئی وعظ دہم ص ۱۵۲ س ۱۹)

اہل علم کا اُمراء سے دور رہنا

ہماری اور امراء کی مثال تو چھری اور خربوزہ کی سی ہے خربوزہ کی سلامتی چھری سے الگ ہی رہنے میں ہے خواہ خود ان کے پاس جاؤ یا وہ تمہارے پاس آئیں اور تم ان کے آنے سے

متاثر ہو۔ امراء سے ملنا اور ثابت قدم رہنا بڑے قوی آدمی کا کام ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۱ س ۱۶)

ہر شخص کو تعلیم مناسب حال کرنا

مثلاً ایک مریض ہے اس کے لیے حکیم صاحب نے خمیرہ گاؤ زبان جواہر والا چاندی سونے کے ورق لپیٹ کر تجویز کیا اور ایک دوسرے مریض کے لیے املتاس لکھا اگر یہ دوسرا مریض کہنے لگے کہ حکیم صاحب بھی عجیب شخص ہیں اس کے واسطے ایسی مزیدار مفرح دوا تجویز کی اور میرے واسطے ایسی بدمزہ تو یہ احمق ہے۔ یہ نہیں سمجھتا کہ اس کے اندر سے تو مادہ فاسد نکل چکا ہے اور املتاس کے پیالے پی چکا ہے اب اس کے لیے یہی مناسب ہے اور میرے اندر ہنوز مادہ فاسد موجود ہے بغیر ایسی بدمزہ دواؤں کے نہ نکلے گا اس لیے یہی مناسب ہے۔

اسی طرح مبتدی منتہی کی جو کہ دینی اصلاح کر چکا ہے حرص کرے اور اپنے کو اس پر قیاس کرے تو اس کی حماقت ہے۔ عاشق کی تو شان ہونی چاہیے کہ ہر حال میں راضی رہے جیسا فرمایا گیا ہے:

خوشا وقت شوریدگانِ غمش　　اگر ریش بینند و گر مرہمش
گدایانے از پادشاہے نفور　　باموریش اندر گدائی صبور
دمادم شراب الم درکشند　　دگر تلخ بینند دم درکشند

(وعظ ایضاً ص ۱۶۹ س ۱۵)

راہ طریقت میں شیخ کی ضرورت

بے اتباع کے پہنچنا نادر ہے اور نادر پر حکم کرنا اور اس کو قاعدہ بنالینا اور اس کے بھروسہ پر رہنا صحیح نہیں ہے۔ فرض کرو کوئی شخص مفلس ہو نہ اس کو کھانے کو ملتا ہو نہ پہننے کو میسر ہوتا ہو اور اہل وعیال رکھتا ہو نہایت دق ہو کر خودکشی کرنے کا ارادہ کرے اور اس کے لیے کنواں کھودے کہ اس میں ڈوب کر مروں گا یا زندہ درگور دفن ہوں گا وہ کھود ہی رہا تھا کہ وہاں سے ایک ہنڈیا اشرفیوں سے لبالب نکل آئی۔ اب اس طرح ہنڈیا نکلنا ایک اتفاقی بات ہے اس پر کوئی قیاس کرکے چاہے کہ میں بھی کنواں کھود کر ہنڈیا نکالوں یہ اس کا محض خیال خام ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی اتفاقاً بے اتباع شیوخ واصل ہو گیا تو اس پر اپنے کو قیاس کر لینا اور اس کو قانون بنالینا بڑی غلطی ہوگی۔

اہل اللہ کا فیض سب کو پہنچتا ہے

مردان خدا کے فیوض دو قسم کے ہوتے ہیں ایک بلا اطلاع اور بے طلب طالب کے دوسرے طلب سے اور اتباع سے جو بعد اطلاع اور بے طلب طالب کو فیض ہوتا ہے اس کی بھی دو قسم ہیں ایک وہ جو با اختیار ان حضرات کے ہو جیسے دعا کرنا اور توجہ و ہمت لوگوں کے حال پر مبذول کرنا دوسرے وہ جو بلا اختیار اور بلا اطلاع ان حضرات کے ہو صرف ان کے وجود باجود سے وہ فیض بلا اختیار ان کے اختیار سے ہر ایک کو پہنچتا ہے۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو جہاں جہاں اس کی شعاعیں پہنچتی ہیں سب کو نفع پہنچتا ہے مگر دشمن کو اطلاع نہیں ہوتی۔ (وعظ ایضاً ص ۷۷ اس ۱۷)

وسیلہ کی حقیقت

وسیلہ میں بھی زیرک دو صورتیں ہیں مثال سے فرق معلوم ہوگا۔ مثلاً ایک کلکٹر ہے اس کے پاس ایک منشی نہایت بزرگ عاقل ہے۔ کلکٹر نے اپنا سارا کاروبار حساب کتاب اس منشی کے سپرد کر دیا ہے اور اس کے ذمہ چھوڑ دیا ہے اور ایک دوسرا کلکٹر ہے اس کے پاش منشی بھی ہے مگر کلکٹر زبردست عادل ہے اپنا کاروبار خود دیکھتا رہتا ہے۔

منشی کے ذمہ نہیں چھوڑا اب اگر کوئی شخص اس منشی زیرک کے پاس جو پہلے کلکٹر کے پاس ہے جس کے سپرد سب کام ہے کوئی درخواست پیش کرے گا اور اسی واسطے اس کی خوشامد کرے گا یہ خود سب کام کر دیں گے کیونکہ ان کے کل کام سپرد ہیں۔ کلکٹر تو فارغ بیٹھا ہے گو ضابطہ کے دستخط وہی کرے گا مگر اس منشی کے خلاف کبھی دستخط نہ کرے گا اور اگر دوسرے کلکٹر کے منشی کے یہاں عرض دی جائے گی تو محض اس خیال سے کہ کلکٹر زبردست ہے رعب والا ہے اس کے سامنے کون جا سکتا ہے۔ اس منشی کے ذریعے سے درخواست کرنا چاہیے کیونکہ اس منشی کو تقرب حاصل ہے یہ وہاں پر پیش کر دے گا کیونکہ کل کام خود کلکٹر دیکھتا ہے۔

اب دیکھئے ان دونوں صورتوں میں کس قدر فرق ہے عوام اہل مزار سے اکثر پہلی صورت کا برتاؤ کرتے ہیں ان کے افعال اعمال سے یہ ظاہر ہے پھر شرک نہیں تو اور کیا ہے برخلاف محض وسیلہ سمجھنے کے۔ پس شرع شریف میں عبادت غیر اللہ جہاں صادق آئے گا گو بہ نیت توسل ہی سہی وہ شرک ہوگا غرض توسل جائز مگر تعبد التوسل شرک (ایضاً ص ۲۸۔۱۳)

دینی فہم کیلئے عقل کامل کی ضرورت

بعضے لوگ جمعہ کی نسبت کہتے ہیں کہ دیہات میں گو نہ ہو لیکن اگر پڑھ ہی لیا جائے تو نہ پڑھنے سے تو بہرصورت پڑھنا اچھا ہے میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ اسی طرح ایک شخص کہتا ہے کہ ممبئی میں گو حج نہیں ہوتا لیکن اگر پھر بھی کر لیا جائے تو کیا حرج ہے نہ کرنے سے تو اچھا ہی ہے اس کا کیا جواب ہے۔ آخر یہی کہو گے کہ ممبئی حج کا محل نہیں میں کہوں گا کہ دیہات جمعہ کا محل نہیں۔ غرض فہم دینی کے لیے عقل کامل کی ضرورت ہے۔

قربانی کے سب شرکاء کی نیت خالص ہونا

قربانی نام ارقۃ دم کا ہے اور وہ قابل تقسیم نہیں ہے جیسے ایک کنواں مشترک ہو اور ایک شریک کہے کہ ہم تو اپنے کنویں میں پیشاب کریں گے۔ ظاہر ہے کہ سارا ہی کنواں ناپاک ہوگا۔

رسموں کی مذمت

رسموں کے مقدمات سب آپ کے مسلم ہیں صرف نتیجہ میں آ کر غلطی ہو رہی ہے جیسے کسی شخص نے تبت کے ہجے کئے تھے ت ب زبر' تب ب ت زبر بت اور رواں پڑھا تھا بطخ تو آپ نے بھی تو ہجے صحیح کیے ہیں صرف رواں میں غلطی کر رکھی ہے۔ (وعظ ایضاً)

اسباب وتدابیر اور توکل کی حیثیت

جان لینا چاہیے کہ تدبیر و اسباب کو اختیار کرنا بھی توکل فرض کے خلاف نہیں ہے اس کی بعینہ مثال توکیل سمجھ لینا چاہیے مثلاً جب کوئی شخص کسی مقدمہ میں وکیل مقرر کرتا ہے تو کیا توکیل کرنے کے بعد یہ شخص نکما خالی بیٹھ جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جتنی کوشش اس سے ہوسکتی ہے خود بھی کرتا ہے اور اس کو خلاف توکیل نہیں سمجھتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ وکیل کے کرنے کا جو کام ہے وہ کرے گا جو مجھ سے کچھ ہوسکتا ہے مجھ کو کرنا چاہیے۔ اسی طرح تدبیر کرنا اعتدال کے ساتھ توکل کے خلاف نہیں بلکہ تدبیر ایسی چیز ہے کہ جو امور محض غیر اختیار ہیں جن میں تدبیر کو اصلاً دخل نہیں محض دعا ہی پر ان کا مدار ہے۔ سنن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی دعا کے ساتھ کچھ صورۃ تدبیر اختیار کی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک قصہ حدیث سے بیان کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح توکل اور دعا کو جمع فرمایا اور اس حدیث کے ضمن میں اور بھی فوائد ہیں۔ ایک صحابی جن کا نام مقداد ہے جو کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے مکان پر مسافرانہ مقیم تھے اور ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں بتلا دی تھیں کہ ان کا دودھ نکال کر کچھ خود اور رفقا پی لیا کرو اور کچھ ہمارے لیے رکھ دیا کرو اور ان کا اسی طرح معمول تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت کو آنے میں دیر ہوئی تو میں سمجھا کہ آنحضرت کی کہیں دعوت ہوگئی ہوگی۔ یہ خیال کر کے آپ کا حصہ بھی پی گیا مگر اتفاق سے جب پی چکا جب خیال آیا کہ شاید آپ نے اس وقت کچھ نہ کھایا ہو اور بے چینی کا یہ حال ہوا کہ کروٹیں بدلتا ہوں اور نیند نہیں آتی۔ اس ششش و پنج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی عادت شریفہ آنے کے وقت یہ تھی کہ جب تشریف لاتے اور دیکھتے کہ گھر والے لیٹے ہیں تو بہت آہستہ سے سلام کرتے۔ اس طرح سے کہ اگر حاضرین جاگتے ہوتے تو سن لیتے اور اگر سوتے ہوتے تو آنکھ نہ کھلتی۔ اس طرح نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کا شب برأت میں بقیع میں جانے کے لیے آہستہ اٹھنا اور آہستہ سے کواڑ کھولنا سب کام آہستہ سے کرنا تاکہ سونے والے کو تکلیف نہ ہو آیا ہے۔ سو اسی طرح سلام بھی آہستہ سے فرماتے کہ اگر کوئی جاگتا ہو تو سن لے اور سوتا ہو تو اس کی نیند میں خلل نہ آئے۔

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض لوگ دوسرے آدمیوں میں اٹھ کر سب کام بے تکلف زور زور سے کرتے ہیں اور اس سے دوسروں کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح یہ امر بھی موجب ایذاء ہے کہ مشغول کار آدمی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں جس سے اس کے ضروری کام میں حرج بھی ہوتا ہے اور پریشانی بھی۔ نواب صدیق حسن خان صاحب کے بیٹے کی ایک حکایت یاد آئی۔ ایک روز وہ بھوپال میں مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور ایک صاحب مدعی عمل بالحدیث ان کے پاس کھڑے تھے۔ یہ خیال کر کے صاحبزادہ صاحب بہت خوش ہوں گے بڑے زور سے آمین کہی۔ صاحبزادے صاحب نے بعد نماز کے ان سے کہا کہ آپ سے مجھے کام ہے۔ ذرا مجھ سے مل کر جائیے گا وہ خوشی خوشی انتظار میں بیٹھ گئے' دیکھئے کیا انعام ملتا ہے اتنے میں صاحبزادے صاحب مسجد کے باہر تشریف لائے وہ صاحب سامنے آئے کہ حضور کیا ارشاد تھا' انہوں نے ان صاحب کے ایک دھول جمائی اور فرمایا آمین بالجہر تو ضرور حدیث میں آئی ہے مگر یہ بتلا کہ آمین کی اذان کس حدیث میں آئی ہے جو تو نے اس زور سے کہی کہ پاس والے بھی گھبرا اٹھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محض مخالفت بھڑکانے کو ایسا کیا جاتا ہے اس لیے یہ سزا دی گئی۔

حضرات ہماری سب ہی حالتیں بگڑ رہی ہیں ہر چیز میں افراط تفریط ہو رہی ہے اور عوام کیا شکایت کریں انصاف یہ ہے کہ آداب کو بعض اہل علم تک نہیں پہچانتے محض لفظ پرستی رہ گئی ہے۔

مولوی گشتی و آگاہ نیستی خود کجا و از کجا و کیستی

حقیقت آداب و اخلاق کی نہیں سمجھی چنانچہ ہم نے اخلاق نام چاپلوسی اور خوشامد اور میٹھی باتیں کرنے کا رکھ لیا ہے۔ سو حقیقت میں اخلاق کو نفاق سے بدل دیا ہے۔ اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذا ظاہری یا باطنی حضور یا غیبت میں نہ پہنچے ہم نے یہ سمجھا کہ اخلاق ظاہر داری کا نام ہے گو اس سے ایذا ہی پہنچے اس کی کچھ پرواہ نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفقت اور رعایت کہ سلام بھی کرتے ہیں تو اس طرح کہ کوئی بے چین نہ ہو۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد تشریف لائے اور حسب معمول سلام کر کے برتنوں کی طرف چلے اور وہ جو دودھ پی کر لیٹ گئے تھے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ آپ کو اس میں دودھ نہ ملا چونکہ آنحضرتؐ کو اس وقت بھوک لگی ہوئی تھی اور طعام کی حاجت تھی۔ آپ نے حسب معمول کچھ نفلیں پڑھیں اور یوں دعا فرمائی: اللّٰھم اطعم من اطعمنی. دیکھئے یہ امر قابل غور ہے کہ آپ نے اس دعا میں توکل کے ساتھ اسباب کی کس لطیف طور پر رعایت فرمائی ہے کہ یہ ظاہر کر دیا کہ کھانا اکثر اس طرح ملتا ہے کہ کوئی شخص ظاہر میں لے آئے ورنہ یہ بھی تو دعا فرما سکتے تھے کہ اے اللہ آسمان سے مائدہ یا رزق بھیج مگر آنحضرتؐ نے توکل اور تدبیر کو کس لطیف طریق پر جمع فرمایا جیسا مذکور ہوا۔ تتمہ قصہ کا یہ ہے کہ اس دعاء کے سننے کے بعد وہ صحابیؓ اٹھے چونکہ ان کو یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی ہوگی اس لیے گو بکریوں کا دودھ دوہ چکے تھے مگر پھر برتن کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے غرض اس قصہ کے بیان سے یہ تھی کہ دیکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے دعا و توکل کے ساتھ اسباب کی رعایت کس طور پر فرمائی۔ پس معلوم ہوا کہ نہ دعا کے بھروسہ اسباب کو چھوڑ دے اور نہ اسباب میں ایسا انہماک ہو کہ مسبب الاسباب پر نظر نہ رہے۔ اعتدال اصل طریقہ نبویہ ہے اور یہ بدون تحصیلات و تبحر علوم دین کے حاصل ہونا مشکل ہے کوئی آسان کام نہیں جو ہر ایک دعویٰ کرنے لگے۔

برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام سنداں باختن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے تو یہاں تک اس اعتدال کا پتہ چلتا ہے کہ

معجزات میں بھی جو کہ بالکل بطور پر خرق عادت ظہور میں آتے ہیں ان میں بھی تدبیر اور اسباب کی صورت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ کی دعوت کا قصہ جو جنگ احزاب میں خندق کھودنے کے وقت ظہور میں آیا اس کا شاہد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا تھا کہ ہانڈی چولہے پر سے مت اتارنا پھر اس میں آ کر آپ دہن ملا دیا اور وہ چند آدمی کی خوراک لشکر کو کافی ہوگئی۔ حدیث میں اور بھی معجزات کے قصہ ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ خرق عادت میں تھوڑی سی رعایت اسباب کی کی گئی۔ مثلاً چولہے پر ہانڈی اور توے کا رکھنا اور ڈھک دینا وغیرہ کی صورت اسباب کو حجاب بنایا گیا ورنہ ویسے بھی کھانا بڑھ سکتا تھا یہ آداب ہیں توکل اور تدبیر کے سید المرسلین سے ان کو سیکھ لینا چاہیے۔ (وعظ سوم مہمات الدعا)

حصول نفع کا طریقہ

ایک کنواں ہے کہ شہر کے ہر شخص کو اس کے پانی کی ضرورت ہے اور ایک ساتھ سب کے سب اس سے پانی نہیں بھر سکتے تو سب کے پانی حاصل کرنے کی صورت یہی ہے کہ یکے بعد دیگرے سب کے سب پانی حاصل کریں اور چار آدمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کنویں پر جم کر بیٹھ جائیں اور دوسروں کو جگہ نہ دیں۔ یہ مثال ایسی ہے کہ اس کے تسلیم کرنے میں کسی کو بھی کلام نہیں تو جس طرح دنیاوی نفع میں تناوب مسلم ہے اسی طرح دینی نفع حاصل کریں۔ ایک دوسری مثال پیش کرتا ہوں کہ وہ وضاحت میں تو اس سے کم ہے مگر اس موقع کے زیادہ مناسب ہے۔ وہ یہ کہ اگر ایک مدرسہ میں ایک عالم ایسے ہوں کہ ہر طالب علم کو ان کی ضرورت ہو اور ہر شخص ان سے نفع حاصل کرنا چاہے کوئی بخاری شریف والے ان کو گھیر کر بیٹھ جائیں اور دوسروں کو وقت ہی نہ دیں تو دوسروں کے نفع حاصل کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور اس لیے بخاری والوں کو حق نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ دوسری جماعتوں کے لیے بھی وقت چھوڑ دیں۔ ان مثالوں سے معلوم ہوگیا کہ نفع دنیاوی و دینی دونوں میں اگر طالبین کا اجتماع نہ ہوسکے تو تناوب ہونا ضروری نہیں۔ (وعظ ہشتم حصہ نہم)

مطیع و غیر مطیع کے احوال میں فرق

فرض کیجئے کہ دو آدمیوں کے دو جوان لڑکے مر گئے اور یہ دونوں شخص سب حالتوں میں مساوی ہیں لیکن صرف فرق اتنا ہی ہے کہ ان میں سے ایک مطیع خدا ہے اور دوسرا مطیع نہیں بلکہ

اسباب دنیا وغفلت میں منہمک ہے اب دیکھئے کہ بیٹے کے مرنے کا زیادہ غم کس کو ہوگا اور زیادہ دنوں تک کس کو رہے گا۔ ظاہر ہے کہ مطیع کو ہرگز غم نہ ہوگا کیونکہ وہ سمجھے گا (ہر چہ آن خسرو کند شیریں بود) لیکن وہ جانتا ہے کہ یہ تو آج ہی مرنے والا تھا ٹل نہ سکتا تھا اور سمجھتا ہے کہ قیامت میں بھی مجھے ثواب ملے گا اور اب بھی ثواب ملا تو ان خیالات کی بدولت بہت جلد اس کو تسلی ہو جائے گی۔ برخلاف اس غیر مطیع کے کہ اس کو عمر بھر کڑھتے اور غم کرتے ہی گزر جائے گی کبھی خیال ہوگا کہ افسوس فلاں حکیم کے بلانے میں دیر ہو جانے کی وجہ سے بچہ مرا کبھی خیال ہوگا کہ فلاں نسخہ پلایا جاتا تو ضرور شفا ہو جاتی۔ غرض اس قسم کے توہمات کا سلسلہ عمر بھر کے لیے بندھ گیا اور گویا ایک گھن لگ گیا تو اس کے پاس ظاہری سامان اگر چہ سب کچھ ہو لیکن وہ سامان اس کے لیے سرمایہ فراخی نہیں ہے کیونکہ اس کے قلب میں تنگی ہے جو کہ اور قلب پر عذاب ہے اور اسی راز کے سبب آپ کسی منہمک فی الدنیا کو آرام میں نہ دیکھیں گے کیونکہ نافرمانی کر کے سکون قلب نہیں ہو سکتا البتہ اگر فرمانبردار ہے تو وہ چین میں ہوگا گو امیر بھی نہ ہو اور اگر امیر بھی ہو تب بھی اس کی راحت کا سبب اس کی ریاست نہ ہوگی بلکہ اطاعت ہوگی تو علت تامہ راحت کی اطاعت ہے۔ (وعظ ایضاً)

محبت اصل محرک ہوتی ہے

آفتاب طلوع ہوا اور اس کی شعاعیں دیوار پر واقع ہوئیں تو کوئی شخص دیوار کے منور ہونے کی وجہ سے اس کا عاشق ہو کر اس کو تکنے لگے تو واقع میں دیوار کا محب نہیں بلکہ آفتاب اس کا محبوب ہے اور یہ اس کی غلطی ہے کہ دیوار کو اپنا مقصود سمجھتا ہے۔

فن کے ماہر سے غیر متعلقہ کام لینا

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری مثال تو ایسی ہو گئی کہ جیسے بخیل نے کوئی باورچی نوکر رکھ لیا اور اس سے بوجہ بخل کے نفیس کھانوں کے پکوانے کا کام بھی نہ لیتا تھا وہ باورچی کہتا تھا کہ جناب کبھی کبھی تو پکوالیا کیجئے ورنہ میں آپ کے یہاں رہ کر اپنا فن بھی بھول جاؤں گا۔ وہ ہی مثال علماء کی ہے کہ جو ان کا کام ہے وہ ان سے نہیں لیا جاتا مولوی تو اب اس کام کے رہ گئے ہیں کہ جنازہ کی نماز پڑھا دی یا تعویذ گنڈہ کر دیا اس نے یہ ریاضات اور مجاہدات تعویذ گنڈوں کے ہی لیے کیے تھے۔

اشرف الامثال

مصیبت میں طبعی کلفت کے باوجود رضاء بہ قضا کی مثال

فرمایا عباد اکملین کو مصیبت میں طبعی کلفت اور رنج ہوتا ہے اور دل چوں کہ یقین رکھتا ہے کہ اس میں حکمت اور مصلحت میرے مولیٰ کی ہے اس لیے راضی ہے۔ اعتراض یا کدورت یا انقباض نام کو بھی نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ڈاکٹر نے کسی شخص کا دنبل تراشا' تراشتے وقت تکلیف بھی ہوتی ہے اور زبان سے آہ بھی نکلتی ہے لیکن مریض دل سے راضی ہوتا ہے کہ تراشنے کے بعد راحت نصیب ہوگی اور تراشنے کی تکلیف کو اپنے لیے حکمت سمجھتا ہے۔ چنانچہ تراشنے کے بعد جراح کو انعام اور نذرانہ پیش کرتا ہے۔ (رفع الموانع ص ۲۱)

ذکر کیلئے پاک ہونے کا انتظار کرنے والوں کی مثال

فرمایا جو لوگ اس انتظار میں پڑے ہیں کہ جب ہم ذکر کے قابل ہوں گے اس وقت شروع کریں گے۔

(اسی خیال باطل کو دل سے نکال دینا چاہیے ورنہ اس خیال میں پڑ کر ذکر سے محروم ہی رہو گے۔ نیز ایسا خیال عجب ہے کہ جب ہم ذکر کے قابل ہوں گے اس وقت شروع کریں گے' کیا کوئی اس قابل ہوسکتا ہے؟)

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک گلاب　　　هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

اس انتظار کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک ناپاک شخص کا دریا پر گزر ہوا دریا نے اس کو پکارا کہ میرے پاس آجا میں تجھے پاک کردوں اور اس نے کہا کہ میں کس منہ سے آؤں تو پاک وصاف اور میں گندہ ناپاک' دریا نے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ پاک ہوکر میرے پاس آئے اور بدوں میرے پاس آئے تو پاک نہیں ہوسکتا تو ہمیشہ ناپاک ہی رہے گا۔ بس تو اسی حالت میں میرے پاس ناپاک ہی آجا' تجھے میں ہی پاک کرسکتا ہوں مجھ سے دور رہ کر تو پاک نہیں ہوسکتا۔ (شکر النعمت بذکر رحمتہ الرحمہ ۹)

محض باطن کو مقصود اعظم قرار دینے والوں کی مثال

فرمایا ان لوگوں کی مثال جو محض باطن کو مقصود اعظم قرار دیتے ہیں اور ظاہر کی ضرورت نہیں سمجھتے ایسی ہوگی کہ ایک شخص نے گٹھلیاں ٹوکرہ بھر جمع کر لی ہوں اور خوش ہوں کہ ہمارے پاس آم ہیں اور جب کوئی اس پر اعتراض کرتا ہو تو جواب دیں میاں اصل چیز تو یہی ہے اس کے بغیر تو پھل ہی کا وجود نہیں ہوتا۔

صاحبو! یہ دلیل تو ٹھیک ہے مگر کیا کوئی ان کو اس دلیل کی رو سے ان کو آم کھانے والا کہہ سکتا ہے حاشا وکلا آم کی ان کو خوشبو بھی نہیں آئی اور بوجھوں مرے مفت۔ (الظاہر ص ۷۶)

محض خیال کافی نہیں

فرمایا مقصود بلا مشقت اور بلا ہاتھ پیر مارے حاصل نہیں ہوسکتا نہ دنیا کا نہ آخرت کا۔ اس مشقت ہی کا نام عمل ہے اور اسی کا نام ظاہر ہے اور باطن نام صرف خیال کا ہے اگر ظاہر کھو دیا تو رہا کیا۔

دیکھو! اگر خیال ہی کافی ہے اور عمل کی ضرورت نہیں تو شیخ چلی نے بڑی ترقی کی۔ جیسے شیخ چلی نے کسی کا گھڑا دو پیسے مزدوری طے کر کے اٹھایا' راستہ میں سوچا کہ دو پیسے کے دو انڈے لیں گے اور پڑوسی کی مرغی کے نیچے رکھیں گے' ایک نر اور ایک مادہ نکلے گی' جب انڈے دینے لگیں گی تو بچے نکلوائیں گے اور اس کی نسل بڑھائیں گے' جب روپیہ وافر ہو جائے گا تو گھوڑوں کی تجارت کریں گے' پھر وزیرزادی سے نکاح کریں گے' پھر بچہ پیدا ہوگا تو پیسہ مانگے گا ہم غصہ سے ہشت کہیں گے' یہ کہتے ہی شیرہ کا گھڑا نیچے گر گیا اور شیخ چلی کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ (الظاہر ص ۷۷'۷۹)

علوم محمودہ و مذمومہ کی مثال

فرمایا ایک طالب نے علوم محمودہ اور مذمومہ کے متعلق خوب فیصلہ کیا اس سے ایک فلسفی کی بحث ہوئی۔ فلسفی نے کہا دیکھو ہمارے علوم کیسے دقیق ہیں کہ تم جیسوں کی سمجھ میں بھی نہ آویں اور تمہارے کیا علم ہیں کہ نماز فرض ہے وضو ایسے ہوتا ہے اس میں کیا باریکی

ہے؟ طالب علم نے کہا کہ تمہارے علوم تو ایسے ہیں جیسے سور کا شکار کہ مشکل تو اس قدر کہ گھوڑا بھی چاہیے اور بہت سے آدمی بھی چاہئیں اور ہتھیار بھی چاہئیں اور اس پر جان کا خطرہ اور حاصل کیا ہوا سور جو سرا نہ کھانے کا نہ کسی مصرف کا اور ہمارے علوم ایسے ہیں جیسے کبوتر کا شکار جو بے بندوق کے بھی مل جائے' غلہ ہی سے مارلو۔ جال ہی سے پکڑلو اور ہر جگہ کثرت سے ہے کہیں دور جانے اور کسی سامان کی ضرورت نہیں اور ایسا بے خطر کہ حملہ بھی کچھ نہیں کرتا۔ غرض نہایت سہل اور بے خطر اور پھر کام کا' کھانے کے کام میں آتا ہے زبان کا بھی مزہ اور غذا بھی۔ (الباطن ص ۶)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کی مثال

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے حق میں بھی دعا فرمائی ہے: "اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ" (یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر دیجئے یہ لوگ جانتے نہیں۔)

کس قدر ترحم کے کلمات ہیں بس وہ حالت ہے جیسے ایک شفیق باپ اپنے ناسمجھ بچے کی گستاخی پر کہتا ہے کہ یہ نادان ہے بھلے برے کو جانتا نہیں' اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک بہت چھوٹا بچہ سنکھیا کی ڈلی کو اٹھا کر منہ میں رکھنا چاہتا ہو اور باپ اس کے ہاتھ سے چھینتا ہو تو وہ بچہ مچلتا ہے اور ڈلی ہاتھ سے نہیں دیتا' جب باپ زیادہ اصرار کرتا ہے تو وہ باپ کو لپٹ جاتا ہے اور مارتا ہے اور کاٹتا ہے۔ اس کا نتیجہ کبھی یہ نہ ہوگا کہ باپ کو غصہ آ جائے اور اس کے مارنے اور کاٹنے کے جواب میں یہ بھی مارنے اور کاٹنے لگے بلکہ آپ دیکھیں گے کہ وہ ہنستا ہی رہے گا نہ اس کو مارے پیٹے گا نہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دے گا کہ وہ سنکھیا کی ڈلی کھا جائے بعینہ یہی حالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ دشمنوں سے تکالیف سہہ کر ان کے حق میں دعائے ہدایت فرمائی۔ (الباطن ص ۳۲)

گناہوں کی مثال

فرمایا معاصی کے خیالات تو گندی چیز ہیں وہ سچ مچ پاخانہ کے برابر ہیں جیسے قلب سلیم کو پاخانہ کے تصور سے قے آتی ہے اور نفرت ہوتی ہے ایسے ہی معاصی کے خیالات سے ہونی چاہیے۔ (الباطن ص ۵۰)

دُرودشریف پڑھنے میں ہمارے نفع کی مثال

فرمایا دُرودشریف پڑھنے میں خود امت کا نفع ہے باقی دُرودشریف پڑھنے سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات بلند ہوتے ہیں وہ خود ہی بڑھنے والے ہیں اگر ہم دُرود شریف نہ بھی پڑھیں تب بھی حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو یہ درجات عطا فرمانا ہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ آقا عید کے دن اپنے بیٹے کو خود ہی عیدی دینے والا ہے اگر اس کا نوکر آقا سے سفارش کرے کہ اپنے بچے کو عیدی دو اس وساطت سے نوکر آقا کی نظر میں بلند مرتبہ ہو جائے گا لڑکے کا اس میں کوئی نفع نہیں، اگر نوکر نہ بھی کہتا تب بھی اسے عیدی ملتی۔ اب اگر وہ نوکر بے وقوف یہ سمجھنے لگے کہ میں بیٹے سے بھی بڑھا ہوا ہوں میں نے اس کو روپیہ دلوایا ورنہ اس کو نہ ملتا یہ اس کی حماقت ہوگی۔ (شکر النعمت بذکر رحمتہ الرحمہ ص ۲۷)

عمل کی مثال عجیب

فرمایا عمل کی یہ کیفیت ہے کہ وہ محض بظاہر آپ کی طرف منسوب ہے ورنہ حقیقت میں وہ آپ کا عمل ہی نہیں کیونکہ تمام آلات ہاتھ پیر جن سے عمل ہوتا ہے سب اسی کے دیئے ہوئے ہیں۔

نیا وردم از خانہ چیزے نخست | تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

میں اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں جو اس کے قبل میرے ذہن میں بھی نہیں تھی کہ آپ کا ایک باورچی ہے اس نے کھانا پکایا تو کیا اس کو حق ہے کہ اس کو اپنا کھانا بتادے ہرگز نہیں کیونکہ سب چیزیں آپ کی ہیں اور ہاتھ پیر جو باورچی کے ہیں تو ان کے تصرف وفعل کو جس سے کھانا پکا ہے ہم نے خرید لیا ہے کیونکہ اجارہ کا خلاصہ مبادلۃ المال بالمنافع ہے تو اس باورچی کی کیا چیز ہوئی کچھ بھی نہیں اگر وہ ایسا دعویٰ کرے تو اس کی تحمیق۔

وجہ صرف یہ ہے کہ اس کی کوئی چیز نہیں تو پھر اس مجموعی سامان کا نتیجہ حاصلہ اس کی ملک کیونکر ہوگا۔ پس ایسا ہی آپ کی نماز کا مال ہے کہ اعضاء اس کے دیئے ہوئے ارادہ اس کا دیا ہوا سب کچھ تو اسی کا ہے تو آپ کی کون سی چیز ہے۔ جس سے یہ دعویٰ ہو کہ میری نماز ہے تو جیسا اس باورچی کا دعویٰ غلط ہے ایسا ہی ہمارا دعویٰ بھی تو اس حالت میں ہمارا کیا استحقاق ہوا بلکہ اتنا فرق ہے کہ باورچی کے منافع تو اصل میں اسی کے تھے جس کے سبب معاوضہ کی

ضرورت ہوئی اور یہاں تو شروع ہی سے سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ (التقویٰ ص ۶)

بیماری سے بچنے کی دوا

فرمایا بیماری سے بچنے کی بڑی دوا بے فکری ہے کیونکہ اصل دافع مرض طبیعت ہی ہے اور اس کو بے فکری سے قوت ہوتی ہے اور اس مسئلہ طبیہ کی صحت کہ طرق علاج معالجین میں مختلف ہے اور سب ہی سے نفع ہوتا ہے۔

ایک علاج بالضد یونانی ہے کہ گرمی کا علاج سردی سے، سردی کا گرمی سے، رطوبت کا یبس سے اور یبس کا رطوبت سے کرتے ہیں۔

دوسرا علاج بالمثل ہے کہ گرمی کا گرمی سے اور سردی کا سردی سے کرتے ہیں۔ تیسرا علاج ڈاکٹری ہے اس کا مدار کسی قاعدہ پر نہیں بلکہ تجربہ پر مدار ہے۔ بس تجربہ ہوگیا کہ کونین دوا ہے تو لگے ہر بخار میں کنین استعمال کرنے، پھر غضب یہ کہ سب دوائیں بنی بنائی ولایت سے آتی ہیں اگر ڈاکٹر صاحب سے چٹ لگانے یا پڑھنے میں غلطی ہوگئی تو یہ کہہ کر مریض سے الگ ہوجاتے ہیں کہ ہم معافی مانگتے ہیں۔

کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

چوں کہ ڈاکٹری علاج سے بھی نفع ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اصل دافع مرض طبیعت ہے دوا فاعل صحت یا دافع مرض نہیں جس شخص کو جس طریق سے اعتقاد ہوتا ہے چنانچہ علاج شروع ہوتے ہی اعتقاد کے سبب طبیعت کو قوت ہوتی ہے اور مرض زائل ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ (خیر الحیات وخیر الممات ص ۸۹،۸۸)

(۱۱) فرمایا آج کل توبہ اس لیے نہیں کرتے کہ توبہ کے بعد گناہ ہوجائے گا تو توبہ سے کیا فائدہ، جب ساری عمر گزر چکے گی اس وقت توبہ کریں گے مگر آج تک ہم نے نہیں دیکھا کہ اگر کوئی بیمار ہوا ہو اور محض اس خیال سے علاج نہ کیا ہو کہ اگر اچھا ہوگیا تو اگلے سال پھر اسی موسم میں بیمار ہوجاؤں گا۔ (العاقلات الغافلات ص ۶)

طب اکبر کا کمال

فرمایا کہ طب اکبر کا کمال یہی ہے کہ اس میں طب ہی کے مسائل ہوں اگر اس میں دو ورق امراض رأس کے پھر دو ورق جوتے سینے کے طریق کے پھر دو ورق امراض حلق کے

پھر دو ورق کپڑا سینے کے بیان میں ہوں تو ایسی کتاب کا عقلاء مذاق اڑائیں گے۔ اگر قرآن شریف میں ایسا ہوتا تو قرآن شریف کا کمال نہ ہوتا۔ اس کا کمال تو یہی ہے کہ اس میں دین کے طریقے بتلائے جائیں ہاں معاش سے ممانعت نہ ہونی چاہیے جبکہ طریقہ مباحہ سے ہو۔ (العاقلات الغافلات ص۱۴)

ڈاڑھی کا وجوب قرآن سے ڈھونڈنے کی مثال

فرمایا ایک شخص کہنے لگے کہ ڈاڑھی رکھنے کا وجوب قرآن میں کہاں ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص آپ پر دعویٰ کر دے اور ثبوت میں پورے گواہ پیش کر دے کوئی کسر باقی نہ رکھے اور حاکم آپ پر ڈگری کر دے اس پر آپ حاکم سے کہیں کہ ثبوت سب پورا ہے گواہ سب ٹھیک ہیں مگر میں تو جب مانوں گا کہ صاحب کلکٹر گواہی دیں۔
(العاقلات الغافلات ص۴۲)

نفس کی مثال

فرمایا حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را　　　　نے برد بازؤ نہ پر و بر ہوا
گر بہ پر گویش گویدا شترم　　　　در نہی بارش بگوید طائرم

نفس کی مثال شتر مرغ کی ہے۔ اگر اونٹ بننے میں بوجھ لادنا پڑتا ہے تو پرند بن جاتا ہے اور پرندہ بننے میں جب اڑنے کی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے تو اونٹ بن جاتا ہے اسی طرح نفس ہے کہ جب عیش و عشرت کے سامان ہوتے ہیں اور دلچسپیوں کا انتظام ہوتا ہے تو قوی ہو جاتا ہے خوب ہاتھ مارتا ہے دل کھول کر گناہ کرتا ہے اور جب کبھی نماز، روزہ کا ذکر ہوتا ہے تو ضعیف بن جاتا ہے، بہانہ تراشتا ہے۔ (الدنیا والآخرۃ، ص۲۲و۲۳)

ہمارے مشائخ کی مثال

فرمایا ہمارے شیوخ کی توجہ ہم پر ہر وقت رہتی ہے جو لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھتے ہیں اور خاص اوقات میں توجہ ڈالتے ہیں ان کی توجہ تو ان خاص اوقات میں ہی رہتی ہے ہمارے

بزرگوں کی توجہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر ہر وقت لازم غیر منفک تھی حالانکہ آپؐ کے ہاں نہ حلقہ توجہ کا اہتمام تھا اور نہ توجہ کا خاص وقت مقرر تھا۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شفیق استاد اپنے شاگرد کا ہر وقت خیال رکھتا ہے اگر وہ سامنے بیٹھے پڑھ رہا ہو تب بھی اس کی حرکات وسکنات کا خیال ہے اور اگر گھر چلا جاتا ہے اور دیر میں آتا ہے تب بھی اس سے پوچھتا ہے کہ اتنی دیر میں کیوں آیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ استاد کو گھر جانے سے پہلے اور عدم موجودگی میں بھی اس شاگرد کا خیال تھا۔ مولانا رومؒ اسی مضمون کو اس شعر میں ادا فرماتے ہیں:

دست پیراز غائباں کوتاہ نیست　　　قبضہ اش جز قبضہ اللہ نیست

(الدنیا والاخرۃ ص ۹۰)

تلاوت کرنے والے کی مثال

فرمایا تلاوت کے وقت اپنے کو پڑھنے والا اور مثل شجرہ طور کے خاکی اور ناقل سمجھے اور حق تعالیٰ شانہ کو متکلم سمجھے۔ یہ مراقبہ صرف الفاظ ہی پر توجہ کرنے میں حاصل ہوسکتا ہے یا یہ مراقبہ کہ حق تعالیٰ ہماری تلاوت کو سن رہے ہیں صرف توجہ علی الالفاظ سے حاصل ہوتا ہے معانی پر توجہ سے یہ مراقبہ نہیں ہوسکتا۔

صاحبو! دریا کی سطح کی سیر میں جو لذت ہے وہ سیر عمق میں نہیں ہے۔ گو سیر عمق سے موتی ہاتھ لگتے ہیں مگر سطح دریا کی سیر بے کار نہیں' اطباء دریا کی سیر کو فرحت بخش بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے دل اور دماغ کو سرور اور نگاہ کو تازگی اور نور حاصل ہوتا ہے۔ صاحبو! سطح دریا کی سیر کو تو بیکار نہ کہا جائے اور سطح قرآن کی سیر کو بے کار کہا جائے کتنا بڑا ستم ہے۔

(الفاظ قرآن ص ۴۳)

اس مثال سے حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ان لوگوں کی غلطی دور کی جو بدوں معانی سمجھے قرآن پاک کے الفاظ کی تلاوت کو بے کار سمجھتے ہیں۔ قرآن پاک کے ایک حرف کی تلاوت سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور معانی کی تلاوت سے نہیں۔ نیز حق تعالیٰ کے اولاً الفاظ

آئے اور معانی اس کے تابع ہو کر آئے۔ پس الفاظ کو اللہ تعالیٰ سے قرب زیادہ ہوا۔

غرض کوئی شخص کلام پاک کے معانی نہ سمجھتا ہو یا اتنی فرصت نہ ہو کہ ترجمہ سیکھ لے۔ اس کو قرآن پاک کی تلاوت نہ چھوڑنا چاہیے اور اتنے بڑے ثواب سے محروم نہ ہونا چاہیے۔

صاحب نسبت کو قبر سے فیض کتنا ہوتا ہے

فرمایا صاحب نسبت کو قبر سے اتنا فیض ہوتا ہے (غیر صاحب نسبت کو مشائخ کی قبور سے فیض نہیں ہوتا اور صاحب نسبت کو قبور سے فیض لینے کی ضرورت نہیں) کہ تھوڑی دیر کے لیے نسبت کو قوت اور حالت میں زیادتی ہو جاتی ہے مگر وہ بھی دیرپا نہیں ہوتی اس کی ایسی مثال ہے جیسے تنور کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر کے لیے جسم میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے کہ جہاں تنور سے ہٹے اور ہوا لگی وہ سب گرمی جاتی رہی اور زندہ مشائخ سے جو فیض ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مقوی دوا کھا کر قوت وحرارت حاصل ہوتی ہے کہ وہ تمام جسم میں پیوستہ ہو جاتی ہے۔ (الفاظ قرآن ص ۶۲)

صاحب حال کی مثال

فرمایا صاحب حال کی ایسی مثال ہے جیسے کسی شخص پر قتل کا مقدمہ ہو اسے کسی وقت چین نہیں، ہر وقت اسی کی تدبیر و اہتمام میں لگا رہتا ہے کہیں گواہوں کی تلاش ہے کہیں پیروی کے واسطے اچھے وکیل کی جستجو، کہیں بیان تحریری وغیرہ کی فکر، کہیں وسائل وسفارش کی کوشش، غرض وہ ہر وقت اس کی دھن میں لگا رہتا ہے وہ کھاتا ہے مگر اس کا کھانا نہ کھانے سے بدتر، وہ سوتا ہے مگر اس کا سونا جاگنے سے بدتر، بہرحال اپنی ضروریات وحوائج بھی پورے کرتا ہے مگر دھن اور فکر کسی اور چیز کی ہے، یہ صاحب حال ہے۔ اسی شخص کا پڑوسی ہے جسے اس سے ہمدردی ہے اور اسے علم ہے کہ ایسا سنگین مقدمہ قائم ہے مگر اسے وہ دھن نہیں جیسے مقدمہ والے شخص کو ہے اس پڑوسی کی مثال صاحب قال کی ہے۔ (العبادہ ص ۴)

فرمایا حق تعالیٰ نے جو وسائط تجویز کیے ہیں وہ آپ کی تسلی کے لیے تجویز کیے ہیں چونکہ انہیں بندوں سے کمال محبت ہے اس لیے ان کی راحت کے لیے وسائط کا انتظام کر دیا کہ آگ تم جلا دو کھانا ہماری قدرت سے پک جائے گا باقی طبخ طعام میں حقیقتاً آگ کا کچھ دخل نہیں۔

حضرات صوفیاء کرام نے اسے خوب سمجھا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ مثلاً سرخ جھنڈی ریل کے روکنے کے واسطے استعمال کی جاتی ہے اور سبز جھنڈی تیز کرنے کے واسطے جو اس کی حقیقت جانتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اصل میں ڈرائیور چلاتا ہے اور وہی روکتا ہے اور جھنڈی محض ایک اصطلاحی علامت ہے اس کے چلانے یا روکنے کے لیے۔ اب دیکھنے والوں میں ایک تو انجینئر ہے جو انجن کے کل پرزوں کا ماہر ہے اور ایک دیہاتی گنوار ہے دیہاتی تو یہ سمجھے گا کہ جھنڈی سے ہی ریل رکتی ہے اور جھنڈی سے ہی چلتی ہے۔ یہ گنوار اس کافر سائنسدان کے مشابہ ہے جس نے خدا کو ایک پنشنر سے بھی کم کر دیا کہ وہ وسائط کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہے اور خدا کو اگر مانتا بھی ہے تو بالکل بیکار سمجھتا ہے (نعوذ باللہ)

اور جو سائنسدان ذرا مسلمان ہے وہ خدا کو بیکار تو نہیں سمجھتا مگر وہ بھی اتنا سمجھتا ہے کہ جیسے کوئی گھڑی میں کوک دے کر الگ ہو گیا' اب جس طرح کوک دینے والے کی مدد کے بغیر گھڑی اسی طرح اس کے زعم میں عالم کی بھی یہی حالت ہے کہ ایک بار اشیاء کو پھیلا کے اور ان میں خواص ودیعت رکھ کر الگ ہو گیا اور پھر ان کا کچھ دخل نہیں رہا باقی جو محققین اور محققین ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہر آن اور ہر شان میں خدا کے تصرف کی ضرورت ہے جس طرح سرخ جھنڈی محض علامت واصطلاح ہے اسی طرح آگ بھی محض ایک علامت ہے باقی اثر اس کا خاص تصرف حق سے ہوتا ہے۔ (العبادہ ص ۱۷'۱۸)

تقدیر کے قائل کی مثال

فرمایا صاحبو! جو سچ مچ تقدیر کا قائل ہے اس کو رنج وغم کبھی نہیں ہوتا یہ جو کبھی کبھی آپ ان کو مصائب میں دیکھتے ہیں یہ نظر بد سے بچانے کے لیے صورت رنج وغم ہے جس کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

دل ہمی گوید از و رنجیدہ ام　　وزنفاق ست اوخندیدہ ام

ان کو مصائب سے ایسی کلفت ہوتی ہے جیسے مرچوں کے کھانے والے کو کلفت ہوتی ہے کہ ظاہر میں آنسو جاری ہیں مگر دل میں ہنس رہا ہے اور مزے لے لے کر کھا رہا ہے ان کو اس میں ایسی لذت آتی ہے کہ سلطنت کے بدلہ میں بھی اپنی تنگی اور فقر و فاقہ وغیرہ کو دینا نہیں چاہتے۔ (خیر الحیات وخیر الممات ص ۱۰)

قرآن پاک کے طرز کی مثال

فرمایا قرآن مجید کا طرز مصنفین کے کتب کے طرز پر نہیں یعنی اس میں نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے علیحدہ علیحدہ ابواب وفصول نہیں۔

(قرآن مجید کی عجیب ترتیب ہے کہ اس میں ابواب وفصول نہیں بلکہ ہر مضمون میں ایسی جامعیت کا لحاظ ہے کہ جو آیت بھی لی جائے وہ ہر مرض کے علاج کے لیے کافی وافی ہے گو ہر مقام پر ظاہر نظر میں کسی خاص مرض کا علاج معلوم ہوتا ہے لیکن تعمق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر مرض کا علاج ہے۔ (التقویٰ ص ۳)

اس کا سبب حق تعالیٰ شانہ کی اپنے بندوں سے غایت، شفقت اور بے انتہا ترحم ہے۔ جیسے باپ کی شفقت بیٹے کے ساتھ اس قدر کامل ہونے کے اس کی نصیحت میں خاص ترتیب نہیں ہوتی مثلاً وہ بیٹے کو تمیز سکھلائے کہ بیٹا بڑوں کا ادب کیا کرتے ہیں اور ان کو سلام کیا کرتے ہیں، عین اس موقع پر بیٹے نے کھانے کا بڑا لقمہ لیا، باپ نے فوراً کہا کھانے کا چھوٹا لقمہ لو، اگر کوئی کہے کہ باپ کا کلام بے جوڑ ہے تو بھائی تم کو اس لیے بے جوڑ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو شفقت کی اطلاع نہیں جس کو شفقت ہوتی ہے اس کو ربط کے انتظار کی ضرورت نہیں مگر باوجود قرآن پاک کے اس طرز کے کلام نہایت مرتب اور مربوط ہے تو غایت بلاغت ہے۔ (التقویٰ ص ۴)

دنیا کی مذمت بیان کرنے کا سبب

فرمایا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی مذمت اس لیے فرمائی کہ بعض لوگ اس کے رنگ وروپ پر فریفتہ ہونے والے تھے، اگر اُمت میں کوئی بھی اس کی وقعت کرنے والا نہ ہوتا تو آپ کبھی بھی اس کی مذمت نہ فرماتے۔ چنانچہ پیشاب یا پاخانہ کی مذمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی کیونکہ اس سے سب کو نفرت ہے اور شراب کی مذمت فرمائی کیونکہ اس سے سب کو نفرت نہیں بلکہ بعضے اس کے فریفتہ ہیں۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں یہ بھی پیشاب پاخانہ ہی کے مثل تھی مگر بعض افراد امت کی رغبت کی وجہ سے مذمت خمر کی ضرورت ہوئی۔ (مظاہر الاقوال ص ۶)

تکرار کی مثال

فرمایا کہ میں کہتا ہوں ہر چیز کا تکرار فضول اور بے ضرورت نہیں ہوتا اس کی یہ مثال دیا کرتا ہوں کہ جیسے کھانا کھاتے ہیں جو ہر دن مکرر ہوتا ہے۔ (مظاہر الاقال ص ۸)

حضرت حکیم الامتؒ مذمت دنیا کا مضمون بیان فرمارہے ہیں تھے۔ سامعین کا شاید خیال ہو کہ مضمون پرانا ہے بارہا سنا ہوا ہے اس پر مذکورہ بالا مثال بیان فرمائی۔

ہماری نماز کی مثال

فرمایا! ہمارے اعمال عموماً ناقص اور مختل ہیں مثلاً ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہر شخص خود سوچ لے کہ ہماری نماز کیسی ہوتی ہے۔ بس حق تعالیٰ کی یہ بھی بڑی رحمت ہے جو مواخذہ ہی نہ فرمائیں اور یہ رحمت پر رحمت ہے کہ قبول فرمالیں۔

(مولانا عارف رومیؒ نے عجیب مثال بیان فرمائی ہے:

ایں قبول ذکر تو رحمت ست　　　چوں نماز مستحاضہ رخصت ست

اور اگر کسی کے عمل اچھے بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کی عظمت کے قابل تو ہرگز نہیں بلا تشبیہ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک قوی پہلوان کے پیر ایک لڑکا دبائے۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ دبائے ہی نہیں محض نام ہی کے لیے پیروں پر ہاتھ دھرے یہ تو ناقص ہے کہ اس نے اپنی ہمت کے موافق بھی عمل نہیں کیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ خوب زور سے دبائے کہ سارا زور ختم کردے اس نے اپنے نزدیک تو بہت کچھ کیا مگر پہلوان کی قوت کے سامنے اس نے کچھ بھی نہیں کیا اس کو تو خبر بھی نہ ہوگی یہ ہمارے اعمال کاملہ کی مثال ہے ہم اپنے اعمال کو اسی وقت تک کچھ سمجھ سکتے ہیں جب تک اپنے اوپر نظر ہو اور جب خدا تعالیٰ کی عظمت پر نظر ہوگی تو ہر دعویٰ کا کیا منہ ہے۔

شیخ سعدیؒ اسی کو فرماتے ہیں:

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش　　　عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزا وار خدا وندیش　　　کس نہ تواند کہ بجا آورد

(مظاہر الاقوال ص ۱۹)

قرآن پاک کے طرز کی مثال

فرمایا! قرآن مجید کا طرز معالجین کا سا ہے چنانچہ اطباء کی اپنی خاص بیانات میں ترتیب نہیں ہوتی۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (مظاہر الاقوال ص ۱۰)

اسرار کی مثال

فرمایا! اسرار کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ کا محل سرائے' زنان خانہ اور خاص خزانہ ہوتا ہے۔ بادشاہ اگر کسی کو خود اپنے محل سرائے اور زنان خانہ کی سیر کرادے تو اس کی عنایت و رحمت ہے خود کسی کو اس درخواست کا حق نہیں ہے اور اگر کوئی ایسی درخواست کرے گا تو وہ شاہی عتاب میں گرفتار ہوگا اور اس پر دوسرے جرائم کی نسبت عتاب زیادہ ہوگا کیونکہ اور جرائم کا منشا کبر نہیں شہوت ہے اور اس جرم کا منشاء کبر ہے اور کبر سے بدتر کوئی جرم نہیں۔ (استمرار التوبہ ص ۴)

تمہید طویل ہونے کی مثال

فرمایا تمہید اکثر لمبی ہوا کرتی ہے مقصود لمبا نہیں ہوا کرتا۔ دیکھو روٹی مطلوب ہے وہ تو مختصر ہے اور اس کی تمہید کس قدر لمبی ہے کہ زمین کو جوتو' ہل چلاؤ' بیل خریدو' پانی دو اور ہزار قسم کے جھگڑے کرتے' تب روٹی سامنے آتی ہے' یہ ایسا ہے جیسے مور کی دم مور سے لمبی ہوتی ہے حالانکہ مثل تمہید کے تابع ہے۔ (استمرار التوبہ ص ۲۹)

حفیظ مرحوم نے خود کہا ہے: ع

تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

قبض کے نافع ہونے کی مثال

فرایا حق تعالیٰ بعض دفعہ آئندہ کے انتظام واصلاح کے لیے سالک پر قبض وارد کرتے ہیں تاکہ عجب و کبر میں مبتلا نہ ہو۔ پس قبض ایسا اثر نہیں جس سے ناراضی یا عدم لطف کا یقین ہو جائے بلکہ ایسا اثر ہے جو لطف کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے مگر جن کو پیش آتا ہے ان سے پوچھئے کہ اس وقت ان کی جان پر کیسے بنتی ہے کیوں کہ سالک اس کو عدم رضاء حق کا سبب سمجھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ بچہ پچھنے لگوانے کے وقت ماں باپ کو اپنا دشمن سمجھتا ہے

اور اسے علامت عدم رضا والدین سمجھتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ دودھ پلانے کے وقت ماں مجھ پر مہربان ہے اور حجامت کے وقت دشمن مگر حقیقت میں یہ عین لطف ہے:

طفل مے لرزد زنیش احتجام　　　مادر مشفق ازآں غم شاد کام

(ارضاء الحق حصہ دوم ص۵)

مبتدی کے تاثر کی مثال

فرمایا مبتدی کا تاثر تو ایسا ہے جیسے بچہ کہ ذرا سا زخم ہو جائے اور اس میں خون نکل پڑے تو گھبرا کر روتا ہے کہ ہائے خون نکل آیا اور سمجھتا ہے کہ بس جان نکل جائے گی اور متوسط کی ایسی حالت ہے جیسے کسی کو کلوروفام سنگھا کر آپریشن کیا جائے' وہ نشتر لگنے سے ظاہر میں ذرا متاثر نہیں ہوتا اور ناواقف یہ سمجھتا ہے کہ یہ بڑا بہادر ہے اور منتہی کامل کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کو بدوں کلوروفام سنگھائے آپریشن کیا جائے اس کے منہ سے آہ نکلتی ہے اور نشتر لگنے سے متاثر ہوتا ہے تکلیف کا احساس بھی ہوتا ہے لیکن فکر اور سوچ نہیں ہوتی اور وہ اس سے گھبراتا بھی نہیں بلکہ دل سے راضی ہے اور خوشی میں نشتر لگوا رہا ہے ناواقف اس کی آہ سن کر سمجھتا ہے کہ یہ بزدل اور کمزور ہے مگر حقیقت شناس جانتا ہے کہ جس نے آہ نہیں کی یہ اس کا کمال نہ تھا بلکہ کلوروفام کا کمال تھا جس نے آہ کی ہے یہ اس سے زیادہ کامل ہے کہ تکالیف کا احساس ہو رہا ہے اور پھر خوشی سے نشتر لگوا رہا ہے۔ (ارضاء الحق حصہ دوم ص۶۳)

ترقی در ہم کی مثال

فرمایا ہم بدوں سلامت دین کے ترقی درم کو ترقی ورم سمجھتے ہیں جس شخص کے بدن پر ورم ہو جائے ظاہر میں وہ بھی ترقی یافتہ ہے مگر حقیقت میں وہ تنزل کی طرف جا رہا ہے یہی حال بدوں دین کے ترقی درم ہے۔ (ہم الآخرہ ص۳۲)

قرآن پاک کا طرز تعلیم

فرمایا حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں تعلیم کے اندر تدریج کا بہت اہتمام فرمایا ہے اول میں مضامین اور طرح کے ہیں یعنی احکام بہت کم بس تھوڑے تھوڑے اور کہیں کہیں ہیں' شروع میں زیادہ تر عقیدوں کی درستگی کی گئی ہے پھر آہستہ آہستہ جس قدر سہار ہوتی گئی احکام

نازل ہوتے گئے جیسے اول بچہ کو دودھ دیتے ہیں پھر کچھ دن بعد جب معدہ میں قوت آ چلی تو کچھ حلوا دینے لگے پھر کچھ روز روٹی چور کر کھلائی' اتنے میں دانت نکل آئے اور کچھ چلنے لگا' اب ایک آدھ ریشہ بوٹی کا بھی دینا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ خوب گوشت روٹی پلاؤ زردے سب ہی کچھ کھانے لگا پھر تو ماشاء اللہ یہ حالت ہوگئی کہ جو کچھ بھی اور جتنا بھی کھالیا بس بیٹھے بیٹھے سب ہضم۔ اگر اول ہی بچہ کو حلوا اور گوشت روٹی کھلا دی جائے تو بجز اس کے کہ غریب کی امعاء پھٹ جائیں اور کیا ہوگا اسی طرح حق تعالیٰ نے تعلیم میں نہایت تدریج اختیار فرمائی جیسا مذاق مکلف کا دیکھا ویسا ہی اس کو ترغیب دی ہے۔ (راحت القلوب ص ۵)

اختلاف کی عجیب مثال

فرمایا ہر شخص راحت کا طالب ہے کسی نے اپنے مقصود کا نام اولاد رکھا' دوسرے نے جائیداد' گاؤں' ملکیت' تیسرے نے حکومت' عہدہ' اعزاز' ہر شخص ان چیزوں میں راحت کو ڈھونڈتا ہے۔

حضرت مولانا رومیؒ نے اس اختلاف کی عجیب مثال دی ہے کہ ایک مرتبہ فارسی' ترکی' عربی' رومی رفیق سفر ہوئے' ہر شخص اپنی زبان میں انگور مانگتا تھا لیکن اختلاف زبان کے سبب آپس میں جھگڑ رہے تھے' ایک شخص جو چاروں زبانیں جانتا تھا انگور لے آیا تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا ہم یہی چاہتے تھے:

اختلاف خلق از نام اُفتاد چوں بمعنی رفت آرام اُفتاد

(راحت القلوب ص ۱۰)

اسلام کے باغی کی مثال

فرمایا بعض مدعیان عقل کو اس میں شبہ ہے کہ ایک شخص میں سارے کمالات سخاوت' مروت' ایثار اور قومی ہمدردی وغیرہ سب کچھ موجود ہیں لیکن یہ شخص مسلمان نہیں تو اس کی نجات نہ ہوگی اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص ایم اے ایل ایل بی' سائنس کا بڑا ماہر اور انگریزی داں ہو اور اس نے صنعتیں ایسی ایجاد کی ہوں کہ اہل یورپ بھی دنگ ہوں مگر یہ شخص باغی سلطنت ہو تو جج اس کو پھانسی' عبور دریائے شور یا حبس دوام کی سزا دے گا اور آپ کو اس پر وسوسہ بھی نہ آئے گا کہ

ایسی سخت سزا انصاف اور ترحم کے خلاف ہے جبکہ مذکورہ شخص میں اتنی صلاحیتیں موجود ہیں اور خدا نے جو اس کے مثل فیصلہ فرمایا اس پر شبہ پیش کر دیا صاحبو! یہ کیسا ایمان ہے۔ (ملت ابراہیم ص ۶)

بے عمل مسلمان کی مثال

فرمایا کلمہ پڑھ کر دعویٰ ہے کہ ہم کلمہ گو ہیں مسلمان مگر ایک پیسے کے مالک کو مالدار نہیں کہتے اور ایک پیسہ کا مالک اپنے کو مالدار کہتے ہوئے شرماتا ہے بلکہ مالدار اسے ہی کہتے ہیں جس کے پاس معتد بہ مقدار مال کی ہو تو پھر کلمہ پڑھ کر اعمال صالحہ کیوں نہیں کرتے۔ (ملت ابراہیم ص ۱۲)

دعا میں بے توجہی کی مثال

فرمایا صرف زبانی دعا کہ آموختہ سا رٹا ہوا پڑھ دیا نہ خشوع نہ خشیت نہ دل میں اپنی عاجزی کا تصور یہ خالی از معنی دعا کیا ہوئی اس بے توجہی کی مثال تو ایسی ہوئی جیسا کوئی شخص کسی حاکم کے ہاں عرضی دینا چاہے اور اس طور پر عرضی پیش کرے کہ حاکم کی طرف پیٹھ کرے اور منہ اپنا کسی دوست یار کی طرف کر کے اس عرضی کو پڑھنا شروع کر دے۔ دو جملے پڑھ لیے پھر یار دوستوں سے ہنسی مخول کرنے لگے پھر دو جملے پڑھ دیئے اور اُدھر مشغول ہو گئے۔ اب سوچ لینا چاہیے کہ حاکم کی نظر میں ایسی عرضی کیا قدر ہو سکتا ہے بلکہ اُلٹا یہ شخص قابل سزا ٹھہرایا جائے گا۔ بس یہی معاملہ ہے دُعا کا۔

دعا میں جب تک کہ پورے طور پر قلب کو حاضر نہ کرے گا اور عاجزی اور فروتنی کے آثار اس پر نمایاں نہ ہوں گے ایسی دعا دعا نہیں خیال کی جا سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو قلب کی حالت کو دیکھتے ہیں۔

ما بروں را ننگرم و قال را ۔۔۔ ما در و سزا بنگریم و حال را
ناظر قلبیم گر خاشع بود ۔۔۔ گرچہ گفت لفظ ناخاصع بود

(مہمات الدعاء حصہ اول ص ۴)

دعا میں اول و آخر درُود شریف پڑھنے کی مثال

فرمایا جس دعا کے اول و آخر درُود ہو وہ ضرور قبول ہوتی ہے کیونکہ درُود شریف ضرور قبول ہوتا ہے تو جو دعا اس کے ساتھ ہو وہ بھی ضرور قبول ہوگی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ کھانڈ کے چنے

کے اندر چنا ہوتا ہے اور اوپر کھانڈ لپٹی ہوئی ہوتی ہے اس مٹھائی کے سبب وہ چنے بھی مٹھائی کے حساب میں بکتے ہیں کیونکہ ان پر کھانڈ لپٹی ہوئی ہوتی ہے اس واسطے وہ اسی کے حکم میں ہوگئی۔

اسی طرح وہ دعا بھی دُرودشریف کے حکم میں ہوگئی یا جیسے پتے مٹھائی کے ساتھ جاتے ہیں اور کوئی ان کو واپس نہیں کرتا اور یہی راز وحکمت ہے نماز میں جماعت کی کیونکہ

ع بدا نرا بہ نیکاں بہ بخشد کریم

(سیرت الصوفی ص۹)

آئینہ دیکھنے والوں کی اقسام

فرمایا: آئینہ کے دیکھنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ضرورت سے خریداری وغیرہ کے صرف آئینہ کو دیکھتے ہیں اس کی موٹائی، چوڑائی، شفافیت پر ان کی نظر ہوتی ہے یہ مثال ہے محجوبین غافلین اہل صورت کی۔ ایک وہ کہ صرف اس چیز کو دیکھتے ہیں جو کہ آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اور آئینہ کو نہیں دیکھتے۔ یہ مثال ہے غیر کاملین مغلوب الحال لوگوں کی۔ یہ غلبہ حال سے مظہر کو نہیں دیکھتے صرف صورت ظاہر کو دیکھتے ہیں اور ایک جو وہ آئینہ اور صورت منعکسہ دونوں کو دیکھتے ہیں اور دونوں کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اس کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ یہ شان ہے انبیاء علیہم السلام اور عارفین کاملین کی جو حقوق حق کی رعایت کے ساتھ حقوق عباد کی رعایت بھی ان کے نصب العین رہتی ہے۔ یہ لوگ جامع ہیں۔ (سیرت الصوفی ص۱۴)

برکفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے ندا ند جام سنداں باختن

گناہ صغیرہ کی مثال

فرمایا ہر گناہ گو وہ صغیرہ ہو اپنی حقیقت کے اعتبار سے عظیم ہے کیونکہ گناہ کی حقیقت ہے حق تعالیٰ شانہ کی نافرمانی اور نافرمانی خواہ چھوٹی ہو بڑی سے باقی گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا تفاوت ایک امر اضافی ہے ورنہ اصل حقیقت کے اعتبار سے سب گناہ بڑے ہی ہیں کسی کو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے جیسے آسمان دنیا عرش سے تو چھوٹا ہے مگر درحقیقت کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ دوسری مثال ناپاکی اور پلیدی ہے کہ پلیدی چاہے تھوڑی ہو مگر حقیقت میں تو پلیدی ہے۔

(استخفاف المعاصی ص۳)

توبہ کے بھروسہ گناہ کرنے والوں کی مثال

فرمایا توبہ کے بھروسہ گناہ کرنا نہایت حماقت ہے مگر بعض ناداں پھر بھی دھوکے میں توبہ کی توقع پر گناہوں پر دلیری کرتے ہیں۔ اس شخص کی ایسی مثال ہے کہ اس کے پاس مرہم ہو اور وہ اس کے بھروسہ سے اپنی انگلیاں آگ میں جلا لیتا ہو کیا یہ شخص پورا احمق نہ ہوگا کیا کسی عاقل نے کبھی ایسا کیا ہے؟ جب اس آگ پر دلیری نہیں کی جاسکتی تو دوزخ کی آگ تو اس آگ سے ستر حصہ زیادہ ہے اور توبہ گو بظاہر اختیاری ہے مگر مرہم کی طرح من کل الوجوہ اختیاری نہیں کیونکہ توبہ کی حقیقت یہ ہے اَلتَّوْبَۃُ نَدَمٌ. اور یہ اختیار سے خارج ہے۔ (استخفاف المعاصی ص ۵)

عبادت کے وقت سلام کرنا منع ہے

فرمایا عبادت کے وقت خواہ وہ ذکر ہو یا قرآن یا نماز' سلام ممنون ہے کیونکہ ایسے وقت سلام کرنا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کرنا ہے اس کی مثال ہے جیسے کوئی شخص حاکم کے پاس بیٹھا باتیں کررہا ہو ایک دوسرا شخص آ کر اس کو اپنی طرف مشغول کرنا چاہے کیا یہ خلاف ادب نہ ہوگا؟ (حقوق المعاشرت ص ۵)

علماء کی قدردانی نہ کرنے کی مثال

فرمایا عیدین اور جمعہ میں جو لوگ محض رسم جان کر مصافحہ یا معانقہ کرتے ہیں کہیں ثابت نہیں مگر عوام کے حال پر افسوس ہے کہ باوجود جہل کے علماء سے مقابلہ کرتے ہیں اور بتلانے والے علماء سے مزاحمت کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان کے دل میں علماء کی وقعت نہیں ورنہ وقعت خود مانع ہوتی ہے مزاحمت سے۔ دیکھو اگر انجینئر کسی سرکاری عالی شان قیمتی عمارت کے گرانے کا حکم دے دے اور اس کے عیب و نقصان کی تفصیل نہ بیان کرے تو وہ عمارت فی الفور گرادی جاتی ہے ذرا تامل نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کو ماہر و معتبر سمجھ کر اس کی تجویز کو باوقعت سمجھا جاتا ہے اور بڑے سے بڑا فاضل دل میں یوں جانتا ہے کہ جس بات کو انجینئر کی عقل اور نظر معلوم کرسکتی ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ افسوس! علماء کو اتنا بھی نہیں سمجھا جاتا۔ (حقوق المعاشرت ۱۰)

قرآن وحدیث کی مثال

فرمایا قرآن وحدیث بمنزل کتب طب کے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ طبیب کے نہ یہ کہ قرآن وحدیث بمنزلہ کتب درسیہ کے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمنزل مدرس کے کیونکہ طبیب کا مریض کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ وہ مریض کے شکوک محتملہ بعیدہ کو دفع نہیں کرتا بلکہ صرف ان اشیاء سے بحث کرتا ہے جس میں ابتلاء واقع ہے اور مدرس درس کے وقت عبارت میں جس قدر شکوک ہوتے ہیں دفع کرتا ہے بلکہ ان شکوک کو بھی دفع کرتا ہے جس کی طرف ذہن بھی بمشکل منتقل ہوتا ہے۔ (الاخلاص حصہ اول ص ۴)

احکام شریعت میں علل دریافت کرنے کا سبب

فرمایا دیکھو کوئی اس کی مصلحت نہیں پوچھتا کہ لفافہ پر ایک روپیہ کا اسٹام لگا دیں تو بیرنگ ہو جاتا ہے اور دو پیسہ (اس وقت کے لفافہ کی قیمت) کا ٹکٹ لگا دیں تو بیرنگ نہیں ہوتا حالانکہ اس کی قیمت میں ۱۵۔ کا فرق ہے اور اگر بالفرض کوئی سوال بھی کرے تو اس شخص کو پاگل اور احمق سمجھیں گے اور پھر جواب دیں گے کہ قانون اسی طرح ہے اور اس مجیب کو اس جواب غیر مفصل اور غیر مدلل سے یوں نہ کہیں گے کہ جواب سے عاجز ہے بلکہ ہر شخص سمجھے گا کہ جواب کافی ہو گیا تو اس تسلیم وانقیاد کی وجہ بجز عظمت کے کیا ہے چونکہ حکام کی عظمت قلوب میں راسخ اور متمکن ہوتی ہے اس لیے زبان بلکہ قلب پر مہر لگا دی اور سوائے آرے بلٰی اور نعَمْ کے لا زبان پر نہیں آسکتا۔ جب یہ قاعدہ ثابت ہو گیا تو اب میں سخت حیرت اور تعجب میں ہوں کہ اللہ اکبر ایک ادنیٰ حاکم مجازی فانی عاجز اپنے ہم جنس کے حکم کے سامنے ایسے مجبور اور جماد محض بن جاتے ہیں اور احکم الحاکمین، حاکم حقیقی، قادر مطلق کے امر میں لم اور علت اور حکمت پوچھی جاتی ہے، افسوس صد افسوس۔ (الاخلاص حصہ اول ص ۸)

وساوس کے قلب سے باہر ہونے کی مثال

فرمایا وساوس باطن قلب کے اندر نہیں ہوتے گو متوہم ایسا ہی ہوتا ہے مگر حقیقت میں بیرون قلب ہوتے ہیں جیسے کہ آئینہ کے باہر مکھی بیٹھ جاوے تو دیکھنے والے کو تو یہ معلوم ہو گا کہ یہ مکھی آئینہ کے اندر بیٹھی ہے حالانکہ وہ باہر ہے۔ (الاخلاص حصہ اول ص ۱۷)

اصول شرعیہ چار ہیں

فرمایا اصول شرعیہ چار ہیں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اجماع وقیاس سائل کا یہ منصب نہیں کہ کہے صرف قرآن وحدیث سے ثابت کرو جیسے کوئی شخص ہزار روپے کا دعویٰ عدالت میں دائر کردے اور گواہ پیش کرے تو مدعا علیہ کو یہ منصب نہیں ہے کہ کہے میں ان گواہوں کی گواہی نہیں تسلیم کرتا۔ جب تک فلاں فلاں گواہی نہ دیں گے میرے نزدیک حکم ثابت نہ ہوگا۔ عدالت سے سول ہوگا کہ ان گواہوں میں تمہارے نزدیک کوئی جرح ہے مدعا علیہ کہے کہ جرح کچھ نہیں معتبر ہیں مگر میں تو فلاں فلاں کی گواہی تسلیم کروں گا اس کی یہ بکواس ہرگز معتبر نہ ہوگی اور عدالت سے ان ہی گواہوں پر فیصلہ ہوگا۔ تاوقتیکہ کوئی جرح ثابت نہ کیا جاوے۔ (الاخلاص حصہ اول ص ۲۳)

طالب حق کو ملامت میں مزا آتا ہے

فرمایا طالب حق کو تو ملامت میں اور زیادہ مزہ آتا ہے جب چاروں طرف سے ملامت کی بوچھاڑ پڑنے لگتی ہے تو اس کو طبعاً چڑ ہو جاتی ہے اور اپنے فعل پر اصرار پیدا ہو جاتا ہے اور اس کام میں اور پختہ ہو جاتا ہے۔

مثلاً ایک شخص نے شادی میں کوئی رسم نہیں کی اس پر لوگوں نے اسے ملامت شروع کی تو یہ شخص ترک رسوم میں اور زیادہ پختہ ہو جائے گا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے کوئی شئی بے حکمت پیدا نہیں فرمائی خواہ وہ شئی آفاقی ہو یا انفسی مثلاً چڑ کہ بظاہر موذی اور مضر معلوم ہوتی ہے مگر اس میں یہ نفع نکلا کہ اس سے دین کو پختگی ہو سکتی ہے۔ (ذم ہویٰ ص ۶)

مثنوی میں فحش حکایات بیان کرنے کی مثال

فرمایا مولانا رومؒ کی مثنوی میں بہت سے فحش قصے ایسے ہیں کہ اگر یہ کتاب مولاناؒ کی نہ ہوتی تو ہم اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتے وجہ اس کی یہ ہے کہ مولانا نے جہاں کہیں ایسے قصے لکھے ہیں وہاں بغیر ان کے کام نکل ہی نہیں سکتا تھا تو اب اس کی مثال ایسی ہوگئی جیسے اناج کی کاشت کہ اناج پاکیزہ چیز ہے لیکن اس کی کھاد میں میلے کا کھاد دینا پڑتا ہے اگر اس پر اناج کی پیداوار موقوف نہ ہوتی تو اس کا ڈالنا لطیف طبیعتیں کبھی گوارا نہ کرتیں۔ یہ لوگ چونکہ اہل تحقیق

اور عارف ہیں یہ فحش سے بھی وہ پاکیزہ چیزیں نکالتے ہیں کہ دوسرا کوئی نہیں نکال سکتا۔ ان کے فحش کلام سے بھی انوار پیدا ہوتے ہیں اور جن کو دین وعرفان سے مس نہیں ان کے پاکیزہ کلام سے بھی ظلمت اور گندگی پیدا ہوتی ہے۔ (جلاء القلوب معروف بہ جام جمشید ص ۸)

سارے دین کے جوہر ہونے کی مثال

فرمایا دین سارے کا سارا جوہر اور ست ہی ہے جن اجزاء کو زوائد سمجھا جاتا ہے وہ زوائد نہیں اگر وہ زوائد ہوتے تو ان کے ترک پر وعید کیوں ہوتی اس کی مثال ایسی ہے منہ میں ۳۲ دانتوں میں سے اختصار کر کے ایک دانت باقی رکھیں تو کھانا دشوار ہو جائے گا۔ پیر دو نہ ہوں تو چلنا پھرنا ناممکن ہو جائے گا' دو ہاتھ نہ ہوں تو آبدست کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اب سمجھئے کہ جس طرح اعضاء کے اختصار پر مضار مرتب ہیں دین آخرت کا کام ہے اس کی کمی پر وعیدیں موجود ہیں کہ اگر یہ کام نہ ہوگا تو اس پر یہ عذاب مرتب ہوگا۔ (جلاء القلوب ص ۳۳)

مستحبات کی مثال

فرمایا مستحبات کی مثال احکام کے اندر ایسی ہے جیسے دعوت کے کھانوں میں چٹنی، چٹنی کسی معنی میں زائد ہی ہے کہ نہ اس پر بقائے حیات موقوف ہے نہ پیٹ بھرنا موقوف ہے۔

پھر دیکھئے چٹنی کا بھی کتنا اہتمام ہوتا ہے کہ فرمائش کر کے چٹنی منگائی جاتی ہے اور صرف ایک ہی قسم کی چٹنی سے سیری نہیں ہوتی بلکہ طرح طرح کی چٹنیوں کا مطالبہ ہوتا ہے اور بلا چٹنی کے دعوت پھیکی سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح صرف فرائض ومؤکدات ادا کر لینے سے ضرورت کا مرتبہ تو پورا ہو جائے گا اور آخرت میں عذاب بھی نہ ہوگا لیکن بلا مستحبات کے جنت سونی سونی رہے گی۔ اس کے جنت کا حصہ دوسروں کے حصہ کی نسبت ایسا رہے گا جیسا کم درختوں کا باغ زیادہ درختوں والے باغ کے سامنے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام ہے جو شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت پہنچایا گیا ہے۔ "اَلْجَنَّةُ قِیْعَانٌ وَّغَرَاسُهَا سُبْحَانَ اللّٰه" یعنی اپنی امت سے فرما دیجئے کہ جنت ایک چٹیل میدان ہے اور اس میں درخت لگانے کی ترکیب یہ ہے کہ سبحان اللہ پڑھا جائے۔ (جلاء القلوب ص ۳۵)

کلمہ توحید کا اقرار سارے اجزاء دین کو شامل ہونے کی مثال

فرمایا لا الہ الا اللہ ایک عنوان ہے جو تمام اجزائے دین کو شامل ہے' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' معاملات' معاشرت' اخلاق' فرائض اور مستحبات سب اس میں آ گئے۔ اس کی موٹی مثال ایسی ہے جیسے نکاح میں صرف ایجاب وقبول ہوتا ہے۔

فرض کیجئے کہ کسی نے نکاح کیا پھر چند روز کے بعد بی بی صاحبہ نے نان ونفقہ کا مطالبہ کیا اور آٹے دال کا تقاضا کیا اور رہنے کو گھر مانگا تو کیا دولہا میاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ واہ میں نے تو تمہیں قبول کیا تھا' اس آٹے دال گھر گھرستی کو کب قبول کیا تھا اگر کوئی ایسا کہے تو اس پر سب ہنسیں گے اور اس کو بے وقوف بتائیں گے اور یہی جواب دیں گے کہ میاں تم نے جو نکاح میں یہ کہا تھا کہ میں نے تجھ کو قبول کیا اس میں سب کچھ آ گیا نان نفقہ بھی' گھر گھرستی بھی' نمک' تیل' لکڑی بھی۔ (جلاء القلوب ص ۴۷)

علماء کے گناہوں سے منع کرنے کے سبب کی عجیب مثال

فرمایا علماء جو گناہ اور معصیت سے منع کرتے ہیں تو اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں پھر ان پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے جیسے اگر طبیب کسی کو کوکین کھاتے دیکھے تو ضرور منع کرے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ گو اس وقت تو اس کا نقصان ظاہر نہیں ہوا لیکن انجام اس کا خون کا خشک ہو جانا اور مہلک امراض کا پیدا ہونا ہے۔ اس واسطے وہ منع کرتا ہے وہاں کوئی یہ نہیں کہتا کہ لوگ کوکین سے کیا فائدہ حاصل کر رہے ہیں نہ کسی کا خون خشک ہوتے دیکھا نہ کسی کو مرتے دیکھا اور حکیم صاحب ہیں کہ منع ہی کرتے ہیں اگر کوئی ایسا کہے تو اسے بے وقوف کہا جائے گا نہ کہ حکیم صاحب کو۔

اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ یہ ظاہری کوکین دنیا میں مضر ہے اور غفلت اور معصیت کی کوکین آخرت میں مضر ہوگی۔ (جلاء القلوب ص ۴۸)

صاحب دل کی عجیب مثال

فرمایا زبان میں قوت ذائقہ ہے کہ منہ میں رکھتے ہی حکم لگا دیتی ہے کہ یہ چیز کڑوی ہے اگرچہ دلائل اور شواہد اس کے خلاف ہوں۔ مثلاً ایک شخص نے ہمارے سامنے قند پانی میں گھول کر شربت بنایا۔ ظاہر ہے یہ شربت میٹھا ہی ہوگا لیکن جب زبان تک پہنچا تو تلخی پائی گئی۔ اب

اس وقت دلائل وشواہد کا حکم تو یہ ہے کہ میٹھا ہونا چاہیے کیونکہ اس میں قند ہے اور پانی ہے کڑوی کوئی کوئی چیز نہیں اور وہ شخص بھی معتبر ہے اس نے کوئی اور چیز ملائی بھی نہیں لیکن زبان جو کہ ماؤف نہیں ہے اس کے خلاف حکم کرتی ہے تو اب فرمایئے کہ کس کا حکم معتبر ہوگا اور دلائل وشواہد میں غور کیا جائے گا کہ اس میں کہاں غلطی ہوئی۔ اس شربت بنانے والے کے ہاتھ کڑوے تھے یا پانی میں کوئی چیز کڑوی پڑ گئی یا جس دکان سے وہ قند لایا گیا تھا وہاں کوئی غلطی ہوگئی تھی۔

غرض دلائل وشواہد میں تاویل کی جائے گی یا ان کو غلط کہا جائے گا لیکن زبان کے حکم کو غلط نہ کہا جائے گا۔ یہی حالت اصحاب قلب کے حکم کی ہوتی ہے کہ اول وہلے میں جو حکم انہوں نے لگا دیا گو اس وقت دلیل نہ بیان کر سکیں بلکہ بادی النظر میں دلیل اس کے خلاف بھی موجود ہو لیکن صحیح وہی ہوگا جو انہوں نے لگایا اور تامل سے بعد میں دلیل بھی مل جائے گی۔ (جلاء القلوب ص ۹۵)

حضرت شیخ اکبر کی تحقیقات کی مثال

فرمایا حضرت شیخ اکبرؒ کے عارف اور بہت بڑے ولی ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔ انہوں نے اگر ایک دو جگہ لغزش کی ہے تو ہزار جگہ ایسی تحقیقات بھی بیان کی ہیں جن سے قرآن وحدیث کی حقیقت اور عظمت معلوم ہوتی ہے جس نے شریعت کے اس قدر اسرار بیان کیے ہوں اس سے ایک دو جگہ لغزش بھی ہو جائے تو اس سے اس کے حسن میں کیا فرق آ سکتا ہے۔ حسین چہرہ میں سیاہ تل سے رونق ہی بڑھتی ہے حسن کم نہیں ہوتا۔

بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے ریاضتیں بہت کی ہیں انوار کو بہت غذا بنایا ہے اس کی وجہ سے یہ دُمل بھی کہیں کہیں نکل آتے ہیں جو بہت کھاتا ہے اس کے پھوڑے پھنسیاں بھی بہت نکلتی ہیں۔ (تحقیق الشکر ص ۳۵)

ہماری نمازوں کی مثال

حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

مابری از پاک و ناپاکی ہمہ — وز گراں جانی و چالاکی ہمہ
من نہ کردم پاک از تسبیح شاں — پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں

فرمایا: اب آپ نے اندازہ کرلیا کہ ہماری تسبیح نماز اور روزہ کا کیا حال ہے کہ اس پر مواخذہ ہوتا تو بے جانہ تھا اس کی ایسی مثال ہے جیسے ہمارا کوئی باورچی ہمارے لیے ایسا کھانا پکاوے جیسی کہ ہماری نماز ہے یعنی اس میں نہ نمک ٹھیک ہو نہ مصالحہ وغیرہ درست ہو تو کیا ہم اس پر خفا نہ ہوں گے ضرور ہوں گے۔

اسی طرح ہماری نماز پر خداوند تعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ وہ ناخوش ہو اور مسترد کردے مگر نہیں وہ ہم پر عنایت فرماتا ہے اور ہماری نماز کو عنایت میں لکھ دیتا ہے (یہ اس کی بے انتہاء رحمت ہے)۔ (شوق اللقاء ص ۲۷)

اسرار و حکم کے درپے نہ ہونے کی مثال

فرمایا: سرکاری قانون میں سڑک پر پیشاب کرنا جرم ہے۔ ایک شخص کا پیشاب نکل رہا ہو وہ تو یہی سمجھے گا کہ بڑی سختی کا قانون ہے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ پیشاب کرنے کے بعد کوئی ایسی دوا ڈال دی جاتی جس سے دماغ بے حس ہو جاتے اور بدبو محسوس نہ ہوتی' بھلا اسے کون پسند کرے گا کہ اس گدھے کے موتنے کے واسطے سب کو بے حس بنادے۔ اسی طرح شریعت نے بھی مصالحہ عامہ کی رعایت سے قانون بنایا ہے تم اس میں مصالح خاصہ اور وہ بھی نفسانیہ ڈھونڈتے ہو اور شریعت کا اچھا معلوم ہونا مصالح عامہ کی رعایت سے یہ تو حکماء اور عقلاء کی نظر میں ہے۔ اور ایک نظر ہے عشق و محبت والے کی اس کو اس لیے اچھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ دوست کا قانون ہے یہ حکماء کی نظر سے بڑھ کر ہے جیسے کوئی طوائف اپنے عاشق سے یہ کہہ دے کہ تم لنگوٹی باندھ کر رام نرائن کے بازار میں پھرو۔ یہ اس سے نہیں پوچھے گا کہ بی اس میں تمہارا کیا فائدہ بلکہ فوراً اِدھر اُدھر دوڑنے لگے گا اگر کوئی کہے بھی گدھے یہ کیا ہے تو وہ کہے گا:

قَالَ الْجِدَارُ لِلْوَتَدِ لِمَ تَشُقُّنِیْ قَالَ الْوَتَدُ اُنْظُرْ اِلٰی مَنْ یَّدُقُّنِیْ

ایک شخص دیوار میں کیل ٹھونک رہا تھا تو دیوار نے کیل سے شکایت کی کہ میں نے کیا کیا جو تو میرے جگر کو شگافتہ کر رہی ہے' کیل نے جواب دیا اس سے پوچھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے تو حکماء و عقلاء احکام کے لم کے درپے ہوں گے اور جو عاشق ہوگا وہ یہ کہے گا کہ حکمت اس سے پوچھو جس نے یہ قانون بنایا ہے مجھ کو کچھ بحث نہیں بس مولوی صاحب کو یہی جواب اختیار کر لینا چاہیے۔

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت بگوے گویم

غرض یہی علماء کو بھی مناسب ہے میں ان کو وصیت کرتا ہوں کہ اگر حکم واسرار معلوم بھی ہوں تو پوچھنے پر تو ہرگز مت بتاؤ چاہے وہ یہی گمان کریں کہ انہیں نہیں آتا۔

اور پوچھنے والے بھی خوب سمجھ لیں کہ جاننے والے بھی بہت ہیں مگر تمہارے غلام نہیں ہیں کہ تمہیں سب بتادیا کریں جیسے طبیب کہ جانتا سب ہے کہ تین ماشہ گل بنفشہ کیوں لکھا اور چھ ماشہ گل گاؤزبان کیوں لکھا مگر کوئی مریض پوچھنے لگے تو وہ نہیں بتائے گا۔ اگر وہ کہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں طب نہیں آتی تو وہ کہے گا ہاں صاحب نہیں آتی پسند ہو پیو ورنہ مت پیو۔ عارف شیرازیؒ کہتے ہیں:

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

(الشریعت ص ۳۴، ۳۵)

قبض وبسط کی مثال

فرمایا قبض وبسط دونوں وصل ہی کی قسمیں ہیں۔ چنانچہ جس طرح محبوب کا پاس بلاکر بٹھانا وصل ہے اسی طرح یہ حکم دینا کہ جاؤ آم لاؤ یہ بھی وصل، یہ نہیں کہ آموں کی جستجو میں جو وقت صرف ہوا اور جدا رہنا پڑا۔ یہ فراق ہے بلکہ اتنی دیر محبوب کے ناراض ہوجانے کا اندیشہ نہیں کیونکہ اس نے خود بھیجا ہے اس لیے اس میں جتنی دیر لگے گی اتنی دیر اس کے راضی رہنے کا یقین ہے۔

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

تکمیل کے بعد اعمال نہ چھوڑنے کی مثال

فرمایا مجاہدہ کے بعد تکمیل ہوتی ہے اور تکمیل کے بعد کہیں انتہا ہی نہیں اس لیے تکمیل سے قبل مجاہدہ نہ چھوڑنا چاہیے اور مجاہدہ کے بعد اعمال صالحہ کے لیے سعی نہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ لطف خاص تو مجاہدہ کے بعد ہی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ تکمیل کے قبل تعمیر کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ دوسری کی مثال ایسی ہے کہ تعمیر کے بعد انتفاع کو قطع نہ کرنا چاہیے۔ بس جس طرح مکان کی تعمیر کی تو انتہا ہے اور سکونت

کی انتہا نہیں۔ چنانچہ کوئی یہ نہیں چاہتا کہ سکونت کے لیے بھی کوئی مدت محدود ہو اور تعمیر کو ہر شخص چاہتا ہے کہ مدت محدود ہو اور جلد اس بکھیڑے سے نجات ملے بلکہ تعمیر کے مجاہدہ میں جو حظ آتا ہے وہ اس حظ کی امید میں آتا ہے جو سکونت سے حاصل ہونے والا ہے اسی طرح دین کی استعداد کے لیے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور جب دین حاصل ہو جائے اور اعمال میں حظ آنے لگے تو اس کے لیے کوئی حد نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں دن رات ترقی ہوتی ہے۔ (آخر الاعمال ص ۲۷)

سیر فی اللہ کی مثال

فرمایا صوفیاء کی اصطلاح میں مجاہدہ کی انتہاء کا نام سیر اللہ ہے اور مشاہدہ کے لفظ کی سیر کا نام سیر فی اللہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جب تک طالب علم نے درسیات ختم نہیں کی ہیں تو اس کے مطالعہ کی سیر الی الکتب کہہ سکتے ہیں اور جب ختم کر چکے ہیں اور پھر مطالعہ کرے (حظ اٹھانے اور بصیرت بڑھانے کے لیے) تو اس مطالعہ کو سیر فی الکتب کہیں گے یا کسی نے دہلی کا ارادہ کیا اور چل دیا تو اس قطع مسافت کو سیر الیٰ دہلی کہیں گے اور جب دہلی پہنچ گیا اور وہاں سیر تماشا کرنے لگا تو اس کو سیر فی دہلی کہیں گے۔ (آخر الاعمال ص ۴۹)

متوسط اور منتہی کی مثال

فرمایا متوسط اور منتہی کی مثال ہانڈی کی سی ہے کہ اول اس میں کیسے جوش اٹھتے ہیں اور آخر میں جوش نہیں رہتا' اول کے جوش کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنچ کا اثر قبول کرنے کی اس میں زیادہ قابلیت ہے اور اخیر میں یہ انفعال نہیں رہا مگر ظاہر ہے کہ یہ خیال صحیح نہیں آنچ کا اثر اخیر میں ہی زیادہ ہے کیونکہ فاعل دیر سے اثر کر رہا ہے۔ نیز منفعل جو مانع قبول اثر حرارت کا تھا وہ اب کم ہو گیا ہے وہ مانع پانی تھا پکتے پکتے پانی کم رہ گیا۔ اِدھر قوت انفعال بڑھی اُدھر قوت فاعل بڑھی۔ اس سے منتہی کو ہر شخص پہچان نہیں سکتا۔ (آخر الاعمال ص ۵۱)

جدید تعلیم یافتہ کی غلطی

فرمایا نئی تعلیم یافتوں کی یہ غلطی ہے کہ انہوں نے اصل اور مقصود بالذات دنیا ہی کو قرار دے رکھا ہے اس کے تابع دین کو سمجھتے ہیں دین کو دنیا کے ساتھ ایسا سمجھتے ہیں جیسا دوپٹہ میں

پیمک۔ اصل مقصود تو دنیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تھوڑا لگا دُ دین کا بھی سہی دین کو متبوع سمجھتے ہیں جیسے کپڑا تو اصل ہے اور پیمک اس کے تابع۔ اسی طرح یہ لوگ دنیا کو اصل قرار دیتے ہیں کہ اگر وقت بچے تو خیر دین کا بھی کام کرو' اگر نہ بچے تو مت کرو' بعض کا یہاں تک خیال ہے کہ مذہب صرف اس لیے ہے کہ اس سے دنیا کی ترقی کی جائے۔ (خیر المال للرجال ص ۲۷)

اہل اللہ کی مثال

فرمایا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا ملازم ہو (درس و تدریس' تبلیغ' وعظ' اصلاح و تربیت کے کام میں مشغول ہو) اس لیے وہ اسباب معاش کو ترک کر دے تو اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ نکمے ہیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں حالانکہ سرکاری قانون ہے کہ جو شخص سرکاری ملازم ہو اس کو دوسرا کوئی کام تجارت وغیرہ کرنا ممنوع ہے مثلاً کوئی شخص سرکاری ملازم ہو اور وہ ٹھیکہ لینے لگے تو سرکاری طور سے اس پر گرفت ہوگی۔ جب سرکار کا ملازم دوسرا کام نہیں کر سکتا تو بڑی سرکار (حق سبحانہ و تعالیٰ) کا ملازم دوسرا کام کیوں کرے۔ (خیر المال للرجال ص ۳۴)

بقول عارف رومیؒ جس کو اللہ تعالیٰ اپنا بنا لیتے ہیں دوسرے کاموں سے اسے آزاد کر دیتے ہیں۔

تابدانی ہر کرا یزداں بخواند از ہمہ کارِ جہاں بے کار ماند

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی

فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی احکام کی علت اور حکمت بتلانا نہیں تھا جیسے آقا کا یہ فرض نہیں کہ وہ نوکر کے سامنے اپنے حکم کی علت اور حکمت بیان کرے اگر نوکر مصلحت پوچھے تو وہ نوکر ہی نہیں۔ (الصلاح والاصلاح ص ۱۱)

ذکر متصور کی مثال

فرمایا ذکر لفظی کی دو صورتیں ہیں ایک ذکر لفظی زبان سے ہوتا ہے یہ منطوق ہے ایک قلب سے ہوتا ہے یہ متصور ہے منطوق تو ظاہر ہے متصور مثال سے سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی شخص اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے معنی نہ جانتا ہو اور اس کے ایک ایک لفظ کا دل میں خیال کرے

اورزبان سے ادانہ کرے تو یہ محض الفاظ کا تصور ہوگا اور معنی سے اسے کچھ بھی علاقہ نہ ہوگا کیونکہ وہ معنی ہی نہیں جانتا اس درجہ کو حدیث النفس اور کلام قلب کہتے ہیں۔شاعر اسی کو کہتا ہے:

اِنَّ الْکَلَامَ لَفِیْ الْفُؤَادِوَ اِنَّمَا جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَی الْفُؤَادِ دَلِیْلاً

(الصلاح والاصلاح ص ۹)

عارفین کے مختلف احوال کی مثال

فرمایا حق تعالیٰ کے باغ کی ایک عجیب شان یہ ہے کہ ایک ہی درخت مختلف موسموں میں مختلف قسم کے پھل لاتا ہے۔عارفین پر مختلف حالات گزرتے ہیں اور یہ تلوین ناقصین ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تلوین کاملین کو بھی پیش آتی ہے۔یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی پیش آتی ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام کی شیخ شیرازیؒ نے یہ حالت لکھی ہے:

گہے بر طارم بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

(الیسر مع العسر ص ۱۳)

صغیرہ گناہ چنگاری کے مانند ہے

فرمایا اگر صغیرہ گناہ کوئی بڑی بات نہیں تو جو صاحب یہاں سے جائیں وہ اپنے گھر جا کر چھت میں ذرا سی چنگاری آگ کی رکھ دیں کہ وہ تھوڑی دیر میں کیا اثر دکھاتی ہے اسی طرح چھوٹا سا گناہ بھی تمام نیکیوں کو برباد کرسکتا ہے جس طرح کہ چھوٹی سی چنگاری سارے گھر کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔(تذکیر الآخرہ ص ۲۵)

حضرات صحابہ کرامؓ کی معافی زلات کی مثال

فرمایا حضرات صحابہ کرامؓ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سبب ممکن ہے ان کی زلات بھی معاف ہوں جیسے اگر کسی جاں نثار خادم سے کبھی کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو آقا اس کی پروا بھی نہیں کیا کرتے۔(فوائد الصحبت ص ۹)

محض کتابیں دیکھ کر اصلاح کرنے کی مثال

فرمایا دین کی اصلاح محض کتابیں دیکھ کر نہیں ہوسکتی یہ صحبت ہی سے ہوسکتی ہے' مطالعہ کتب سے اس کی کوشش کرنا ایسا ہے جیسے طب کی کتابیں دیکھ کر کوئی شخص بیوی کو مسہل دینے

لگے اور حکیم محمود خان سے نہ پوچھے کیا کوئی اس کی جرأت کرتا ہے۔ (فوائد الصحبت ص ۳۷)

اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے صحیح کہا ہے:

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

نیز وہی فرماتے ہیں:

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں آدمی آدمی بناتے ہیں

مراحم خسروانہ کوئی قانون نہیں

فرمایا بعض دفعہ حکام وسلاطین مراحم خسروانہ سے کسی قاتل کو رہا بھی کر دیتے ہیں مگر اس علم کی وجہ سے ہر شخص کو قتل پر جرأت نہیں ہوتی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ قتل کی سزا قتل ہی ہے اور عمل بھی اکثر اسی قانون کے مطابق ہوتا ہے اور مراحم خسروانہ کوئی قانون نہیں بعینہ کبائر کا بدوں عذاب کے معاف ہوجانا بطور مراحم خسروانہ کے ہے اور اتفاقی ہے پھر لوگ اپنی طبیعت کے خبث سے جرائم کا کیوں ارتکاب کرتے ہیں۔ (محاسن الاسلام ص ۱۱)

نور حق اور نار عشق

جملہ اوراق و کتب در نار کن سینہ راز از نورِ حق گلزار کن

فرمایا یہاں حقیقتاً جلانا مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ چندروز کے لیے فقہ، تفسیر، حدیث سے چندروز کے لیے ذہن خالی کرلو۔ ایسا کرنا اس راہ میں ضروری ہے کیونکہ صاف تختی پر نقوش خوب لکھے جاتے ہیں جو تختی پہلے ہی نقوش میں خوب بھری ہوئی ہے اس پر نیا نقش کیونکر جم سکتا ہے۔

نیز یہاں نار سے نار عشق مراد ہے تو اب مطلب یہ ہوگا کہ محض اوراق و کتب پر اکتفا نہ کرو بلکہ ان سب کو حاصل کر کے پھر سب کو نار عشق الٰہی میں پھونک دو۔ بتلائیے اب تو کچھ توہین نہیں ہوئی۔ دوسرے مصرعے میں جو نور حق ہے تو نور عشق اور نار عشق دو چیزیں نہیں ایک ہی چیز کا نام ہے۔ (محاسن الاسلام ص ۴۰)

وعظ میں صرف رونا کافی نہیں

فرمایا بعض لوگ صرف وعظ میں رونے کو کافی سمجھتے ہیں مگر یہ تو ایسا ہوا جیسے گنگا کا اشنان کہ ذرا پانی بدن پر ڈال لیا سب پاپ بہہ گئے لیکن یہ تو ہندوؤں کا عقیدہ ہے مسلمان کا

عقیدہ تو یہ ہے:

عرفیؔ اگر بگریہ میسر شدے وصال — صد سال مے تواں بہ تمنا گریستن

رونے سے بدوں عمل کے کچھ نہیں ہوتا اور اگر عمل ہو اور رونا نہ آئے تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ (محاسن الاسلام ص ۶۰)

اپنے آپ کو گناہگار کہنے کی مثال

فرمایا آج کل فخر کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ راقم گناہگار، عاصی پر معاصی وغیرہ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص گورنمنٹ کو عرضی لکھے اور اس کے آخر میں لکھے فدوی فلاں باغی۔ تب معلوم ہو کہ اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ خاکسار لکھو لیکن گناہگار کا لفظ استعمال نہ کرو، یہ بالکل سچ ہے کہ ہم گنہگار ہیں لیکن گنہگار ہو کر اظہار کرنا کوئی خوبی نہیں۔ نیز آج کل اپنے کو گنہگار وہی لکھتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ میں گنہگار نہیں۔ (اپنے کو گنہگار سمجھ کر لیکن زبان وقلم سے نہ کہو) (شوق اللقاء ص ۶)

طبیب کامل

فرمایا طبیب کامل وہ ہے جو سنکھیا اور افیون سے ممانعت کر کے کوئی ایسی شئے بتلا دے جس میں ضرر تو کچھ نہ ہو اور افیون وسنکھیا کے منافع موجود ہوں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ بد پرہیزی کی مضرت (غیر ضروری امور میں اشتغال غالب ہونا اور ضروری امور سے لاپروائی) بتانے کے ساتھ وہ ضروری چیز بھی بتلا دی (ضروری امور کی طرف رغبت کرو) جسے اختیار کرنا چاہیے۔ (الصلاح والاصلاح ص ۳)

منتہی کیلئے بھی کسی قدر مجاہدے کی حاجت ہے

فرمایا منتہی مبتدی ہونے کے وقت کثرت سے مجاہدہ کرتا تھا۔ منتہی ہو جانے کے بعد اس قدر مجاہدے کی ضرورت تو نہیں لیکن کچھ نہ کچھ ضرور کرتے رہنا چاہیے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے درخت کو ابتداء میں پانی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے بڑھ جانے کے بعد اتنی ضرورت نہیں رہتی لیکن بالکل پانی دینا چھوڑ دیا جائے تو پہلے درخت کا پھول چھوٹا پڑ جائے گا پھر پھول لگنا بند ہو جائے گا اور اس کے بعد درخت مرجھا کر خشک ہو جائے گا۔ (الصلاح والاصلاح ص ۱۸)

کفار کی خواہش

فرمایا کفار تو دل سے یہ چاہتے ہیں کہ سب کافر ہو جائیں (نعوذ باللہ) جیسے ایک کبڑے سے کسی نے پوچھا تھا کہ تو اپنا اچھا ہونا چاہتا ہے یا دوسروں کا کبڑا ہونا' کہنے لگا دوسروں کا کبڑا ہونا تاکہ میں بھی دوسروں کو اس نظر سے دیکھ لوں جس نظر سے لوگوں نے مجھ کو دیکھا ہے۔ (الصلاح والاصلاح ص۳۴)

(قولهٗ تعالٰی: وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوا سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)

محبت خداوندی کی مثال

فرمایا جن حضرات میں خدا کی محبت غالب ہوتی ہے ان کے تمام کام خدا ہی کے واسطے ہوتے ہیں۔ گو ظاہر میں وہ دنیا کے کام معلوم ہوتے ہیں ان کو دنیا میں لگ کر بھی خدا سے غفلت نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو اس کی معشوقہ نے بلایا اور وہ چاہتا ہے کہ معشوقہ کے پاس اس ہیئت سے جاؤں کہ وہ دیکھ کر خوش ہو اس لیے حجام کو بلایا کہ وہ خط بنائے' غسل کرے اچھے کپڑے پہنے اور اس کے بعد محبوبہ کے پاس جائے۔ تو جو شخص عشق سے خالی ہے وہ اس کو اس شغل میں دیکھ کر یوں کہے گا کہ یہ تو بناؤ سنگھار میں مصروف ہے محبوب سے غافل ہے مگر اس کو کیا خبر ہے کہ اس کی نیت ہر چیز میں محبوب ہی کے لیے ہے' کپڑے پہنتا ہے تو اس نیت سے کہ محبوب خوش ہوگا اور غسل کرتا ہے تو اس نیت سے کہ محبوب کو اچھا لگوں گا۔

غرض اس کی ہر چیز میں محبوب ہی مقصود ہے جب یہ حالت ہے تو اس کو محبوب سے غافل کس طرح کہیں گے۔ (خیر المال للرجال ص ۴۵)

آتش بازی کے لیے بچوں کی ضد کی مثال

فرمایا بعض لوگ کہتے ہیں صاحب! کیا کریں بچے آتش بازی کے لیے ضد بہت کرتے ہیں' یہ محض لغو عذر ہے بھلا اگر بچے زہر کھانے پر ضد کریں تو کیا تم کھلا دو گے ہرگز نہیں' پھر دونوں میں کیا فرق ہے اس کے سوا اور کیا فرق ہے کہ جس چیز کو اطباء جسم کے لیے زہر کہہ بتلا دیں اس کو تم مضر نہیں سمجھتے۔ ذرا ہوش ٹھکانے کرو اور ایمان کو سنبھالو' بچوں کو بہلانا ہی کیا مشکل ہے ذرا سی بات میں بچہ بہل سکتا ہے۔ (اللیسر مع العسر ص ۴۴)

حق تعالیٰ شانہ کی غایت رحمت کی شان

فرمایا ایک بزرگ بطور کلیہ کے فرماتے ہیں:

اگر از جانب معشوق نباشد کششے — طلب عاشق بے چارہ بجائے نہ رسد

خیر اور جگہ ہو یا نہ ہو مگر حق تعالیٰ کے ساتھ تو واقعی یہی ہے کہ ہم کو اول محبت نہیں ہوئی بلکہ انہی کو اول محبت ہے پھر وہی خود ہم سے مل بھی جاتے ہیں بالکل ایسی مثال ہے جیسے بچہ کو ماں بلاتی ہے اور وہ چلنے پر قادر نہیں مگر دوڑنا چاہتا ہے تو ایک دو قدم تو وہ اٹھاتا ہے پھر ماں خود دوڑ کر اس کو گود میں اٹھا لیتی ہے۔ بلا تشبیہ یہی حال یہاں ہے کہ بندہ ایک دو قدم چلتا ہے پھر حق تعالیٰ خود ہی اس کے پاس چلے آتے ہیں اور آغوش رحمت میں لے لیتے ہیں ورنہ انسان سے حق محبت کیا ادا ہو سکتا ہے۔

ادائے حق محبت عنایتیست ز دوست — وگرنہ عاشق مسکین بہ ہیچ خرسند ست

(تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام ص ۴۰)

قرآن مجید میں مسائل سائنس کی تلاش کی مثال

فرمایا آج کل جب کوئی مسئلہ سائنس کا سنا اس کو قرآن مجید میں داخل کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں سائنس و فلسفہ کے مسائل ڈھونڈنا' کواکب وغیرہ کی تحقیقات کرنا لغویات نہیں تو اور کیا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی طب اکبر میں جوتے سینے کی ترکیب دیکھے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق اگر کہیں آیا ہے تو وہ توحید پر استدلال کرنے کے لیے آیا ہے۔ (تذکیر الآخرہ ص ۱۷)

امراض روحانی کی طرف عدم توجہ

فرمایا جس طرح امراض جسمانی کے لیے تو ملازمت سے بوضع تنخواہ رخصت لے کر ڈاکٹر کو سولہ روپے فیس دے کر علاج کراتے ہیں لیکن امراض روحانی کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ اسی طرح عربی سول سرجن (شیخ طریقت و شریعت) کے پاس چالیس دن بغیر فیس دیتے رہیں تو تمام اعتراضات و سوالات کے جواب ہو جائیں۔ (تذکیر الآخرۃ ص ۲۰)

اصلاح نفس کے لیے کچھ وقت درکار ہے

فرمایا بعض لوگ اصلاح نفس کی خاطر یہاں آٹھ دن کے لیے آتے ہیں بھلا تمام عمر کے کہنہ اور جبلی امراض کا معالجہ اس مدت میں کیونکر ہوسکتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی چار سال سے تپ دق میں مبتلا ہو اور طبیب کے پاس چار دن علاج کرانے کے لیے آئے تو طبیب کیا اس بات کی سماعت کرے گا یا اس کی جانب التفات وتوجہ کرے گا ہرگز نہیں بلکہ بات بھی نہ کریگا اور کہے گا کہ اس کو خلل دماغ ہے کہ چار برس کے مرض کا چار دن میں علاج کرانا چاہتا ہے۔ (دستور سہارنپور ص ۱۹)

یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی طرف سے اس مہتم بالشان امر (اصلاح نفس) کے لیے ایک وسیع وقت نکالو تو شیخ کی توجہ اور حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے تھوڑے ہی دنوں میں کام ہو جائے۔ (دستور سہارن پور ۲۱)

وساوس کفر کی مثال

الحدیث: اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَعَنْ اُمَّتِیْ مَاوَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا. یعنی بلا شک اللہ تعالیٰ نے درگزر کی میری امت کے ان وسوسوں سے جو ان کے دل میں صادر ہوتے ہیں۔

فرمایا: پس کفر کے وسوسہ سے آدمی کافر نہیں ہوتا بلکہ مومن کامل رہتا ہے اس غلطی میں مبتلا ہونے والوں کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کا دھوپ میں یا چولہے کے پاس بیٹھنے سے ہاتھ گرم ہو جائے بس اس کی روح نکلنے لگے کہ اب جان گئی اور مصیبت آئی' اب بچنا دشوار ہے' جھٹ پٹ حکیم صاحب کے پاس جائے کہ میں سخت مرض میں مبتلا ہوں' علاج کر دیجئے۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی اور کہا ارے میاں تم اچھے خاصے تندرست ہو تم کو بیمار کس نے کہا ہے یہ تو محض تمہارا وہم ہے۔

اسی طرح سالک ناواقف کو وساوس سے وہم اور وہم سے غم پیدا ہو جاتا ہے جو کہ گور میں جا سلاتا ہے۔ (دستور سہارنپور ۲۸)

وساوس کا علاج تو صرف بے فکر اور بے التفات ہو کر مسرور وخوش ہونا ہے نہ کہ غم کو لے کر بیٹھ جانا' جتنا فکر کرو گے اتنا ہی غم بڑھے گا۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

تاویل کی مثال

فرمایا تاویل اور توجیہ سے کسی شئی کی حقیقت نہیں بدلا کرتی (بعض لوگوں میں کبر کا مرض ہوتا ہے لیکن شیخ کی تنبیہ پر وہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم میں یہ مرض نہیں) نہ اس کی ماہیت میں کچھ فرق آتا ہے محض من سمجھوتی ہی ہوتی ہے۔ اگر کسی مضر شئی کی توجیہ کرلو تو اس کی مضرت نہیں جاتی۔

دیکھو اگر سنکھیا (جس طرح آج کل سود کو نفع کہہ کر خوش ہیں اور حلال سمجھتے ہیں اگر سور کا نام بیل اور کتے کا نام بکرا رکھ دیں تو کیا ان کا کھانا جائز اور حلال ہوجائے گا۔) کی توجیہ کرلو کہ یہ نمک ہے یا سمیت ہے تو اس کی سمیت باطل نہیں ہوجائے گی۔ تاویل کر کے مخلوق کو تو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن حق تعالیٰ کے علم کو تو معاذ اللہ نہیں بدل سکتا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

خلق را گیرم کہ بفریبی تمام ۔۔۔ در غلط اندازی تا ہر خاص و عام
کارہا باخلق آری جملہ راست ۔۔۔ باخدا تر دیر وحیلہ کے رواست
کارہا اوراست باید داشتن ۔۔۔ رایت اخلاص و صدق افراشتن

باطل کی مثال

فرمایا اہل باطل کے مذہب کی اشاعت میں ۷۴ ہزار روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے (اہل یورپ کی انجمنیں) قائم ہیں اور گورنمنٹ بجٹ میں اس کام کے لیے کثیر رقم مختص کرتی ہے اور یہاں قاعدہ سے ۷۴ سو روپیہ بھی خرچ نہ ہوتا ہوگا مگر پھر بھی بحمد اللہ اہل حق ہی کو غلبہ ہے باطل کی مثال ایسے ہے جیسے بیل گاڑی کہ جب تک اس کو بیل ٹھیل رہے ہیں چل رہی ہے جہاں ٹھیلنا موقوف کیا اور رُک گئی اور حق کی خاصیت ایسی ہے جیسے بجلی کی گاڑی کہ برابر رفتار سے چل رہی ہے حق تو خود انجن ہے جس کی برق پورے انداز پر ہے کہ اس کی رفتار یکساں قائم رہتی ہے۔ (الحق من الغیر ان ص ٦)

عید کی مثال

فرمایا! عید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جیل خانے سے رہائی پاکر جلسہ اور جشن کرتا ہے اور جلسہ میں چند کارروائیاں کی جاتی ہیں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں خوشی منائی جاتی ہے حاکم کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور عید میں بھی انہی چیزوں کا حکم ہے تقسیم مال (فطرانہ) کا حکم ہے۔

اظہار بشاشت (غسل کرنا) اچھے کپڑے پہن کر عید کی نماز کو جانا' اس کی تعیین اس لیے کر دی گئی تاکہ کوئی اظہار بشاشت کے لیے رنڈیاں نہ نچوائے) حق تعالیٰ شانہ کی حمد (دو رکعت نماز پڑھنا) کا حکم ہے۔ (الفتح من الفیر ان ص ۱۷)

نئے رنگ کے مصنفین کی کتابوں کی مثال

فرمایا! عوام اگر ایسی سوانح عمری کو جو شگفتہ عبارت میں لکھی گئی ہو پسند کر لیں تو زیادہ تعجب نہیں مگر حیرت ہے کہ خواص بھی آج کل ایسی سوانح عمریوں کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ بدوں حسن معنوی کے اس کی تعریف کرنے کی ایسی مثال ہے کہ ایک تو خمیرہ مروارید ہو جو نہایت عمدہ بنا ہوا ہو اور اعلیٰ درجہ کے نفیس نفیس اجزاء رکھتا ہو مگر اس کو سیاہ ڈبہ میں رکھ دیا جاوے اور دوسرا خمیرہ جو بچوں کے بہلانے کے لیے گڑ گھول کر بنالیا ہے اور اس کا بھی خمیرہ نام رکھ دیا ہے سفید اور شفاف بوتل میں رکھ دیا جاوے تو عاقل دونوں کو کھول کر دیکھے گا اور جانچ پڑتال کے بعد خمیرہ مروارید ہی کو لے گا اور جاہل جھٹ پٹ چمکتی ہوئی بوتل کو پسند کرے گا۔

پس اسی طرح نئے رنگ کے مصنفین کی کتابوں میں عبارتیں تو چٹ پٹی ہیں مگر اندر سے خالی ڈھول کہ مضامین خاک بھی نہیں اور متقدمین کی کتابوں میں مغز ہے روح ہے۔
(الرحمت علی الامت ص ۵)

نورِ قلب کی مثال

فرمایا! جب قلب میں نور پیدا ہوگا تو قلب کے سامنے جو شئی واقع ہوگی وہ منور اور روشن و ظاہر ہو جائے گی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آئینہ آفتاب کے سامنے ہو مگر کوئی شئی آئینہ اور آفتاب کے درمیان حائل ہو تو اس صورت میں آئینہ کی تاریکی لازم ہے لیکن جب وہ حائل مرتفع ہو جائے اور آفتاب کا عکس آئینہ پر پڑے تو آفتاب کے ضیاء سے جو چیزیں آئینہ کے مقابل ہیں وہ بھی سب آئینہ میں منعکس ہوں گی مگر ان چیزوں کا منعکس ہونا اختیار سے نہیں اور نہ کسب کو اس میں دخل ہے بلکہ جب قلب منور ہوگا تو بلا اختیار خود حقائق کا انکشاف ہوگا۔ (اعانۃ النافع ص ۱۳)

گناہ کے مقتضاء پر عمل کی مثال

فرمایا جو شخص نفس کے تقاضا گناہ کے ضعیف کرنے کے لیے اس کے مقتضاء عمل کر رہا ہے (گناہ کر رہا ہے) وہ درخت کو پانی دے کر گرانا چاہتا ہے حالانکہ پانی سے تو جڑ اور

مضبوط ہوگی اس کی صورت تو یہی ہے کہ اس کو بالکل سکھا دو تا کہ جڑ کمزور ہو جائے پھر وہ خود ہی گر پڑے گا۔ (علاج الحرص ص ۱۹)

طریق نہایت لطیف ہے

فرمایا ایک بزرگ نے عوام کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ اگر تم غلطی کرتے ہوئے تو طاعت سے معاصی میں آتے ہو اور ہم غلطی کرتے ہیں تو ایمان سے نکل کر کفر میں جاتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ طریق نہایت لطیف ہے اور غذا جتنی لطیف ہوتی ہے اتنی ہی جلدی سڑتی ہے اور سڑنے کے بعد اس میں کثیف غذا سے زیادہ تعفن ہوتا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ اس طریق میں کسی کو رہبر اور دستگیر بنایا جائے ورنہ کفر تک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (علاج الحرص ص ۲۲)

علماء کا فرض

فرمایا علماء کا کام صرف دین کی ترغیب دینا اور دنیا میں انہماک سے بچانا ہے دنیا کی ترقی رائے دینا ان کا فرض نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ اگر کوئی شخص حکیم محمود خان کے پاس معالجہ کے لیے آئے اور حکیم صاحب نبض دیکھ کر نسخہ لکھ دیں' اتفاق سے مریض کا جوتا پھٹا ہوا ہو' حکیم صاحب کی دکان کی دہلیز پر ایک چمار بیٹھا ہو وہ مریض سے پوچھے کیا تمہیں حکیم صاحب نے جوتا سلوانے کا مشورہ دیا ہے مریض کے انکار پر وہ کہے جب حکیم صاحب میں اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ تم کو جوتی سلوانے کی رائے دے تو ظاہر ہے کہ چمار کو یہی کہیں گے کہ جوتی سلوانے کی ترغیب دینا حکیم صاحب کا فرض منصبی نہیں ہے۔ (اسباب الفضائل ص ۶)

مصیبت کے وقت نا گواری کا خیال انسانیت سے دور ہے

فرمایا! مصیبت کے وقت حق تعالیٰ شانہ سے نا گواری کا خیال دل میں لانا یا زبان سے ظاہر کرنا بالکل انسانیت سے دور اور شرافت کے خلاف ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے سلاطین عالم فوجی ملازموں کو سالہا سال بے مشقت تنخواہ دیتے ہیں۔ اگر کسی وقت وہ دشمن کے مقابلہ میں بھیج دیں تو بتلایئے کیا فوجی ملازم کو اس پر نا گواری کا حق حاصل ہے تو جس خدا نے ہم کو سالہا سال راحت میں رکھا ہے اگر کسی وقت وہ تکلیف بھی دے دیں کیا یہی انسانیت ہے کہ ہم اس تکلیف کو زبان لائیں اور نا گواری کا اثر لے کر اطاعت میں کوتاہی

کرنے لگیں۔ (ماعلیہ الصبر ص ۷)

فرمایا! کاملین کو وصول کے بعد ارتداد و رجعت کا اندیشہ نہیں رہتا۔ مولانا رومؒ نے اس کی مثال یوں دی ہے کہ جیسے بالغ نابالغ نہیں ہوسکتا اور پکا ہوا پھل کچا نہیں ہوسکتا' گو سڑ جائے گا' بُس جائے گا مگر کچا کبھی نہیں ہوگا۔ (الرحیل الی الخلیل ص ۴۵)

غیر مطیع کی مثال

فرمایا: محققین کے نزدیک توبہ عن المعاصی شرط کمال ہے یعنی نورانیت کسی عمل کی بلا اس کے نہیں ہوتی گو عمل قبول ہو جائے جیسے ایک باورچی جس نے آقا کی نافرمانی کی ہو اور آقا اس سے کشیدہ ہو مگر مخیر ایسا ہو کہ کھانا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھالیتا ہو یہ صفت رحم اور عفو کی ہے مگر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آقا دل میں کشیدہ ہے اور خود باورچی کا دل بھی رُکا ہوا ہے کھانا کھلاتا ہے مگر کھل کر بات نہیں کر سکتا اور باورچی کو اپنے آقا سے محبت بھی ہو۔

ایسا شخص آقا کے سامنے غیر مطیع ہونے کی حالت میں خدمت میں حلاوت اور انبساط اور شگفتگی اور راحت و فرحت اور نشاط بدوں توبہ اور تقصیرات کے معافی ملے بغیر نہیں پا سکتا۔
(اول الاعمال ص ۴۴)

شفقت کی مثال

فرمایا: اگر کوئی شخص سخت لفظ کہہ دے اور نیت مذموم نہ ہو تو ناگوار نہ ہونا چاہیے۔ (جیسے بعض علماء کرام خلاف سنت کام کرتے ہوئے ڈانٹ دیتے ہیں) جیسے کسی کا لڑکا زہر کھانے لگے اور وہ اس کو سختی کے ساتھ دھمکائے تو اس سے کسی کو ناگواری نہیں ہوتی کیونکہ جانتے ہیں کہ منشاء اس کا محض شفقت ہے۔ (تاسیس البنیان علی تقویٰ من اللہ و رضوان ص ۳۱)

رذائل کے امالہ کی مثال

رذائل کا ازالہ نہیں بلکہ امالہ کرنا چاہیے اس پر یہ مثال بیان فرمائی کہ صاحبو! تم انجن کی بھاپ کو کیوں بجھاتے ہو' بھاپ رہنے دو اور آگ بھی روشن رہنے دو' البتہ یہ انجن گاڑیوں کو اُلٹا لے جا رہا ہے اس کا رُخ بدل دو۔ (اعانۃ النافع ص ۳۳)

اس سے معلوم ہوا کہ رذائل سے بھی بڑے بڑے کام لیے جا سکتے ہیں مثلاً جہاد کے وقت غصہ کو دشمن کے مقابلہ میں استعمال کرنا چاہیے۔

عمل کے اجر ملنے کی مثال

فرمایا! طاعات تو غذائے روحانی ہیں جن سے ہم کو ہی نفع ہوتا اور ہمارے باطن کو غذا ملتی ہے تو ان طاعات کے بعد اجر عطا فرمانا ایسا ہی ہے جیسے کسی کو دعوت کھلا کر دانت گھسائی کے پیسے بھی دیئے جائیں اسی طرح مجاہدات غیر اختیاریہ کی ایسی مثال ہے جیسے طبیب مسہل دیا کرتا ہے اب اگر کوئی طبیب مسہل دے کر مریض کو دو روپے بھی دے تو یہ سراسر عنایت ہے یا نہیں؟ (آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب ص۴)

قرآن پاک کی مثال

فرمایا! درحقیقت قرآن شریف کے واسطے اطعمہ مختلفہ کی مثال بھی پوری مناسب نہیں بلکہ وہ تو مصری کی ڈلی ہے کہ اس کے سب اجزاء متماثل ہیں اور جب اجزاء متماثل ہوں تو ترتیب کی ضرورت نہیں رہتی جس طرف سے اُٹھاؤ یکساں لطف ہے۔ (ازالۃ الغین عن آلۃ العین ص۱۰)

وظائف کا درجہ عرق بادیان کا ہے

فرمایا! وظائف کا درجہ عرق بادیان جیسا ہے اور اعمال کا درجہ مسہل جیسا ہے یعنی جس طرح اخراج مادہ کے لیے مسہل کی ضرورت ہے اور عرق بادیان اس کی اعانت کرتا ہے اسی طرح رذائل کا مادہ زائل کرنے کے لیے اصلاح اعمال اور مجاہدہ کی ضرورت ہے بغیر اس کے کام نہیں چلتا محض ذکر سے اصلاح نہیں ہوتی ہاں ذکر سے امداد ہوتی ہے کہ اس پر رحمت ہوتی ہے اور سہولت ہو جاتی ہے۔ (ازالۃ الغین عن آلۃ العین ص۱۶)

اس ملفوظ سے ان لوگوں کی غلطی کا ازالہ ہو گیا جو سمجھتے ہیں کہ محض وظائف سے ہماری اصلاح ہو جائے گی۔

تعلق مع اللہ اپنے وقت پر ہوتا ہے

فرمایا! تعلق مع اللہ خدا کے حکم سے ہوتا ہے اور وہ نیت کو جانتا ہے نری تدابیر سے کام نہیں ہوتا۔ اس کی مشیت کی ضرورت ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسا بالغ قدرت سے ہوتا ہے اگر کوئی شخص کم سن بچے کو مقویات کھلائے تو کیا ہوتا ہے بلوغ تو اپنے وقت پر مشیت

ایزدی سے ہوگا۔ اسی طرح یہ بلوغ باطنی بھی قدرت سے ہوتا ہے اور واقع میں حقیقی بلوغ یہی ہے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ نے فرمایا ہے:

خلق اطفالند جز مست خدا　　　نیست بالغ جز رہیدہ از ہوئ

(ازالۃ الغین عن آلۃ العین ص ۴۶)

فضیلت جمعہ کی عجیب مثال

فرمایا! بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جو بارہ گھنٹے جمعرات کے ہیں اتنے ہی جمعہ کے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ جو فضیلت جمعہ کو حاصل ہے وہ جمعرات کو نہیں جواب یہ ہے کہ اشتراک فی الساعات اور تشابہ فی الظاہر سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو ایک کی حالت ہو وہی دوسرے کی بھی ہو، کیا اگر کسی شخص کی بیوی اور بہن بالکل ہم شکل ہوں اور سامان زینت میں بھی دونوں برابر ہوں تو کیا ان میں حرام وحلال ہونے کے فرق کو خلاف عقل کہا جائے گا' کیا یہ شخص دونوں سے برابر تاؤ کرے گا اس شخص کے دل میں دونوں کی محبت ایک قسم کی ہوگی۔

(احکام العشر الاخیرہ ص ۱۰)

جمعہ کے دیہات میں نہ ہونے کی مثال

فرمایا! بعض لوگ جمعہ کی نسبت کہتے ہیں کہ دیہات میں گو نہ ہو لیکن اگر پڑھ ہی لیا جائے تو نہ پڑھنے سے تو بہر صورت پڑھنا اچھا ہے۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ اسی طرح ایک شخص کہتا ہے کہ بمبئی میں گو حج نہیں ہوتا لیکن اگر پھر بھی کر لیا جاوے تو کیا حرج ہے نہ کرنے سے تو اچھا ہی ہے اس کا جواب کیا ہے آخر یہ ہی کہو گے کہ بمبئی حج کا محل نہیں؛ میں کہتا ہوں دیہات جمعہ کا محل نہیں۔ (اکمال الصوم والعید ص ۹)

عیدگاہ میں ریشمی لباس پہن کر جانے والوں کی مثال

فرمایا! بعض لوگ ریشمی لباس پہن کر عیدگاہ میں جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ نیز ان کو چاہیے کہ اپنے لڑکوں کو بھی ایسا لباس نہ پہنائیں۔ صاحبو! کیا کسی بادشاہ کے دربار میں جاتے ہوئے کوئی شخص بغاوت کے تمغے سجا کر جاتا ہے پھر کیا خدا کی عظمت شاہان دنیا کے برابر بھی نہیں اس کو سوچو اور خدا تعالیٰ کے عذاب کو پیش رکھ کر ان سب خرافات سے باز آ جاؤ۔ (اکمال الصوم والعید ص ۵۰)

ایصالِ ثواب سے دنیا کے کام نکالنے کی مثال

فرمایا! ایصالِ ثواب میں اکثر نیت یہ ہوتی ہے کہ ہم ان کو ثواب پہنچائیں گے تو ان سے ہمارے دنیا کے کام نکلیں گے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ آپ کسی شخص کے پاس ہدیۃً مٹھائی لے جائیں اور پیش کرنے کے بعد اس شخص سے کہیں کہ آپ میرے مقدمہ میں گواہی دے دیں۔

اندازہ کیجئے کہ یہ شخص کس قدر کبیدہ ہوگا اور اس سے اس کو کیسی اذیت ہوگی۔ پس جب اہل دنیا کو اذیت ہوتی ہے تو اہل اللہ کو اس سے زیادہ اذیت ہوگی۔ (تقویم الزیغ ص ۳۲)

قرآن پاک کے حفظ سے نیکیوں کے ملنے کی مثال

فرمایا! اگر کسی نے قرآن شریف ایک مرتبہ دنیا میں ختم کرلیا تو کتنی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی گئیں کیا یہ تھوڑا نفع ہے اس کی واضح مثال یہ ہے کہ اسکولوں میں لڑکوں کو اقلیدس پڑھائی جاتی ہے۔ بیس لڑکوں میں سے ایک بھی بمشکل ایسا ہوتا ہے کہ مسائل اقلیدس کو سمجھ سکے لیکن امتحان کے زمانے میں بغیر سمجھے ہی اس کو رٹ لیتے ہیں اور اس کی بدولت پاس ہوجاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے سمجھے محض رٹ لینا بھی مفید ہے۔

(ضرورت العلم بالدین ص ۴۳)

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے کلام اللہ میں سے ایک حرف پڑھا اس کو ایک نیک ملتی ہے اور ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہوتی ہے (تو اس حساب سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں) اور میں یوں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ اس میں الف، ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی و دارمی)

اس سے تلاوت قرآن پاک کے ثواب کا اندازہ لگالو۔

اپنے آپ کو کامل سمجھنے کی مثال

فرمایا! مشہور ہے کہ بندر کے ہاتھ ایک ہلدی کی گرہ آگئی تھی کہنے لگا کہ میں بھی پنساری ہوں تو جیسے وہ بندر ہلدی کی ایک گرہ سے پنساری بنا تھا ایسے ہی یہ لوگ بھی اپنے خیال میں ذرا سی قلب کی حرارت وغیرہ دیکھ کر اپنے کو کامل سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ تکمیل وہ ہے جس کو اہل فن تکمیل کہیں (ورنہ محض خیال باطل ہے)۔ (ضرورت العمل فی الدین ص ۴)

صحبتِ شیخ کی مثال

فرمایا! ملکہ محبت حق تعالیٰ شانہ صحبت شیخ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ اگر کوئی شخص ارژنگ چین لے کر خط کی مشق کرے تو کبھی وہ ملکہ پیدا نہیں ہوگا جو کہ مثلاً منشی شمس الدین کی خدمت اور صحبت سے پیدا ہوگا۔ اسی طرح حال باطنی کی بھی یہی کیفیت ہے۔ (طریق القرب ص ۲۰)

وعظ میں لذت کی مثال

فرمایا! اگر کسی وعظ میں ذرا بھی لذت نہ آئے تو اس کی پرواہ نہ کرنا چاہیے۔ دیکھئے آپ نے کبھی طبیب سے نسخہ لکھوا کر انتظار نہ کیا ہوگا کہ آپ کو اس میں لذت بھی آئی یا نہیں؟ البتہ اگر کوئی صاحب فن خود نسخے کو دیکھ کر اس طرح لذت یاب ہو کہ کیسی دقائق کی رعایت اس میں رکھی گئی ہے تو دوسری بات ہے باقی اصل غرض نسخے سے یہی ہوتی ہے کہ مرض وعلاج متعین ہو جائے اور علاج کرنے سے مرض کا قلع قمع ہو جائے کہ ہم میں کیا کیا مرض ہیں اس کے سوا ساری اغراض کو فراموش کر دینا چاہیے۔ (تکمیل الاسلام ص ٦)

کم تنخواہ مدرس کی مثال

فرمایا! تعلیم میں یوں تخفیف کی جاتی ہے کہ مدرسین بہت کم تنخواہ کے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ مدرس جتنا کم تنخواہ پر مل جائے اسی کو مہتمم اپنی کارگزاری سمجھتے ہیں۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ مدرسین کی تعداد بڑھالیں چاہے وہ فارغ التحصیل بھی نہ ہوں۔ بس تماشائیوں کو دکھلا دیا کریں کہ ہمارے مدرسہ میں اتنے مدرسین ہیں۔ صاحبو! اہل فن تو کسی فن کے بھی سستے نہیں آتے۔ اچھا معمار مزدوروں کی اجرت پر نہیں آ سکتا' اچھا دھوبی معمولی دھوبیوں سے دام زیادہ ہی لیتا ہے پھر مدرس وہ کیسے اچھا ہوگا جو کم تنخواہ پر آ جاوے۔ (ذم المکروہات ص ۹۳)

شہادت میں تار کی مثال

فرمایا! جس طرح یہ نہیں ہوسکتا کہ گواہ کسی مقدمہ میں شہادت بذریعہ تار کے ادا کردیں یا حاکم دور بیٹھے تار کے ذریعہ فیصلہ سنادیں اسی طرح خبر رؤیت ہلال کے بارے میں تار کی خبر نہیں مانی جاتی۔ (الصالحون ص ۳۸)

ہم شکل سے محبت کی مثال

فرمایا! قنوج کے ایک وکیل شیخ محمد عالم ایک بستی سے گزرے تو ایک بڑھیا نے بلا کر انہیں پیار کیا اور حلوا کھلایا اور کہا جب یہاں آنا ہو تو میرے پاس ہو جایا کرو، پوچھنے پر بڑھیا نے کہا کہ میرا بیٹا تمہارا ہم شکل ہے اور آج کل پردیس میں ہے اسی وجہ سے مجھے تم سے محبت ہو گئی۔

اسی طرح جو شخص رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت بناتا ہے اس پر حق تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم شکل ہے۔ (طریق القلندر ص ۴۵)

اتباع سنت کی مثال

فرمایا! حق تعالیٰ شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا ہمارے پاس ایک نمونہ بھیج دیا ہے (جیسا کہ ارشاد ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) اور گویا فرما دیا کہ ہم تفصیلاً کہاں تک بیان کریں کہ یہ صفت پیدا کرو۔ وہ صفت چھوڑ دو، ہم ایک نمونہ بھیج دیتے ہیں ایسے ہی بن جاؤ، اپنے اخلاق، عادات، کھانا، پینا، سونا، بیٹھنا، اُٹھنا، چلنا پھرنا، وضع، طرز، انداز، چال، ڈھال ایسا ہے جیسا ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اگر ایک صفت کی بھی کمی ہوئی تو ہم نمونہ کے موافق نہ ہوئے اس کی ایسی مثال ہے کہ درزی سے ہم کو ایک اچکن سلوانا منظور ہے ہم نے نمونہ کے واسطے ایک اچکن بھیج دیا کہ ایسا ہی لاؤ۔ اب بتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آستین اس قدر ہوں سلائی اس طرح کی ہو اس قدر نیچا ہو وہ سی کر لایا۔ دیکھا تو اس کے مطابق ہے لیکن ایک آستین بڑھی ہوئی ہے تو اس درزی سے کہا جاوے گا کہ ظالم تیرے پاس ہم نے نمونہ بھیج دیا تھا پھر بھی تو نے اس کے موافق نہ سیا اور اس اچکن کو ہرگز نمونہ کے موافق نہ کہا جائے گا وہ اچکن اس درزی کے منہ پر ماریں گے اور اس کو سزا دیں گے۔ (حیات طیبہ ص ۱۵)

خشیت الٰہی کی مثال

فرمایا! قلب کے بارے میں مختصر کام فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کر لو، جیسے کسی شخص سے کہا جائے کہ یہ پچاس گاڑیاں ہیں ان کو ایک دم سے چلاؤ اور وہ سخت پریشان ہو کہ میں کس طرح چلاؤں، یہ تو سخت مشکل ہے پھر اس کو طریق بتلایا جائے کہ اسی میں انجن لگا دو سب گاڑیاں خود بخود چل پڑیں گی۔ واللہ، بے نظیر تعلیم ہے کہ کوئی حکیم کوئی عاقل مثل

نہیں لاسکتا۔ (تسہیل الاصلاح ص ۱۴)

قلب کی اصلاح سے سب اعضاء کی اصلاح ہو جائے گی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ"

زمانہ نزول قرآن کی مثال

فرمایا! رمضان میں قرآن کا نزول ہوا اور وہ مشرف و معظم ہے اس کے شرف کی وجہ سے زمانہ نزول یعنی رمضان بھی ضرور مشرف ہوگا۔

صاحبو! کیا مجازی محبوب کی گفتگو اور خط ملنے کا وقت تو پیارا اور عزیز ہو اور محبوب حقیقی کے کلام نازل ہونے کا وقت مشرف و ممتاز نہ ہو۔ قطع نظر اس کے کہ خدا کا کلام ہے اور اس کو انتساب ایک ذات عظیمہ کے ساتھ ہے۔ (احکام العشر الاخیرہ ص ۱۲)

دماغ کی مثال

فرمایا! انسان کے دماغ کی مثال پریس کی سی ہے کہ کاپی لکھ کر جب لگاؤ تو چھپ جائے گا اسی طرح جو چیز دماغ انسان کے روبرو ہوتی ہے وہ اس میں منقش ہو جاتی ہے اگرچہ اس وقت شعور نہیں ہوتا لیکن اس انتقاش کے لیے شعور کی ضرورت نہیں ہے۔

(ضرورت الاعتناء بالدین ص ۱۵)

لوگوں پر تعزیرات الٰہی کی دفعات کے عائد ہونے کی مثال

فرمایا! لوگوں پر تعزیرات الٰہیہ کی بہت سے دفعات عائد ہو رہی ہیں لیکن اپنی خبر نہیں لیتے اور دنیا بھر کی تحقیقات (چاند، مریخ وغیرہ) میں لگے ہوئے ہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص پر فوجداری کے بہت سے مقدمات قائم ہیں مگر وہ احمق اپنی فکر چھوڑ کر سارے الٰہ آباد کے مقدمات کی تحقیق کرتا پھرے اگر اس کو ذرا بھی عقل ہوتی تو وہ ان سب کو چھوڑ کر اپنے مقدمات کی فکر کرتا۔ (ضرورت العلم بالدین ص ۱۲)

گناہ سے رنجیدہ نہ ہونے والے شخص کی مثال

فرمایا! اگر وجدان صحیح ہو تو گناہ کر کے دیکھئے، کیسی تکلیف اور رنج ہوتا ہے اور اپنے نفس کو انسان کیسی ملامت کرتا ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم دن رات گناہ کرتے ہیں ہمیں تو کچھ بھی تکلیف و رنج کا احساس نہیں ہوتا اس کا سبب یہ ہے کہ یہ شخص آج تک مرض میں مبتلا ہے صحت کبھی نصیب ہی نہیں ہوئی کہ اس کی راحت کا ادراک ہو اور اس سے مرض گناہ کی کلفت کا احساس ہو۔

اس شخص کی ایسی مثال ہے جیسے ایک اندھا مادرزاد کہ اس کو یہی ادراک نہیں ہو سکتا کہ میں اندھا ہوں کیونکہ عمی عدم البصر کو کہتے ہیں تو جس کو بصر کا ادراک نہ ہوگا اس کو عمی کا ادراک کیونکر ہوگا۔ (ضرورت العلم بالدین ص ۱۵)

یا اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص پیدائشی طور سے کال کوٹھڑی میں رہتا ہو اور کبھی روشنی نہ دیکھی ہو اس کو اندھیرے سے بالکل وحشت نہیں ہوتی بلکہ راحت و فرحت ہوتی ہے۔

دینی تعلیم کی ارزانی کی مثال

فرمایا! دینی تعلیم کی ارزانی دیکھئے کہ اگر کوئی شخص میزان سے اخیر تک ایک کتاب بھی نہ خریدے تو ہر کتاب اس کو میسر آ سکتی ہیں اور بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے تمام درسیات مدرسوں سے مستعار لے کر پڑھی ہیں۔ آپ ایک شخص کو بھی نہیں بتلا سکتے جس نے بی اے تک پڑھا ہو اور اس کو قریب قریب کل کتابیں نہ خریدنی پڑی ہوں۔ اس کا سبب یہ ہے جتنی ضرورت کی چیز ہوتی ہے اس قدر سستی ہوتی ہے مثلاً پانی، ہوا ہر جگہ بلا قیمت دستیاب ہے اور جس قدر بے کار ہوتی ہے اسی قدر گراں ہوتی ہے مثلاً جواہرات، جسے شاید ہی کسی کو دیکھنا نصیب ہوتے ہوں۔ (ضرورت علم بالدین ص ۳۷)

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کی مثال

فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم غایت، شفقت و صفت ترحم کی وجہ سے کفار کے راہ راست پر نہ آنے سے بے چین رہتے تھے۔ (جیسا کہ ارشاد ہے: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ جس کا حاصل یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی حالت سے ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے ایمان نہ لانے کے غم میں اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے)۔ جیسے ایک شفیق باپ کو بیٹے کی نافرمانیوں کی وجہ سے اس سے نفرت اور عداوت نہیں ہوتی بلکہ باپ کو بیٹے پر رحم آتا ہے اور وہ کڑھتا رہتا ہے۔ (فضائل العلم والخشیت ص ۳)

الفاظ خلاف معنی کی مثال

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میم واؤ و میم و نون تشریف نیست　　　لفظ مؤمن جز پے تعریف نیست

فرمایا! یہ الفاظ تو صرف پہچان ظاہری کے لیے ہیں ورنہ ان میں کیا رکھا ہے جیسے ایک بنئے کا کارکن کھاتے میں حساب جوڑ رہا تھا کہ پندرہ کا پانچ ہاتھ لگا ایک اور پچیس کا پانچ ہاتھ لگے دو، وغیرہ وغیرہ۔ ایک فقیر ان سب حاصلوں کو شام تک سنتا رہا، جب اس نے سوال کیا تو بنئے کے کارکن نے ناداری کا عذر کیا۔ سائل نے کہا جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ابھی تو میرے سامنے تو نے سینکڑوں کے حاصل ہونے کا اقرار کیا۔ اس نے کہا بھائی صرف کاغذ میں حاصل ہوئے ہیں واقع میں حاصل نہیں ہوئے جب الفاظ خلاف معنی ہوں تو وہی مثل ہے کہ:

از بروں چوں گور کافر پر حلل　　　واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزیدؒ　　　وز درونت ننگ مے دارد یزید

(فضائل العلم والخشیت ص ۳۴)

مبتدی کو وعظ سے منع کرنے کے سبب کی مثال

فرمایا! مبتدی کے لیے وعظ گوئی مضر ہے حالانکہ طاعت ہے مگر اس کو وعظ سے منع کرنے کی وجہ یہی ہے کہ اس کے نور قلب میں بہت کمی ہے اگر ابھی سے صرف کیا جائے گا تو قوت علمیہ اور عملیہ کی کمی کی وجہ سے وہ حدود کے اندر نہ رہے گا اس لیے اور کاموں کے لیے نور باقی نہ رہے گا۔ ہاں جب نور قلب اس کو پورا پورا حاصل ہو جائے اور اس کو علمی و عملی استحکام بھی ہو جائے تو اب اس کو وعظ گوئی کی اجازت ہے اس کی ایک بیہودہ سی مثال یہ ہے کہ صغر سنی میں لڑکے کو جماع سے منع کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں وہ مادہ جو محرک جماع ہے بہت کم اور کمزور ہے۔ اگر ابھی سے صرف ہونے لگے تو پھر اس کی نشوونما کاہے سے ہوگی۔ ہاں تھوڑے دنوں

کے بعد وہ وقت آنے والا ہے کہ اس کو اتنا جوش ہوگا کہ روکے سے نہ رُکے گا اور اس وقت اطباء یہ کہیں گے کہ اس وقت اس کا استفراغ نہ ہونا مخل صحت ہے۔ (ذم المکروہات ص ۳۱)

مطیع اور غیر مطیع کی مثال

فرمایا! غیر مطیع پر مصیبت ظاہر میں بھی ہوتی ہے اور دل میں بھی، مطیع کا ظاہر مصیبت میں ہوتا ہے مگر وہ دل میں باغ باغ ہوتا ہے۔ دونوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو وہ درخت ہے کہ گرم ہوا کے اثر سے خشک ہوگیا اور اس کی جڑ بھی ایسی زمین میں ہے جس میں نمی کا نام نہیں، شاخوں میں کچھ نمی تھی وہ بھی ہوا کے اثر سے جاتی رہی۔ اب سوکھی لکڑی اور ایندھن کے سوا کچھ نہیں رہا اور ایک وہ درخت ہے جس کی شاخیں ہری ہیں اور نہایت شاداب زمین میں جڑ پکڑے ہوئے ہے گرم ہوا سے اس کی کچھ شاخیں مرجھا گئیں مگر جڑ اپنے حال پر ہے دو چار شاخیں مرجھائیں اور بجائے ان کے دس شاخیں ہری بھری نکل آئیں تو ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ یہی حال مطیع اور غیر مطیع کا ہے۔ تکلیف میں غیر مطیع کا ظاہر و باطن سب مرجھا جاتا ہے اور مطیع کا ظاہر مرجھاتا ہے باطن نہیں مرجھاتا وہ بحالہ شاداب رہتا ہے جس سے ظاہر بھی جلد شاداب نظر آنے لگتا ہے۔ (ذم المکروہات ص ۱۷)

ریاء کی مثال

فرمایا: نام ونمود اور ریاء کرنا (نیکی کرنے کے بعد لوگوں کو سنانے کیلئے) دیا سلائی اور بارود کی مثال ہے جو سب کو ضائع کر دیتا ہے۔ اسی طرح ریا حابط اعمال ہے۔ (ذم المکروہات ص ۴۷)

گناہ کی کتابوں سے شائع کرنے کی مثال

فرمایا! گناہ کی کتابوں کا شائع کرنا بھی گناہ ہے مطبع والوں نے آج کل یہ حیلہ تراش لیا ہے کہ ہم تو اپنی محنت کے دام لیتے ہیں، دروغ بر گردن داری، مصنف اپنی تصنیف کا خود ذمہ دار ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی باغی کی کوئی تصنیف کردہ کتاب یا اشتہار بھی چھاپئے اور اگر عدالت میں یہ جواب طلب ہو تو کہہ دیجئے کہ ہم نے تو اپنی محنت کی اُجرت لی ہے۔ دروغ بر گردن داری۔ مصنف سے جواب طلب کیا جائے ذرا میں دیکھوں کہ یہ جواب دے کر مطبع والے چھوٹ جائیں گے یا نہیں؟ (ذم المکروہات ص ۵۵)

موت سے خوف کی مثال

فرمایا! بعض کو اگرچہ موت یاد ہے لیکن وہ خوف اور دہل نہیں ہے جو ہونا چاہیے۔ دیکھو اگر کسی شخص کو معلوم ہو کہ میرے گرفتار کرنے کے لیے گارڈ پھرتی ہے تو اس کے قلب کی کیا حالت ہوگی کہ عیش تلخ ہو جاتا ہے' چین' آرام برباد ہو جاتا ہے ہر وقت یہ دھن ہوتی ہے کہ کسی طرح میں اس مصیبت سے نجات پاؤں۔ (اصلاح النفس ص ۵)

اپنے تقدس کے دلیل کی مثال

فرمایا! بعض لوگ اگر کسی کے معتقد ہو جائیں تو وہ ان کو اپنے تقدس کی گویا دلیل سمجھتا ہے پھر یہ مثال بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کسی مکتب کے لڑکوں نے استاد صاحب سے چھٹی لینا چاہی تو یہ ترکیب نکالی کہ سب چل کر ان کی مزاج پرسی کریں۔ چنانچہ ایک لڑکا گیا کہ آج آپ کی طبیعت ناساز معلوم ہوتی ہے۔ استاد صاحب نے جھڑک دیا کہ میں تو تندرست ہوں' دوسرے نے آ کر کہا کہ کیا بات ہے کہ آج آپ کا چہرہ اترا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

غرض متواتر کئی لڑکوں نے کہا تو استاد صاحب نے کہا تم پڑھو میں ساتھ والے کمرے میں لیٹتا ہوں' لڑکوں کے کہنے سے استاد صاحب کے سر میں مصنوعی درد تو ہو گیا تھا' جب لڑکوں نے چلا چلا کر پڑھنا شروع کیا تو واقعی ترقی محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ مجبور ہو کر سب کو چھٹی دے دی تو جس طرح معلم سب معتقدین کے کہنے سے مبتلائے وہم مرض جسمانی ہو گیا تھا ایسے ہی ان کو سب معتقدین کے کہنے سے مبتلائے مرض نفسانی (اپنے کو مقدس سمجھنا) ہو گیا۔ (اصلاح النفس ص ۷)

مرشد کی توجہ سے دل کی کیفیت کی مثال

فرمایا! بعض مرتبہ مرشد کی توجہ سے طالب کے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ خود محنت کرنے سے پیدا نہیں ہوتی مگر اس کیفیت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اگر خود کچھ نہ کہا جائے تو یہ کیفیت بھی باقی نہیں رہتی۔ اس کیفیت کی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسے آگ کے سامنے بیٹھنے سے گرم ہو جانا لیکن یہ گرمی باقی نہیں رہتی' آگ کے سامنے سے ہٹ کر ہوا لگی کہ بدن میں ٹھنڈک پیدا ہوئی۔ اسی طرح اس کیفیت میں بھی پیر سے جدا ہوتے ہی کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔ (اصلاح النفس ص ۲۲)

نہ کھانے نہ پینے والے بزرگوں کی مثال

فرمایا! آج کل ایسے لوگوں کو بہت بزرگ سمجھا جاتا ہے جو کھانا چھوڑ دیں' سرسری پانی بالکل نہیں پیتی اور سانڈا نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے صرف ہوا اس کی غذا ہے کیا یہ بھی بزرگ ہیں۔ (تفاضل الاعمال ص ۱۶)

کامل اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والا بزرگ ہے۔ اِلاستِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ.

ایمان اور کفر کی مثال

فرمایا! ایمان ایک آفتاب ہے اگر ہزاروں بدلی کے ٹکڑے اس پر حائل ہوں تب بھی اس کا نور فائض ہو کر رہے گا اور جھلک جھلک کر روشنی پڑے گی اور کفر کی خوش اخلاقی آئینہ کی سی چمک ہے جو بالکل عارضی ہے۔

دوسری مثال: اگر ایک گلاب کی شاخیں کسی گملا میں لگا دی جائیں اور اس کے مقابل کاغذ کے ویسے ہی پھول بنا کر رکھ دیئے جائیں تو اگر چہ اس وقت کاغذ کے پھولوں میں زیادہ رونق اور شادابی ہے اصل گلاب کی وہ حالت نہیں لیکن ایک چھینٹا بارش ہو جائے پھر دیکھئے کہ گلاب کیا رنگ لاتا ہے اور کاغذ کے پھول کیسے بدرنگ ہوتے ہیں پس مسلمان اگر چہ دنیا میں کسی حالت میں ہو لیکن قیامت میں جب ابر رحمت برسے گا تو دیکھنا کہ اس کا اصلی رنگ کیسے کچھ نکھرتا ہے اور کافر کی زرق برق حالت پر کیا پانی پڑتا ہے۔ (تفاضل الاعمال ص ۲۸)

گنہگار مومن کے دوزخ میں جانے کی مثال

فرمایا! گناہ گار مومن کو جہنم میں گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس کی مثال بیان فرمائی کہ چراغ پر اگر بہت سی کیٹ جمع ہو جائے تو اس کو آگ میں ڈال کر صاف کیا جاتا ہے اور اس وقت وہ نفیس جگہ کے استعمال کے قابل ہوتا ہے۔

دوسری مثال: بچہ اگر نجاست میں لتھڑا ہو جائے تو حمام میں لے جا کر اسے خوب رگڑتے اور نجاست کو کھرچتے ہیں تو دوزخ بھی حمام ہے لیکن اس کی برداشت ہرگز نہ ہو سکے گی۔ (الرضا بالدنیا ص ۸)

اس لیے مسلمان کو اعمال صالحہ کرنا چاہیے تاکہ دوزخ میں نہ جانا پڑے۔ حضرت حکیم

الامتؒ نے یہ بھی فرمایا کہ دوزخ میں جانا مسلمان کی توہین ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی امیر کو بھنگی کے ساتھ قید میں رکھا جائے کیونکہ دوزخ کفار کا ٹھکانا اور مقام ہے۔ (الرضا بالدنیا ص ۶)

شریعت کی ہر تعلیم فطرت کے مناسب ہے

فرمایا! شریعت کی ہر تعلیم طبیعت کے مناسب ہے لیکن نفس چونکہ بصیر نہیں اس لیے اس کی تعلیم سے بھاگتا ہے جیسے مریض بد پرہیزی کی طرف مائل ہوتا ہے اور مفید ادویہ واغذیہ سے بھاگتا ہے۔ (الاتعاظ بالغیر ص ۴)

حضرات صحابہؓ سے وابستگی کی مثال

فرمایا! جب انجن کے ساتھ محض ظاہری وابستگی کی وجہ سے ساری ریل گاڑیاں متحرک ہو جاتی ہیں تو کیا حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متوسلین اور وابستگان میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیوض نہ آئیں گے اور ان میں حرکت پیدا نہ ہوگی، ضرور ہوگی۔ (حب العاجلہ ص ۱۰)

درس وتدریس سب محکموں کی روح ہے

فرمایا! درس وتدریس سب محکموں کی روح ہے خواہ تقریر ہو خواہ تحریر، خواہ تصنیف۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے انجن کا پہیہ کہ اسی کے چکر پر تمام گاڑیوں کو حرکت ہوتی ہے اگر اس کی حرکت بند ہو جائے تو تمام گاڑیوں کی حرکت بند ہو جائے مگر اس کی ضرورت کا احساس لوگوں کو اس واسطے نہیں ہوتا کہ جو چیز مدار کار ہوا کرتی ہے وہ اکثر لطیف ہوتی ہے جیسے گھڑی کا فنر اور بال کمانی کہ گنوار آدمی گھڑی دیکھ کر سب سے بڑی چیز اس کے گھنٹے کو سمجھتا ہے لیکن حقیقت شناس جانتے ہیں کہ گھنٹہ کی حرکت کا مدار فنر پر ہے اگر فنر کی حرکت بند ہو جائے تو گھنٹے کو ایک دفعہ بھی حرکت نہیں ہو سکتی۔ (ضرورت العلماء ص ۷)

محقق علماء کو چھوڑنے کی مثال

فرمایا! افسوس چند خود غرض مولویوں کو دیکھ کر محقق علماء کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ اگر کوئی شخص عطائیوں کو دھوکہ دیتے ہوئے دیکھے اور اس وجہ سے حاذق اطباء کو بھی چھوڑ دیجئے۔ (ضرورت العلماء ص ۱۳)

شریعت میں تنگی نہیں

فرمایا! شریعت میں تنگی نہیں لیکن آپ لوگوں نے ان صورتوں کو اختیار کر رکھا ہے جو حرام کر دی

گئی ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شریعت میں تنگی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ حکیم صاحب نے مریض کو آلو بینگن، بھینس کا گوشت اور تیل و کھٹی اشیاء سے منع کیا۔ اب اگر وہ شخص حکیم صاحب کو برا بھلا کہنے لگے کہ میرے گاؤں میں تو یہی چیزیں ملتی ہیں ان کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ملتی تو ظاہر ہے کہ اس کے گاؤں میں وہی چیزیں منتخب ہو کر آتی ہیں جو سراسر مضر ہیں اس کے گاؤں میں تنگی ہے طب میں تنگی نہیں۔ اگر حکیم صاحب نے چار چیزوں کی ممانعت کی ہے تو بیس اشیاء کی اجازت دی ہے۔

غرض اس کے گاؤں کی اصلاح کی جائے۔ بعینہ شریعت نے تجارت و معاملات میں جو صورتیں حرام کی ہیں ان کو چھوڑ دینا چاہیے اور ان سینکڑوں صورتوں کو اختیار کرنا چاہیے جو شریعت نے جائز کہی ہیں۔ (طریق النجات ص ۸)

ظاہری نماز روزوں کی مثال

فرمایا! اگر مذہب دل میں نہ رچا ہو تو ظاہری نماز روزہ کسی کام کا نہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے طوطے کو سورتیں رٹا دیں وہ محض زبان پر تھیں ایک شاعر نے اس کی تاریخ وفات کہی ہے:

میاں مٹھو جو ذاکر حق تھے — رات دن ذکر حق رٹا کرتے رہے
گربہ موت نے جو آدابا — کچھ نہ بولے سوائے ٹے' ٹے' ٹے

یہ تاریخ اگرچہ مسخرہ پن ہے لیکن غور کیا جائے تو اس نے بڑی حکمت کی بات کہی ہے کہ جس تعلیم کا اثر دل پر نہیں ہوتا' مصیبت کے وقت وہ کچھ کام نہیں دیتی' اگر دین کی محبت دل میں رچی ہوئی نہ ہو تو حافظ قرآن بھی ہوگا تب بھی آٹے دال ہی کا بھاؤ دل میں لے کر مرے گا۔ (طریق النجات ص ۳۶)

دوسری مثال: یہ بھی فرمایا اگر محبت دین کی دل میں رچی ہوئی نہ ہو تو یہ سب لفافہ ہے کہ اوپر سے نہایت مکلّف اور خوشنما لیکن اندر سے بالکل سادہ' جیسے مشہور ہے کہ ایک میراثی کسی کے پاس لفافہ لایا جو اوپر سے نہایت مکلّف اور خوشنما تھا اور اندر سے بالکل سادہ پتہ نہ لکھنے کا سبب پوچھا تو کہا حضور نہایت جلدی میں خط دیا ہے لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ مکتوب الیہ کو خیال ہوا کہ اندر مضمون ہوگا کھول کر دیکھا تو خط بھی بالکل سادہ۔ مزید پوچھنے پر دوبارہ میراثی نے کہا کہ عرض تو کر چکا ہوں نہایت عجلت میں خط لکھنے کی مہلت نہیں ملی۔ بعینہ ہم لوگوں میں اکثر کی یہی حالت ہے کہ محض ظاہری تکلف ہے اندر خاک بھی نہیں حالانکہ ضرورت اس کی تھی کہ ہم بہت سی نفلیں نہ پڑھیں' بہت ذکر و شغل نہ کریں' صوفیاء کی صورتیں نہ بنائیں تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن دل محبت الٰہی سے بھرا ہونا چاہیے۔ (نسیان النفس ص ۱۵)

دفعات اسلام کی توہین کی مثال

فرمایا! اگر عدالت کی توہین کی جائے تو وہ سلطنت اور گورنمنٹ کی توہین سمجھی جاتی ہے تو کیا دفعات اسلام میں سے کسی دفعہ کی توہین یا کسی نبی کی توہین خدا تعالیٰ کی توہین نہ سمجھی جائے۔ پس یہ شبہ جاتا رہا کہ تمسخر کے بعد بھی ہم مسلمان ہیں۔ (آ ثار المحبت ص ۷)

گناہ پر جرأت کرنے والوں کی مثال

فرمایا! بعض لوگ گناہ کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں وہ سب تکالیف سے نجات دے دیں گے۔ اگر یہ ہوس کافی ہے تو تھوڑا سا سنکھیا بھی کھالینا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہیں وہ بچالیں گے۔ اگر سنکھیا کھا کر مر جانا خدا تعالیٰ کے غفور رحیم ہونے کے منافی نہیں تو گناہ کر کے دوزخ میں جانا اس کے غفور رحیم ہونے کے منافی نہیں ہے۔ (آ ثار المحبت ص ۱۱)

تحصیل علم کا مقصود

فرمایا! تحصیل علم میں یہ کوتاہی بکثرت واقع ہو رہی ہے کہ محصلین کو یہ یاد ہی نہیں رہا کہ اس علم کی غایت عمل ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ اگر کسی شخص کو دہلی جانا ہے تو اسے چاہیے کہ مقصود بالذات کو پیش نظر رکھ کر دہلی جانے والی گاڑی میں سوار ہو ورنہ اگر اصل مقصود سامنے نہ ہو تو ممکن ہے کہ غلطی سے بجائے دہلی کے کلکتہ پہنچ جائے۔ (العمل للعلماء ص ۸)

عجب کا علاج معصیت سے کرنے کی مثال

فرمایا! بعض لوگ عُجب کا علاج معصیت سے کرتے ہیں اور مصلحت یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے ہم لوگوں کی نظروں میں ذلیل رہیں گے اور ہمارا عُجب کٹ جائے گا مگر یہ علاج ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنے بدن سے پاخانے کو بذریعہ پیشاب دھونے لگے۔ (العمل للعلماء ص ۱۹)

بدعت کی مثال قانون میں اضافہ

فرمایا! اگر کوئی صاحب مطبع گورنمنٹ کے قانون کو طبع کرے اور اخیر میں ایک دفعہ کا اضافہ کر دے اور وہ دفعہ ملک و سلطنت کیلئے بھی بے حد مفید ہو تب بھی اس کو جرم سمجھا جائے گا اور یہ شخص مستوجب سزا ہوگا۔ پس جب قانون دنیا میں ایک دفعہ کا اضافہ جس کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں کیوں جرم نہ ہوگا۔ (احسان التدبیر ص ۱۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

بے علم لوگوں کی مثال

فرمایا! بے علم لوگ علماء کے سامنے ایسے ہیں جیسے کسی وکیل کے سامنے ایک دیہاتی آدمی جس طرح ایک دیہاتی آدمی کسی وکیل کے سامنے یہ نہیں کہہ سکتا۔ اس طرح کر لینے میں کیا حرج ہے اسی طرح آپ کو بھی یہ حق نہیں کہ مسائل شریعت کے بارے میں علماء سے اُلجھیں، پھر جس طرح وہ دیہاتی ہر کام میں وکیل سے مشورہ کرنے کا محتاج ہے اسی طرح آپ بھی ہر مذہبی کام میں علماء سے مشورہ کرنے کے محتاج ہیں۔ (کاش! ہماری گورنمنٹ پاکستان آئین سازی کا کام علماء حقانی کے سپرد کردے تاکہ وہ اسلامی آئین تیار کریں۔)(احسان التدبیر ص ۲۳)

بزرگوں کے پشت کی جانب بیٹھنے کی مثال

فرمایا! خدا جانے لوگ بزرگوں کی پشت کی طرف بیٹھنے میں کیا مصلحت سمجھتے ہیں۔ آیا یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ شخص بزرگ ہے ہماری عبادت اسکے اندر سے نکل کر جائے گی تو ضرور قبول ہوگی۔ گویا کہ وہ خس کی ٹٹی ہو کہ ہوا کی طرح ان میں سے عبادت چھن کر جائے گی۔ (فضل العلم والعمل ص ۲۶)

عارفین کی خوشی

فرمایا! عارفین کو خوشی اس بات پر ہوتی ہے کہ وہ آخرت کو اپنا گھر سمجھتے ہیں۔ باقی ان کو دارو گیر کا اندیشہ بھی ہوتا ہے لیکن رحمت خداوندی سے امید بھی ہوتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر چھوٹ جائیں گے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کا گھر ٹوٹا پھوٹا ہے اور سرائے نہایت پختہ ہو تو وہ اپنے گھر ہی کو پسند کرے گا اور سوچے گا کہ اگرچہ اس وقت میرا گھر ٹوٹا پھوٹا ہے لیکن میں انشاء اللہ تعالیٰ پھر اسکو پختہ کرلوں گا۔ اسی طرح اگرچہ ان کو اندیشہ ہوتا ہے مگر جانتے ہیں کہ ایمان کی سلامتی ہے تو ضرور رحمت ہوگی۔ (متاع الدنیا ص ۹)

وعظ کی مثال

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا معمول تھا کہ کسی کی فرمائش پر کوئی مضمون وعظ میں نہیں بیان فرماتے تھے بلکہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو قلب مبارک پر وارد ہوتا بیان فرماتے اور اس میں عوام کی مصلحت کا زیادہ خیال رکھتے جو مضمون ان کے مناسب حال ہوتا وہی بیان فرماتے۔

اسی سلسلہ سے متعلق فرمایا کہ وعظ طب ہے طبیب دوا وہ بتلائے گا جو مرض کے مناسب ہو کہ اس میں مریض کی مصلحت ہے اگر کوئی طبیب اس بات میں بدنام ہو جائے کہ یہ کڑوی دوا لکھتے ہیں تو اگر وہ اس عار کے دھونے کے واسطے حلوا لکھ دے، جس کی مریض کو ضرورت نہ ہو تو وہ طبیب نہیں ہے کیونکہ اس نے مصلحت کو مریض کی مصلحت پر ترجیح دی۔ (التصدی للغیر ص ۱۶)

دین میں دخل دینے کا کسی کو اختیار نہیں

فرمایا! دین کے اندر ہر شخص مجتہد ہونے کا مدعی ہے اور ہر کس و ناکس اس میں دخل دینے کے لیے تیار ہے مثلاً زراعت کو میں نہیں جانتا تو میں اگر گیہوں بونے کا طریقہ بیان کرنے لگوں تو جاننے والے کہیں گے کہ تم کیا جانو اور تمام عقلاء کے نزدیک یہ جواب کافی سمجھا جائے گا۔ مگر حیرت ہے کہ دین کے بارے میں اگر علماء یہی جواب دیتے ہیں تو نا کافی شمار ہوتا ہے۔

یاد رکھو! فن کے جاننے والوں کے سامنے تمہارے مطالبہ دلائل کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے پاس گھڑی ہے اور وہ بڑی معتبر ہے تار گھر سے ملی ہوئی ہے اور ایک شخص آفتاب کی طرف رُخ کیے کھڑا ہے، گھڑی والا کہتا ہے کہ گھڑی کے اعتبار سے آفتاب چھپ گیا اور اس میں ہرگز غلطی کا احتمال نہیں اور وہ کہتا ہے کہ آفتاب میرے سامنے ہے چھپا نہیں اور وہ گھڑی والا...... اس سے دلیل طلب کرتا ہے تو وہ ہنستا ہے کہ یہ تو کھلی بات ہے آفتاب نظر کے سامنے ہے اور وہ چھپا نہیں تم اس طرف دیکھو آفتاب موجود ہے دلیل کی حاجت نہیں۔ پس جن لوگوں نے دین کے باب میں اپنی عمریں کھپا دی ہیں ان کا قول معتبر ہوگا۔ (الغاء المجازفہ ص ۵)

ایمان اور اس کے سب فروع شریعت کا جزو ہیں

فرمایا: ایمان اور اس کے سب فروع اور شریعت کا تو ہر جزو ایسا ہے کہ اگر اس میں سے ایک ذرہ برابر بھی کم کر دیا جائے تو اتنی ہی اس میں بدنمائی ہوگی اور اس اختصار کی ایسی مثال ہوگی جیسے شاہی باز اُڑ کر ایک بڑھیا کے گھر چلا گیا' بڑھیا نے اس کو پکڑ لیا' اس کی چونچ دیکھی تو بہت بڑی ہے بہت افسوس کیا' ہائے یہ کیسے کھاتا ہے' قینچی لے کر اس کی چونچ کُتر دی' پنجے پاؤں دیکھے وہ بھی لمبے لمبے تھے کہنے لگی ہائے یہ کیسے چلتا ہوگا' پنجے بھی کتر دیئے' غرض جو چیزیں اس میں کمال کی تھیں وہ سب اُڑا دیں۔ اسلام میں اگر اختصار کیا جائے تو اس باز کی سی حالت ہوگی' وہ اسلام ہی کیا رہے گا۔ (اختیار الخلیل ص ۱۰)

مقام افسوس ہے کہ دورِ حاضر میں کہتے ہیں کہ نماز کی اب کیا ضرورت ہے ہم تو مسلمان کے گھر ہی پیدا ہوئے ہیں اس وقت چونکہ بت پرستی کا غلبہ تھا اس لیے نماز کا حکم ہوا' روزہ کے بارے میں کہتے ہیں رزق کی تنگی کے سبب حکم تھا' اب فراخی کے زمانہ میں فاقہ کی کیا ضرورت ہے۔ غرض زکوٰۃ' قربانی' فطرانہ ہر ایک کو نکالنا چاہتے ہیں۔ عارف رومیؒ نے ایک مثال میں خوب بیان فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کو اسلام ہی کا نام بدل دینا چاہیے۔ فرماتے ہیں:

شیر بے گوش و سرو شکم کے دید
ایں چنیں شیر خدا ہم نا فرید
چوں نداری طاقت سوزن زدن

ایک اور شاعر نے بھی خوب تشبیہ دی ہے:

صرف نغمے ہی نہیں مئے بھی بدلنی ہوگی ۔۔۔ باغباں نے یہ سنا ہے کہ چمن بیچ دیا
نام مذہب کا جسے دے کے رکھا تھا ہم نے ۔۔۔ عہدِ حاضر نے اسے منصور کہن کہہ کے بیچ دیا

تبلیغ کیلئے مدارس دینیہ کی حاجت

فرمایا! جس طرح نماز کے لیے وضو ضروری ہے اسی طرح اشاعت و تبلیغ کے لیے مدارس کا وجود ضروری ہے اور بعد فراغ تعلیم تبلیغ سے باز رہنا ایسا ہے جیسا کوئی وضو کر کے نماز نہ پڑھے پھر جس طرح وضو کے لیے پانی اور لوٹوں کا ہونا ضروری ہے اسی طرح طلباء مدارس کے لیے سامان فراغ خورد و نوش اور کتابوں کی ضرورت ہے۔ (الدعوت الی اللہ ص ۱۲)

نری بیعت کی مثال

فرمایا! حصول مقصود کا مدار بیعت پر نہیں بلکہ نری تعلیم تو حصول مقصود کے لیے کافی ہے لیکن نری بیعت ہرگز کافی نہیں۔ اس کی مثال یوں بیان فرمائی کہ صورت بیعت کا محض وہ درجہ ہے جو پھولوں کی کیاری میں گھاس کا ہوتا ہے کہ اس سے ایک خوش نمائی تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے اور پھولوں کی رونق بڑھ جاتی ہے لیکن پھولوں کی نشو و نما میں گھاس کا کچھ بھی دخل نہیں۔ اگر کیاری میں گھاس نہ بھی لگائی جائے محض پھولوں کے پودے ہی لگا دیئے جائیں تب بھی پھول اپنی ساری صفات اور اپنی اصلی آب و تاب کے ساتھ پیدا ہوں گے۔ کیاری میں گھاس نہ ہونے کی وجہ سے ان کی ذات میں کسی قسم کا نقص واقع نہ ہوگا (اسی طرح اگر کوئی شیخ طریقت سے بیعت نہ کرے اور تربیت نہ کرے تو کچھ فائدہ نہیں) (اشرف السوانح ج ۲ ص ۲۹۶)

حضرت عطارؒ فرماتے ہیں:

دِل زِ پُر گفتن بمیرد در بدن　　　گرچہ گفتارش بود در عدن

فرمایا! واقعی جب چاہو تجربہ کرلو زیادہ بولنے سے دل بے رونق ہو جاتا ہے جیسے اگر ہانڈی میں ابال آئے اور اس کی روک تھام نہ کی جائے تو بس سارا مصالحہ نکل جائے گا اور ہانڈی پھیکی رہ جائے گی اگرا چھی اچھی باتیں بھی بلا ضرورت کی جائیں تو ان کا بھی یہی اثر ہوتا ہے۔ (اشرف السوانح ج ۳ص ۷ ۳۶)

رسائی عقل کی مثال

رسائی عقل کے متعلق امیر عبدالرحمٰن صاحب مرحوم والئی کابل کا قول نقل فرمایا کہ جو بات کشف سے بھی معلوم ہوتی ہے وہی عقل سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ کشف کی مثال ٹیلی فون کی سی ہے جس میں بعینہ الفاظ مسموع ہوتے ہیں اور عقل کی مثال ایسی ہے جیسے ٹیلی گراف جس میں قوت فکریہ اور استدلال سے کام لینا پڑتا ہے کیونکہ بعینہ الفاظ مسموع نہیں ہوتے بلکہ کھٹکوں کے ذریعے سے اشارات میں گفتگو ہوتی ہے۔ (اشرف السوانح ج ۳ص ۱۰۳)

ایک حدیث کی توضیح

فرمایا! حدیث میں ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام بعض اولیاء اللہ پر رشک کریں گے۔ ظاہراً اس پر شبہ ہوتا ہے کہ افضل کو مفضول پر غبطہ کیوں ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ غبطہ کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی تو کمال کے فقدان سے سو یہ تو نہ ہوگا اور کبھی بہ سبب ایک قسم کی عافیت کے مثلاً کوئی بڑے عہدے پر ہو اور ذمہ داریوں کی کثرت سے یہ کہے کہ پانچ روپے والے مجھ سے اچھے آرام سے ہیں۔ اس قدر حساب کا باران پر تو نہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا رشک کرنا اسی طرح پر ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا بڑا مرتبہ ہے امت کی فکر میں مشغول ہوں گے اور بعض اولیاء اللہ ایسی مشغولی سے آزاد ہوں گے۔ پس اس غبطہ کا یہ محل ہے۔

(الافاضات الیومیہ حصہ سوم ص ۳۰۲)

نیک صحبت کی مثال

فرمایا! صحبت صالحین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کھٹے آم کے درخت کا پودا لے کر کسی قلمی درخت کے نیچے نصب کر دیا جائے اور اس قلمی پر اس کی قلم چڑھا دی جائے تو ظاہر ہے اس پر پھل قلمی آئیں گے۔ (مزید المجید ص ۱۳)

سالک کی اول مثال

فرمایا! سالک کی اول حالت مثل بچے کے ہوتی ہے کہ ماں کے دودھ کو نہ پینا جانتا ہے نہ اس کے نفع کا علم ہوتا ہے یہی حالت سالک کی ہوتی ہے کہ اول اول نہ طاعت کو مفید سمجھتا ہے نہ اس کے نفع کا ادراک ہوتا ہے بلکہ جان چراتا پھرتا ہے اور جب علم اور ادراک ہو جاتا ہے اور اس کی لذت سے واقف ہو جاتا ہے تو پھر اس کی حالت عجیب وغریب ہوتی ہے اس وقت اگر اس کو مصائب بھی پیش آتے ہیں تو جھیل جاتا ہے۔ (مزید المجید ص ۱۳، ۱۴)

دنیائے مذموم کی مثال

فرمایا کہ دنیائے مذموم وملعون کی مثال ایسی ہے جیسے کوڑے پر سبزہ جما ہوا ہے جس کو کوئی دیکھنے والا سمجھے کہ یہ ایک چمن ہے اور اس کے ظاہر رنگ و روپ کو دیکھ کر فریفتہ ہو جائے اور جب وہاں پہنچے تو پاخانہ بھر جائے یہی حال دنیا کا ہے کہ ظاہر تو اس کا بھلا معلوم ہوتا ہے مگر اندر نجاست بھری ہوئی ہے یا خوبصورت سانپ کی سی مثال ہے جس کا ظاہر تو اچھا ہے نقش ونگار سے آراستہ ہے مگر اندر زہر بھرا ہوا ہے۔

زہر ایں مارِ منقش قاتل است باشد از وے دور ہر کو عاقل است

اگر بچے کے سامنے سانپ چھوڑ دو تو وہ اس کی ظاہری خوبصورتی دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اس کو پکڑ لیتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے مگر اس کا انجام کیا ہوگا۔ ہماری حالت بھی اسی بچہ کی سی ہے کہ ہم دنیا کے ظاہری آب وتاب، نقش ونگار اور رنگ وروپ پر فریفتہ ہیں اور اندر کی خبر نہیں۔ یہ بھی تجربہ ہے کہ سانپ جتنا خوبصورت ہوتا ہے اسی قدر زہریلا ہوتا ہے اسی لیے حقیقت شناس اس کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۴۹)

دوسروں کے نفع دنیاوی کیلئے اپنے دین کے نقصان کرنے کی مثال

ارشاد فرمایا! کہ آدمی دوسرے کی دنیا کے نفع کے پیچھے اپنے دین کا نقصان کر بیٹھتا ہے اور اگر دوسرے کے دین کی حفاظت میں اپنے دین کا اندیشہ ہو تو بھی اپنے دین کی حفاظت مقدم ہے واقعی یہ حماقت ہی نہیں تو اور کیا ہے کہ دوسروں کے جوتوں کی حفاظت میں اپنی گٹھڑی اٹھوا دے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۹۶)

تمت بالخیر ☆ جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ ۵ ستمبر ۱۹۷۱ء جمعرات بوقت یک ساعت ☆